عیون اخبار الرضاؑ

جلد اول

از

شیخ اقدم محدث اکبر ابی جعفر الصدوق محمد
بن علی بن الحسین بن بابویه قمی
المتوفی ۳۸۱ھ

مترجم

محمد حسن جعفری

ناشر

اکبر حسین جیوانی ٹرسٹ کراچی

نام کتاب	عیون اخبار الرضاؑ
جلد	اول
مصنف	شیخ صدوقؒ
مترجم	محمد حسن جعفری
کمپوزنگ	سجاد حسین خان (پٹھان، متی پور)
نظر ثانی	اکبر ابن حسن
ناشر	اکبر حسین جیوانی ٹرسٹ
تعداد :	۵۰۰
طبع	اول
قیمت	۲۰۰روپے

ملنے کا پتہ

رحمت اللہ بک ایجنسی کاغذی بازار کھارادر کراچی ۷۴۰۰۰

فون نمبر: 2431577

فہرست مضامین



عرض مترجم و انتساب

جس طرح سے شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی مذہب تشیعہ میں محتاج تعارف نہیں ، اسی طرح سے ان کی کتاب **عیون اخبار الرضاؑ** کا نام نامی بھی محتاج تعارف نہیں ہے۔

کتاب **عیون اخبار الرضاؑ** کو یہ شرف حاصل ہے کہ شیخ صدوقؒ نے اس میں وہی روایات درج کی ہیں جن کی روایت کا سلسلہ رواۃ میں امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام شامل ہیں۔ تو گویا کتاب ہذا امام علی رضا علیہ السلام کی مرویات کی مستند دستاویز ہے۔

ترجمہ کے لیے ہم نے استاد فاضل السید مہدی الحسینی لاجوردی کے نسخہ پر انحصار کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے بہت سے نسخوں سے اس کا تقابل کیا اور اس کے لیے انہوں نے بہت سے مخطوطہ اور مطبوعہ نسخوں سے مدد حاصل کی ہے۔ اور کتاب **عیون اخبار الرضاؑ** کے اس وقت جتنے بھی نسخے دستیاب ہیں، ان میں سے سید مہدی الحسینی کا نسخہ ہر اعتبار سے بہتر ہے۔

اور ترجمہ کے ضمن میں ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ایک زبان کے مطلب و مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل ہے اور خاص کر جب کلام بھی امام معصوم کا ہو تو مشکل میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

اسی لیے ہم یہ ہرگز دعویٰ نہیں کریں گے کہ ہم نے کتاب کا پورا مفہوم اردو میں منتقل کر دیا ہے۔ البتہ یہ ضرور عرض کریں گے کہ بشری استطاعت میں جتنا بھی ممکن تھا ہم نے اس سے دریغ نہیں کیا اور ہم ترجمہ کتاب کو امام ہشتم ثامن الحجج ضامن غریباں مولائے کائنات حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اور ان شرف فیاضی سے یہ توقع کرتے ہیں کہ دعبل کی

طرح سے ہماری ٹوٹی پھوٹی سطروں کو شرف قبولیت عطا فرمائیں گے۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

اور اس حقیر ترجمہ کو بندہ اور اس کے والدین کے لیے اپنی شفاعت کا ذریعہ قرار دیں گے۔

اور آخر میں فرزند رسول خدا کے حضور ہم بصد عجز و انکسار عرض کرتے ہیں

یا ایها العزیز !

مسنا و اهلنا الفرو جئنا ببضاعة مزجة فاوف لنا الكيل وتصدق علينا ان الله يجزى المتصدقين ۔

احد مجيكم :

محمد حسن جعفری

١٢ ربيع الاول ١٤٢١ھ بروز جمعة المبارك

کچھ مصنف کے بارے میں

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ ملت اسلامیہ کے بالعموم اور مذہب شیعہ کے بالخصوص عظیم محسن شمار کیے جاتے ہیں۔ آپؒ نے اپنی تصنیف کے ذریعہ سے مذہب آل محمدؐ کی گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔ آپؒ کا نام ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی تھا۔

علامہ خلاصہ میں رقم طراز ہیں۔

محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی۔ جن کی کنیت ابو جعفر تھی۔ ایران کے مشہور شہر "رے" میں پیدا ہوئے۔ مذہب اہل بیتؑ کے عظیم الشان فقیہ اور اہل خراسان کے مرجع تھے۔ آپؒ ۳۵۵ھ میں عین عالم جوانی میں بغداد تشریف لائے، اور آپؒ نے وہاں درس حدیث کا حلقہ قائم کیا۔ چند دنوں میں آپؒ کے حلقۂ حدیث کی شہرت دور، دور تک پھیل گئی اور مذہب امامیہ کے بزرگ علماء آپؒ کے حلقۂ درس میں آ کر شریک ہوتے اور ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آپؒ حدیث کے جلیل القدر حافظ تھے، اور رجال کے متعلق گہری بصیرت رکھتے تھے۔ احادیث کے عظیم نقاد تھے۔ اہل قم میں آج تک ان جیسا ذہین اور علم و عمل رکھنے والا شخص کوئی پیدا نہیں ہوا۔

شیخ صدوقؒ نے تین سو کے قریب کتابیں تالیف کی ہیں۔ جن میں سے اکثر کتابوں کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب کبیر میں کیا ہے۔ ۳۸۱ھ میں آپؒ نے وفات پائی۔ "انتہی"

میں عرض کرتا ہوں کہ شیخ صدوق اور ان کے بھائی حسین امام صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی دعا کے نتیجہ میں پیدا ہوئے تھے۔ کیونکہ ان کے والد ماجد نے امام زمانہ کے نائب خاص حسین بن روح سے فقیہ فرزند کی دعا کے لیے متوسل ہوئے تھے اور انھوں نے ان کی یہ خواہش امام زمانہ (عج) کی خدمت میں پیش کی تھی اور امام زمنہ (عج) نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی۔ اور ان کی پیدائش کی پیش گوئی فرمائی تھی۔

ابن ندیم اپنی کتاب الفہرست میں لکھتے ہیں کہ شیخ صدوق قریبا تین سو کتابوں کے

مصنف تھے۔ اور اس وقت مجھے ان کی جن کتابوں کے نام یاد ہیں ان کا تذکرہ کر رہا ہوں۔
چنانچہ ان کی مشہور کتب کچھ یہ ہیں

1۔ دعائم الاسلام فی معرفۃ الحلال و الحرام 2۔ کتاب المقنع 3۔ کتاب المرشد 4۔ کتاب الفضائل 5۔ کتاب المواعظ والحکم 6۔ کتاب السلطان 7۔ کتاب فضائل العلویہ 8۔ کتاب المصادقۃ 9۔ کتاب الخواتم 10۔ کتاب المواریث 11۔ کتاب الوصایا 12۔ کتاب غریب حدیث النبیؐ والائمہؑ 13۔ کتاب الخذاء والخف 14۔ کتاب حذو النعل بالنعل 15۔ کتاب مقتل الحسین علیہ السلام 16۔ رسالۃ فی ارکان الاسلام الی اهل المعرفۃ والدین 17۔ کتاب المحافل 18۔ کتاب الوضوء 19۔ کتاب علل الحج 20۔ کتاب علل الشرائع 21۔ کتاب الطرائف 22۔ کتاب نوادر الاخبار 23۔ کتاب فی ابی طالب و عبدالمطلب و عبداللہ و آمنہ بنت وھب 24۔ کتاب الملاھی 25۔ کتاب العلل (غیر مبوب) 26۔ رسالۃ فی الغیبۃ الی اهل الری والمقیمین بھا و غیرھم 27۔ کتاب مدینۃ العلم اور یہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ سے بھی بڑی ہے۔ 28۔ من لا یحضرہ الفقیہ 29۔ کتاب التوحید 30۔ کتاب التفسیر۔ یہ کتاب مکمل نہیں ہو سکی تھی 31۔ کتاب الرجال۔ یہ کتاب بھی نہ مکمل ہے 32۔ المصباح لکل واحد من الائمۃ 33۔ کتاب الزھد لکل واحد من الائمۃ 34۔ کتاب ثواب الاعمال 35۔ کتاب عقاب الاعمال 36۔ معانی الاخبار 37۔ کتاب الغیبۃ، یہ ایک مبسوط کتاب ہے 38۔ دین الامامیہ 39۔ کتاب المصباح 40۔ کتاب المعراج۔

اس کے علاوہ شیخ صدوق نے اور بھی بہت سی کتابیں (۱) اور رسالہ جات تالیف کیے ہیں جن کے نام مجھے از بر نہیں ہیں۔

شیخؒ کی کتابوں اور روایات کے متعلق مجھے ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے خبر دی ہے۔ جن میں شیخ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان اور ابو عبداللہ حسین بن عبیداللہ اور

(۱)۔ مجالس المومنین میں شیخ صدوق کی دو سو سے زائد تالیفات کا ذکر ہے

ابوالحسین جعفر بن حسین بن حسکہ اور ابوزکریا بن سلیمان حرانی سر فہرست ہیں۔

علماء کی توثیق

محقق بہبہانی کی تعلیقہ میں مذکور ہے کہ محقق بحرانی نے حاشیہء بلغہ میں ذکر کیا ہے کہ "ہمارے مشائخ نے شیخ بہبہانی سے ابن بابویہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ان کو عادل قرار دیا اور ان کی توثیق کی اور ان کی تعریف کی"۔

علاوہ ازیں دوسرے حاشیے پر مرقوم ہے

ہمارے بعض مشائخ شیخ صدوق عطر اللہ مرقدہ کی توثیق کے لیے توقف کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ توقف سرا سر غلط ہے۔ کیونکہ ابن بابویہ رئیس المحدثین ہیں اور ہمارے اصحاب کی عبارات میں انہیں لفظ "صدوق" سے تعبیر کیا ہے اور امام زمانہ (عج) کی توقیع مبارک میں ان کے لیے لفظ "فقیہ" کا اطلاق کیا گیا ہے۔ المختلف میں ان کی تعدیل و توثیق کی تصریح کی گئی ہے۔ اور سید ابن طاؤس نے کتاب فلاح السائل میں اس توثیق کو قبول کرتے ہوئے لکھا۔

"حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو ایسا نہیں پایا کہ اس نے شیخ صدوقؒ کی کسی صحیح السند روایت میں توقف کیا ہو"۔

طبقہء محدثین میں اس کے برعکس میں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ مراسیل شیخ کو بھی صحیح شمار کیا جاتا ہے۔ اور اس کے متعلق علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ شیخ صدوق کی مراسیل، ابن ابی عمیر کی مراسیل سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ اور ان کی مراسیل کو صحیح سمجھنے والوں میں علامہ شامل ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے "مختلف" میں اس کی وضاحت کی ہے اور ان کے علاوہ شہید اور سید محقق داماد بھی شامل ہیں"۔ (انتہی)

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"ابن طاؤس نے کتاب النجوم میں شیخ صدوقؒ کی توثیق کی ہے بلکہ مذہب امامیہ کے

تمام محدثین نے ان کی توثیق کی ہے ۔ کیونکہ تمام محدثین نے امام زمانہ (عج) کی توقیع کی توثیق کی ہے جس میں ان دو بھائیوں کے فقیہ ہونے کی پیش گوئی کی گئی ہے ۔ کیونکہ اگر شیخ صدوقؒ اور ان کے بھائی غیر موثق ہوتے تو امام علیہ السلام لفظ خیر سے ان کی توصیف نہ فرماتے"۔ (انتہی)

شیخ صدوقؒ کی توثیق وتعدیل کے شواہد اتنے زیادہ ہیں کہ ہم ان کا تذکرہ کرنے سے قاصر ہیں ۔

سلطان رکن الدولہ کے دربار میں شیخ صدوقؒ کا مکالمہ

شیخ جعفر رازی نے شیخ صدوقؒ کے حسین مقالات پر مشتمل ایک مکمل رسالہ تالیف کیا ہے ۔ جس میں انہوں نے قاضی نوراللہ شوستریؒ کی کتاب مجالس المومنین سے درج ذیل مقالہ نقل کیا ہے ۔

جب شیخ صدوقؒ کے علم وفضل کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تو سلطان رکن الدولہ کو ان کی ملاقات کا اشتیاق ہوا ۔ اور اس نے شیخ صدوقؒ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔

چنانچہ شیخؒ نے بادشاہ کی خواہش پر ان سے ملاقات کی۔ بادشاہ نے شایان شان طریقہ پر انہیں خوش آمدید کہا اور اپنے ساتھ انہیں کرسی پر بٹھایا ۔ جب بادشاہ کی مجلس وزراء و علماء سے آراستہ ہوگئی تو بادشاہ نے شیخ صدوقؒ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :۔

جناب شیخ ! کیا امامت علی علیہ السلام کے عقیدہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان دوسرے خلفاء کا انکار کرے ؟ اور کیا دوسرے خلفاء کا انکار کیئے بغیر انسان امامت علیؑ پر ایمان نہیں لا سکتا ؟

یہ سوال سن کر شیخ صدوقؒ نے فرمایا :۔

" محترم بادشاہ ! اللہ اپنی توحید کے اقرار اس کو وقت تک قبول نہیں کرتا

جب تک معبودانِ باطل کی نفی نہ کی جائے ۔ جیسا کہ کلمہ توحید **لا الہ الا اللہ** اس کا شاہد ہے ۔ اور اسی طرح سے اللہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار بھی اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی جیسے جھوٹے مدعیان نبوت کا انکار نہ کیا جائے ۔ بعینہ اسی طرح سے اللہ امامت علیؑ کا اقرار اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک ان کے حریفوں کی خلافت وامامت کا انکار نہ کیا جائے "۔

بادشاہ یہ جواب سن کر عش عش کر اٹھا اور شیخؒ سے گزارش کی کہ وہ غصب خلافت کی تفصیل بیان کریں اور مسئلہ خلافت کی شرعی حیثیت واضح کریں ۔

یہ سن کر شیخ صدوقؒ نے فرمایا :۔

"محترم بادشاہ ! سورۃ البرائت کے قصہ پر امامت کا اجماع ہے اور یہ اجماع اس حقیقت کا مظہر ہے کہ خلیفہ اول کا اسلام سے چنداں واسطہ تک نہیں۔ اور مزید یہ کہ رسول خدا کے وہ ہرگز متعین کردہ فرد نہیں تھے ۔ اور یہ اجماع اس حقیقت کا پتہ دیتا ہے کہ امیرالمومنینؑ کی ولایت و امامت کو اللہ نے آسمان سے نازل کیا تھا"۔

بادشاہ نے کہا آپ اس خبر کی تفصیل بیان کریں۔

شیخ صدوقؒ نے فرمایا :۔

"بادشاہ سلامت ! واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ برائت کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ ان آیات کو لے کر مکہ چلے جائیں اور حج کے اجتماع میں یہ آیت پڑھ کر سنائیں ۔

چنانچہ حضرت ابوبکر مذکورہ آیات لے کر روانہ ہوئے ابھی کچھ فاصلے پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امینؑ کو نازل فرمایا اور وہ خدا کی طرف سے یہ پیغام لائے۔

لا یؤدی عنک الا انت او رجل منک

"اس حکم کو یا تو آپ خود پہنچائیں یا وہ انسان اسے پہنچائے جو آپ میں سے ہو"

یہ حکم ربانی سننے کے بعد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ

اسلام کو روانہ کیااورانہیں حکم دیا کہ وہ حضرت ابوبکر سے ملاقات کریں اورانہیں اطلاع دیں کہ ان سے یہ ذمہ داری واپس لے لی گئی ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام روانہ ہوئے اور حضرت ابوبکر سے ملے اورانہیں خبر دی کہ تبلیغ آیات کی ذمہ داری سے انہیں معزول کیا جا چکا ہے۔ لہذا مذکورہ آیات حضرت علی نے حج کے مجمع میں تلاوت فرمائیں"۔

یہ واقعہ سنا کر شیخ صدوقؒ نے فرمایا۔

بادشاہ! اس واقعہ سے درج ذیل امور کا اثبات ہوتا ہے۔

1۔ حضرت ابوبکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع نہ تھے۔ کیونکہ اگر وہ تابع ہوتے تو یقیناً رسول خداؐ کی **"منیت"** کا انہیں ضرور شرف حاصل ہوتا۔

کیونکہ قرآن مجید کی آیت ہے "فمن تبعنی فانّہ منّی" (ابراہیم۔۳۶)

(حضرت ابراہیمؑ نے کہا) پس جو کوئی میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہوگا۔

2۔ اورجو تابعدار نہ ہو وہ محبّ نہیں بن سکتا کیونکہ فرمان خداوندی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ (آل عمران۔۳)

"آپ کہہ دیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تابع فرماں نہیں ہے وہ محبّ بھی نہیں ہے۔

3۔اور یہ بات بڑی واضح ہے کہ جو شخص محبّ نہ ہو وہ بغض رکھنے والا ہوتا ہے۔ اور حبّ النبیؐ کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اور بغض نبیؐ کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار ہوا کرتا ہے۔

علاوہ ازیں جہاں اس واقعہ سے حضرت ابوبکر کی مذمت ثابت ہوتی ہے وہاں حضرت علی علیہ السلام کی بدرجہ اتم مدح ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام رسول خدا کی **"منیت"** کے مقام پر فائز تھے۔ اور

اس مقام کے حصول کے لیے اتباع شرط اول ہے اور اتباع کرنے والا خدا کا محبوب ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے سورہ ہود میں ارشاد فرمایا:۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ .... (ھود۔۱۷)

"تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو اور اس کے پیچھے گواہ چلا آرہا ہو"..........الخ

احادیث میں "صاحب بینہ" سے نبی اکرمؐ اور "شاہد" سے حضرت علی علیہ السلام مراد لیے گئے ہیں۔

علاوہ ازیں پیغمبر اکرم کی مشہور ترین حدیث ہے۔ آپ نے فرمایا

طَاعَةُ عَلِيٍّ كَطَاعَتِيْ وَمَعْصِيَتُهُ مَعْصِيَتِيْ

"علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے اور علیؑ کی نافرمانی میری نافرمانی ہے"

علاوہ بر ایں علمائے اہل سنت نے خود ہی روایت کی ہے کہ جب جنگ احد میں تین صحابہ بھاگ گئے اور رسول خداؐ میدان میں تن تنہا رہ گئے تو اسی اثنا میں دیکھا کہ جانثاری کا دعویٰ کرنے والے پہاڑوں پر بھاگ رہے ہیں اور ایک علی میدان میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور نبوت و رسالت کا دفاع کر رہے ہیں تو اس وقت جبرائیل امین نے بے ساختہ کہا:۔

مواسات و خیر خواہی کا حق وہی ہے جو علیؑ ادا کر رہے ہیں۔

رسول خداؐ نے فرمایا:

بھلا اس میں تعجب کیا۔ اِنَّهٗ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

اس وقت جبرائیل امینؑ نے کہا:۔

"وَاَنَا مِنْكُمَا" اور میں تم دونوں میں سے ہوں۔

یہ چند واقعات سنانے کے بعد شیخ صدوقؒ نے رکن الدولہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

محترم بادشاہ! جو شخص چند آیات کی تبلیغ کا اہل نہ ہو اور جسے خدا و رسولؐ تبلیغ سے معزول کر چکے ہوں، تو ایسا شخص پورے کلام خدا کی تبلیغ کا اہل کیسا ہو سکتا ہے؟

اور جسے خدا و رسولؐ تبلیغ آیات کے لیے نامزد کریں اس سے حکومت وامارت چھیننا کہاں کا انصاف ہے؟

بادشاہ نے شیخ صدوقؒ کے یہ واضح دلائل سن کر کہا

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے دلائل وزنی ہیں"

حاضرین محفل کے سوال اور شیخ صدوقؒ کے جواب

شیخ صدوقؒ کے یہ دلائل قاہرہ سن کر حاضرین بڑے ہی جزبز ہوئے اور بادشاہ سے عرض کرنے لگے کہ اگر انہیں بھی اجازت ہو تو وہ بھی شیخ سے کچھ سوال کر لیں۔

بادشاہ نے اجازت دی تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا

محترم شیخ! کیا یہ ممکن ہے کہ پوری امت اسلامیہ جہالت اور ضلالت پہ جمع ہو جائے۔ جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے

"لا تجتمع امتی علی ضلالۃ" میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی؟

یہ سن کر شیخ صدوقؒ نے فرمایا :۔

لغت میں لفظ امت کا اطلاق جماعت پر کیا جاتا ہے اور جماعت کے لیے کم از کم تین افراد کا ہونا ضروری ہے۔ بلکہ بعض لغت کے نزدیک دو افراد کے لیے بھی لفظ جماعت اور لفظ امت کا اطلاق درست ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرد واحد کو بھی لفظ امت

سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیۡفًا ؕ وَلَمۡ یَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ
شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ؕ اِجۡتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۝ (النحل ۱۲۰-۱۲۱)

"بے شک ابراہیم ایک مستقل امت اور اللہ کے اطاعت گزار اور باطل سے کترا کر چلنے والے تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔ وہ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ خدا نے انہیں منتخب کیا تھا اور سیدھے راستے کی ہدایت دی تھی۔"

جب لفظ "امت" کا اطلاق قرآنی لفظوں میں فرد واحد پر ہو سکتا ہے تو حدیث کے الفاظ سے بھی امیرالمومنینؑ اور ان کے پیرو کار مراد لیے جاسکتے ہیں۔

شیخ کا یہ جواب سن کر حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا

جناب عالی! یہ درست ہے کہ لفظ امت کا اطلاق قلیل ترین افراد پر بھی ہو سکتا ہے لیکن لفظ امت سے بڑی جماعت مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

شیخ صدوقؒ نے فرمایا

ہم جب بھی قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں تو ہمیں قرآن مجید اکثریت کی مذمت اور اقلیت کی مدح کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے جیسا کہ یہ آیات اس مفہوم کی شاہد ہیں۔

۱۔ لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ ۔ (النساء ۱۱۴)

ان لوگوں کی اکثر راز کی باتوں میں کوئی خیر نہیں ہے۔

۲۔ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ (المائدہ ۵۹)

تمھاری اکثریت فاسقین پر مشتمل ہے۔

۳۔ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ (الزخرف ۷۸)

یقیناً ہم تمھارے پاس حق کو لائے ہیں۔ لیکن تمھاری اکثریت حق کو ناپسند کرتی ہے۔

۴۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ (البقرہ ۱۰۰)

بلکہ ان کی اکثریت ایمان نہیں رکھتی ۔

۵۔ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۔ (المائدہ ۱۰۳)

اور ان کی اکثریت عقل نہیں رکھتی ۔

۶۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۔ (الانعام ۔ ۱۱۱)

اور لیکن ان کی اکثریت جاہل ہے ۔

۷۔ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ ۔ (الاعراف ۔ ۱۷)

اور آپ ان کی اکثریت کو شکر گزار نہیں پائیں گے ۔

۸۔ وَاِنْ وَّجَدْنَا اَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِيْنَ ۔ (الاعراف ۱۰۲)

اور ہم نے ان کی اکثریت کو فاسق پایا ۔

۹۔ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۔ (یونس ۔ ۳۶)

اور ان کی اکثریت ظن و گمان کی پیروی کرتی ہے ۔

۱۰۔ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۔ (فصلت ۔ ۴)

ان کی اکثریت نے منہ موڑلیا ہے ۔پس (پیغام حق) نہیں سنیں گے ۔

الغرض قرآن مجید میں ایسی بیسیوں آیات ہیں جن میں اکثریت کی مذمت کی گئی ہے ۔ اور اس کے برعکس ایسی وسیوں آیات موجود ہیں جن میں اقلیت کی تعریف کی گئی ہے مثلاً

۱۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۔ (ص: ۲۴)

سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور وہ بہت ہی قلیل ہیں۔

۲۔ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۔ (سبا ۔ ۳)

اور میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے بہت کم ہیں ۔

۳۔ وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِيْلٌ ۔ (ہود ۴۰)

اور اس پر بہت کم افراد ایمان لائے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس امر کی وضاحت کردی ہے کہ امت موسیٰ میں سے حق پر قائم رہنے والے افراد بہت کم ہیں۔ اسی طرح امت اسلامیہ میں سے بھی حق کے پاسبان اور ہادی بہت کم ہیں۔ چنانچہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (الاعراف ۱۵۹)

"اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حق کے ساتھ ہدایت کرتی ہے اور معاملات میں حق وانصاف کے ساتھ کام کرتی ہے۔"

اور امت اسلامیہ کیلیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۔ (الاعراف ۔۱۸۱)

"اور ہماری مخلوقات میں سے وہ قوم بھی ہے جو حق کے ساتھ ہدایت کرتی ہے اور حق ہی کے ساتھ انصاف کرتی ہے۔"

شیخ کا یہ جواب سن کر سائل خاموش ہوگیا اور اہل دربار میں سے کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ کوئی مزید سوال کرتا۔

کیا پوری امت کا بھٹکنا درست قرار دیا جاسکتا ہے؟

جب اہل دربار میں سے کسی کو سوال کرنے کا یارا نہ رہا تو بادشاہ نے شیخ صدوق سے پوچھا :۔

کیا تاریخی تسلسل اور عقل و دانش ہمیں اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ ہم امت اسلامیہ کی ایک بڑی جماعت کے متعلق یہ فرض کرلیں کہ انہوں نے حق کو چھوڑ دیا تھا جب کہ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ تھے؟

شیخ صدوق نے فرمایا :۔

محترم بادشاہ! ایسا سمجھنے سے کون سا فرق پیدا ہوجائیگا اور یہ تصور کرنے سے

دین میں کون سی خرابی لازم آئے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ارتداد کی پہلے سے خبر دے چکا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ 0 (آل عمران ۱۴۴)

"اور محمدؐ تو صرف ایک رسول ہیں۔ جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے۔ تو جو بھی ایسا کرے گا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور خدا تو عنقریب شکر گزاروں کو ان کی جزا دے گا۔"

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کی تشبیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا 0 (المزمل ۱۵)

" بے شک ہم نے تم لوگوں کی طرف تمہارا گواہ بنا کر ایک رسول بھیجا ہے۔ جسطرح فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو شبیہ موسیٰؑ قرار دیا اور حبیب خداؐ نے حضرت علیؑ کو شبیہ ہارونؑ قرار دیتے ہوئے حدیث منزلت میں ارشاد فرمایا:۔

اَمَا تَرْضٰى يَا عَلِيُّ اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔

اے علیؑ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہی درجہ حاصل ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اور اب ملاحظہ فرمائیں کہ تاریخی تسلسل اور عقل و دانش امت موسیٰؑ کے بیے

کیا فیصلہ کرے گی ؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کیلیے تشریف لے گئے اور انہوں نے حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین قرار دیا۔ اور کوہ طور پر انہیں تیس کی بجائے چالیس راتیں ٹھہرنا پڑی تو امت موسیٰؑ کی اکثریت مرتد ہو گئی اور خدا کو چھوڑ کر سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کی عبادت کرنے لگ گئی۔

بادشاہ سلامت ! انصاف سے بتائیں جب موسیٰؑ کی امت موسیٰؑ کی زندگی میں بھٹک سکتی ہے ؟

تو رسول خداؐ کی امت ان کی وفات کے بعد کیوں نہیں بھٹک سکتی ؟

شیخ کا یہ استدلال سن کر بادشاہ عش عش کر اٹھا اور کہنے لگا اس سے بہتر استدلال ممکن ہی نہیں ہے۔

شیخ صدوقؒ کا ایک اور استدلال

اس کے بعد شیخ نے فرمایا

محترم بادشاہ ! عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے برادران اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا۔ اور آنحضرتؐ کی وفات کے وقت صحابہ نے مل جل کر حضرت ابوبکر کو نامزد کیا تھا۔

اس نظریہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا اور امت نے اپنی صوابدید سے خلیفہ نامزد کیا اور یہ نامزدگی جائز قرار پائی۔

تو اس عقیدہ میں دو علیحدہ علیحدہ اعمال کی نسبت علیحدہ علیحدہ شخصیات کی جانب کی گئی۔

ا۔ رسول خداؐ کی سنت ہے خلیفہ نہ بنانا۔

۲۔ امت کی سنت ہے خلیفہ بنانا۔

تو اس نظریہ کے حاملین سے ہماری یہی درخواست ہے کہ خدا را وہ ہمیں بتائیں کہ

ا۔ رسول خداؐ نے خلیفہ مقرر نہ کر کے صحیح کیا تھا یا غلط ؟

۲۔ اور امت نے خلیفہ مقرر کر کے صحیح کیا تھا یا غلط ؟

جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فعل کو غلط کہنا ہرگز درست نہیں ہے۔ لہذا کسی بھی مسلمان کے لیے یہ کہنا انتہائی آسان ہے کہ امت نے سقیفہ میں جو نامزدگی کی تھی وہ منشائے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف تھی اور وہ ایک غلط اقدام تھا۔

اور آئیے یہ دیکھیں کہ کیا واقعاً رسول خداؐ نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا اور عدم استخلاف کا یہ عقیدہ کسی عاقل کے لیے کسی طور بھی قابل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک بھکاری جس کی کل کائنات صرف ایک کشکول اور ایک جھونپڑی پر مبنی ہوتی ہے، وہ بھی کسی نہ کسی کو اپنا جانشین مقرر کر کے جاتا ہے جب کہ دین و دنیا کے احکام حبیب خداؐ کے پاس تفویض تھے تو آپؐ نے کسی کو اپنا جانشین متعین نہیں کیا تاکہ افراد امت ایک دوسرے کے دست گریبان رہیں۔

اور اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے تو حضرت عمر کو اپنا جانشین بنایا اور حضرت عمر نے بھی اپنی نیابت کے لیے چھ افراد پر مشتمل ایک شوریٰ تشکیل دی تھی !

اس صورت میں برادران اہل سنت سے ہمارا یہ سوال ہے کہ حضرت ابوبکر نے اسلام کی محبت میں حضرت عمر کو اپنا جانشین بنایا تھا یا کچھ دیگر اسباب کی وجہ سے انہیں نامزد کیا تھا ؟

اور اسی طرح حضرت عمر نے جانشینی کے لیے چھ افراد پر مشتمل جو شوریٰ

تشکیل وہی تھی وہ اسلام کی محبت کے تقاضا سے تھی یا کچھ اور اسباب کے ماتحت تھی ؟

اگر دونوں بزرگواروں کا یہ فعل محبت اسلام کی وجہ سے تھا تو ہم اہل سنت برادران سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو (عیاذا باللہ) اسلام سے اتنی محبت بھی نہ تھی جتنی کہ شیخین کو تھی ؟

تو کیا شیخین کے لیے انتخاب جائز تھا، لیکن جناب رسول کریمؐ کے لیے جائز نہیں تھا؟

اگر برادران اہل سنت کے پاس اس سوال کا جواب ہو تو وہ ہمیں اپنے جواب سے مطلع فرمائیں۔

بادشاہ نے شیخ صدوق کی تقریر کو بہت پسند کیا اور شیخ سے کہا کہ پھر آپ ہی بتائیں کہ اہل سنت نے کس بنیاد پر حضرت ابوبکر کو اپنا خلیفہ تسلیم کیا ؟

امامت نماز کی حقیقت

شیخ صدوقؒ نے فرمایا:۔

بادشاہ معظم ! اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ان دوستوں کا گمان یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں نماز کے لیے اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

اور اس کے لیے دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ روایت سرے سے ہی غلط ہے کیونکہ ہمارے مخالف اس بارے میں مختلف آراء رکھتے ہیں اور وہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر نے نماز شروع کرائی ، آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان کی امامت کا علم ہوا تو وہ اپنی تمام تر تکلیف کے باوجود بستر سے اٹھے اور نقاہت کی وجہ سے چلنے کے قابل نہیں تھے ۔ اس عالم میں انہوں نے علیؑ و عباسؓ کے کندھوں کا سہارا لیا اور مسجد میں تشریف لائے ۔ آنحضرتؐ کو آتا دیکھ کر حضرت ابوبکر مصلٰی سے ہٹ گئے اور رسول خداؐ اپنے مصلٰی پر تشریف لائے اور بیٹھ کر اشاروں سے نماز

پڑھائی ۔

اگر حضرت ابوبکر کو آنحضرتؐ نے خود ہی اپنا جانشین نامزد کیا ہوتا تو انہیں خود جانے کی کیا ضرورت تھی ؟

اور اس روایت کے برعکس بعض مخالفین نے روایت یوں تخلیق کی ہے کہ آنحضرتؐ نے حفصہ بنت عمر سے فرمایا :۔

مری اباك ان یوم الناس بالصلاۃ ۔

" اپنے باپ کو حکم دے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے "

جب روایات باہمی اختلاف کا شکار ہیں تو ان روایات سے شیخین کی خلافت کا اثبات ممکن نہیں ہے !

اور اس روایت کی صحیح نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو حضرت ابوبکر و عمر اس روایت کو انصار مدینہ کے مقابلہ میں سقیفہ بنی ساعدہ میں خود پیش کرتے ۔ لیکن انہوں نے اس روایت کو انصار کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا تھا تو گویا اب مدعی سست گواہ چست والا معاملہ بن چکا ہے ۔

علاوہ ازیں امامت نماز عمر و ابوبکر کی جتنی بھی روایات موجود ہیں ان تمام تر روایات کی مرکزی راویہ حضرت عائشہ و حفصہ ہیں ۔ اور حضرت ابوبکر و عمر نے گواہی کے لیے ایک عجیب اصول وضع کیا تھا کہ جب گواہی دینے والے کو اس گواہی سے کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ حاصل ہوسکتا ہو ، تو ایسی گواہی قابل قبول نہیں ہے ۔

چنانچہ اس طرف قاعدہ کے تحت حضرت علیؑ اور حسنینؑ کریمین کی فدک کے ہبہ نامے کے متعلق گواہی مسترد کردی گئی تھی ۔ اب ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ ہم حضرت ابوبکر و عمر کی امامت نماز کی جملہ روایات یہ کہہ کر مسترد کر دیں کہ ان کی روایت کرنے والی ان کی اپنی صاحبزادیاں ہیں ۔

جب رسول خدا کی صاحبزادی کی گواہی قابل قبول نہیں ہے تو ان کی گواہی

کی بھی چنداں حیثیت نہیں ہے ۔ سواد اعظم کے علماء نے خود ہی روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ بیٹی کی گواہی باپ کے حق میں قابل قبول نہیں ہے ۔ اور علماء اہل سنت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے ۔

یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ یقیناً شیخ کا فرمان حق ہے اور مخالفین کے اقوال باطل ہیں ۔ پھر بادشاہ نے کہا

جناب شیخ ! آپ نے امامت کو بارہ افراد میں کیوں محدود کر رکھا ہے ؟

شیخ صدوقؒ نے فرمایا ۔

محترم بادشاہ ! امامت فرائض الہٰی میں سے ایک فرض ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو بھی فریضہ مقرر کیا ہے اس کی تعداد اور مقدار بھی ساتھ ہی متعین فرمائی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی ہے تو اس کی تعداد بھی سترہ رکعات مقرر کی ہے۔ اور روزہ فرض کیا ہے تو ایک ماہ کا روزہ فرض کیا ہے ۔ خواہ وہ مہینہ انتیس دن کا ہو یا تیس دن کا ہو ۔ اور اللہ تعالیٰ نے صاحب استطاعت پر زندگی بھر میں ایک مرتبہ حج فرض کیا ہے ۔ جس طرح سے یہ کہنا درست نہیں کہ نماز کی رکعت سترہ ہی کیوں مقرر ہوئیں اور روزہ صرف ایک ماہ کا فرض کیوں ہے اور حج ایک مرتبہ ہی فرض کیوں ہے ۔ اسی طرح سے ائمہ کے متعلق یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ منصب امامت بارہ افراد میں ہی محصور کیوں ہے ؟

یقیناً اعداد میں اللہ کی طرف سے کوئی نہ کوئی حکمت مضمر ہے جس سے ہم واقف نہیں ہیں ۔

بادشاہ نے کہا

جناب شیخ ! آپ کے مخالف رکعات نماز کی تعداد اور ماہ صیام اور حج کی فرضیت کے لیے آپ کے موافق ہیں لیکن تعداد ائمہ میں وہ آپ سے اختلاف کرتے ہیں آخر کیا وجہ ہے ؟

شیخ صدوق نے فرمایا

بادشاہ معظم ! ان کی مخالفت ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی ۔ اور کسی کی مخالفت کو دیکھ کر انسان حقائق کا انکار کرنے لگے تو پھر اسلام ہی ثابت نہیں ہو سکے گا ۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ اور مجوس ، اسلام کے باطل ہونے پر متفق ہیں اور معجزات نبی کے منکر ہیں ۔ جس طرح سے مذکورہ مذاہب کے افراد کی مخالفت اسلام کے لیے ضرر رساں نہیں ہے، اسی طرح سے ہمارے مخالفین کی مخالفت بھی ہمارے لیے ضرر رساں نہیں ہے ۔

امام زمانہ(ع) کا ظہور کب ہوگا ؟

پھر بادشاہ نے شیخ سے پوچھا ، امام زمانہؑ کا ظہور کب ہوگا ؟

شیخ صدوقؒ نے فرمایا :

محترم بادشاہ ! اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی مخصوص حکمتوں کے پیش نظر لوگوں کی نگاہوں سے غائب کیا ہے اور ان کے وقت ظہور کے متعلق خدا ہی بہتر جانتا ہے ۔ اور ایک حدیث نبوی سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے ۔

مثل القائم من ولدی مثل الساعة

" میری اولاد میں سے قائم کی مثال قیامت کی سی ہے "

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کو مبہم رکھا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ط يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ

لکنّ اکثر النّاس لا یعلمُون ۔ (الاعراف ۱۸۷)

پیغمبر ! "یہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا ٹھکانہ کب ہے ۔ تو کہہ دیجیے کہ اس کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے ۔ وہی اس کو بروقت ظاہر کرے گا ۔ یہ قیامت زمین و آسمان دونوں کے لیے بہت گراں ہے اور تمہارے پاس اچانک آنے والی ہے ۔ یہ لوگ آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں گویا آپ کو اس کی مکمل فکر ہے ۔ تو کہہ دیجیے کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگوں کو اس کا علم بھی نہیں ہے۔"

تو جس طرح سے قیامت کے آنے کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے اسی طرح سے قائم آل محمد (ع) کے ظہور کے وقت کا علم بھی صرف اللہ ہی کو ہے ۔

پھر بادشاہ نے کہا

جناب شیخ ! بھلا یہ بتائیں کہ کیا ایک انسان اتنی طویل عمر پا سکتا ہے ۔ اور کیا طبعی طور پر اس کی عمر اتنی لمبی ہو سکتی ہے ؟

شیخ صدوق نے فرمایا

محترم بادشاہ ! آپ کو اس کے متعلق ہرگز تعجب نہیں کرنا چاہیے ، کیا آپ نے آج تک طویل العمر افراد کی داستانیں کبھی نہیں سنیں ؟

بادشاہ نے کہا سنی تو ضرور ہیں لیکن ان کی صداقت معلوم نہیں ہے ۔

شیخ صدوق نے فرمایا

تو کیا آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے متعلق قرآن مجید میں نہیں پڑھا فلبث فیھم الف سنۃٍ الّا خمسین عاما ۔ (العنکبوت ۱۴)

" وہ اپنی قوم کے درمیان میں نو سو پچاس برس تک رہے "

بادشاہ نے کہا جی ہاں ۔ شاید اس دور میں تو یہ عمر درست ہو لیکن جس دور میں ہم جی رہے ہیں اس دور کی مثال نہیں ملتی ۔

شیخ صدوق نے فرمایا

محترم بادشاہ ! انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہے ۔ کیونکہ مخبر صادق فرما چکے ہیں، جو کچھ پہلی امتوں میں ہوا وہی کچھ میری امت میں بھی ہوگا۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ سابقہ ادوار میں بھی مشہور ترین افراد ہی طویل العمر رہے ہونگے اور امت اسلامیہ میں بھی مشہور ترین فرد طویل العمر ہوگا اور صاحب الزمان (عج) سے بڑھ کر زیادہ مشہور و معروف اور کون ہو سکتا ہے ؟

امام غائب کا فائدہ

پھر بادشاہ نے کہا

جناب شیخ ! آپ کا نظریہ ہے کہ آپ کا امام لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے جب کہ حدود شرعیہ اور احکام الہیہ کا نافذ کرنا امام کی ذمہ داری ہے اور جب امام سرے سے ہی غائب ہو تو اس کا وجود اور عدم وجود یکساں ہوں گے ۔ آخر اس کے متعلق آپ کیا فرمائیں گے ؟

شیخ صدوقؒ نے فرمایا

محترم بادشاہ ! وجود امام صرف نظام حکومت کے لیے نہیں بلکہ وجود امام بقائے نظام کائنات کے لیے ہے ۔کیونکہ احادیث میں وارد ہے

لولا الامام لما قامت السماوات والارض ولما انزلت السماء قطرة ولا اخرجت الارض برکتها ۔

" اگر امام نہ ہو تو زمین و آسمان قائم نہ رہیں گے اور اگر امام نہ ہو تو آسمان سے بارش کا قطرہ نازل نہ ہو اور اگر امام نہ ہو تو زمین اپنی برکت کا کبھی مظاہرہ نہ کرے "

اللہ تعالی نے اپنے نبی کے متعلق ارشاد فرمایا

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال ۔ ۳۳)

"جب تک آپ ان کے درمیان موجود ہیں ۔ اس وقت تک اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا"۔

اسی طرح سے امام رفع عذاب کے لیے نبی اکرمؐ کا قائم مقام ہوتا ہے اور اس کے وجود کی برکت سے زمین عذاب الٰہی سے محفوظ رہتی ہے ۔

اہل سیر و نقل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حدیث کو نقل کیا ہے ۔ آپؐ نے فرمایا

النجوم امان لا هل السماء فاذا ذهبت النجوم اتى اهل السماء مايكرهون و اهل بيتى امان اهل الارض فاذا هلك اهل بيتى اتى اهل الارض ما يكرهون ۔

"ستارے آسمان والوں کے لیے باعث امان ہیں ۔ جب ستارے چلے جائیں گے تو اہل آسمان پر وہ چیز واقع ہو جائے گی جس سے وہ کراہت کرتے ہیں ۔ اور میرے اہل بیتؑ زمین والوں کے لیے باعث امان ہے جب زمین سے میرے اہل بیتؑ چلے گئے تو اہل زمین پر وہ چیز واقع ہو جائے گی جس سے وہ کراہت کرتے ہیں"۔

علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے ۔

لو بقيت الارض بغير حجة ساعة لساخت باهلها

"اگر زمین ایک ساعت کے لیے بھی حجت سے خالی ہو جائے تو اپنے اہل سمیت تباہ و برباد ہو جائے"

بادشاہ کا اعلان حق

شیخ صدوقؒ کے دلائل سے بادشاہ بہت متاثر ہوا اور اس نے اعلان کرتے ہوئے کہا

" حق مذہب امامیہ کے ساتھ ہے ان کے علاوہ باقی مذاہب غلطی پر ہیں "

پھر اس نے شیخ سے درخواست کی کہ گاہے بگاہے دربار میں تشریف لایا کریں۔

جسے شیخ نے قبول کیا اور مناسب وقت پر آنے کا وعدہ فرمایا۔

دوسرے دن بادشاہ دربار میں آیا تو اس نے دل کھول کر شیخ کے نظریات کی تائید و تصدیق کی اور شیخ کی جی بھر کر تعریف کی۔ اتنے میں اہل دربار میں سے ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا

بادشاہ سلامت! شیخؒ کا نظریہ یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا سر نوک نیزہ پر سورۂ کہف کی تلاوت کرتا تھا۔ تو کیا ایسا نظریہ کس طرح سے درست قرار دیا جاسکتا ہے؟

بادشاہ نے کہا شیخ نے میرے سامنے تو ایسی بات نہیں کی۔ البتہ اس کے متعلق دریافت کریں گے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک خط لکھ کر شیخ سے اس مسئلہ کے متعلق اس کا نظریہ دریافت کیا تو شیخ نے جواب میں تحریر کیا۔

امام مظلومؑ کے سر اطہر کا نوک نیزہ پر قرآن پڑھنا

یہ روایت ان لوگوں سے مروی ہے جنہوں نے امام مظلومؑ کے سر اطہر کو نوک نیزہ پر قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ روایت ہمارے ائمۂ ہدیٰ علیہم السلام میں سے کسی سے مروی نہیں ہے۔

البتہ ہم اس روایت کو درست سمجھتے ہیں اور ہمیں اس کی صداقت پر پورا یقین ہے ۔ کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ گنہ گار افراد کے ہاتھ پاؤں قیامت کے دن گفتگو کریں گے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۔(یٰس ۶۵)

"آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے گفتگو کریں گے اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اس کے متعلق ان کے پاؤں گواہی دیں گے"

تو جب بدکار افراد کے ہاتھ اور پاؤں گفتگو کر سکتے ہیں تو امام حسین علیہ السلام کا سر اطہر نوک سناں پر قرآن کیوں نہیں پڑھ سکتا ؟

اور اس مطلب کا انکار در اصل قدرت خداوندی اور فضیلت رسول کا انکار ہے ۔ اور واضح رہے کہ امام حسین علیہ السلام کائنات کی وہ عظیم الشان شخصیت ہیں جن کے مصائب پر ملائکہ نے گریہ کیا تھا ۔ اور جن کی شہادت کے بعد آسمان سے خون کی بارش نازل ہوئی تھی ۔ اور جنات نے بلند آواز میں جن کے نوحے پڑھے تھے ۔ اور جو شخص اتنے واضح واقعات کو جھٹلاتا ہے تو اس سے کچھ بعید نہیں کہ وہ تمام شریعتوں کو جھٹلائے اور انبیائے کرام کے جملہ معجزات کا تمسخر اڑائے ۔ ایسے شخص سے دینی و دنیاوی ضروریات کا انکار ہر وقت ممکن ہے ۔

(ماخوذ از الطرائف)

مترجم عرض کرتا ہے کہ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے نوک سناں پر قرآن پڑھ کر قرآن مجید کی ایک آیت اور اپنے جد نامدار کی ایک حدیث کو عملی طور پر ثابت کیا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے ۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ

لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ۔ ۱۵۴)

"اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے"۔

اللہ تعالٰی کے دین کی سربلندی کیلئے اللہ کے مخلص بندے ہمیشہ شہادت حاصل کرتے رہے۔ یقیناً وہ سب کے سب زندہ ہیں مگر ہمیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔ حیات شہدا پر ہمارا ایمان ہے لیکن اللہ نے ان کی زندگی کا کبھی عملی مظاہرہ نہیں کرایا تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام دنیا کے تمام شہیدوں کے سردار ہیں۔اس لیے حکمت الٰہی کا تقاضا یہ ہوا کہ حیات شہداء کے مسئلہ کو صرف نظریے کی حد تک نہ رکھا جائے بلکہ اس کا عملی ثبوت بھی فراہم کیا جائے۔اسی لیے حضرت امام حسین علیہ السلام نے کوفہ وشام میں قرآن کی تلاوت کر کے دنیا کو بتایا کہ اگر حیات شہداء کا عملی ثبوت چاہتے ہو تو دیکھو میں شہید ہو کر بھی قرآن پڑھ رہا ہوں۔

۲۔ اس کے ساتھ ساتھ امام حسین علیہ السلام نے اپنے مخالفین کا کردار بھی دنیا کے سامنے رکھا اور زبان حال سے کہا تمہیں صفین ضرور یاد ہوگی جب ہمارے دشمنوں نے قرآن کو نیزے پر چڑھایا تھا تو وہ ملوکیت کا کردار تھا اور یہ امامت کا کردار ہے دونوں کا فرق یہ ہے کہ ملوکیت قرآن کو نیزے پر چڑھاتی ہے اور امامت نیزے پر چڑھ کر بھی قرآن سناتی ہے۔

۳۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور و مستند حدیث ہے

انی تارك فيكم الثقلين كتاب الله و عترتی اهل بيتی ما ان تمسكتم بهما لن تضلوا بعد ی ولن يفترقا حتى يرد علی الحوض

"میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ قرآن (اللہ کی کتاب) اور (میری عترت) اہل بیت۔ تم جب تک ان دونوں سے وابستہ رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوں گے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں"۔

رسول اکرمؐ کا یہ فرمان تو پوری دنیا نے سن لیا تھا کہ قرآن و اہل بیتؑ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ مگر دنیا نے اس کا عملی مظاہر نہیں دیکھا تھا تو فرزند رسولؐ نے نوک نیزہ پر قرآن پڑھ کر اپنے تمام مخالفین اور قاتلین کو عملی طور پر یہ بتایا

میرے نانا کے فرمان کو ہذیان کہنے والوں کی اولاد !

آؤ میرے نانا کا عملی مظاہرہ دیکھو! اہل بیتؑ اور قرآن ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ تم ہمیں وطن سے جدا کر سکتے ہو، اولاد سے جدا کر سکتے ہو، تم ہمارے سروں کو ہمارے بدن سے جدا کر سکتے ہو لیکن ہمیں قرآن سے جدا نہیں کر سکتے ہو۔ سر تن سے جدا ہونے کے بعد بھی ہماری زبان سے قرآن کی آیتیں نکلتی، ہذیان نہیں نکلتا۔ (من المترجم عفی عنہ)

عیون اخبار الرضاؑ

جلد اول

از

شیخ اقدم محدث اکبر ابی جعفر الصدوق محمد
بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی
المتوفی سنہ ۳۸۱ھ

مترجم

محمد حسن جعفری

ناشر

اکبر حسین جیوانی ٹرسٹ کراچی

عرضِ مترجم

زیارت جامعہ میں ائمہ ہدیٰؑ کے متعلق یہ جملے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَی الدُّعَاۃِ اِلَی اللّٰہِ وَالْاَدِلَّاۗءِ عَلٰی مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَقِرِّیْنَ فِیْ اَمْرِاللّٰہِ وَالتَّآمِّیْنَ فِیْ مَحَبَّۃِ اللّٰہِ وَالْمُخْلَصِیْنَ فِیْ تَوْحِیْدِ اللّٰہِ وَالْمُظْھِرِیْنَ لِاَمْرِاللّٰہِ وَنَھْیِہٖ وَعِبَادِہِ الْمُکْرَمِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ وَھُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

"سلام ہو اللہ کی طرف دعوت دینے والوں پر اور مرضاتِ خدا کی رہنمائی کرنے والوں پر اور امرِ الٰہی میں مستقل رہائش رکھنے والوں پر اور محبت خدا میں کامل افراد پر اور خدا کی توحید میں مخلص لوگوں پر اور اللہ کی امر و نہی ظاہر کرنے والوں پر اور خدا کے ان باعزت بندوں پر جو اس کے فرمان پر سبقت نہیں کرتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے رہتے ہیں۔ اور ان پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں"۔

ائمہ طاہرینؑ خدا کے سچے اور مخلص نمائندے ہیں۔ ان کے بغیر دین کی تعلیمات کا تصور ہی محال ہے۔ اور وہی حضرات ہی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح جانشین ہیں۔

انسانیت کی راہنمائی کے لیئے ان کی تعلیمات بحمداللہ موجود ہیں اور عرصہ دراز سے مدون ہیں۔ اور تعلیمات آل محمد علیہم السلام پر مبنی کتابوں میں عیون اخبار الرضاؑ کو ایک خصوصی مقام حاصل ہے۔ اور یہ کتاب ہر دور میں ہمارے مآخذ و مدارک میں شمار ہوتی رہی ہے۔ لیکن ہمارے برصغیر کا اردو دان طبقہ عربی و فارسی نہ جاننے کی وجہ سے اس سے محروم تھا۔ اسی لیئے بندہ نے خدا پر توکل کرتے ہوئے محدث اکبر شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔

اوراس کے ساتھ مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ بندہ اپنی تمام تر بے بضاعتی سے مکمل آگاہ ہے ۔ بہر نوع اپنی بشری کوشش میں کسی طرح کی کوتاہی روا نہیں رکھی گئی اور ترجمہ کرتے وقت جہاں قرآن مجید کی آیات تھیں ، ان کے ترجمہ کے لیئے علامہ ذیشان حیدر جوادی اور جہاں نہج البلاغہ کا اقتباس تھا ، اس کے لئے مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامھا کے تراجم سے استفادہ کیا ۔

علاوہ ازیں سرکار مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے امام علی رضا علیہ الصلوۃ والسلام کے حالات زندگی کے لیئے بحارالانوار میں جا بجا عیون اخبار الرضا سے خوشہ چینی فرمائی ہے اور ہماری خوش نصیبی ہے کہ بحارالانوار کے اس حصہ کا ترجمہ بھی اردو زبان میں ہو چکا ہے ۔ بعض مقامات پر عیون کی وہ روایت جو کہ بحارالانوار میں بھی موجود ہیں ، ان کے ترجمہ کے لیئے مولانا حسن امداد صاحب ممتازالافاضل کے ترجمہ بحار سے بھی ہم نے استفادہ کیا ہے ۔ اور بارگاہ رب العزت میں ان تمام بزرگواروں کی خدمات دینیہ کے قبولیت کے لیئے دعاگو ہیں ۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

اور آخر میں بارگاہ احدیت میں ملتمس دعا ہیں کہ خداوند عالم بحق محمدؐ و آل محمدؐ ہماری اس ناچیز سی دینی خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے ہمارے لیئے زاد آخرت قرار دے ۔ **انہ ولی قدیر ۔**

والسلام

خادم دین : **محمد حسن جعفری**

خطبۃ الکتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الواحد القہار، العزیز الجبار، الرحیم الغفار، فاطر الارض و السماء، خالق الظلمۃ و الضیاء، مقدر الازمنۃ و الدھور مدبر الاسباب والامور، باعث من فی القبور، المطلع علی ماظہر و استتر، العالم بما سلف و غبر، الذی لہ المنۃ و الطول و القوۃ و الحول، احمدہ علی کل الاحوال، واستھدیہ لافضل الاعمال، واعوذبہ من الغی والضلال و اشکرہ شکراً استوجب بہ المزید، واستنجز بہ المواعید، واستعینہ علی ما ینجی من الھلکۃ و الوعید، واشھد ان لا الہ الا اللّٰہ، الاول فلا یوصف با بتداء و الاخر فلا یوصف با نتھاء، الھاً یدوم و یبقی و یعلم السرواخفی و اشھد ان محمداً عبدہ المکین و رسولہ الامین المعروف بالطاعۃ المنتجب للشفاعۃ فانہ ارسلہ لاقامۃ العوج و بعثہ لنصب الحجج لیکون رحمۃ للمؤمنین و حجۃ علی الکافرین وموید ا بالملا ئکۃ المعصومین حتی اظھر دین اللّٰہ علی کرہ المشرکین، صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم و آلہ الطیبین و اشھد ان علی بن ابی طالب امیر المؤمنین ومولی مسلمین و خلیفۃ رسول رب العالمین و اشھد ان الائمۃ من ولدہ حجج اللّٰہ الی یوم الدین، وو رثۃ علم النبیین صلوات اللّٰہ و رحمتہ و سلامہ و برکاتہ علیھم اجمعین۔

کتاب کی وجہ تالیف

حمد و ثنا کے بعد اس کتاب کا مصنف ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی نزیل رے عرض پرداز ہے کہ **لصاحب الجلیل کا فی الکفاۃ ابی القاسم اسماعیل بن عباد اطال اللہ بقائہ و ادام دولتہ و نعمائہ و سلطانہ** کے دو قصیدے میرے سامنے پیش کیے گئے جن میں امام ہشتم ضامن غریباں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا گیا۔ تو میں نے ان قصائد سے متاثر ہو کر یہ کتاب تالیف کی۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ محترم صاحب بن عباد کے خزانہ معصومین کے لیے اس سے بہتر تحفہ ممکن نہیں ہے اور خود محترم صاحب بن عباد علوم اہل بیتؑ کے شیدائی ہیں اور ان کی ولایت سے تمسک رکھتے ہیں۔ اور ان کی اطاعت کو فرض جانتے ہیں اور ان کی امامت پر یقین رکھتے ہیں اور ان کی ذریت کا احترام کرتے ہیں۔ خدا کرے کہ ان کے احسانات کا سلسلہ شیعان اہل بیتؑ تک ہمیشہ جاری و ساری رہے

میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کے ذریعہ سے میں ان کے احسانات کا بدلہ چکا سکوں گا اور ان کی خدمت گزاری میں جو مجھ سے کمی واقع ہوئی ہے، اس کتاب کے ذریعہ اس کی تلافی کر سکوں گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں عدل و انصاف کی توفیق مرحمت فرمائے اور اس کے ذریعہ سے خدا کا کلمہ بلند و بالا ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں نیکی و بھلائی کی توفیق عطا فرمائے۔

صاحب بن عباد کا پہلا قصیدہ

جناب صاحب اسماعیل بن عباد رضی اللہ عنہ نے امام رضا علیہ السلام کے حضور ہدیہ پیش کرتے ہوئے عرض کیا ہے۔

یا سائراً زائراً الی طوس
مشھد طھر و ارض تقدیس

"سرزمین طوس کی طرف سفر کرنے والا زائر، وہ سرزمین جو کہ ایک طاہر کا مقام شہادت ہے اور جو پاکیزہ ترین سرزمین ہے"

ابلغ سلامی الرضا وحط علی
اکرم رمس لخیر مرموس

"وہاں پہنچ کر رضا کو میرا سلام پہنچانا، وہاں اس مکرم قبر پر جانا جہاں مکرم ترین فرد مدفون ہے"

واللہ و اللہ حلفة صدرت
من مخلص فی الولاء مغموس

"خدا والائے آل محمدؐ میں یہ شخص قسم کھا کر کہتا ہے"

انی لو کنت ما لکا اربی
کان بطوس الفنا تعریس

"اگر میں خود مختار رہتا تو اپنے گھر بار کو چھوڑ کر طوس کی جانب تیزی سے چلا جاتا"

وکنت امضی العزیم مرتحلا
منتسفاً فیه قوة العیس

"تو میں تیز رفتار اونٹوں کی سی قوت کے ساتھ جانب طوس روانہ ہو جاتا"

لمشهد بالذکاء ملتحف
و بالسناء والثناء مانوس

" میں اس شہر شہادت کی جانب سفر کرتا جس میں عقل مخلوط ہو چکی ہے اور تیز روشنی اور تعریف سے مانوس ہے "

یاسیدی وابن سادتی ضحکت
و جوہ د ھری بعقب تعبیس

" اے میرے سردار اور میرے سرداروں کے فرزند! آپ کی وجہ سے ترش روئی کے بعد میرے زمانہ کے چہرے مسکرا اٹھے "

لما رایت النواصب ا نتکست
رایا تھا فی زمان تنکیس

" (اس مسکراہٹ کی وجہ یہ ہے کہ) میں نے نواصب کے پرچموں کو سرنگوں ہوتے ہوئے پایا ہے "

صدعت بالحق فی و لا ئکم
والحق مذکان غیر منحوس

" تو میں نے آپ کی ولایت کے بیے کلمۂ حق کو بلند کیا۔ اس حق کو بلند کیا جو کہ کبھی بھی باعث نحوست نہیں رہا (یا جس کے لیے کبھی بخل نہیں کیا گیا)"۔

یا بن النبی الذی به قمع اللّٰہ ظھور الجبار برالشوس

" اے فرزند رسولؐ! جس کے ذریعہ سے اللہ نے متکبر جابروں کی پشتوں کو توڑ ڈالا "

وابن الوصی الذی تقدم فی الفضل علی البزل القناعیس

" اور اے فرزند وصی! جس نے کامل اور عظیم افراد پر فضیلت میں سبقت حاصل کی "۔

وحائز الفخر غیر منتقص
ولابس المجد غیر تلبیس

" اور اسباب فخر کو کامل طور پر جمع کرنے والے اور بغیر کسی شک و شبہ کے عظمت و مجد کا لباس پہننے والے "

ان بنی النصب کالیھود وقد
یخلط تھوید ھم بتمجیس

" ناصبیوں کی اولاد ان یہودیوں کی طرح سے ہے جن کی یہودیت میں مجوسیت مخلوط ہو چکی ہو "

کم دفنوا فی القبور من نجس
اولی بہ الطرح فی النواویس

" ان لوگوں نے اپنے کتنے ہی نجس مردوں کو قبروں میں دفن کیا۔ حالانکہ جن کا نصاریٰ و مجوس کے مقبرہ میں پھینکنا کہیں بہتر تھا "

عالمھم عندہ ما اباحثہ
فی جلد ثور ومسك جاموس

" اور جب ان کے کسی عالم سے میں مباحثہ کرتا ہوں تو وہ مجھے یوں لگتا ہے جیسا کہ اس نے بیل کی کھال پہن رکھی ہو اور اس سے بھینسے کی بو آ رہی ہو "

اذا تاملت شوم جبھتہ
عرفت فیھا اشتراك ابلیس

" جب میں اس کی منحوس پیشانی کو غور سے دیکھتا ہوں تو مجھے اس میں ابلیس کی مشارکت محسوس ہوتی ہے "

لم یعلموا والاذان یرفعکم
صوت اذان ام قرع ناقوس

"اذان میں آپ کے جد امجد کا نام پکارا جاتا ہے۔ لیکن نواصب اتنے اندھے اور بہرے ہیں کہ انہیں آج تک یہ تمیز نہیں ہوئی کہ یہ اذان کی آواز ہے یا ناقوس کے بجنے کی آواز ہے"

انتم حبال الیقین اعلقها

ماوصل العمر حبل تنفیس

"آپ اہل بیتؑ یقین کی مضبوط رسیاں ہیں اور جب تک میری عمر باقی ہے میں ان رسیوں سے تمسک رکھوں گا"۔

کم فرقة فیکم تکفرنی

ذللت ها ماتها بفطیس

"بہت سے ایسے فرقے ہیں جو آپ کی محبت کی وجہ سے مجھے کافر کہتے ہیں۔ جن کی کھوپڑیوں کو میں نے ہتھوڑے سے جھکایا ہوا ہے"

قمعتها با لحجاج فا نخذلت

تجفل عنی بطیر منحوس

"جن کو میں نے دلائل و براہین سے پاش پاش کیا تو وہ اپنے منحوس پرندوں سمیت مجھ سے بھاگ کھڑے ہوئے"

ان ابن عباد استجا ربکم

فما یخاف اللیوث فی الخیس

"یقیناً ابن عباد (شاعر) آپ کی پناہ میں آچکا ہے اور وہ بیشہ میں بیٹھے ہوئے شیروں سے نہیں ڈرتا"

کونوا ایا سادتی وسائله

یفسح له الله فی الفرادیس

"اے میرے سردارو! تم اس کے مددگار بنو تاکہ جنت الفردوس میں اللہ

اسے وسیع جگہ عطا فرمائے"

کم مدحة فیکم یحیزها
کانها حلة الطلو اویش

"وہ آپ کے متعلق کتنے ہی خوبصورت شعر کہتا ہے جو اپنے حسن میں مور کے پر نظر آتے ہیں"

وهذه کم یعقول قارثها
قد ثر الدر فی القراطیس

"اور اس نظم کے پڑھنے والے تو اس کے متعلق کہتے ہیں کہ شاعر نے اوراق پر موتی بکھیر دیئے ہیں"

یملك رق القریض قائلها
ملك سلیمان عرش بلقیس

"ان اشعار کے کہنے والا ملک سلیمان اور عرش بلقیس کا مالک ہے"

بلغه الله ما یؤمله
حتی یزور الامام فی طوس

"خدا اس کی آرزوں کو پورا کرے۔ یہاں تک کہ وہ طوس میں امام کی زیارت سے مشرف ہو"

ابن عباد کا دوسرا قصیدہ

یا زائرا قد نهضا مبتدرا قد رکضا

"اے تیزی سے روانہ ہونے والے زائر:"

وقد مضی کانه البرق اذا ما اومضا

"جو تجلی کی سی تیزی سے روانہ ہو رہا ہے"

ابلغ سلامی زاکیا بطوس مولای الرضاؑ

" طیب و طاہر امام رضاؑ کو طوس میں میرا سلام پہنچا "

سبط النبی المصطفیؐ وابن الوصی المرتضیؑ

" پیغمبر مصطفیؐ کے نواسے اور وصی مرتضیؑ کے فرزندؑ کو میرا سلام پہنچانا "

من حاز عزا اقعساً و شاد مجداً ابیضاً

" اس ذات کو میرا سلام پہنچے جو ہمیشہ کی عزت اور قدرو منزلت کا مالک ہے "

وقل له من مخلص یری الولا مفترضا

" اے زائر! انہیں اس مخلص کی طرف سے سلام پہنچانا جو ولایت کو فرض جانتا ہے "

فی الصدر لفح حرقة تترك قلبی حرضا

" دشمنان ولایت کی وجہ سے سینے میں الاؤ سے جل رہے ہیں۔ جو کہ میرے دل کو بیمار کر رہے ہیں "

من ناصبین غادروا قلب الموالی ممرضا

" یہ الاؤ ان نواصب کی وجہ سے بھڑک رہے ہیں جنہوں نے محبت کرنے والوں کے دلوں کو بیمار کر رکھا ہے "

صرحت عنهم معرضا ولم اکن معرضا

" ان سے اعراض کرتے ہوئے میں نے ان کی وضاحت کر دی ہے جب کہ میں تو مرد میدان ہوں، اعراض کرنے والا نہیں ہوں "

نا بذتهم ولم ابل ان قیل قد ترفضا

" میں ان سے ٹکرا گیا اور میں نے اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ یہ لوگ مجھے رافضی کہیں گے "

یا حبذا رفضی لمن نا بذکم و البغضا

"ان لوگوں سے میرا دور رہنا اور الگ رہنا کتنا ہی اچھا ہے، جنھوں نے آپ سے مقابلہ کیا اور بغض رکھا"

و لو قدرت زرته ولو علی جمر النضا

"اگر میرے بس میں ہوتا تو میں یقیناً امام رضا علیہ اسلام کی زیرت کے لیے جاتا اگرچہ مجھے ببول کے انگاروں پر ہی کیوں نہ چلنا پڑتا"

لکنني معتقل بقيد خطب عرضا

"لیکن میں حوادث و واقعات کا قیدی بن چکا ہوں"

جعلت مدحی بدلا من قصده و عوضا

"اس لیے میں نے اپنی مدح کو وہاں جانے کا نعم البدل بنایا ہے"

امانة موردة علی الرضا لیرتضی

"اے زائر! میرا سلام امانت ہے جسے تو نے امام رضاؑ کے حضور پیش کرنا تاکہ وہ راضی ہوجائیں"

رام ابن عبادبها شفاعة لن تدحضا

"ان اشعار کے ذریعہ سے ابن عباد نے کبھی ناکام نہ ہونے والی شفاعت کا ارادہ کیا ہے"

مدحت اہل بیتؑ کا اجر

۱۔ ہم سے یہ حدیث احمد بن زیاد بن جعفر الہمدانی رضی اللہ عنہ نے ہمدان میں بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے یہ حدیث علی ابن ابراہیم ابن ہاشم سے سنی، اس نے اپنے والد سے یہ روایت کی، اس نے محمد بن ابی عمیر سے، اس نے عبداللہ بن الفضل الہاشمی سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

من قال فينا بيت شعر بنى الله له بيتاً فى الجنة

" جو ہمارے حق میں ایک شعر کا بیت کہے گا تو اللہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کرے گا "۔

۲۔ ہم سے یہ حدیث علی ابن عبداللہ وراق نے بیان کی ، وہ کہتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث محمد بن ابی عبداللہ الکوفی نے سنائی ۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث موسیٰ بن عمران نخعی نے بیان کی ، اس نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے روایت کی، اس نے علی بن سالم سے ، اس نے اپنے والد سے ، اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ، آپؑ نے فرمایا :

ماقال فينا قائل بيتاً من الشعر حتى يؤيد بروح القدس (۱)

" ہمارے متعلق جس نے کچھ شعر کہا تو اس کی تائید روح القدس سے ہوئی "

۳۔ ہم سے تمیم بن عبداللہ بن تمیم قرشی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ، وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھ سے میرے والد نے احمد بن علی الانصاری کی سند سے بیان کی ، انہوں نے یہ روایت حسن (۲) بن جہم سے کی ، وہ کہتے ہیں میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا ۔ آپؑ نے فرمایا :۔

ما قال فينا مؤمن شعراً يمدحنا به الا بنى الله تعالىٰ له مدينة فى الجنة اوسع من الدنيا سبع مرات يزوره فيها كل ملك مقرب وكل نبى مرسل ۔

" جو مومن ہماری مدح میں شعر کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک شہر تعمیر کرتا ہے ، جو دنیا سے سات گناہ وسیع ہوتا ہے اور اس شہر میں ہر مقرب فرشتہ اور ہر نبی مرسل اس کی زیارت کرے گا "۔

۱۔ خواہ شعر کا تعلق اہل بیتؑ کے فضائل سے ہو یا مصائب سے ہو ۔ اہل بیتؑ سے بہت سی روایات مروی ہیں جن میں ان کے متعلق شعر و شاعری کا ثواب بیان کیا گیا ہے ۔ بعض روایت میں وارد ہیں ۔" لکل بيت بيت فى جنه " ہر بیت کے بدلے میں جنت کا ایک بیت (گھر) ہے ۔ سید مہدی الحسینی لاجوردی ۲۔ حسین (خ ، ل)

لہذا اس حدیث مبارکہ کے تحت ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صاحب بن عباد کو اس کے اقوال حسنہ اور افعال جمیلہ اور اخلاق کریمہ اور سنت رضیہ اور سیرت عادلہ پر اجر عظیم عطا فرمائے اور تمام خطرات کو اس سے دور رکھے اور اس کی جملہ حاجات بر لائے۔ اور ان ہدیات کے صدقے میں اللہ اسے آفت و بلا سے محفوظ رکھے جن کے لیے صاحب بن عباد نے کہا :۔

ان ابن عباد استجار بمن یترك عنه الصروف مصروفة

یا جیسا کہ اس مفہوم کو انہوں نے اپنے دوسرے شعر میں ان الفاظ سے بیان کیا :۔

ان ابن عباد استجار بکم فکل ما خافه سیکفاه

یعنی ابن عباد تمہاری پناہ میں آچکا ہے۔ اور وہ تمام قسم کے خوف سے محفوظ رکھا جائے گا۔

اور ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ صاحب بن عباد کی شفاعت وہ ہستیاں کریں جن کا نام ان کی انگشتری پر کندہ ہے۔

شفیع اسماعیل فی الاخرۃ محمدؐ و العترت الطاہرۃ

اللہ تعالیٰ سے ہماری مزید دعا یہ ہے کہ خداوند عالم اس کی حکومت کو دوام عطا فرمائے اور حکومت و سلطنت کو ان کی دنیا و آخرت کی سعادت کا ذریعہ بنائے۔

باب 1

لفظِ رضا کی وجہ تسمیہ

۱۔ (محذف اسناد) احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ کاظم علیہم السلام سے عرض کی کہ آپ کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ آپ کے والد کو "رضا" کا لقب مامون الرشید نے اس وقت دیا تھا جب وہ انہیں اپنا ولی عہد بنانے پر آمادہ ہوا تھا۔

امام تقی علیہ السلام نے فرمایا۔

"خدا کی قسم انہوں نے جھوٹ بولا ہے اور گناہ گار ہوئے۔ میرے والد کو رضا کا نام اللہ نے عطا کیا ہے۔ کیونکہ میرے والد اہل آسمان و زمین کے لیے رضائے خداوندی کا ذریعہ تھے"۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے ان سے کہا کیا آپ کے دیگر آباء طاہرین رضائے خداوندی کا ذریعہ نہیں تھے۔ اور اگر تھے تو پھر ان کا لقب رضا کیوں نہیں رکھا گیا ان میں سے صرف آپ کے والد کا لقب ہی رضا کیوں ہے؟

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا۔

"اصل بات یہ ہے کہ میرے والد کی امامت پر دوست و دشمن سب راضی ہوئے اسی لیے انہیں اللہ نے لفظ "رضا" کا لقب عطا کیا جبکہ دیگر اہل بیت پر ہمارے دوست تو راضی رہے لیکن مخالف کبھی راضی نہیں ہوئے"۔

۲۔ (محذف اسناد) سلیمان بن حفص مروزی کہتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے فرزند علیؑ کو لفظ "رضا" سے یاد کرتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے:

"میرے فرزند رضا کو بلاؤ۔ میں نے اپنے فرزند رضا سے یہ بات کی، اور میرے فرزند رضا نے مجھے یہ کہا"۔ اور جب کبھی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے فرزند سے مخاطب ہوتے تو انہیں ابو الحسن کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔

باب 2

آپؑ کی والدۂ ماجدہ کا تذکرہ اور ان کے نام کی تحقیق

۱۔ مجھ سے حاکم ابو علی حسین بن احمد بیہقی نے اپنے نیشاپور کے گھر میں ۳۵۲ھ میں بیان کیا کہ ان سے محمد بن یحییٰ صولی نے بیان کیا کہ ابوالحسن رضا کا نام ونسب یہ ہے

"علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام" آپ کی والدہ کنیز تھیں جب وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ملکیت میں آئی تو ان کا نام "تکتم" تھا۔

۲۔ مجھ سے حاکم ابو علی حسین بن احمد بیہقی نے صولی کے حوالہ سے بیان کیا، صولی نے عون بن محمد کندی سے روایت کی، انھوں نے ابوالحسن علی بن میثم سے روایت کی اور ان کے متعلق عون کہا کرتے تھے کہ ائمہ طاہرینؑ کے حالات زندگی اور ان کے رشتوں کے متعلق علی بن میثم سے زیادہ جاننے والا شخص کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ علی بن میثم سے مروی ہے۔

"امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی والدہ حمیدۃ المصفاۃ نے، جن کا تعلق اشراف عجم سے تھا، ایک "مولدہ"[1] کنیز خرید فرمائی۔ اس کنیز کا نام تکتم تھا اور وہ عقل و دین کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز تھی۔ اور اپنی مالکہ حمیدۃ المصفاۃ کی انتہائی تعظیم کرنے والی تھی اور اپنی مالکہ کے سامنے وہ کبھی بیٹھا نہیں کرتی تھی"۔

ایک دن حضرت حمیدہ نے اپنے فرزند حضرت موسیٰ کاظمؑ سے کہا

۱۔ مولدہ ایسی کنیز کو کہا جاتا ہے جس کی پیدائش و پرورش عرب میں ہوئی ہو

"بیٹا! تکتم میری کنیز ہے میں نے اس سے زیادہ بہتر آج تک کوئی کنیز نہیں دیکھی اور میں اس کنیز کو تیرے حوالے کرتی ہوں اور تجھے اس سے بھلائی کی تاکید کرتی ہوں اور مجھے اس کے متعلق یہ یقین ہے کہ اگر اللہ نے اس نسل سے جاری کی تو یقیناً اس کی نسل بلند مقام کی حامل ہوگی"۔

جب تکتم کے بطن سے امام علی رضاؑ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان کا نام طاہرہ رکھا۔

زمانہ رضاعت میں امام علی رضاؑ زیادہ دودھ پیا کرتے تھے تو ان کی والدہ نے ایک دن درخواست کی کہ میرے بچے کے لیے ایک دایہ کا انتظام کیا جائے۔

پوچھا گیا کہ کیا تمہارا دودھ کم ہوگیا ہے؟

انہوں نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے ہر وقت دودھ پلانے کی وجہ سے میری نماز اور تسبیح میں کچھ کمی واقع ہوگئی ہے"۔

حاکم ابو علی کہتے ہیں کہ صولی نے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام کی والدۂ ماجدہ کے "تکتم" ہونے کا ثبوت کسی شاعر کا وہ شعر ہے جس میں اس نے امام علی رضاؑ کی مدح کرتے ہوئے کہا تھا

الا ان خیر الناس نفساً و والداً

و رھطاً واجداداً علی المعظم

اتتنا به للعلم و الحلم ثامناً

اماماً یؤدی حجة الله تکتم

"آگاہ رہو اپنی ذاتی نجابت اور والد اور خاندان واجداد کے اعتبار سے علی معظم (علی رضا علیہ السلام) تمام انسانوں سے بہتر ہیں۔ وہ آٹھویں امام ہیں جو حجت خدا کو ادا کرنے والے ہیں۔ اور جناب "تکتم" نے انہیں علم و حلم کے لیے جنم دیا تھا"۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام کی والدہ کو "سکن النوبیہ"

کہا جاتا تھا۔ اور بعض لوگ ان کا نام "اروی" بعض "نجمہ" اور بعض سمانہ بیان کرتے ہیں اور ان کی کنیت ام البنین بیان کی جاتی ہے۔

۳۔(حذف اسناد) علی بن میثم نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی والدہ حمیدۃ المصفاۃ نے جب نجمہ کو خریدا تو ایک رات انہوں نے خواب میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا

"حمیدہ! نجمہ اپنے بیٹے موسیٰ کاظمؑ کو بخش دے۔ اس کے شکم سے وہ مولود پیدا ہوگا جو تمام اہل ارض سے بہتر ہوگا"۔

اسی خواب کے بعد انہوں نے نجمہ کو اپنے بیٹے کی ملکیت میں دے دیا جب امام علی رضا علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان کا نام طاہرہ رکھا۔ ان کے کئی نام تھے۔ انہیں نجمہ، اروی، سکن، (سکنی خ ل)، سمان (سمانہ خ ل) اور تکتم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

راوی کہتا ہے جب حضرت حمیدہ نے نجمہ کو خریدا تو وہ اس وقت باکرہ تھیں۔

۴۔(حذف اسناد) ہشام بن احمد کہتے ہیں کہ ایک دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھے فرمایا

"تجھے علم ہے کہ اہل مغرب میں سے کوئی بردہ فروش یہاں آیا ہے"۔

میں نے کہا مجھے کوئی علم نہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا

"ہاں ہاں سرخ رنگ والا بردہ فروش آیا ہے اور اس کے پاس غلام اور کنیزیں موجود ہیں۔ تم میرے ساتھ چلو"۔

چنانچہ ہم بازار میں گئے۔ تو وہاں سرخ رنگت والا ایک بردہ فروش آیا ہوا تھا۔

اور ان کے پاس کنیزیں موجود تھیں ۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ " ہمیں کنیزیں دکھاؤ "۔ اس نے تو کنیزیں دکھائیں ۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہر کنیز کو دیکھ کر فرماتے تھے کہ " ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے "۔ چنانچہ جب وہ تو کنیزیں دکھا چکا تو اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا " ان کے علاوہ اگر تیرے پاس کوئی اور کنیز ہو تو دکھاؤ "۔

بردہ فروش نے کہا ، ان کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے ۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا " غلط کہتے ہو ، تمہارے پاس اور کنیز موجود ہے ۔ وہ پیش کرو "۔

بردہ فروش نے کہا درست ہے میرے پاس ایک بیمار کنیز موجود ہے ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا " تو پھر تو وہ کنیز کیوں نہیں دکھاتا ؟"

بردہ فروش نے اس وقت کنیز دکھانے سے انکار کر دیا ۔

امام علیہ السلام واپس گھر تشریف لے آئے صبح ہوئی تو مجھے حکم دیا کہ تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اس کنیز کی کیا قیمت لو گے ؟ اگر وہ اتنی رقم بتائے تو تم وہ رقم دے کر کنیز کو میرے لیے خرید کر لاؤ ۔

چنانچہ حسب فرمان میں اس بردہ فروش کے پاس گیا اور اس سے قیمت پوچھی تو اس نے امام موسیٰ کاظمؑ کی بتائی ہوئی رقم بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں اس سے کم قیمت لینے پر راضی نہیں ہوں ۔

میں نے کہا درست ہے میں تجھے تیری مطلوب رقم دیتا ہوں ۔

اس نے رقم لے لی اور کنیز میرے حوالے کرکے مجھ سے پوچھا ، کل تیرے ساتھ کون تھا ؟

میں نے کہا وہ بنی ہاشم کا ایک فرد تھا ۔

بردہ فروش نے کہا ، وہ بنی ہاشم کی کس شاخ سے تعلق رکھتا ہے ؟

میں نے کہا اس کا تعلق نقبائے بنی ہاشم سے ہے۔

بردہ فروش نے کہا اس کا مزید تعارف کراؤ۔

میں نے کہا میں بس ان کے متعلق اتنا ہی جانتا ہوں۔

بردہ فروش نے کہا میں اس کنیز کے متعلق تجھے ایک عجیب بات بتاؤں۔
میں نے بلاد مغرب کے آخری حصہ سے اس کنیز کو خرید کیا۔ راستے میں ایک اہل کتاب عورت سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے اسے دیکھ کر مجھ سے پوچھا:۔

یہ لڑکی تو نے کس لیے خریدی ہے؟

میں نے کہا میں نے اسے اپنی بیوی بنانے کی غرض سے خریدا ہے۔ میرا یہ جواب سن کر اہل کتاب عورت نے کہا۔ ناممکن ہے کہ یہ لڑکی تجھ جیسے شخص کی بیوی بن سکے۔ یہ لڑکی اس شخص کی بیوی بننے والی ہے جو روئے زمین کے تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ اور پھر چند دن بعد اس مولود کی ماں بنے گی جس کے سامنے اہل شرق و غرب اطاعت کیلیے سر تسلیم خم کریں گے۔

(راوی کہتا ہے) میں اس کنیز کو لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کچھ عرصہ بعد ان کے بطن سے امام علی رضا علیہ السلام پیدا ہوئے۔

۵۔ یہ حدیث مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے محمد بن علی کوفی سے محمد بن خالد سے، انہوں نے ہشام بن احمد کی سند سے بیان کی ہے۔

باب 3

امام علی رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت

۱۔ (حذف اسناد) غیاث بن اسید بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہل مدینہ کی جماعت کو یہ کہتے ہوئے سنا :۔

امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم علیہما السلام کی ولادت باسعادت جمعرات کے دن بارہ ربیع الاول ۱۵۳ھ کو مدینہ میں ہوئی ۔ آپ امام جعفر صادقؑ کی وفات کے پانچ برس بعد پیدا ہوئے ۔ اور آپ کی وفات طوس کے ایک گاؤں سناباذ (1) میں ہوئی جو کہ نوقان کا نواحی گاؤں ہے ۔اور شہادت کے بعد آپ کو حمیدہ بن قحطبہ کے گھر میں اس قبہ میں دفن کیا گیا جہاں ہارون الرشید مدفون تھا ۔آپ علیہ السلام ہارون کی سمت قبلہ میں مدفون ہوئے ۔آپ کی شہادت ماہ رمضان کی اکیس تاریخ بروز جمعہ ۲۰۳ھ کو ہوئی ۔ آپؑ کی کل عمر انچاس برس چھ ماہ تھی ۔ آپؑ نے اپنے والد علیہ السلام کے ساتھ انتیس برس دو ماہ بسر کیے ۔ اس کے بعد آپ کی امامت کا عرصہ بیس برس چار ماہ ہے ۔ آپ انتیس برس دو ماہ کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوئے ۔ آپ علیہ السلام کے زمانہ امامت میں درج ذیل حکمران حکومت کرتے تھے ۔

آپ علیہ السلام نے کچھ دن ہارون الرشید کی حکومت میں فرائض امامت سرانجام دیئے ۔ پھر تین برس پچیس دن زبیدہ کا فرزند محمد امین برسراقتدار رہا ۔ بعدازاں امین کو معزول کر کے ابراہیم بن شکلہ چار ماہ تک اقتدار میں رہا ۔ بعدازاں امین کو زندان سے نکالا گیا پھر اس نے ایک سال چھ ماہ اور تیئس دن تک حکومت کی ۔ پھر مامون نے بیس برس تیئس دن تک حکومت کی ۔ اور مامون الرشید کے دور حکومت میں ہی آپ علیہ السلام کو ولی عہد نامزد کیا گیا اور ولی عہدی حضرت علیہ السلام

۱۔ سناباذ، صوبہ خراسان کے ایک قریہ کا نام ہے ۔ جسے آجکل مشہد مقدس کہا جاتا ہے ۔

کی خواہش اور رضا کے بغیر عمل میں لائی گئی ۔

مامون نے ولی عہدی قبول کرنے کے لیے آپ کو مجبور کیا ۔ جب آپ نے ولی عہدی قبول کرنے سے انکار کیا تو اس نے آپ کو قتل کی دھمکیاں دیں ۔

چنانچہ نہایت ہی اضطرار کے عالم میں ولی عہدی قبول کرنی پڑی ۔ اور آپ نے ولی عہدی قبول کرتے وقت یہ دعا مانگی

"خدایا! تو نے مجھے اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں پڑنے سے منع کیا ہے ۔ اور عبداللہ مامون نے مجھے ولی عہدی کے لیے مجبور کیا ہے ۔ اور مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے ولی عہدی کو قبول نہ کیا تو وہ قتل کر دے گا۔

خدایا! جس طرح حضرت یوسف اور حضرت دانیال کو مجبور کیا گیا تھا تو انہوں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی ۔ (بعینہ اسی طرح سے مجھے بھی طاغوت زمانہ کی ولی عہدی قبول کرنی پڑ رہی ہے)

خدایا! عہد تو بس تیرا ہی عہد ہے اور مجھ پر صرف تیری ہی حکومت ہے مجھے اپنا دین قائم کرنے اور اپنے نبی محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنے کی توفیق عنایت فرما ، تو ہی سرپرست اور مددگار ہے "۔

پھر آپؑ نے انتہائی رنج اور قلق کے ساتھ باچشم تر ولی عہدی قبول کی اور اس کے ساتھ یہ شرط عائد کی کہ "میں نہ کسی کو عہدہ پہ مامور کروں گا ۔ اور نہ ہی کسی کو معزول کرونگا۔ اور نہ ہی کسی سابقہ رسم کو تبدیل کروں گا اور نہ ہی میں مشیر کے فرائض سرانجام دوں گا "۔

مامون نے تمام خاص و عام سے آپؑ کی ولی عہدی کی بیعت لی ۔ اور جب امام عالی مقامؑ کے علم و فضل اور حسن تدبیر کی شہرت ہوئی تو مامون نے آپؑ پر حسد کیا اور غداری کرتے ہوئے آپؑ کو زہر سے شہید کر دیا اور یوں آپؑ رضوان پروردگار میں چلے گئے ۔

۲۔ (محذوف اسناد) علی بن میثم نے اپنے والد سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے سنا، انھوں نے کہا کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی والدہ نجمہ سے سنا۔

جب علی رضاؑ میرے شکم میں آئے تو مجھے حمل کا بوجھ تک محسوس نہ ہوا اور عالم خواب میں مجھے اپنے شکم سے تسبیح و تہلیل کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ جس کی وجہ سے میں گھبرا جاتی تھی۔ اور گھبرا کر اٹھ بیٹھتی تھی۔ پھر مجھے وہ آوازیں سنائی نہ دیتی تھیں۔ اور جب میں نے اپنے فرزند کو جنم دیا تو پیدا ہوتے ہوئے انھوں نے زمین پر اپنے دونوں پاؤں رکھے اور آسمان کی جانب سر اٹھایا اور لبوں میں جنبش پیدا ہوئی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ باتیں کر رہے ہوں۔

اس وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا :۔

نجمہ! تمھیں مبارک ہو۔ پھر میں نے نومولود کو سفید پارچہ میں لپیٹ کر ان کے حوالہ کیا تو انھوں نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اور آپ فرات سے نومولود کا تالو اٹھایا اور مجھے واپس کرتے ہوئے فرمایا :۔

"بچہ میرے ہاتھ سے لے لو یہ اللہ کی طرف سے زمین پر بقیۃ اللہ ہے"

باب 4

امام موسیٰ کاظمؑ کی طرف سے آپؑ کی امامت پر نص

۱۔ (محذوف اسناد) محمد بن اسماعیل بن فضل ہاشمی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپؑ شدید تکلیف میں مبتلا تھے۔

میں نے آپؑ سے کہا:۔

اگر خدا نخواستہ آپؑ کی وفات ہو جائے تو امر امامت کس کے پاس ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"میرے فرزند علیؑ کے پاس ہوگا۔ اس کی تحریر میری تحریر ہے اور وہی میرا وصی اور میرے بعد میرا جانشین ہے"۔

۲۔ (محذوف اسناد) علی بن یقطین بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے آقا و مولا امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؑ کے فرزند علی رضاؑ آپؑ کے پاس بیٹھے تھے۔

آپؑ نے فرمایا۔

"علی! میرا یہ فرزند میری تمام اولاد کا سردار ہے اور میں نے اسے اپنی کنیت عطا کی ہے"۔

علی بن یقطین کہتے ہیں جب میں نے یہ حدیث ہشام بن سالم کو سنائی تو اس نے فرط افسوس سے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر مارتے ہوئے کہا۔

علی! حضرت نے یہ کہہ کر دراصل تجھے اپنی موت کی خبر دی ہے۔

۳۔ (محذوف اسناد) حسین بن نعیم صحاف کا بیان ہے کہ میں اور ہشام بن

الحکم اور علی بن یقطین بغداد میں تھے۔ علی بن یقطین نے بتایا کہ میں عبد صالح موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت آپؑ کے فرزند علی رضاؑ آپؑ کی خدمت میں آئے تو امام عالی مقامؑ نے مجھ سے فرمایا:۔

"علی! یہ میری تمام اولاد کا سردار ہے اور میں نے اسے اپنی کنیت بخشی ہے"۔

یہ سن کر ہشام نے اپنی ہتھیلی اپنی پیشانی پہ مارتے ہوئے کہا:۔

"علی ابن یقطین! تجھ پہ افسوس! تو نے یہ کیسے کہہ دیا؟"

علی بن یقطین نے کہا:۔

خدا کی قسم میں نے جیسے اُن سے سنا تھا ویسا ہی تیرے سامنے بیان کیا۔

ہشام نے کہا اس کا مقصد ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے تجھے دراصل اس بات کی خبر دی ہے کہ اُن کے بعد امرِ امامت علی رضاؑ کے پاس ہوگا

۴۔ (بحذف اسناد) علی بن یقطین کہتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے خود اپنی طرف سے ابتدا کرتے ہوئے کہا۔

"یہ میری اولاد میں سے بڑا فقیہ ہے اور میں نے اسے اپنی کنیت بخشی ہے اور یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے ہاتھ سے امام رضاؑ کی طرف اشارہ کیا"۔

۵۔ (بحذف اسناد) غنام بن قاسم بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے منصور بن یونس بن بزرگ نے بیان کیا کہ میں ایک دن امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا۔

"منصور! جانتے ہو آج میں نے کون سا کام سر انجام دیا ہے؟"

میں نے کہا نہیں۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"میں نے آج اپنے بیٹے علیؑ کو اپنا وصی مقرر کیا ہے" اور آپؑ نے

ہاتھ سے رضاؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا "میں نے اسے اپنی کنیت بخشی ہے
ہے اور وہ میرے بعد میرا قائم مقام ہے۔ لہذا تم اس کے پاس جاؤ اور اسے مبارک
دو اور انہیں بتاؤ کہ میں نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے"۔

چنانچہ حسب الحکم میں امام علی رضاؑ کے پاس گیا اور انہیں مبارک باد دی
اور انہیں بتایا کہ مجھے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

غنام بن قاسم راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات
کے بعد منصور نے مذہب واقفیہ اختیار کرتے ہوئے امام علی رضاؑ کی امامت کا انکار کیا
اور اس کے پاس جو مال خمس تھا میں نے اس پہ قبضہ کر لیا اور اس میں تصرف شروع
کر دیا۔

٦۔ (بحذف اسناد) داؤد بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن امام
جعفر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔

خدا کرے میں آپ سے پہلے مر جاؤں اگر آپ کی وفات ہو جائے تو امامت
کا وارث کون ہوگا؟

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔

"میرے بعد میرا بیٹا موسیٰ امام ہو گا"۔

راوی کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد میں نے چشم
زدن کے لئے بھی امام موسیٰ علیہ السلام کی امامت میں شک نہیں کیا۔

پھر میں تیس سال ٹھہرا اور امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور
اُن سے کہا:۔

اگر خدانخواستہ آپؑ کی وفات ہو جائے تو آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:۔

"میرا بیٹا علیؑ امام ہو گا"۔

راوی کہتا ہے چنانچہ امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات ہوگئی مجھے امام علی رضاؑ کی امامت کے متعلق ذرہ برابر بھی شک نہیں ہوا۔

۷۔ (محذف اسناد) محمد بن سنان نے داود رقی سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں عرض کی

آقا! میں بوڑھا ہوچکا ہوں آپ بتائیں آپ کے بعد امام کون ہوگا ؟

امام علیہ السلام نے ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا،

"میرے بعد یہ تمہارا امام ہوگا"۔

۸۔ (محذف اسناد) محمد بن سنان نے داود رقی سے روایت کی، انہوں نے کہا میں نے ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں عرض کی:۔

میرا والد آپؑ پر قربان ہو! میں بوڑھا ہوچکا ہوں اور اندیشہ ہے کہ میں مرجاؤں اور آپؑ سے ملاقات نہ کرسکوں اس لیئے آپؑ مجھے بتائیں کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"میرا بیٹا علیؑ امام ہوگا"۔

۹۔ (محذف اسناد) یزید بن سلیط زیدی کہتے ہیں، ہماری ایک جماعت مکہ جا رہی تھی، راستے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا۔

میرے والدین آپؑ پر نثار! آپؑ ائمہ طاہرینؑ ہیں لیکن موت سے کوئی فرد محفوظ نہیں ہے آپؑ مجھے بتائیں کہ میں آپؑ کے بعد کس کی طرف رجوع کروں

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"یہ میرے بیٹے ہیں اور میرا یہ بیٹا ان کا سردار ہے"۔ آپ نے امام موسیٰ کاظمؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اس میں علم و حکم اور فہم و سخاوت ہے اور یہ ہراس چیز کو جانتے ہیں جس میں لوگوں نے اپنے امر دین میں اختلاف کیا ہے اور اختلاف کی وجہ سے رہنمائی کے محتاج ہیں، اس میں حسن خلق اور حسنِ ہمسائیگی (حسن سخاوت خ۔ل) موجود ہے، اور یہ خدا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، علاوہ ازیں اس میں ایک اور خوبی ہے جو کہ مذکورہ تمام خوبیوں سے بہتر ہے"۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا میرے والدین آپؑ پر نثار ہوں، آپ اس خوبی کی نشاندہی فرمائیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

"اللہ اس کی صلب سے اس امت کے غوث ومددگار کو پیدا کرے گا جو کہ مجسم علم و نور ہو گا اور صاحب فہم و حکمت ہو گا، وہ بہترین پیدا ہونے والا اور بہترین پرورش پانے والا ہو گا۔ اللہ اسی کے ذریعے سے خون ریزی کو بند کرے گا اور اسی کے ذریعہ سے باہمی اصلاح ہو گی اور منتشر امر اسی کے ذریعہ سے یکجا ہو گا، اور اسی کے ذریعے سے ٹوٹے ہوئے جڑیں گے۔ اور برہنہ افراد کو لباس میسر ہو گا اور بھوکے سیراب ہوں گے اور خوف کے ماروں کو امن نصیب ہو گا اور اسی کی برکت سے بارانِ رحمت کا نزول ہو گا۔ بندوں میں اسی کا حکم جاری ہو گا۔ وہ بہترین سن رسیدہ اور بہترین پرورش پانے وال ہو گا۔

اس کا خاندان اس کی جوانی سے قبل اس کی بشارت دے گا۔ اس کا قول قولِ فیصل ہو گا، اس کی خاموشی علم ہو گی، لوگ جن باتوں میں اختلاف کرتے ہوں گے وہ لوگوں کے سامنے ان کی اصلیت کو بیان کرے گا"۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا تو کیا اس کے بعد موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اور بھی اولاد ہو گی؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جی ہاں"

پھر امام نے کلام قطع کر دیا۔

یزید بن سلیط (راوی حدیث) بیان کرتا ہے کہ اس کے کچھ عرصہ بعد میں نے ابوالحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقات کی اور ان سے عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی مجھے ویسی ہی خبر دیں جیسا کہ آپ کے والد علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

"میرے والد علیہ السلام کا زمانہ اور تھا اور میرا زمانہ کچھ اور ہے"

راوی حدیث یزید نے کہا:

آپ کی مظلومیت پر جو خوش ہو، اس پر خدا کی لعنت ہو۔

امام علیہ السلام یہ سن کر ہنس دیئے اور فرمایا:

ابو عمارہ! سنو، جب میں گھر سے نکلا تو اپنی تمام اولاد کو وصیت کی اور اپنے بیٹے علی کو بھی بظاہر اس میں شریک کیا اور تنہائی میں اسے علیحدہ وصیت کی۔

میں نے جناب رسول خداؐ اور امیرالمومنین علیہما السلام کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک انگوٹھی اور تلوار اور عصا اور کتاب اور دستار تھی۔

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

"دستار سے مراد خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکومت ہے اور تلوار سے مراد عزتِ خداوندی ہے اور کتاب سے مراد اللہ کا نور ہے اور عصا سے مراد خدا کی قوت ہے اور انگوٹھی ان تمام امور کی جامع ہے"۔

پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"امر امامت تیرے بعد تیرے فرزند علی کے پاس ہوگا"

پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا :۔

یزید ! میری یہ باتیں تیرے پاس امانت ہیں اور اس کی خبر کسی عاقل یا ایسے بندے کے کہ جس کے قلب کا اللہ ایمان کے لیئے امتحان لے چکا ہو ، یا کسی صادق کے علاوہ اور کسی کو نہ بتانا اوراللہ کی نعمتوں کی ناشکری نہ کرنا اور اگر تجھ سے کبھی اس کی گواہی طلب کی جائے تو اس کی گواہی ضرور دینا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اِنَّ اللّٰهَ يَامُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۔ (النساء ۵۸)

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچاؤ"

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا :۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۔ (البقرہ ۱۴۰)

" اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس کے پاس خدائی شہادت موجود ہو اور وہ پھر پردہ پوشی کرے "

میں نے کہا میں کبھی حق کی گواہی نہیں چھپاؤں گا ۔

اس کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا، پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے فرزند کے وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا :۔

" تیرا بیٹا علیؑ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ۔ اور اس کی تفہیم سے سنتا ہے اور حکمت خدا کے تحت گفتگو کرتا ہے ۔ وہ ہمیشہ راہ راست پہ چلتا ہے ۔ اور بھٹکنے والا نہیں ہے ۔اور وہ جانتا ہے اور جہل والا نہیں ہے ۔ وہ علم حکمت سے بھرا ہوا ہے ۔اور تو اپنے بیٹے کے ساتھ بہت کم ہی ٹھہر پائے گا ۔یہ چیز مقدر ہو چکی ہے ۔ لہذا جب تو اپنے سفر سے واپس لوٹے تو اپنے امر کی اصلاح کر اور اپنے ارادوں سے اپنے آپ کو جدا کر لے ۔ کیونکہ تو اس سے جدا ہونے والا اور ان کے غیر کی صحبت اختیار کرنے والا ہے ۔ تو اپنی تمام اولاد کو جمع کر اوران سب پر خدا کو گواہ بنا کیونکہ بطور گواہ اللہ کافی ہے "۔

پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:۔

"مجھے اس سال گرفتار کیا جائے گا۔ اور میرا بیٹا جو کہ علی ابن ابی طالبؑ اور علی زین العابدینؑ کا ہم نام ہے جسے ان بزرگوں سے علم و فہم اور ان کی بصیرت و اخلاق حسنہ جیسی صفات میراث میں ملی ہیں (وہ میرا جانشین ہوگا) اور میرا بیٹا ہارون کی موت کے چار برس بعد کھل کر گفتگو کرے گا۔ جب چار سال گزر جائیں تو جو چاہو اس سے پوچھ لینا۔ انشاءاللہ تعالیٰ وہ تجھے تیری تمام باتوں کا جواب دے گا۔

۱۰۔ (بحذف اسناد) عباس نجاشی الاسدی کا بیان ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

کیا آپ اس امر کے مالک ہیں؟

آپؑ نے فرمایا۔

"جی ہاں خدا کی قسم میں تمام انس و جن کا صاحب الامر ہوں"۔

۱۱۔ (بحذف اسناد) سلیمان بن حفص المروزی کہتے ہیں کہ میں امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں چاہتا تھا کہ ان سے پوچھوں کہ ان کے بعد حجت خدا کون ہے۔ جب ان کی مجھ پر نظر پڑی تو میرے کہنے کے بغیر انہوں نے کہا:۔

"سلیمان! یقیناً علیؑ میرا بیٹا اور میرا وصی اور میرے بعد تمام انسانوں پر حجت خدا ہے۔ اور وہ میری تمام اولاد سے افضل ہے۔ لہٰذا اگر تو میرے بعد زندہ رہے تو میرے شیعوں اور میری ولایت کے ماننے والوں کو جو میرے جانشین کے متعلق دریافت کرنے والے ہوں انہیں اس کی خبر دینا"۔

۱۲۔(بحذف اسناد) علی بن عبداللہ ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ ہم قریباً ساٹھ افراد قبر رسول خداؐ کے پاس موجود تھے اور اس تعداد میں ہم تھے یا ہمارے غلام تھے۔اسی اثنا میں ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام تشریف لائے اور ان کے

ہاتھ میں ان کے بیٹے علیؑ کا ہاتھ تھا، آپؑ نے ہم سے فرمایا :۔

"مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟"

ہم نے کہا :۔

جی ہاں آپؑ ہمارے سردار اور ہمارے بزرگ ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا :۔

"تم میرا نام و نسب بیان کرو"۔

ہم نے کہا :۔

"آپ موسیٰ بن جعفر بن محمدؑ ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا :۔

"میرے ساتھ یہ کون ہیں؟"

ہم نے کہا :۔

"یہ علی بن موسیٰ بن جعفر ہے"۔

آپؑ نے فرمایا :۔

"گواہ رہو! میری زندگی میں یہ میرا وکیل ہے اور میری موت کے بعد یہ میرا وصی ہے"۔

۱۳۔ (محذوف اسناد) عبداللہ بن مرحوم کہتے ہیں

میں بصرہ سے مدینہ کے ارادہ سے نکلا۔ جب میں نے کچھ سفر طے کیا تو راستے میں حضرت ابو ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی۔ اس وقت آپ کو بصرہ لے جایا جا رہا تھا۔ آپؑ نے میری طرف پیغام بھیجا۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے ایک خط میرے حوالے کیا اور فرمایا میرا یہ خط مدینہ پہنچاؤ۔

میں نے عرض کی کس کو یہ خط پہنچاؤں؟

آپؑ نے فرمایا :۔

"یہ خط میرے فرزند علیؑ کے حوالہ کرنا۔ وہی میرا وصی ہے اور میرے امور کا نگراں ہے۔اور وہی میری تمام اولاد میں سے افضل ہے"۔

۱۴۔ (بحذف اسناد) عبداللہ بن حرث سے روایت ہے اس کی والدہ جعفر بن ابی طالب کی نسل میں سے تھیں وہ کہتے ہیں ،،ابو ابراہیم موسیٰ کاظمؑ نے ہمیں پیغام بھیجا۔ جب ہم جمع ہوئے تو انہوں نے فرمایا :۔

"جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے ؟"

ہم نے کہا نہیں ۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا :۔

"گواہ رہو کہ میرا یہ فرزند علیؑ میرا وصی اور میرے امور کا نگراں اور میرے بعد میرا جانشین ہے۔جس نے بھی مجھے قرض دیا ہو وہ میرے بعد میرے اس فرزند سے وصول کرے اور جس سے میں نے کوئی وعدہ کیا ہو تو میرے اس فرزند سے وعدہ وفائی کا تقاضہ کرے ۔ اور جس نے لازمی طور پر مجھ سے ملاقات کرنی ہو تو وہ میرے فرزند کے خط کے ذریعہ سے ملاقات کرے"۔

۱۵۔(بحذف اسناد) محمد بن یزید ہاشمی نے کہا اب شیعہ علی بن موسیٰ کاظمؑ کو اپنا امام تسلیم کریں گے ۔

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا وہ کیوں ؟

تو محمد بن یزید ہاشمی نے کہا کہ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے اسے اپنا وصی مقرر کیا تھا۔

١٦۔ (بحذف اسناد) علی بن حکم سے روایت ہے ، انہوں نے حیدر بن ایوب سے روایت کی ہے ۔ حیدر بیان کرتا ہے کہ ہم مدینہ میں مقام قبا میں موجود تھے ، کچھ دیر بعد محمد بن زید بن علی ہمارے پاس آئے اورعام طور پر وہ اس وقت سے قبل آیا کرتے تھے :۔

ہم نے ان سے پوچھا :۔

اللہ ہمیں آپ پر نثار کرے آپ نے دیر کیوں کی ؟

انہوں نے کہا :۔

"آج ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیھم السلام نے اولاد علیؑ و بتولؑ میں سے ستر افراد کو بلایا اور انہوں نے ہمیں بلا کر اپنے فرزند علی رضا علیہ السلام کی وصیت اور زندگی اور موت کے بعد ان کی وکالت کا ہمیں گواہ بنایا اور یہ کہ ان کے امر کو انہوں نے جاری کر دیا"۔

پھر محمد بن زید نے کہا :۔

" حیدر ! خدا کی قسم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے آج سے انہیں امام مقرر کر دیا اور تمام شیعہ اُن کی امامت کا اعتقاد رکھیں گے "۔

یہ سن کر حیدر بن ایوب نے کہا:۔

نہیں ہم بقیۃ اللہ کی امامت کو تسلیم کریں گے ، اس کے سامنے علی رضاؑ کی امامت کیا چیز ہے ۔

محمد بن زید نے کہا :۔

"جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے انہیں اپنا وصی مقرر کر دیا ہے تو انہوں نے انہیں امام متعین کیا ہے"۔

(راوی حدیث) علی بن حکم کہتے ہیں کہ حیدر مرتے دم تک شک میں مبتلا رہے تھے ۔

۱۷۔(حذف اسناد) عبدالرحمن بن حجاج روایت کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے فرزند علی کو اپنا وصی مقرر کیا اور انہیں ایک تحریر لکھ کر دی جس میں مدینہ کے ساتھ معززین کی گواہی درج کی گئی تھی۔

۱۸۔ (حذف اسناد) حسین بن بشیر کہتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

نے اپنے فرزند علی رضاؑ کا اعلان بعینہ اس طرح سے کیا جس طرح رسول خداؐ نے غدیر خم میں حضرت علیؑ کا اعلان کیا تھا، چنانچہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اہل مدینہ کے سامنے ارشاد فرمایا۔

"اہل مدینہ! (یا اہل مسجد) میرے بعد یہ میرا وصی ہے"

۱۹۔ (بحذف اسناد) حسن بن علی خزاز کہتے ہیں کہ ہم مکہ جا رہے تھے اور ہمارے ساتھ علی بن ابی حمزہ بھی تھا اور اس کے پاس کچھ مال و متاع تھا۔

ہم نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے؟

اس نے کہا یہ عبد صالح علیہ السلام کا مال ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ مال اُن کے فرزند علی رضا علیہ السلام کے پاس لے جاؤں کیونکہ انہوں نے انہیں اپنا وصی مقرر کیا ہے۔

مصنف کتاب عرض کرتا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد علی بن ابی حمزہ نے امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا انکار کیا اور ان سے مال روک دیا تھا۔

۲۰۔ (بحذف اسناد) سلمہ بن محرز کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ فرقہ عجلیہ (۱) کے ایک فرد نے مجھ سے کہا کہ تمہارا یہ شیخ کتنے برس زندہ رہے گا۔ تمہارا یہ شیخ بس ایک دو برس تک زندہ رہے گا پھر مر جائے گا، اس کے بعد تمہارا کوئی امام نہیں ہو گا۔

---

(۱)۔ فرقہ عجلیہ کی دو شاخیں ہیں، ان کی پہلی شاخ کو مغیریہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ مغیرہ بن سعید عجلی کے پیروکار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے متعلق ان کا نظریہ یہ تھا "اللہ تعالیٰ ایک مرد کی سی شکل رکھتا ہے اور اس کے سر پر تاج ہے"۔ اور ان کا اعتقاد تھا کہ امام منتظر زکریا بن محمد بن علی بن حسین بن علی ہیں اور جبل حاجز میں زندہ سلامت ہیں، اللہ نے انہیں ہماری آنکھوں سے غائب کر دیا ہے۔ اس فرقہ کی دوسری شاخ کو منصوریہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ابو منصور عجلی کے پیروکار ہیں۔ ابو منصور نے اپنی نسبت امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف کی تھی لیکن انہوں نے اس سے اظہار برائت کر دیا تھا اور اسے اپنی محفل سے نکال دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے خود ہی امامت کا دعویٰ کیا تھا، اور اس فرقہ کے افراد کا عقیدہ یہ تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد امامت ابو منصور کو منتقل ہو گئی اور ابو منصور کو آسمان کی طرف [illegible]

یہ سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

"تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ موسیٰ بن جعفر الصادقؑ جوان ہو چکے ہیں اور ہم نے اس کے لیئے ایک کنیز بھی خریدی ہے جس سے فقیہ فرد انشاء اللہ پیدا ہو گا"۔

۲۱۔ (محذف اسناد) اسماعیل بن خطاب بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا دستور تھا کہ وہ اپنے فرزند علیؑ کی بہت تعریف اور ان کی فضیلت و سخاوت کا بہت زیادہ تذکرہ کیا کرتے تھے ۔جب کے دوسروں کا اس قدر ذکر نہیں کیا کرتے تھے ۔ گویا وہ ان کی امامت کی جانب اشارہ فرماتے تھے ۔

۲۲۔ (محذف اسناد) جعفر بن خلف سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ۔

"وہ شخص خوش نصیب ہے جو موت سے پہلے اپنا جانشین دیکھ لے اور اللہ نے مجھے میرے بیٹے علی کی صورت میں اپنا جانشین دکھا دیا ہے"۔

پھر آپؑ نے اپنے فرزند علی رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا ۔

۲۳۔ (محذف اسناد) حسین بن مختار بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے زندان سے ہمیں خطوط لکھے جن میں تحریر تھا

"میرے عہدۂ امامت کا حقدار میرا بڑا بیٹا ہے"۔

۲۴۔ (محذف اسناد) حسین بن مختار کہتے ہیں جب امام موسیٰ کاظمؑ کا بصرہ سے گزر ہوا تو ان کی طرف سے ہمیں خطوط موصول ہوئے جن میں تحریر تھا

"میرے عہد کا وارث میرا بڑا بیٹا ہے"۔

۲۵۔ (محذف اسناد) زیاد بن مروان القندی کہتے ہیں کہ میں ابوابراہیم موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت ان کے پاس ان کے فرزند علیؑ موجود تھے ۔آپؑ نے فرمایا:۔

"زیاد! اس کی تحریر میری تحریر ہے اس کا کلام میرا کلام ہے اس کا قاصد

میرا قاصد ہے۔اور اس کا فیصلہ حرف آخر ہے"۔

مصنفِ کتاب کہتا ہے زیاد بن مروان القندی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زندگی میں اس حدیث کو روایت کیا تھا۔ لیکن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد وہ اس کا منکر ہو گیا تھا اور اس کے پاس جتنا بھی مال امام تھا اس نے سب کا سب اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

۲۶۔(محذوف اسناد) نصر بن قابوس کہتے ہیں کہ میں نے ابوابراہیم موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے آپ کے والد ماجد سے ان کے جانشین کے متعلق پوچھا تھا تو انہوں نے آپؑ کے متعلق فرمایا تھا۔

ان کی وفات کے بعد کئی لوگ ادھر ادھر چلے گئے لیکن میں نے اور میرے ساتھیوں نے آپؑ کو امام تسلیم کیا۔ اب آپؑ یہ بتائیں کہ آپؑ کا جانشین کون ہوگا؟

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا :۔

"میرا بیٹا علیؑ میرا جانشین ہو گا"

۲۷۔(محذوف اسناد) نعیم بن قابوس (نصر بن قابوس خ۔ل) بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا :۔

"علی میرا بڑا بیٹا ہے اور میری تمام اولاد کی بہ نسبت میرا زیادہ فرمان بردار ہے اور وہ میرے ساتھ کتاب جفر و جامعہ کا مطالعہ کرتا ہے اور جفر و جامعہ کا مطالعہ یا تو نبی کر سکتا ہے یا نبی کا وصی کر سکتا ہے۔

۲۸۔(محذوف اسناد) مفضل بن عمر روایت کرتے ہیں کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت علی رضا علیہ السلام ان کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام انہیں بوسے دے رہے تھے اور اپنی زبان انہیں چسا رہے تھے اور انہیں اپنے کندھوں پر بٹھاتے اور انہیں اپنے سینہ سے لگاتے تھے اور یہ فرماتے تھے۔

"میرے ماں باپ تجھ پہ قربان ! تیرے بدن سے اٹھنے والی خوشبو کتنی عمدہ ہے اور تیری پیدائش کتنی پاک اور تیری فضیلت کتنی واضح ہے"۔

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی :۔

میں آپ پر قربان جاؤں! میرے دل میں اس بچے کے لیے اتنی محبت پیدا ہو گئی ہے کہ اتنی محبت آپؑ کے علاوہ اور کسی کے لیے نہیں ہے ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

"میرے اس بیٹے کا وہی مقام ہے جو میرے والد کے ہاں میرا مقام ہے یہ ذریت ایک دوسرے سے جاری رہے گی اور اللہ سننے والا اور علم رکھنے والا ہے"۔

میں نے کہا تو کیا آپؑ کے بعد امر امامت کے وارث یہی ہیں ؟

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا :۔

"جی ہاں! جس نے اس کی اطاعت کی اس نے ہدایت پائی اور جس نے اس کی نافرمانی کی، اس نے کفر کیا"۔

۲۹ ۔ (حذف اسناد) محمد بن سنان کہتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کر کے ابھی عراق نہیں لے جایا گیا تھا ، میں اس گرفتاری سے ایک سال پہلے ان کی خدمت میں حاضر ہوا ، اس وقت ان کے فرزند علیؑ ان کے پاس موجود تھے ، امام علیہ السلام نے مجھے دیکھ کر فرمایا :۔

" محمد ! "

میں نے لبیک کہا ۔

پھر آپؑ نے فرمایا :۔

" اس سال ایک واقعہ پیش آئے گا اس واقعہ کی وجہ سے خوف زدہ مت ہونا"۔

پھر انہوں نے سر جھکا کر ہاتھ سے زمین پر لکیریں کھینچیں اور بعد ازاں سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور کہا ۔

وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۔ (ابراہیم۔ ۲۷)

"اور اللہ ظالموں کو گمراہی میں رہنے دیتا ہے اور جو چاہتا ہے سرانجام دیتا ہے"۔

میں نے کہا اس کا مقصد کیا ہے ؟

آپ نے فرمایا :۔

"جس نے میرے اس فرزند کے حق میں ظلم کیا اور میرے بعد جس نے بھی اس کی امامت کا انکار کیا تو اس شخص نے گویا حضرت علی بن ابی طالب پر ظلم کیا اور محمد مصطفٰیؐ کے بعد ان کی امامت کا انکار کیا"۔

حضرت کی یہ باتیں سن کر میں سمجھ گیا کہ آپؑ مجھے اپنی موت کی خبر دے رہے ہیں اور اپنے فرزند کی جانشینی کا اعلان کر رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا :۔

اگر خدا نے مجھے زندگی بخشی تو میں ان کا حق ادا کروں گا اور ان کی امامت کا اقرار کروں گا ، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خلقِ خدا پر خدا کی حجت اور خدا کے دین کے داعی ہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا :۔

"اللہ تجھے طویل زندگی عطا کرے گا ، تو لوگوں کو اس کی اور اس کے بعد اس کے قائم مقام کی امامت کی دعوت دے گا"۔

میں نے عرض کی :۔

میں آپؑ پر نثار ! ان کا قائم مقام کون ہو گا ؟

حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا :۔

"اس کا بیٹا محمد (تقیؑ) اس کا قائم مقام ہو گا"

میں نے کہا :۔

میں راضی ہوں اور سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :-

" جی ہاں ! میں نے امیرالمومنین علیہ السلام کی کتاب میں تیرے متعلق پڑھا ہے کہ تو ہمارے شیعوں میں وہی مقام رکھتا ہے جو کہ تاریک رات میں بجلی کی چمک کو حاصل ہوتا ہے ۔"

پھر آپؑ نے فرمایا :-

"محمد ! بے شک مفضل بھی میرا ہمدرد ہے اور مجھے راحت پہنچانے والا ہے لیکن تو اس سے زیادہ میرا ہمدرد اور مجھے راحت پہنچانے والا ہے ، دوزخ کا تجھے مس کرنا حرام ہے "۔

باب 5

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا وصیت نامہ

۱ ۔ (بحذف اسناد) ابراہیم بن عبداللہ جعفری نے اپنے خاندان کے متعدد افراد سے روایت کی ہے کہ ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے اپنا وصیت نامہ تحریر کیا جس میں اسحاق بن جعفر بن محمد اور ابراہیم بن محمد جعفری اور جعفر بن صالح اور معاویہ بن جعفر بن اور یحییٰ بن حسین بن زید اور سعد بن عمران انصاری اور محمد بن حارث انصاری اور یزید بن سلیط انصاری اور محمد بن جعفر اسلمی کو گواہ قرار دیا اور اس میں حضرت نے یہ تحریر کرایا کہ :

"وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور قیامت ضرور قائم ہوگی ، اور اس کے قائم ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اہل قبور کو اٹھائے گا ۔ اور موت کے بعد اٹھنا حق ہے اور حساب اور قصاص حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا حق ہے اور جو کچھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے آئے ہیں وہ حق ہے ، حق ہے ، حق ہے ۔ اور جو کچھ روح الامین لائے ہیں وہ حق ہے ، اسی عقیدہ پر میں زندہ رہوں گا اور اسی عقیدہ پر مروں گا اور اگر خدا نے چاہا تو قیامت کے دن اسی عقیدہ پر اٹھایا جاؤں گا ۔

میں تمام گواہوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اس وصیت نامہ کو میں نے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا ہے اور اس سے قبل میں نے اپنے دادا امیرالمومنینؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور علی بن الحسینؑ اور محمد باقرؑ اور جعفر صادقؑ کے وصیت ناموں کی نقول بھی اپنے ہاتھوں سے نقل کر چکا ہوں ۔

میں اس وصیت نامہ کے ذریعے سے اپنے بیٹے علیؑ اور اس کے بعد اپنے دوسری

اولاد کو وصیت کرتا ہوں بشرطیکہ اگر علی رضا ان میں صلاحیت محسوس کریں اور اس وصیت میں انہیں شریک کرنا چاہیں تو درست اگر وہ ان سے نفرت کریں اور انہیں اس وصیت نامہ سے علیحدہ کرنا چاہیں تو بھی انہیں اس بات کا پورا پورا اختیار حاصل ہوگا اور اس صورت میں ان کا اس وصیت نامہ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا میں علی رضا کو اپنے صدقات اور اموال اور ان چھوٹے بچوں کا وصی مقرر کرتا ہوں جنہیں میں اپنے بعد چھوڑ کر جا رہا ہوں ، علاوہ ازیں میں انہیں ابراہیم ، عباس ، اسماعیل احمد اور احمد کی والدہ کے متعلق بھی وصیت کرتا ہوں اور میرے بعد میری ازواج کے معاملات کی باگ ڈور بھی علی رضا کے پاس ہو گی ۔ اس کے علاوہ کسی اور کو اس میں مداخلت کی اجازت نہ ہو گی ۔ اس کے علاوہ میرے والد اور میرے اہل بیتؑ کے صدقات کی تہائی کی وصیت بھی اسے کرتا ہوں وہ جہاں مناسب سمجھے اسے خرچ کرے ، وہ ان صدقات کو اپنا ذاتی مال متصور کر کے اگر پسند کریں تو میرے افراد خانہ کو دیں اور اگر پسند نہ کریں تو بھی انہیں اس کا اختیار حاصل ہے ، اور اگر وہ انہیں بیع ، ہبہ یا بخشش کرنا چاہیں یا میری وصیت سے ہٹ کر صدقہ کرنا چاہیں تو بھی انہیں اس کا پورا اختیار حاصل ہے ، اس سے مراد میری وہ وصیت ہے جو میں اپنے مال اور اہل و عیال کے متعلق کر چکا ہوں ۔

اگر وہ مذکورہ الصدر افراد جن کے نام میں پہلے تحریر کر چکا ہوں انہیں شامل کریں تو بھی انہیں اجازت ہے اور اگر مذکورہ افراد کو وصیت سے نکال دیں تو بھی انہیں اس کی مکمل اجازت ہے ۔

میرے بیٹوں میں سے اگر کوئی بیٹا اپنی بہن کی شادی کرنا چاہے تو وہ علی رضا علیہ السلام کی اجازت اور امر سے کرے۔

اور اگر کوئی صاحب اقتدار علی رضا علیہ السلام کو میری وصیت پر عمل کرنے سے مانع ہو تو وہ مقتدر شخص خدا اور رسولؐ سے بری ہو گا اور خدا اور رسولؐ اس

سے بری ہوں گے اور اس پر اللہ اور جملہ لعنت کنندگان اور ملائکہ مقربین اور جملہ انبیاء و مرسلین اور جملہ اہل ایمان کی لعنت ہو گی ۔

کسی حکمران اور میری اولاد میں سے کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ علی رضا علیہ السلام کو میرے ترکہ و جاگیر میں تصرف سے روکے اور میری جائیداد کے کم و بیش ہونے کے متعلق جو کچھ علی رضا کہیں اسے درست تصور کیا جائے ، جن افراد کو وصیت نامہ کے آغاز میں میں نے شامل کیا ، ان کے شامل کرنے سے ان کی عزت مطلوب تھی اور اس سے اپنی چھوٹی اولاد اور اولاد کی ماؤں کی تالیف قلب منظور تھی۔

میری چھوٹی اولاد اور ان کی ماؤں میں سے جو کوئی علی رضا علیہ السلام کی سرپرستی میں رہنا چاہے تو اسے وہی حقوق حاصل ہوں گے جو میری زندگی میں اسے حاصل تھے لیکن اس کے لیئے بھی علی رضا علیہ السلام کی رضامندی شرط ہوگی اور میری جو بیوی میرے بعد کسی اور سے نکاح کرے تو اسے میرے وظائف میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا ،ہاں اگر علی رضا علیہ السلام چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں اور میری بیٹیوں کے لیئے بھی یہی حکم ہے ، میری بیٹیوں کا نکاح ان کے بھائی یا کوئی حکمران کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے اس کے لیئے علی رضا علیہ السلام کی رائے اور مشورہ ضروری ہو گا ۔

اگر میری اولاد یا کوئی حکمران اپنی ذاتی صوابدید پر ان کا نکاح کریں تو وہ خدا اور اس کے رسولؐ کے مخالف متصور ہوں گے اور خدا اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنے والے سمجھے جائیں گے میری اولاد میں سے یہ حق صرف علی رضا علیہ السلام کو حاصل ہے وہ جس کا نکاح جس سے مناسب سمجھیں کردیں کیونکہ وہ اپنی قوم کے رشتوں سے بخوبی واقف ہیں انہیں نکاح کرنے یا نہ کرنے کا مکمل حق حاصل ہے اور اس وصیت نامہ کے مطابق میں اپنی بیٹیوں کو بھی وصیت کر چکا اور

ان پر خدا کو گواہ قرار دے چکا ہوں اور کسی کو میری وصیت کے ظاہر کرنے اور پھیلانے کی ہرگز اجازت نہیں ہے ،جو کوئی برائی کرے تو اس کا وبال اس پر ہوگا اور جو کوئی بھلائی کرے تو اس کا فائدہ اسے حاصل ہوگا اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے اور میرے وصیت نامہ کے اس آخری حصہ کو جسے میں نے مہر لگا کر بند کردیا ہے ، کھولنے کی اجازت کسی حکمران کو نہیں ہے اور جو کوئی ایسا کرے اس پر خدا کا غضب اور لعنت نازل ہوگی اور اس لعنت میں فرشتے اور جملہ مومنین و مسلمین مددگار ہوں گے"۔

آخر میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی مہر ثبت کی اور گواہوں نے دستخط کیئے۔

عبداللہ بن محمد جعفری بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا بیٹا عباس اس وقت کے قاضی کے پاس گیا اور اس سے کہا :۔

وصیت نامہ کا آخری حصہ ہمارے لیئے ایک خزانہ اور جوہر کی حیثیت رکھتا ہے ، لیکن ہمارا بھائی علی رضا اس پر قابض ہے اور وہ اسے کھولنے پر راضی نہیں ہے جب کہ وصیت نامہ کے بالائی حصہ میں تو ہمارے والد نے ہمیں کچھ بھی نہیں دیا اور ہمیں علی رضا علیہ السلام کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔

جیسے ہی عباس نے شکایت کی تو ابراہیم بن محمد جعفری نے اسے برا بھلا کہا اور اس کے چچا اسحاق بن جعفر نے اس پر حملہ کردیا اور دونوں کچھ دیر کے لیئے گتھم گتھا ہو گئے ۔

عباس نے قاضی سے کہا :۔

آپ اس مہر کو توڑیں اور وصیت نامہ کا زیریں حصہ پڑھیں۔

ابو عمران قاضی نے کہا :۔

میں اسے توڑنے کی جرات نہیں کروں گا کیونکہ آپ کے والد نے مہر توڑنے والوں پر لعنت کی ہے ۔

عباس نے کہا :۔

اگر آپ اسے توڑنے پر آمادہ نہیں ہیں تو میں اس مہر کو توڑتا ہوں ۔

قاضی نے کہا :۔

وہ تمہاری اپنی صوابدید پر منحصر ہے۔

چنانچہ عباس نے قاضی کے سامنے مہر کو توڑا تو وصیت نامہ کے زیریں حصہ سے باقی تمام اولاد کو خارج کر دیا گیا تھا اور تمام جائیدا دامام علی رضا علیہ السلام کے نام پر لکھی گئی تھی اور باقی اولاد کے متعلق مرقوم تھا کہ خواہ وہ پسند کریں یا نا پسند کریں انہیں علی رضا علیہ السلام کی سرپرستی قبول کرنا ہو گی ، چنانچہ اس وصیت نامہ کے کھلنے کے بعد ان کی حیثیت وہی رہ گئی جو کسی یتیم کی اس کے کفیل کے ہاں ہوتی ہے ،امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی تمام اولاد کو حدود صدقہ سے خارج کر دیا تھا ۔

بھائی کا یہ ناشائستہ رویہ دیکھ کر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

" بھائی ! میں جانتا ہوں کہ آپ کی اس جسارت کا سبب لوگوں کا وہ قرض ہے جو آپ کے ذمہ واجب الادا ہے ۔ "

پھر آپ نے سعد سے فرمایا :۔

"سعد! میرے ساتھ چلو اور مجھے بھائیوں کے قرض کی تفصیل فراہم کرو تاکہ میں ان کا قرض ادا کروں اور ان کی ضروریات بیان کرو تاکہ میں ان کی ضروریات کی کفالت کروں ، کیونکہ میں جب تک زندہ ہوں تم سے ہمیشہ نیکی اور بھلائی کا سلوک کرتا رہوں گا ، اس کے باوجود تم جو چاہو میرے متعلق کہتے پھرو"۔

عباس نے کہا :۔

آپ ہم پر احسان نہیں کر رہے ، آپ ہمیں ہماری ہی جائیداد کا قلیل ترین حصہ دے رہے ہیں جب کہ ہماری دیگر جائیداد بدستور آپ کے پاس موجود ہے ۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"تم جو چاہو کہتے پھرو، یہ باتیں کر کے تم اپنی ہی عزت کو بٹہ لگا رہے ہو"

پھر آپ نے دعا مانگتے ہوئے کہا :۔

"خدایا! ان کی اصلاح کر اور ان کے ذریعہ سے باقی لوگوں کی اصلاح کر اور ہم سے اور ان سے شیطان کو دور رکھ اور انہیں اپنی اطاعت کی قوت و طاقت عطا فرما، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا خدا کارساز ہے۔"

عباس نے کہا :۔

مجھے آپ کی دعاؤں کے ذریعہ سے عارف بننے کی کوئی ضرورت نہیں اور ہمارا آپ سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے۔

اس کے بعد لوگ منتشر ہو کر چلے گئے۔

۲۔ (بحذف اسناد) عبدالرحمٰن بن حجاج بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے میرے والد کے ہاتھوں امیر المومنین اور امام جعفر صادق علیہ السلام اور اپنا ذاتی وصیت نامہ روانہ کیا، آپ کے وصیت نامہ کی عبارت یہ تھی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

"موسیٰ بن جعفرؑ اپنی فلاں زمین جو کہ فلاں فلاں مقام پر واقع ہے، کو صدقہ کرتا ہے، اور اس صدقہ میں اس زمین کی تمام کھجوریں، زمین اور غرضیکہ اس کی تمام تر پیداوار خواہ وہ بلندی میں پیدا ہو یا پستی میں، عرض میں ہو یا طول میں ہو، سیلاب کی گزرگاہ میں ہو یا آباد مقام میں ہو، میں اس زمین کے جملہ حقوق اپنی نسل کے تمام مردوں اور عورتوں کے لیے وقف کرتا ہوں چنانچہ وہاں کے حاکم کو چاہیے کہ زمین کی پیداواری اخراجات کے بعد تین کھجوروں کا پھل اس قریہ کے مساکین میں تقسیم کرے اور باقی پیداوار موسیٰ بن جعفرؑ کی نسل کے مردوں اور عورتوں میں تقسیم کرے، اور تقسیم کرتے وقت اس بات کا خیال رکھے کہ مرد کو دو حصے اور عورت

کو ایک حصہ دیا جائے، اور اگر موسیٰ بن جعفر کی اولاد میں سے کوئی عورت شادی کر لے تو پھر اسے اس میں سے کوئی حصہ نہ دیا جائے۔ اور اگر وہی عورت شوہر کی موت کے بعد واپس آجائے تو پھر اسے موسیٰ بن جعفر کی دوسری بیٹیوں کے برابر حصہ دیا جائے، اور اگر موسیٰ بن جعفر کی اولاد میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے کو اس کے باپ کا حصہ دیا جائے، مرد کو دو تہائی اور عورت کو ایک تہائی دی جائے گی۔ جیسا کہ موسیٰ بن جعفر نے اپنی صلبی اولاد کے لیے شرط عائد کی ہے، اسی شرط کے تحت اسے حصہ دیا جائے گا، اور اگر موسیٰ بن جعفر کا کوئی بیٹا بے اولاد ہو کر فوت ہو جائے تو اس کا حصہ دیگر حصہ داروں کو دیا جائے گا، اور میری بیٹیوں کی اولاد اس وقف میں شامل نہ ہوگی، اور جب تک میری اولاد یا اولاد کی اولاد باقی ہے اس میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے، اگر میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد دنیا میں ناپید ہو جائے تو یہ وقف میرے سگے بھائیوں کی اولاد کے لیے ہوگا، اور اگر میرے سگے بھائیوں کی نسل معدوم ہو جائے تو یہ وقف میرے والد کی دوسری اولاد کے لیے ہوگا، اور اگر میرے باپ کی تمام نسل معدوم ہو جائے تو جو حق میراث میں زیادہ حقدار ہوں وہ اس وقف کے حقدار قرار پائیں گے، یہاں تک کہ اللہ خود اس کا وارث ہو اور وہ بہترین وارث ہے، موسیٰ بن جعفر نے ایسا وقف کیا جس میں کسی طرح کا استثناء نہیں ہے اور وہ اس وقف کے ذریعے سے خدا کی رضا اور یوم آخرت کی فلاح کا خواہش مند ہے، لہذا خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی مومن کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ اس کی خرید و فروخت کرے یا کسی کو ہبہ کرے یا کسی کو اس کے حقوق عطا کرے یا میری مقرر کردہ شرائط میں کسی قسم کی تبدیلی کرے، یہاں تک خود اللہ زمین اور اس پر رہنے والے افراد کا وارث ہے اور میں اس کا متولی علی رضا علیہ السلام اور ابراہیم کو مقرر کرتا ہوں اور اگر ان میں سے ایک دنیا سے رخصت ہو جائے تو

میرا بیٹا قاسم اس کا قائم مقام ہو گا ، اور اگر ان دو میں سے ایک دنیا سے چلا جائے تو دوسرے کے ساتھ اسماعیل اس وقف کا متولی قرار پائے گا اور اگر ان دو میں سے ایک وفات پا جائے تو باقی رہنے والے کے ساتھ عباس اس وقف کا نگران قرار پائے گا اور اگر ان میں سے کوئی دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس کی جگہ وہ لے گا جو میری اولاد میں سے بڑا ہوگا اور اگر میرا صرف ایک بیٹا رہ جائے تو وہی اکیلا ہی متولی ہو گا"۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے والد علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل کو عباس پر مقدم کیا جب کہ عمر کے لحاظ سے عباس بڑا تھا۔

۳۔ (محذوف اسناد) عبدالرحمٰن بن حجاج روایت کرتے ہیں کہ جس سال امام موسیٰ کاظم علیہ السلام گرفتار ہوئے تھے ان کی گرفتاری کے پچاس دن بعد گیارہ ذی الحجہ کو امام جعفر صادق علیہ السلام کے بیٹے اسحاق اور علی مکہ میں عبدالرحمٰن کے پاس گئے اور ان کے پاس امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ہاتھوں سے لکھا ہوا ایک خط تھا جس میں انہوں نے اپنی چند حاجات کا تذکرہ کیا تھا، چنانچہ دونوں نے وہ خط عبدالرحمٰن بن اسلم کے سپرد کیا اور کہا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان امور کا حکم دیا ہے اور اگر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہو جائے تو یہ چیزیں ان کے فرزند علی رضا علیہ السلام کے سپرد کر دینا کیونکہ وہ ان کے قائم مقام ہیں اور ان کے امور کے نگران ہیں اور دونوں کی اس گواہی کی مزید تصدیق کے لیے حسین بن احمد (علی خ ل) المنقری اور اسماعیل بن عمرو اور حسان بن معاویہ اور حسین بن محمد صاحب الختم نے بھی گواہی دی۔

مذکورۃ الصدر چار افراد میں سے دو نے گواہی دیتے ہوئے کہا کہ " علی رضا علیہ السلام اپنے والد کے وصی اور ان کے خلیفہ ہیں جبکہ دوسرے دو نے کہا کہ علی رضا اپنے والد کے خلیفہ اور ان کے وکیل ہیں"۔

چنانچہ اس وقت کے قاضی حفص بن غیاث نے ان کی گواہی کو قبول کیا۔

۴۔ (محذوف اسناد) بکر بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ابراہیم بن موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ اپنے والد کے متعلق کیا کہتے ہو؟

اس نے کہا :۔

"وہ زندہ ہیں"۔

میں نے پھر ان سے پوچھا :۔

تم اپنے بھائی علی رضا علیہ السلام کے متعلق کیا جانتے ہو؟

اس نے کہا :۔

"وہ ثقہ اور صدوق ہیں"۔

پھر میں نے کہا :۔

تمہارے وہ ثقہ اور صدوق بھائی تو کہتے ہیں کہ آپ کے والد وفات پا چکے ہیں!

یہ سن کر ابراہیم نے کہا "وہ اپنی بات کا مفہوم خود ہی بہتر جانتے ہیں"۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ سوال کئی مرتبہ ان کے سامنے دہرایا وہ ہر بار یہی جواب دہراتے رہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس سے پوچھا :۔

آپ کے والد نے کسی کو اپنا وصی بھی بنایا تھا؟

ابراہیم نے کہا :۔

"ہاں! انہوں نے ہم میں سے پانچ افراد کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور علی رضا علیہ السلام کو ہم سب پر مقدم رکھا تھا"۔

باب 6

دوازدہ ائمہ کے ضمن میں آپؑ کی امامت پر نص

ا۔(محذوف اسناد) صدقہ بن ابی موسیٰ نے ابی نضرہ (ابی نصرہ خ ل) سے روایت کی، ان کا بیان ہے جب ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات ہونے لگی تو انہوں نے عہد امامت حوالہ کرنے کے لیئے اپنے بیٹے صادق علیہ السلام کو بلایا تو ان کے بھائی حضرت زید بن علی نے ان سے کہا:۔

اگر آپ امام حسن و امام حسین علیہما السلام کی مثال کو اپنے پیش نظر رکھ لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی کوئی غلطی متصور نہ ہو گی۔

(مقصد یہ تھا کہ جس طرح سے امام حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی حسین علیہ السلام کی امامت پر نص کی تھی آپ بھی اسی طرح سے میری امامت پر نص فرما دیں تو بہتر ہے)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ابوالحسن! امانتوں کا تعلق مثالوں سے نہیں ہوتا اور عہد کا واسطہ رسوم سے نہیں ہوتا، یہ وہ صلاحیت ہے جو کہ براہ راست خداوند عالم کی جانب سے جاری ہو چکی ہیں"۔

پھر انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ کو بلا کر فرمایا:۔

جابرؓ! جو کچھ آپ نے صحیفہ میں مشاہدہ کیا ہے، وہ ہمیں بتائیں۔

جابرؓ نے کہا:۔

جی ہاں! ابو جعفر، میں امام حسین علیہ السلام کی پیدائش کی مبارک باد دینے کے لیئے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھوں میں ایک صحیفہ ہے جو کہ موتیوں سے لکھا ہوا تھا۔

میں نے ان کی خدمت میں عرض کی :۔

سیدۃ النساء یہ کیسا صحیفہ ہے جسے میں آپ کے ہاتھوں میں دیکھ رہا ہوں ؟

حضرت سیدہ نے فرمایا :۔

اس میں میری نسل میں ہونے والے ائمہ کے نام درج ہیں ۔

میں نے درخواست کی کہ یہ صحیفہ مجھے دیں تا کہ میں اسے دیکھ سکوں ۔

حضرت سیدہ نے فرمایا :۔

اگر منع نہ ہوتا تو میں ضرور ایسا کرتی ، لیکن اللہ کی طرف سے نبی ، وصی نبی اور اہل بیت نبی کے علاوہ دوسروں کے ہاتھوں میں اسے دینا ممنوع قرار دیا گیا ہے البتہ تم اسے میرے ہاتھوں سے دیکھ لو ۔

جابرؓ کہتے ہیں :۔

جب میں نے صحیفہ میں نگاہ کی تو اس میں لکھا تھا :۔

ابوالقاسم محمد مصطفیٰ بن عبداللہ فرزند آمنہ ۔

ابوالحسن علی بن ابی طالب فرزند فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ،

ابو محمد حسن البر بن علی ۔

ابوعبداللہ حسین تقی فرزند فاطمہ بنت محمد ۔

ابو محمد علی العدل بن حسین ، فرزند شہربانو بنت یزدگرد ، ابو جعفر محمد باقر بن علی فرزند ام عبداللہ بنت حسن بن علی بن ابی طالب ۔

ابو عبداللہ جعفر صادق بن محمد فرزند ام فروہ بنت قاسم بن محمد ابی بکر ۔

ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر ، اس کی ماں کنیز ہوگی جس کا نام حمیدۃ المصفاۃ ہوگا ۔

ابوالحسن علی رضا بن موسیٰ ، اس کی ماں کنیز ہوگی جس کا نام نجمہ ہوگا ۔

ابو جعفر محمد زکی بن علی رضا اس کی ماں کا نام خیزران ہوگا ، ابوالحسن علی امین بن محمد ، اس کی ماں کنیز ہوگی ، اس کا نام سوسن ہوگا ۔

ابو محمد حسن رفیق بن علی، اس کی ماں کنیز ہوگی جس کا نام سمانہ ہوگا اور کنیت ام الحسن ہوگی ،ابوالقاسم محمد بن حسن وہ حجتہ اللہ اور قائم ہو گا ، اس کی ماں کنیز ہوگی جس کا نام نرجس ہو گا صلوات اللہ علیھم اجمعین ۔

مصنف کتاب ھذا کہتا ہے کہ اس حدیث میں حضرت قائم کا اصلی نام بیان کیا گیا ہے اور میرا نظریہ یہ ہے کہ حضرت کا نام لینا ممنوع ہے ۔

آسمانی لوح

۲۔ (محذوف اسناد) ابوبصیر راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :۔

میرے والد علیہ السلام جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا ، مجھے آپ سے ایک کام ہے جب لوگ اٹھ کر چلے جائیں تو میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔

جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے عرض کی آپ جس وقت پسند کریں میں آپ سے ملاقات کو تیار ہوں چنانچہ میرے والد علیہ السلام ان سے تخلیہ میں ملے اور فرمایا :۔

جابرؓ ! میں آپ سے اس لوح کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جو آپ نے میری والدہ حضرت سیدۃ النساء کے پاس دیکھی تھی اور میری والدہ ماجدہ نے آپ کو اس کے متعلق کیا بتایا تھا ؟

جابرؓ نے عرض کی :۔

میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی مبارک بادی دینے کے لیئے آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ، میں نے ان کے ہاتھ میں ایک سبز رنگ کی تختی دیکھی جس کے متعلق میں نے تصور کیا تھا کہ وہ زبرجد کی تختی ہے اور اس تختی میں عبارت لکھی گئی تھی جو کہ سورج کی روشنی سے بھی زیادہ شفاف اور سفید تھی ۔

میں نے ان سے عرض کی :۔

بنت رسولؐ ! میرے ماں باپ آپ پر نثار ، یہ تختی کیسی ہے ؟

حضرت سیدہ سلام اللہ علیھا نے فرمایا :۔

" اس تختی کو اللہ نے اپنے رسولؐ کے پاس بطور ہدیہ بھیجا ہے اور اس میں میرے والد اور میرے شوہر اور میرے بیٹوں اور میرے بیٹے کی نسل سے پیدا ہونے والے اوصیاء کے نام ہیں، میرے والد نے مجھے خوش کرنے کے لیئے یہ تختی مجھے عطا کی ہے ۔"

جابرؓ کہتے ہیں :۔

"میں نے اس تختی کو پڑھا اور اسے نقل کیا"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا :۔

"تو کیا تم اپنا نقل کردہ نسخہ مجھے دکھا سکتے ہو؟"

جابرؓ نے کہا :۔

" جی ہاں"۔

پھر جابرؓ اور امام محمد باقر علیہ السلام دونوں مسجد نبوی سے چل کر جابرؓ کے گھر آئے اور جابرؓ نے باریک چمڑے پر لکھی ہوئی کتاب لا کر پیش کی اور کہا کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ سیدہؑ کے ہاتھ میں جو لوح تھی ، یہ اس کی درست اور مکمل نقل ہے اور لوح کی عبارت یہ تھی ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ تحریر خداوند غالب و حکیم کی طرف سے اس کے نور ، اس کے سفیر ، اس کے حجاب اور اس کے بنائے ہوئے رہنما محمد مصطفیؐ کی طرف ہے جس کے پاس رب العالمین کی طرف سے روح الامین نازل ہوا ۔

محمدؐ ! میرے اسماء کی تعظیم کرو اور میری نعمات کا شکر بجالاؤ اور میری نعمات کا انکار

مت کرو ، یقیناً میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے ، میں جباروں کی گردن توڑنے والا اور ظالموں کو رسوا کرنے والا اور فیصلہ کرنے والا ہوں ، یقیناً میں اللہ ہوں ، میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے ، جس نے بھی میرے فضل کے علاوہ کسی اور سے امید وابستہ کی اور جو میرے عذاب کے علاوہ کسی اور سے ڈرا تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا جو عالمین میں سے کسی کو نہیں دوں گا پس تو میری ہی عبادت کر اور مجھ پر ہی بھروسہ کر ۔

میں نے جس نبی کو بھی بھیجا اور جب اس کے ایام مکمل ہوئے اور اس کی مدت پوری ہوئی تو میں نے اس کے لیئے وصی مقرر کیا اور میں نے تجھے جملہ انبیاء پر فضیلت دی ہے اور تیرے وصی کو جملہ اوصیاء پر فضیلت دی ہے۔

اور اس کے بعد میں نے تیرے دو شیر بچوں کے ذریعہ سے عزت عطا کی ہے اور تیرے نواسے حسن و حسین کو میں نے ذریعہ افتخار بنایا ہے ، میں نے حسن کو اس کے والد کی زندگی کے بعد اپنے علم کا معدن قرار دیا ہے۔

اور میں نے حسین کو اپنی وحی کا خزینہ دار بنایا ہے اور شہادت کے ذریعہ سے میں نے اسے عزت بخشی ہے اور میں نے اس کا انجام سعادت پر کیا ہے ،وہ تمام شہداء سے افضل ہیں اور میرے ہاں تمام شہداء کی بہ نسبت ان کا درجہ بلند تر ہے اور میں نے اپنا کلمہ تامہ (امامت) کو اس کے ساتھ رکھا اور میں نے اپنی حجت بالغہ اس کے پاس رکھی اور اس کی عشرت کے ذریعہ سے ثواب اور عذاب دوں گا۔

اور اس کی عشرت میں سے پہلا علی سید العابدین ہوگا اور میرے سابقہ اولیاء زینت ہوگا۔

اور اس کا بیٹا اپنے قابل تعریف نانا کی شبیہ ہوگا۔ یعنی محمدؐ میرے علم کو شگافتہ کرنے والا اور میری حکمت کا معدن ہوگا۔

اور جعفر کے متعلق شک کرنے والے عنقریب ہلاک ہو جائیں گے اس کی بات کو رد کرنے والا میری بات کو رد کرنے والے کی طرح سے ہوگا ۔ میری طرف سے بات

پوری ہو چکی ہے کہ میں جعفر کے مقام کو عزت عطا کروں گا اور اس کے پیروکاروں اور اس کے مددگاروں اور اس کے دوستوں کے ذریعہ سے میں اسے خوش کروں گا۔

اس کے بعد میں نے موسیٰ کو منتخب کیا اور اس کے بعد میں نے تاریکیاں مقدر کر دی ہیں کیونکہ میرے فرض کا دھاگہ ٹوٹ نہیں سکتا اور میری حجت مخفی نہیں رہ سکتی اور میرے اولیاء شقی نہیں بن سکتے۔

آگاہ رہو! جس نے بھی ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا اور جس نے میری کتاب کی کسی ایک آیت کو تبدیل کیا تو اس نے مجھ پہ افتراء کیا۔

میرے بندے اور میرے حبیب اور افضل ترین فرد موسیٰؑ کی وفات کے وقت افتراء کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کے لیئے ہلاکت ہے۔

اور آٹھویں کی تکذیب کرنے والا میرے تمام اولیاء کا مکذب ہے اور علی میرا ولی اور میرا ناصر ہے میں اس پر نبوت کا بوجھ رکھوں گا اور اسے قوت عطا کروں گا ایک متکبر دیو اسے قتل کرے گا اور وہ ایک نیک بندے (ذوالقرنین) کے بنائے ہوئے شہر میں میری بدترین مخلوق کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔

میری طرف سے یہ بات ہو چکی ہے میں اس کی آنکھوں کو اس کے فرزند اور اس کے جانشین محمد (تقیؑ) کے ذریعہ سے ٹھنڈا کروں گا وہ میرے علم کا وارث اور میری حکمت کا معدن اور میرے راز کا مقام اور میری مخلوق پر میری حجت ہوگا۔ اور جو مؤمن اس پر ایمان لائے گا تو میں جنت کو اس کا ٹھکانہ بناؤں گا اور ایسے مؤمن کو میں اس کے خاندان کے ایسے ستر افراد کے لیئے حق شفاعت عطا کروں گا جو دوزخ کے حقدار بن چکے ہوں گے۔

اور میں اس کو علی (نقیؑ) عطا کر کے اس کی سعادت پہ مہر ثبت کروں گا اور علی میرا ولی، میرا مددگار اور میری مخلوق پہ شاہد اور میری وحی کا امین ہوگا۔

اور میں اس سے اپنے راستے کے داعی اور اپنے علم کے خزینہ دار حسن (عسکری) کو برآمد کروں گا۔

پھر اس کی تکمیل اس کے فرزند (حضرت حجت عج) کے ذریعہ سے کروں گا جو کہ تمام جہانوں کے لیئے رحمت ہوگا ، اس میں موسیٰ کا کمال، عیسیٰ کی خوبیاں اور ایوب کا صبر ہوگا ۔

اس کے زمانہ امامت (غیبت) میں میرے دوست ذلیل کیئے جائیں گے اور دشمنان دین ان کے سر کاٹ کر ایک دوسرے کو بطور ہدیہ بھیجیں گے جیسا کہ ترک و دیلم کے سروں کا ہدیہ بھیجا جاتا ہے ،وہ قتل کیئے جائیں گے اور جلائے جائیں گے ،وہ خوف زدہ ہوں گے ، زمین ان کے خون سے رنگین کی جائے گی اور ان کی خواتین کے رونے اور مرثیہ خوانی کی آوازیں بلند ہوں گی ایسے ہی لوگ میرے صحیح دوست ہوں گے اور انہی کے واسطہ سے میں ہر تاریکی دور کروں گا اور انہی کے ذریعے سے میں زلزلوں کو روکوں گا اور انہی کے دم قدم سے میں انسانیت پر پڑے ہوئے بوجھ اور زنجیروں کو دور کرونگا ان پر ان کے رب کا درود و رحمت ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

عبدالرحمٰن بن سالم کہتے ہیں کہ ابو بصیر نے کہا تھا :۔

اگر پوری زندگی میں تجھے سننے کے لیئے صرف یہی ایک حدیث نصیب ہو تو بھی تیرے لیئے کافی ہے ،اس حدیث کو نااہل افراد سے محفوظ رکھنا ۔

۳۔(محذوف اسناد) اسحاق بن عمار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا :۔

"اسحاق ! کیا میں تجھے خوشخبری نہ سناؤں ؟"

میں نے کہا :۔

"فرزند رسولؐ ! اللہ مجھے آپ پر نثار کرے ،ضرور سنائیں"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

ہم نے ایک صحیفہ پایا ہے جسے رسولؐ خدا نے املا کرایا اور امیرالمومنینؑ نے اپنے ہاتھوں سے تحریر کیا اور اسی میں لکھا ہے :۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ غالب و علیم خدا کی تحریر ہے ۔

پھر راوی نے حرف بحرف سابقہ حدیث کی تحریر بیان کی لیکن حدیث کے آخر میں راوی کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :۔

"اسحٰق ! یہ ملائکہ اور انبیاء کا دین ہے ، اس حدیث کو نااہل افراد سے محفوظ رکھنا ، اللہ تجھے محفوظ رکھے گا اور تیرے معاملات کی اصلاح کرے گا"۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

"جو اس تحریر پر ایمان رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے گا"۔

۴۔(محذوف اسناد) سید عبدالعظیم حسنی نے علی بن حسن بن زید بن حسن بن علی سے اور اس نے عبداللہ بن محمد بن جعفر بن محمد سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں ۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی اولاد کو اکٹھا کیا اور ان میں حضرت زید بن علی زین العابدینؑ بھی موجود تھے ، آپ نے ان سب کے سامنے ایک تحریر پیش کی جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھوایا اور امیرالمومنین نے جسے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا ، اس میں لکھا تھا ۔

"یہ غالب و حکیم خدا کی تحریر ہے اور اس میں سابقہ حدیث لوح موجود تھی"۔

سید عبدالعظیم فرمایا کرتے تھے "مجھے محمد بن جعفر کے خروج پر تعجب ہے کیونکہ وہ یہ حدیث نہ صرف سن چکا تھا بلکہ خود بیان بھی کرچکا تھا"۔

پھر سید عبدالعظیم فرمایا کرتے تھے :۔

"یہ اللہ کا راز ہے اور یہی اللہ اور ملائکہ کا دین ہے اسے نااہل افراد سے محفوظ رکھنا"۔

۵۔(محذوف اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے:۔

میں حضرت فاطمہ زہرا بنت پیغمبر اسلام سلام اللہ علیھما کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت حضرت سیدہؑ کے سامنے ایک تختی رکھی تھی جس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی اور اس میں بارہ نام لکھے تھے تین نام باہر والے حصہ پر درج تھے اور تین نام اندرونی حصہ پر درج تھے اور تین نام اس کے آخر اور تین نام اس کے اطراف میں لکھے تھے جب میں نے ان ناموں کی گنتی کی تو پورے بارہ نام تھے، میں نے پوچھا۔

یہ کن لوگوں کے نام ہیں؟

حضرت سیدہؑ نے فرمایا۔

"یہ اوصیاء کے نام ہیں ان میں پہلا میرا چچازاد اور گیارہ میری نسل سے تعلق رکھتے ہیں آخری قائم ہے"۔

جابرؓ کہتے ہیں "اس لوح میں لفظ محمد تین مقامات پر اور لفظ علی چار مقامات پر تحریر تھا"۔

٦۔(محذوف اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کی انہوں نے کہا:۔

"میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے سامنے ایک لوح رکھی تھی جس میں اولیاء کے نام لکھے تھے جب میں نے نام گنے تو ان کی تعداد بارہ تھی ان میں سے آخری قائم ہے ان میں تین محمدؐ اور چار علیؑ ہیں"۔

۷۔(محذوف اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام نے جابرؓ بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کی کہ" میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت ان کے سامنے ایک لوح رکھی تھی جس میں اوصیاء کے نام مرقوم تھے، میں نے گنا تو ان کی تعداد بارہ تھی، ان میں سے آخری قائم تھا اور ان میں تین محمدؐ اور چار علیؑ تھے۔ رسولؐ کے بعد ان کے بارہ جانشین ہوں گے"۔

رسولؐ کے بعد ان کے بارہ جانشین ہوں گے

۸۔(حذف اسناد) ابان بن ابی عیاش نے سلیم بن قیس الھلالی سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار نے امام حسن و امام حسین علیھما اسلام اور عبداللہ بن عباس وعمر بن ابی سلمہ اوراسامہ بن زیدکی موجودگی میں معاویہ بن ابی سفیان سے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا انہوں نے فرمایا :۔

"میں مومنین کی جان کا حاکم ہوں اوران کی جانوں سے بھی زیادہ ان پر حق تصرف رکھتا ہوں پھر میرے بھائی علیؑ ان پر حق تصرف رکھتے ہیں اورجب وہ شہید ہوجائیں تو میرا بیٹا حسنؑ مومنین کی جانوں پر متصرف ہوگا ،پھرمیرا بیٹا حسینؑ مومنین کی جانوں پر متصرف ہوگا اور جب وہ شہید ہو جائے تو میرا بیٹا علی بن الحسینؑ اولیٰ بالتصرف ہوگا ، اور عبداللہ تو اسے پائے گا ، ان کے بعد میرا بیٹا محمد باقر بن علی علیہ اسلام مومنین پر اولی بالتصرف ہوگا ، پھرآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ امام مکمل کیے جن میں نو امام اولاد حسین علیہ السلام میں سے ہوں گے"۔

اس کے بعدحضرت عبداللہ بن جعفر طیار نے امام حسن و حسین علیھماالسلام اور عبداللہ بن عباس اور عمر بن ابی سلمہ اور اسامہ بن زید سے گواہی طلب کی ،سب نے ان کی صداقت کی گواہی دی۔

سلیم بن قیس کہتے ہیں میں نے یہ حدیث سلمانؓ ،ابوذرؓ،اور مقدادؓ اور اسامہ سے سنی ہے ،انھوں نے یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی۔

۹۔(حذف اسناد) شعبی نے اپنے چچا قیس بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ ہم عبداللہ بن مسعود کے حلقہ درس میں بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی آیا اوراس نے کہا :۔

تم میں عبداللہ بن مسعودؓ کون ہے ؟

عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا :۔

میں عبداللہ بن مسعودؓ ہوں۔

اعرابی نے کہا۔

کیا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں بتایا تھا کہ اس کے بعد اس کے کتنے جانشین ہوں گے ؟

عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا :۔

"جی ہاں! انہوں نے بتایا تھا بنی اسرائیل کے نقباء کی تعداد کے مطابق بارہ خلفاء ہوں گے"۔

۱۰۔(محذوف اسناد) شعبی نے مسروق سے روایت کی کہ ہم عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان نے ان سے کہا :۔

کیا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں بتایا تھا کہ ان کے کتنے جانشین ہوں گے ؟

ابن مسعود نے کہا :۔

تو نوخیز جوان ہے اور تجھ سے پہلے مجھ سے کسی نے یہ مسئلہ دریافت نہیں کیا ، "ہاں ! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا کہ نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے مطابق ان کے بارہ جانشین ہوں گے"۔

۱۱۔(محذوف اسناد) اشعث بن سوار اور دیگر رواۃ نے شعبی سے روایت کی اور اس نے اپنے چچا قیس بن عبداللہ سے روایت کی اور ابوالقاسم عتاب اس حدیث کے لئے کہا کرتے تھے کہ یہ انتہائی خوبصورت حدیث ہے ۔

بہر نوع قیس بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے اور عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہمارے ساتھ تھے اتنے میں ایک اعرابی آیا اور کہا کیا تم میں عبداللہ بن مسعود موجود ہے ؟

عبداللہ نے کہا :۔

ہاں ! میں عبداللہ بن مسعودؓ ہوں ، تم کیا حاجت رکھتے ہو ؟

اعرابی نے کہا :۔

کیا تمہارے نبی نے تمہیں بتایا تھا کہ ان کے کتنے جانشین ہوں گے ؟

ابن مسعودؓ نے جواب دیتے ہوئے کہا ۔

تو نے مجھ سے وہ چیز دریافت کی ہے، میں جب سے عراق سے آیا ہوں کسی نے وہ چیز مجھ سے دریافت نہیں کی ،ہاں! ہمارے نبی نے فرمایا تھا ، ان کے بارہ جانشین ہوں گے جتنے کہ بنی اسرائیل میں نقیب ہوئے ہیں ۔

ایک دوسری روایت کے مطابق اشعث نے ابن مسعود سے رویت کہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

اَلْخُلَفَآءُ بَعْدِی اِثْنَا عَشَرَ کَعِدَّةِ نُقَبَآءِ بَنِی اِسْرَآئِیْل

"میرے بعد بنی اسرائیل کے نقباء کی تعداد کی طرح سے بارہ جانشین ہوں گے"۔

۱۲۔(محذوف اسناد)جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا اور میں نے آپؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا :۔

" میرے بعد بارہ امیر ہوں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز دھیمی کی "

میں نے اپنے والد سے پوچھا :۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھیمی آواز میں کیا کہا تھا ؟

میرے باپ نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

"سب کے سب قریش میں سے ہوں گے "

۱۳۔(محذوف اسناد) جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا :۔

یہ امر اس وقت تک ختم نہ ہوگا جب تک بارہ خلفاء اس کے مالک نہ بنیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدھم آواز میں کچھ کہا :۔

میں نے اپنے والد سے پوچھا :۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کہا ؟

میرے والد نے کہا :۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

"وہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے"

۱۴۔(بحذف اسناد) اسود بن سعید ہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا :۔

"میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے ،وہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے"

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے اپنے گھر گئے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت دوسرا کوئی نہیں تھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا :۔

اس کے بعد کیا ہوگا ؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

"پھر ہرج و مرج ہوگا"۔

۱۵۔(بحذف اسناد)ابو خیر نے کہا کہ ابو الخلد (ابو خلد خ ل)میرا ہمسایہ تھا میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا اور وہ اس پر قسم بھی کھاتا تھا :۔

"یہ امت اس وقت تک ہلاک نہ ہوگی جب تک اس میں بارہ خلفاء رہیں گے وہ سب کے سب ہدایت اور دین حق پر عمل کرتے ہوں گے"۔

۱۶۔(بحذف اسناد) کعب الاحبار نے خلفاء کے متعلق کہا کہ خلفاء بارہ ہوں گے اور جب ان کا وقت ختم ہو گا تو اللہ ایک صالح طبقہ کو لے آئے گا اور اللہ ان کی عمر لمبی کر دے گا ،اللہ نے اس امت سے اس بات کا وعدہ فرمایا ہے، پھر اس نے یہ آیت پڑھی ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔۔۔ الخ (النور ۵۵)

"اللہ نے تم میں سے ایماندار اور نیک کام بجا لانے والوں سے وعدہ کیا ہے

کہ وہ انہیں زمین پر ضرور بالضرور خلیفہ مقرر کرے گا جیسا کہ ان سے پہلے خلیفے مقرر کیے تھے۔۔۔الخ "

کعب الاحبار نے کہا :۔

"اللہ نے بنی اسرائیل کے ساتھ یہی کیا تھا اور یہ بات ناممکن نہیں ہے کہ اللہ اس امت کو ایک دن یا آدھا دن جمع رکھے اور تیرے پروردگار کے ہاں ایک دن ہزار سال کی مانند ہوتا ہے"۔

ان احادیث کے طرق کو میں نے کتاب الخصال میں جمع کیا ہے۔

۱۷۔(بحذف اسناد) ابان بن خف نے سلیم بن قیس الہلالی سے،انہوں نے سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے،انہوں نے کہا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،اس وقت امام حسینؑ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسینؑ کی آنکھوں اور چہرے کو بوسے دے رہے تھے اور یہ الفاظ فرمارہے تھے :۔

" تو سردار ہے ،سردار کا بیٹا ہے ،تو امام ہے اور امام کا بیٹا ہے ،تو حجت ہے، حجت کا بیٹا ہے ،نو حجتوں کا باپ ہے جو تیری صلب سے ہوں گے ،ان کا نواں ان کا قائم ہوگا "۔

۱۸۔(بحذف اسناد) حسین بن زید بن علی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ،آپ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

" تمہیں خوشخبری ہو،تمہیں خوشخبری ہو، آپ نے تین بار یہ الفاظ دہرائے میری امت کی مثال ایک بادل کی سی ہے جس کے متعلق کسی کو کوئی علم نہیں ہے کہ اس کا آغاز بہتر ہے یا انجام بہتر ہے ،میری امت کی مثال اس باغ جیسی ہے جس کا پھل ایک سال فوج نے کھایا پھر دوسرے سال فوج نے اس درخت کا پھل کھایا ،ممکن ہے کہ دوسرے سال کی فوج پہلے سال کی فوج سے زیادہ وسیع و عریض ہو،اور یہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کا پہلا فرد میں (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں اور میرے بعد بارہ

خوش نصیب اور صاحبان عقل ہوں اور مسیح عیسیٰ بن مریم اس کا آخری فرد ہو ،البتہ درمیان میں ایسے ہی افراد ہلاک ہوں گے جو ہرج و مرج کی پیداوار ہوں گے ، ان کا مجھ سے کوئی واسطہ نہ ہوگا اور میرا ان سے کوئی تعلق نہ ہوگا ۔"

یہودی عالم کے سوالات اور حضرت علیؑ کے جوابات

۱۹ ۔(بحذف اسناد) صالح بن عقبہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ، آپ نے فرمایا حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد جب حضرت عمر برسر اقتدار آئے تو ان کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے کہا :۔

امیر المومنین ! میں یہودی ہوں اور مذہب یہود کا علامہ ہوں میں آپ سے چند مسائل دریافت کرنا چاہتا ہوں ، اگر آپ نے میرے سوالات کا جواب دے دیا تو میں اسلام قبول کر لوں گا ۔

حضرت عمر نے کہا :۔

اپنے مسائل بیان کرو ۔

یہودی نے کہا :۔

آپ پسند کریں تو میں آپ سے دریافت کروں اور اگر آپ کی قوم میں کوئی آپ سے بڑا عالم ہو تو مجھے اس کی رہنمائی کردیں پھر میں اس سے مسائل دریافت کروں گا :۔

حضرت عمر نے فرمایا :۔

تم اس جوان سے ملو اور ہاتھ سے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا ۔

اس کے بعد یہودی حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور مسائل دریافت کرنے کا ارادہ کیا ۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا :۔

"تم کیا پوچھنا چاہتے ہو ؟"

یہودی نے کہا :۔

میں تین اور تین اور ایک مسئلہ پوچھوں گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:۔

تم نے سیدھے طریقہ سے یہ کیوں نہیں کہا کہ میں سات مسائل پوچھوں گا ؟

یہودی نے کہا :۔

پہلے پہل میں تین مسائل پوچھوں گا ،اگر آپ نے مجھے ان کا جواب نہ دیا تو باقی مسائل پوچھ کر میں اپنے آپ کو جاہل کہلانا پسند نہیں کروں گا ۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:۔

اب تم سوال کرو اور اگر میں نے تجھے جواب دے دیے تو تم اسلام قبول کر لو گے ؟

یہودی نے کہا:۔

جی ہاں !

(حضرت علی علیہ السلام اور یہودی کے درمیان جو گفتگو ہوئی ،ہم اسے مکالمہ کے انداز میں لکھیں گے : مترجم عفی عنہٗ)

یہودی: آپ یہ بتائیں کہ روئے زمین پر پہلا پتھر کون سا رکھا گیا ؟ اور پہلا چشمہ کون سا جاری ہوا ؟اور پہلا درخت کون سا پیدا ہوا؟

حضرت علی علیہ السلام: "تم یہ کہتے ہو کہ پہلا پتھر وہی ہے جو بیت المقدس میں ہے .حالانکہ تمہارا یہ دعویٰ جھوٹ پر مبنی ہے، حقیقت یہ کہ پہلا پتھر وہی ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے"۔

یہودی: آپ نے درست کہا ،خدا کی قسم موسیٰ علیہ السلام نے یہی تحریر کرایا اور ہارون علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے ایسا ہی لکھا۔

حضرت علی علیہ السلام: "زمین کے پہلے چشمہ کے متعلق تمہارا اعتقاد ہے کہ

بیت المقدس کا چشمہ روئے زمین کا پہلا چشمہ ہے حالانکہ تم اس میں جھوٹے ہو، روئے زمین کا پہلا چشمہ وہی ہے جو چشمہ حیات ہے جس میں یوشع بن نون نے مچھلی کو دھویا تھا (تو وہ زندہ ہوگئی تھی) اور اسی چشمہ کا پانی خضر علیہ السلام نے پیا تھا اور اس چشمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ جو اس کا پانی پی لے اسے زندگی مل جاتی ہے"۔

یہودی: آپ نے سچ کہا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی لکھایا تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے ایسا ہی لکھا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام: "روئے زمین پر پہلے اگنے والے درخت کے متعلق تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ زیتون کا درخت زمین پر سب سے پہلے پیدا ہوا تھا، تمہارا یہ عقیدہ باطل ہے اور تمہارا یہ قول جھوٹا ہے زمین پر سب سے پہلے اگنے والا درخت "عجوہ" ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے"۔

یہودی: آپ نے سچ کہا اور موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی لکھایا تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام نے بھی اپنے ہاتھ سے یہی تحریر کیا تھا۔

یہودی: یہ بتائیں کہ اس دنیا میں ہدایت دینے والے امام کتنے ہوں گے جنہیں چھوڑنے والے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے؟

حضرت علی علیہ السلام: "ان کی تعداد بارہ ہے"۔

یہودی: آپ نے سچ کہا اور موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی لکھایا تھا اور ہارون علیہ السلام نے بھی ایسا لکھا تھا۔

یہودی: جنت میں آپ کے نبیؐ کا قیام کہاں ہوگا؟

حضرت علی علیہ السلام: "ہمارے نبیؐ جنت عدن کے بلند و بالا مقام میں رہائش پذیر ہوں گے"۔

یہودی: آپ نے سچ کہا اور موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی لکھایا تھا اور ہارون علیہ السلام نے بھی ایسا لکھا تھا۔

یہودی : آپ کے نبیؐ کی منزل میں اور کون قیام کرے گا ؟

حضرت علی علیہ السلام : "بارہ امام ان کے ساتھ قیام کریں گے"۔

یہودی : آپ نے سچ کہا اور موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی لکھوایا تھا اور ہارون علیہ السلام نے بھی ایسا لکھا تھا۔

یہودی : اب میں آپ سے اپنا ساتواں اور آخری سوال پوچھوں گا ۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کے نبیؐ کا وصی ان کی وفات کے بعد کتنا عرصہ زندہ رہے گا؟

حضرت علی علیہ السلام : "تیس سال"۔

یہودی : پھر کیا ہوگا ؟ کیا وہ طبعی موت مرے گا یا قتل کیا جائے گا ؟

حضرت علی علیہ السلام : "وہ قتل کیا جائے گا اور اس کی کھوپڑی پر ضرب لگائی جائے گی جس سے اس کی داڑھی خضاب ہوگی"۔

یہودی : آپ نے سچ کہا اور موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی لکھوایا تھا اور ہارون علیہ السلام نے بھی ایسا ہی لکھا تھا۔

یہ حدیث اور بھی طرق سے مروی ہے جن کا تذکرہ میں نے کمال الدین وتمام النعمۃ کے باب اثبات الغیبۃ وکشف الحیرۃ میں کیا ہے۔

امامت کا حقدار کون ہے اور مستحق امامت کی کیا علامت ہے ؟

۲۰۔(بحذف اسناد) عقیم بن بہلول کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی الہزیل سے پوچھا کہ امامت کا حقدار کون ہے اور مستحق امامت کی علامت کیا ہے ؟

عبداللہ بن الہزیل نے کہا :۔

امامت کا رہنما اور مومنین پر حجت اور امور مسلمین کا ولی اور قرآن کی آیت کے

تخت ہونے والا اور احکام خداوندی کا عالم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہے جو کہ ان کا وصی ہے اور جو وارث پیغمبرؐ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی منزلت حاصل ہے جو کہ ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی اور

یَآاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوٓا اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الاَمرِ مِنکُم (النساء۔۵۹)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور جو تم میں سے صاحبان امر ہوں، ان کی اطاعت کرو"

اطاعت مجیدہ ہی کے ذریعہ سے اللہ نے اس کی اطاعت واجب کی ہے جس کی ولایت مطلقہ کے لیئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ وَالَّذِینَ اٰمَنُوا الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤتُونَ الزَّکٰوۃَ وَھُم رَاکِعُونَ (المائدہ۔۵۵)

"سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ صاحبان ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں"

امامت کا حقدار وہی ہے جس کے لئے حکم خدا کے تحت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر پالانوں کا منبر بنایا اور لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

الست اولیٰ بکم ملکم بانفسکم

"کیا میں تمہاری جانوں پر تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا؟

جب تمام لوگوں نے اس کا اقرار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا:۔

فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ، وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ واعن من اعانہ۔

"پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے ، خدایا جو علیؑ سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر اور جو علیؑ سے دشمنی کرے تو اسے دشمن رکھ اور جو علیؑ کی مدد کرے تو اس کی مدد کر اور جو علیؑ کو چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے اور جو علیؑ کی امداد کرے تو اس کی امداد کر۔

غرضیکہ علی بن ابی طالبؑ ہی امیر المومنین اور امام المتقین اور قیامت کے روز جن خوش نصیبوں کے اعضائے وضو چمکتے ہوں گے ، علیؑ ان کا قائد ہے اور علیؑ ہی تمام اوصیاء سے افضل اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مخلوق سے برتر ہیں ۔

ان کے بعد حسنؑ بن علیؑ امام ہیں اور ان کے بعد حسینؑ بن علیؑ امام ہیں ، یہ دونوں بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور افضل ترین بی بی کے فرزند ہیں ، پھر علی بن الحسینؑ پھر محمدؑ بن علیؑ پھر جعفرؑ بن محمدؑ پھر موسیٰؑ بن جعفرؑ پھر علیؑ ابن موسیٰؑ پھر محمدؑ بن علیؑ پھر علیؑ بن محمدؑ پھر حسنؑ بن علیؑ پھر محمدؑ بن حسنؑ علیہم السلام ہے یہ سب کے سب عترت رسولؐ ہیں اور وصیت امام کے لیئے معروف ہیں اور یہ حجت خدا ہیں کوئی وقت اور کوئی زمانہ ان کے وجود سے خالی نہیں رہ سکتا اور یہی خدا کی مضبوط رسی ہیں اور یہی ہدایت کرنے والے امام ہیں اور اہل دنیا پر یہ حجت ہیں یہاں تک کہ اللہ زمین اور اہل زمین کا وارث بنے ۔

لہٰذا جس نے بھی ان کی مخالفت کی وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے اور ایسا شخص حق اور ہدایت کا تارک ہے اور یہی ذات عالیہ ہی قرآن اور رسولؐ خدا کے صحیح ترجمان ہیں جو شخص ان کی معرفت کے بغیر مرا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

ان کا دین پرہیز گاری ، پاکدامنی ، صداقت ، بھلائی ، اجتہاد ، امانت کی ادائیگی ، طویل سجود ، قیام لیل ، محرمات سے اجتناب ، صبر کے ساتھ کشائش کا انتظار ، حسن رفاقت اور حسن ہمسائیگی ہے ۔

تمیم بن بہلول نے کہا کہ ابو معاویہ نے اعمش سے اور اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی اوصاف امامت نقل کیے ہیں۔

۲۱۔ (بحذف اسناد) ابی حمزہ ثمالی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی۔

آپ نے فرمایا:۔

"بے شبہ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانوں اور جنات کی طرف مبعوث فرمایا اور اللہ نے ان کے بعد بارہ وصی مقرر کیے، ان میں سے کچھ گزر گئے اور کچھ باقی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اوصیاء حضرت مسیح کے اوصیاء کی مانند ہیں اور سب کو یکساں صورت حال درپیش رہی ہے اور حضرت علی علیہ السلام شبیہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں"۔(۱)

۲۲۔(بحذف اسناد) زرارہ بن اعین بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے پایا۔

"ہم بارہ امام ہیں، ان میں حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہیں اور باقی ائمہ نسل حسین سے ہیں"۔

۲۳۔(بحذف اسناد) سماعہ بن مہران کہتے ہیں کہ میں اور ابو بصیر اور امام محمد باقر علیہ السلام کا غلام محمد بن عمران ایک گھر میں بیٹھے تھے تو محمد بن عمران نے کہا:۔

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا انہوں نے فرمایا۔

"ہم بارہ ((مُحدَّث)) ہیں۔"(۲)

۱۔احادیث میں وارد ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق تین قسم کے فرقے نمودار ہوں گے جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے لیے نمودار ہوئے تھے۔ اس مضمون کی احادیث بھی ثابت ہو گئیں جس طرح سے غالی نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا فرزند قرار دیا اسی طرح سے غالی شیعوں نے بھی حضرت علی علیہ السلام کے لیے ربوبیت کا عقیدہ اپنایا۔

یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے عداوت کی اور ان کی والدہ ماجدہ پر بہتان تراشی کی اسی طرح سے نواصب و خوارج نے بھی حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کی اور اسی (۸۰) برس تک خطبات جمعہ و عیدین میں آپ پر سب وشتم کیا گیا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق بس وہی فرقہ صحیح ہے جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا عبد اور خدا کا کلمہ قرار دیا اسی طرح سے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق بھی وہی فرقہ نجات حاصل کرے گا جو آپ کو خدا کا بندہ اور رسول خدا کا جانشین اور مومنین کا امیر تسلیم کرے گا۔

۲۔ لفظ "محدث" ایک مخصوص اصطلاح ہے اور "محدث" وہ ہوتا ہے جو نبی نہ ہو لیکن تکلم ملائکہ سے سرفراز ہو ایسی شخصیت کو "محدث" کہا جاتا ہے

ابو بصیر نے کہا " خدا کی قسم میں نے بھی یہ الفاظ ان سے سنے ہیں" ، محمد بن عمران نے انہیں ایک یا دو مرتبہ قسم دے کر پوچھا کہ اس نے یہ الفاظ کس سے سنے ہیں ؟

ابو بصیر نے کہا" میں نے یہ الفاظ امام محمد باقر علیہ السلام سے سنے ہیں"۔

۲۴ ۔(بحذف اسناد) زرارہ بن اعین سے مروی ہے ، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے پایا :۔

" آل محمد علیہ السلام سے ہم بارہ امام مراد ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد سب کے سب " محدث "ہیں اور علی بن ابی طالب علیہ السلام ان میں سے ہیں "۔

۲۵ ۔(بحذف اسناد) غیاث (عتاب خ ،ل) بن ابراہیم نے امام جعفر صادق علیہ السلام اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ،انہوں نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس حدیث

" انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی "

" میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ،اللہ کی کتاب اور اپنی عترت " میں لفظ "عترت" سے کون مراد ہیں ؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا :۔

" عترت سے مراد میں اور حسنؑ و حسینؑ اور نسل حسینؑ کے نو امام ہیں جن کا نواں مہدی و قائم (عج) ہوگا ،وہ کتاب اللہ سے جدا نہ ہوں گے اور قرآن ان سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس حوض پر وارد ہوں۔ "

۲۶ ۔(بحذف اسناد) علی بن فضل بغدادی کہتے ہیں کہ ابو عمر تغلب سے جو کہ ابی العباس کے ساتھی تھے ،پوچھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی حدیث

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی

میں کتاب خدا اور عترت کو ثقلین کیوں کہا ؟

ابو عمر تغلب نے جواب دیا چونکہ ان دونوں سے تمسک انتہائی ثقیل ہے ، اس لیئے ان دونوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظ "ثقلین" سے تعبیر کیا ہے۔

۲۷۔(بحذف اسناد) مفضل بن عمر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

جب مجھے آسمانوں کا سفر کرایا گیا تو پروردگار عالم نے مجھے وحی فرمائی اور ارشاد فرمایا :۔

" اے محمدؐ ! میں نے پہلی مرتبہ زمین پر نگاہ کی تو میں نے اہل زمین میں سے تجھے چنا اور تجھے نبی بنایا اور میں نے اپنے ایک نام سے تیرا نام مشتق کیا" میں محمود ہوں اور تو محمدؐ ہے" پھر میں نے دوبارہ زمین پر نگاہ انتخاب ڈالی تو میں نے علیؑ کو منتخب کیا اور میں نے اسے تیرا وصی اور تیرا جانشین اور تیری بیٹی کا شوہر اور تیری ذریت کا باپ بنایا اور اپنے نام سے میں نے اس کا نام مشتق کیا ،" میں علی اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے" اور میں نے فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو تم دونوں کے نور سے بنایا پھر میں نے ان کی ولایت کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا جس نے اسے قبول کیا وہ میرے ہاں مقربین میں قرار پایا۔

اے محمدؐ ! اگر کوئی بندہ میری اتنی عبادت کرے کہ اس کی گردن ٹوٹ جائے اور بوسیدہ مشک کی طرح ہوجائے پھر میرے پاس ان کی ولایت کا منکر بن کر آئے تو میں نہ تو اسے اپنی جنت میں رہائش دوں گا اور نہ ہی اپنے عرش کے سایہ کے نیچے اسے جگہ دوں گا۔

اے محمدؐ ! کیا تو نہیں دیکھنا چاہتا ہے ؟

میں نے کہا :۔

جی ہاں ! پروردگار۔

تو اللہ نے فرمایا :۔

تو اپنا سر بلند کر، جب میں نے اپنا سر بلند کیا تو مجھے علیؑ ، فاطمہؑ ، حسنؑ ، حسینؑ ، علی بن الحسینؑ ، محمد بن علیؑ ، جعفر بن محمدؑ ، موسیٰ بن جعفرؑ ، علی بن موسیٰؑ ، محمد بن علیؑ ، علی بن محمدؑ ، حسن بن علی علیہم السلام کے نور دکھائی دیئے اور حجت بن الحسن (عج) کا نور ان انوار کے درمیان میں روشن ستارہ کی طرح سے چمک رہا تھا۔

میں نے عرض کیا :۔

پروردگار ! یہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

یہ ائمہ ہیں اور یہ وہ قائم ہے جو میرے حلال کو حلال اور میرے حرام کو حرام قرار دے گا اور انہیں کے ذریعہ سے میں اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا اور وہ میرے دوستوں کے لیئے راحت ہو گا اور یہی ظالمین ، منکرین و کافرین کو قتل کر کے تیرے شیعوں کے دلوں کو شفا بخشے گا اور یہی لات و منات کو تر و تازہ حالت میں نکال کر جلا دے گا۔ اور اس دن کی آزمائش سامری اور بچھڑے کی آزمائش سے بھی سخت ہو گی "۔

۲۸ ۔ (حذف اسناد) یحییٰ بن ابی القاسم (ابن القاسم خ ل) نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا :۔

" میرے بعد بارہ امام ہوں گے پہلا علی بن ابی طالب علیہ السلام اور آخری قائم ہو گا یہ میرے خلفاء و اوصیاء و اولیاء اور خدا کی طرف سے میری امت پر

کافر ہوگا"۔

ائمۂ ہدیٰ علیہم السلام کی دعائیں

۳۹۔(محذوف اسناد) محمد بن علی بن موسیٰ نے امام علی رضا علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے فرمایا:۔

میں ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ابی بن کعبؓ بیٹھے ہوئے تھے، مجھے دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

مرحبا بك يا ابا عبدالله يا زين السماوات والارضين

"ابو عبداللہ! تمہیں خوش آمدید، اے آسمانوں اور زمینوں کی زینت"

یہ سن کر ابی بن کعبؓ نے کہا:۔

یا رسول اللہ! کیا آپ کے علاوہ بھی کوئی آسمانوں اور زمینوں کی زینت ہو سکتا ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

اے ابی! اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا، حسین بن علی علیہ السلام زمین کی بہ نسبت آسمان میں زیادہ معروف ہے اور عرش خداوندی کی دائیں جانب اس کے متعلق تحریر ہے۔

ان الحسين مصباح الهدى، وسفينة نجاة، وامام خير ويمن وعز وفخر وعلم وذخر۔

"حسینؑ چراغ ہدایت، کشتی نجات، خیر و برکت، عزت، فخر، ذخیرۂ آخرت رکھنے والا امام ہے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان کے صلب میں پاک و پاکیزہ نطفہ رکھا ہے اور حسینؑ کو ایسی دعا سکھائی گئی ہے کہ مخلوق خدا میں سے جو بھی اس کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے حسین علیہ السلام کے ساتھ محشور فرمائے گا اور حسینؑ آخرت میں اس کے شفیع ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اس دعا کے صدقہ میں اس کے دکھ درد دور کرے گا اور اس کا قرض ادا کرے گا اور اس کے معاملہ کو آسان کر دے گا اور اس کی راہ کو کھول دے گا اور دشمن پر اسے قدرت دے گا اور اس کی پردہ دری نہیں کرے گا۔

ابی بن کعبؓ نے کہا:۔

یا رسول اللہؐ! وہ دعا کون سی ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

جب تم نماز سے فارغ ہو تو بیٹھ کر یہ دعا پڑھو۔

دعائے حضرت امام حسین علیہ السلام

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِكَلِمَاتِكَ وَ مَعَاقِدِ عَرْشِكَ وَ سُكَّانِ سَمَاوَاتِكَ وَ اَنْبِیَآئِكَ وَ رُسُلِكَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ لِیْ فَقَدْ رَهِقَنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا فَاَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ اَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ یُسْرًا۔

" خدایا! تجھے تیرے کلمات اور تجھے تیرے عرش کے معاقد اور تجھے تیرے آسمان کے رہنے والوں اور تجھے تیرے انبیاء کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دعا کو مستجاب فرما اس امر میں مجھ پر سختی چھا گئی ہے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج اور میرے معاملہ میں آسانی پیدا فرما۔"

اس دعا کے ذریعہ سے اللہ تیرے معاملات میں آسانی پیدا کرے گا اور تیرے سینہ کو کشادگی عطا کرے گا اور بوقت موت تجھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کرے گا۔

☆ پھر ابی بن کعب نے کہا۔

یارسول اللہ! میرے حبیب حسین علیہ السلام کی صلب میں نطفہ کس کا ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"یہ نطفہ چاندی کی مانند ہے، یہ نطفہ بیان و تبیان کا ہے (بیٹے اور بیٹیوں کا ہے خ۔ل) اس کی پیروی کرنے والا ہدایت یافتہ ہوگا اور اس سے منحرف ہونے والا دوزخ میں گرنے والا ہوگا"۔

ابیؓ نے کہا تو ان کا نام کیا ہوگا اور ان کی دعا کیا ہوگی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

"اس کا نام علیؑ (ابن الحسینؑ) ہوگا اور اس کی دعا یہ ہوگی"

دعائے حضرت امام زین العابدینؑ

یَا دَآئِمُ یَا دَیمُومُ یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ یَا کَاشِفُ الْغَمِّ وَیَا فَارِجَ الْهَمِّ وَیَا بَاعِثَ الرُّسُلِ وَیَا صَادِقَ الْوَعْدِ۔

"اے ہمیشہ رہنے والے، اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور نظام ہستی کو قائم رکھنے والے، اے غم دور کرنے والے اور اے پریشانی ہٹانے والے اور اے پیغمبروں کو بھیجنے والے اور اے وعدہ کے سچے"۔

"جو شخص یہ دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے علی بن الحسینؑ کے ساتھ محشور کرے گا اور وہ جنت کے لیئے اس کے رہنما ہوں گے"۔

ابیؓ نے کہا۔

کیا علی بن الحسینؑ کا کوئی وصی و وارث بھی ہوگا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا۔

"ہاں! وہ زمین و آسمان کی ملکیت کا وارث ہوگا"۔

ابیؓ نے کہا :-

یارسول اللہ ! زمین و آسمان کی ملکیت سے کیا چیز مراد ہے ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا :-

" حق کے ساتھ فیصلہ، دیانت داری پر مبنی فرمان اور احکام کی تاویل اور جو کچھ آئندہ ظہور پذیر ہوتا ہے اس کا بیان "۔

☆ ابیؓ نے کہا :-

ان کا نام کیا ہوگا ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا :-

اس کا نام محمد بن علی ہوگا اور آسمان کے فرشتے اس سے مانوس ہوں گے اور وہ اپنی دعا میں یہ جملے کہیں گے :-

دعائے حضرت محمد باقرؑ

اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ لِیْ عِنْدَکَ رِضْوَانٌ وَ وُدٌّ فَاغْفِرْلِیْ وَ لِمَنْ تَبِعَنِیْ مِنْ اِخْوَانِیْ وَشِیْعَتِیْ ، وَطَیِّبْ مَا فِیْ صُلْبِیْ ۔

" خدایا ! اگر تو مجھ سے راضی ہے اور مجھ سے محبت رکھتا ہے تو میری اور میری پیروی کرنے والے بھائیوں اور شیعوں کی مغفرت فرما اور جو کچھ میرے صلب میں ہے اسے پاک و پاکیزہ بنا "۔

☆ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی پشت میں پاک و پاکیزہ اور بابرکت نطفہ رکھے گا اور اس کے متعلق مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ اللہ نے اس نطفہ کو طیب بنایا اور اپنے ہاں اس کا نام جعفر بن محمد علیہ السلام رکھا اور اسے ہادی مہدی اور راضی و مرضی بنایا۔

(جعفر بن محمدؑ) اپنی دعا میں یہ کہیں گے۔

دعائے حضرت امام جعفر صادقؑ

یَا دَانٍ غَیْرَ مُتَوَانٍ، یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ، اِجْعَلْ لِشِیْعَتِیْ مِنَ النَّارِ وِقَآءً ، وَلَهُمْ عِنْدَكَ رِضًا ، وَاغْفِرْ ذُنُوْبَهُمْ ، وَیَسِّرْ اُمُوْرَهُمْ وَاقْضِ دُیُوْنَهُمْ ، وَاسْتُرْ عَوْرَاتِهِمْ ، وَهَبْ لَهُمُ الْكَبَآئِرَ الَّتِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهُمْ ، یَا مَنْ لَّا یَخَافُ الضَّیْمَ وَ لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَانَوْمٌ اِجْعَلْ لِّیْ مِنْ كُلِّ غَمٍّ فَرَجًا ۔

" اے وہ ذات جو قریب ہے اور کمزور نہیں اور اے تمام مہربانوں میں سے سب سے بڑے مہربان! میرے شیعوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھ اور اپنی طرف سے انہیں مقام رضا عطا فرما اور ان کے گناہ معاف فرما اور ان کے امور کو آسان فرما اور ان کے قرض ادا فرما اور ان کی پردہ پوشی فرما اور ان کے وہ گناہان کبیرہ معاف فرما جو ان کے اور تیرے درمیان ہیں ۔ اے وہ ذات جسے کسی کے ظلم کا اندیشہ نہیں اور جس پر اونگھ اور نیند طاری نہیں ہوتی ہر غم سے مجھے کشائش عطا فرما۔ "

جو شخص جعفر بن محمد علیہ السلام کی دعا پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے نورانی چہرے کے ساتھ جعفر بن محمد علیہ السلام کے ساتھ جنت میں محشور فرمائے گا ۔

☆ اے ابی ! اللہ تعالیٰ جعفر بن محمد علیہ السلام کے صلب میں پاک و پاکیزہ اور بہت ہی بابرکت نطفہ ودیعت کرے گا اور اس پر رحمت نازل کرے گا اور اللہ نے اس کا نام موسیٰ رکھا ہے۔

ابی بن کعبؓ نے کہا :

یارسول اللہؐ ! تو گویا یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا رہے گا اور اس سلسلہ کے افراد ایک دوسرے کی صفات کے وارث بنتے رہیں گے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا :

رب العالمین کی جانب سے جبریلؑ نے ان کے اوصاف میرے سامنے بیان

کیے ہیں۔

انسؓ نے کہا :

یارسول اللہؐ! کیا موسیٰ بن جعفرؑ کی بھی کوئی مخصوص دعا ہوگی ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا :

وہ اپنی دعا میں یہ کہے گا۔

دعائے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

یَا خَالِقَ الْخَلْقِ ، وَیَا بَاسِطَ الرِّزْقِ ، وَ فَالِقَ الْحَبِّ وَ النَّوٰی وَ بَارِیءَ النَّسَمِ وَ مُحْیِیَ الْمَوْتٰی وَ مُمِیْتَ الْاَحْیَآءِ ، وَ دَآئِمَ الثَّبَاتِ وَ مُخْرِجَ النَّبَاتِ اِفْعَلْ بِیْ مَا اَنْتَ اَهْلُهٗ

"اے مخلوق کو پیدا کرنے والے ، اور اے رزق میں وسعت دینے والے ، اور اے دانہ و گٹھلی کو شگافتہ کرنے والے ، اور اے جانوں کے پیدا کرنے والے اور اے مردوں کو زندگی اور زندوں کو موت دینے والے اور ہمیشہ قائم رہنے والے اور اے نباتات کو برآمد کرنے والے ! مجھ سے وہی سلوک فرما جس کا تو اہل ہے "۔

جو بھی شخص اس دعا کو پڑھے گا ، اللہ تعالیٰ اس کی حاجات بر لائے گا اور قیامت کے دن اسے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ محشور فرمائے گا ۔

☆ اور اللہ تعالیٰ اس کے صلب میں ایک بابرکت اور راضی و مرضی نطفہ ودیعت فرمائے گا اور اللہ نے اپنے ہاں اس کا نام علیؑ (ابن موسیٰؑ) رکھا ہے اور وہ مخلوق خدا میں علم و حکم میں پسندیدہ ہوگا اور اللہ اس کو اس کے شیعوں کے لیئے حجت قرار دے گا اور قیامت کے دن شیعہ اس کے ذریعہ سے حجت پیش کریں گے اور اس کی ایک دعا ہوگی جس کے ذریعے سے وہ اپنے خدا سے سوال کریں گے۔

دعائے حضرت امام علی الرضاؑ

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِی الْهُدٰی ، وَ ثَبِّتْنِیْ عَلَیْهِ، وَ احْشُرْنِیْ عَلَیْهِ ، اٰمِنًا

اَمِنٌ مَنْ لَّا خَوْفٌ عَلَیْهِ ، وَلَا حُزْنٌ ، وَلَا جَزَعٌ اِنَّكَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۔

" خدایا اپنی طرف سے مجھے ہدایت عطا فرما مجھے اور مجھے اس پر ثابت قدم رکھ اور مجھے اس کے ساتھ حالت امن میں محشور فرما ،ایسا امن عطا فرما کہ نہ تو کوئی خوف ہو نہ حزن ہو اور نہ ہی گھبراہٹ ہو، بے شک تو ہی تقویٰ اور مغفرت کا اہل ہے "

☆ اللہ تعالیٰ اس کی پشت میں ایک طیب وطاہر اور بابرکت نطفہ ودیعت فرمائے گا جس کا نام خدا نے محمد بن علی رکھا ہے وہ اپنے شیعوں کی شفاعت کرنے والے اور اپنے جد نامدار کے علم کے وارث ہوں گے ، اس کے پاس واضح علامت اور ظاہری حجت ہوگی ، وہ جب پیدا ہوں گے تو پیدا ہوتے ہی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے گے۔ وہ اپنی دعا میں یہ کہیں گے ۔

دعائے حضرت امام محمد تقیؑ

یَا مَنْ لَّا شَبِیْهَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ ، اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ، وَلَا خَالِقَ اِلَّا اَنْتَ تُفْنِی الْمَخْلُوْقِیْنَ وَ تَبْقٰی ، اَنْتَ حَلُمْتَ عَمَّنْ عَصَاكَ وَ فِی الْمَغْفِرَةِ رِضَاكَ ۔

" اے وہ ذات جس کی نہ تو شبیہ ہے اور نہ ہی مثال تو وہ اللہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور تیرے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے تو مخلوقات کو فنا کرکے خود باقی رہے گا اور تو اپنی نافرمانی کرنے والوں کی بربادی کرتا ہے اور مغفرت میں تیری رضا ہے "۔

جو شخص یہ دعا پڑھے گا محمد بن علی اس کے شفیع ہوں گے ۔

☆ اللہ تعالیٰ اس کے صلب میں طیب و طاہر بابرکت نطفہ ودیعت فرمائے گا

جو نہ تو باغی ہو گا اور نہ سرکش ہو گا اللہ نے اپنے ہاں اس کا نام علی بن محمد رکھا ہے اور اللہ نے اسے تسکین و وقار عطا کیا ہے اور علوم اور چھپے ہوئے رازوں کو ان کے پاس بطور امانت رکھا ہے وہ اپنے ہر ملنے والے کو اس کی اندرونی کیفیت سے مطلع کریں گے اور اسے اس کے دشمن سے خبردار کریں گے اور وہ اپنی دعامیں یہ کہیں گے۔

دعائے حضرت امام علی نقیؑ

یَا نُورُ یَا بُرْھَانُ یَا مُنِیرُ یَا مُبِینُ یَا رَبِّ اکْفِنِی شَرَّ الشُّرُورِ وَ آفَاتِ الدُّھُورِ ، وَ اَسْئَلُكَ النَّجَاۃَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ۔

"اے نور، اے برہان، اے روشنی کرنے والے اور اے ظاہر کرنے والے ! اے پروردگار مجھے تمام شرپسندوں کے شر اور زمانے کی آفات سے محفوظ فرما اور جس دن صور پھونکا جائے گا، میں تجھ سے اس دن کی نجات کا سوال کرتا ہوں"۔

جو شخص یہ دعا پڑھے گا تو علی بن محمد اس کے شفیع ہوں گے اور جنت کے لیئے اس کے رہنما ہوں گے۔

☆اللہ تعالیٰ اس کے صلب میں ایک نطفہ ودیعت فرمائے گا جس کا نام اس نے حسنؑ (ابن علی) رکھا ہے اور اللہ نے اسے شہروں کا نور اور زمین پہ اپنا جانشین بنایا ہے اور وہ اپنے ناناؐ کی امت کی عزت اور اپنے شیعوں کے رہنما اور شفیع ہوں گے اور اپنے مخالفین کے لیئے بمنزلہ عذاب ہوگا اور اپنے ماننے والوں کے لیئے حجت اور جو اسے امام تسلیم کریں گے، ان کے لیئے برہان ہوں گے ، وہ اپنی دعا میں یہ کہیں گے ۔

دعائے حضرت امام حسن عسکریؑ

یَا عَزِیزُ الْعِزِّ فِی عِزِّہِ مَآ اَعَزَّ عَزِیزُ الْعِزِّ فِی عِزِّہِ یَا عَزِیزُ اَعِزَّنِی بِعِزَّتِكَ ، وَ اَیِّدْنِی بِنَصْرِكَ ، وَ اَبْعِدْ عَنِّی ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِینِ وَ ادْفَعْ عَنِّی بِدَفْعِكَ ، وَ امْنَعْ عَنِّی بِمَنْعِكَ ، وَ اجْعَلْنِی مِنْ خِیَارِ خَلْقِكَ ، یَا وَاحِدُ یَآ اَحَدُ یَا فَرْدُ یَا صَمَدُ ۔

"اے وہ ذات جو اپنی عزت میں عزیز ہے اور عزت میں عزیز کتنا ہی بڑا صاحب عزت ہے ، اے عزیز ! اپنی عزت کے صدقہ میں مجھے عزت عطا کر اور اپنی نصرت سے میری تائید کر اور شیاطین کے وساوس مجھ سے دور رکھ اور اپنی قوت سے انہیں مجھ سے دفع کر اور اپنی حفاظت سے میری حفاظت فرما اور مجھے اپنی بہتر مخلوق میں سے بنا اے واحد ، اے احد ، اے فرد ، اے صمد۔"

☆ جو شخص یہ دعا پڑھے گا تو اللہ اس کو حسن بن علی کے ساتھ محشور کرے گا اور اگر وہ دوزخ کا حق دار بن چکا ہو گا تو بھی اللہ اسے داخل جنت فرمائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ اس کی پشت میں ایک طیب وطاہر بابرکت نطفہ ودیعت فرمائے گا جس سے میثاق ولایت کا اقرار کرنے والے ہر مومن خوش ہوں گے اور منکر اس کا انکار کریں گے وہ پاکیزہ اطوار ، پرہیزگار ، نیکوکار ، رضائے الٰہی کا مسکن ، ہادی اور مہدی ہو گا وہ عدل کے مطابق فیصلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی باتوں کی تصدیق کرے گا جب اس کی علامات ودلائل ظاہر ہوں گے تو وہ سر زمین تہامہ سے خروج کرے گا اس کا خزانہ سونا چاندی کی بجائے قوی الجثہ گھوڑوں پر اور نشان زدہ جنگ افراد پر مشتمل ہوگا اللہ تعالیٰ دور دراز کے علاقوں سے اہل بدر کی تعداد کے برابر اس کے لیئے مددگار جمع کرے گا، ان کی تعداد اہل بدر کی تعداد کے برابر یعنی تین سو تیرہ افراد پر مشتمل ہوگی ،اس کے پاس مہر لگا ہوا ایک صحیفہ ہوگا جس میں اس کے اصحاب کے نام اوران کے نسب اوران کے شہروں اور ان کی طبیعتوں اوران کی شکل وشباہت اور ان کی کنیت تک مرقوم ہوگی ، وہ اس کی اطاعت جانفشانی سے کرنے والے ہوں گے۔

علامات ظہورِ امام مہدی (عج)

ابی بن کعبؓ نے کہا :۔

یارسول اللہؐ ! اس کی علامات و دلائل کیا ہوں گے ؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

1۔ اس کی علامت وہ علم (پرچم) ہے جب ان کے ظہور کا وقت قریب ہوگا تو وہ علم خودبخود کھل جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس میں بولنے کی قوت عطا کر دے گا چنانچہ اس وقت وہ علم پکار کر کہے گا۔

" اللہ کے ولی ! اٹھیں اور خروج فرمائیں اور دشمنان خدا کو قتل کریں "

2۔اوراس کی دوسری علامت نیام میں رکھی ہوئی وہ تلوار ہے جب ان کے ظہور کاوقت قریب ہوگا تو وہ تلوار نیام سے باہر نکل آئے گی اور بحکم خدا گویا ہوکر کہے گی۔

" اللہ کے ولی ! اٹھیں اور خروج کریں اب کسی دشمن خدا کو مہلت نہ دیں "

پھر وہ خروج فرمائیں گے اوراللہ کے دشمنوں کو جہاں بھی پائیں گے قتل کریں گے اور حدوداہی کو قائم کریں گے اور حکم خداوندی کے مطابق فیصلے فرمائیں گے جبرئیل ان کی دائیں جانب اور میکائیل ان کی بائیں جانب ہوں گے میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں تم عنقریب اسے یاد کروگے اگرچہ ایک عرصے کے بعد کیوں نہ ہو اورمیں اپنے امر کو خدا کے سپرد کرتا ہوں ۔

" اے ابی ! اس سے ملاقات کرنے والے کے لیئے خوشخبری ہو ،اور اس سے محبت کرنے والے کے لیئے خوشخبری ہو اوراس کے قائل کے لیئے خوشخبری ہو ، ایسے لوگوں کو اللہ ہلاکت سے نجات دے گا اور خدا و رسولؐ اورائمہ طاہرینؑ کے اقرار کی وجہ سے اللہ ان کے لیئے جنت کے دروازے کھول دیں گے زمین پر ان کی مثال اس کستوری کی سی ہے جس کی خوشبو ہمیشہ پھوٹتی رہتی ہو اوراس میں کسی طرح کا تغیر نہ ہو اورآسمان میں ان کی مثال اس روشن چاند کی سی ہے جس کا نور ہمیشہ روشن رہے "۔

ابی بن کعبؓ نے کہا :۔

اللہ نے ان ائمہ کا حال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیسے فرمایا ؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بارہ صحیفے نازل فرمائے ، ہر صحیفہ کی مہر پر امام کا نام کندہ ہے اور ان صحیفوں میں امام کے اوصاف مرقوم ہیں"۔

۳۰۔(حذف اسناد) اصبغ بن نباتہ نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی، انہوں نے کہا : میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے پایا :۔

" میں اور علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور اولاد حسینؑ کے نو افراد پاکیزہ اور معصوم ہیں"

۳۱۔(حذف اسناد) عبایہ بن ربعی نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ، انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

" میں سید النبیین ہوں اور علیؑ سید الوصیین ہیں میرے بعد میرے وصی بارہ ہوں گے جن کا پہلا فرد علیؑ بن ابی طالبؑ اور ان کا آخری فرد قائم (عج) ہے "

۳۲۔(حذف اسناد) ابراہیم بن مہزم نے اپنے باپ سے ، اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ، انہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

" میرے اہل بیتؑ کے بارہ افراد کو اللہ تعالیٰ نے میرا فہم و علم و حکمت عطا فرمائی ہے اور میری ہی طینت سے ان کو پیدا کیا ہے ، ہلاکت ہے ان پر جو میرے بعد ان کا انکار کریں اور میرے تعلق کو ان سے قطع کریں ، اللہ انہیں میری شفاعت کبھی نصیب نہ کرے "۔

۳۳۔(حذف اسناد) ابی المثنیٰ نخعی نے زید بن علی زین العابدینؑ سے ، انہوں نے اپنے والد ماجد امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی : انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

" وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کی ابتدا میں ، میں اور علی علیہ السلام اور میری اولاد کے گیارہ اہل عقل موجود ہوں ، ہلاک بس وہی لوگ ہوں گے جن

سے میرا کوئی تعلق نہ ہوگا اور نہ ہی ان کا مجھ سے کوئی تعلق ہوگا۔"

۲۴۔(حذف اسناد) ثابت بن دینار نے سید العابدین علی بن الحسین، انہوں نے سید الشہداء حسین بن علی، انہوں نے سید الاوصیاء امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔

"میرے بعد بارہ امام ہوں گے جن کا پہلا فرد اے علی تو ہوگا اور ان کا آخری فرد قائم(عج) ہوگا جس کے ہاتھوں پر اللہ مشارق و مغارب کو فتح کرے گا۔"

حضرت خضرؑ کے سوالات اور امام حسنؑ کے جوابات

۲۵۔(حذف اسناد) ابوہاشم داود بن قاسم الجعفری نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی، آپ نے فرمایا:۔

"ایک دن حضرت علی علیہ السلام مسجد الحرام میں تشریف لائے، اس وقت آپ کے ساتھ امام حسن علیہ السلام بھی موجود تھے اور آپ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بازو کا سہارا لیا ہوا تھا۔ اس وقت ایک اچھی شکل و صورت اور اچھے لباس والا شخص مسجد الحرام میں داخل ہوا اور امیر المومنین پر سلام کیا، حضرت نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا۔

پھر اس شخص نے کہا:۔

امیر المومنین! میں آپ سے تین مسائل دریافت کرنا چاہتا ہوں، اگر آپ نے مجھے ان کے جواب عطا کیے تو میں سمجھوں گا کہ جن لوگوں نے آپ کی مخالفت کی ہے، ان کی دنیا و آخرت خطرہ میں ہے، اور اگر آپ تسلی بخش جواب دینے میں ناکام رہے تو میں سمجھوں گا کہ آپ اور آپ کے حریف دونوں ایک جیسے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جو چاہو مجھ سے پوچھ لو"۔

اس شخص نے کہا:۔

آپ مجھے بتائیں کہ

1۔ نیند کی حالت میں انسان کی روح کہاں چلی جاتی ہے ؟

2۔ انسان بھولتا کیوں ہے اور یاد کیسے کرتا ہے ؟

3۔ بچہ اپنے چچاؤں اور ماموؤں کی شبیہ کیوں ہوتا ہے ؟

اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا:۔

حسن بیٹا! ان مسائل کا تم جواب دو۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:۔

1۔ " اے سائل! تو نے دریافت کیا کہ نیند کے وقت انسان کی روح کہاں چلی جاتی ہے ؟

تو پھر سن! انسان کی روح کا تعلق ریح سے ہے اور ریح کا تعلق اس وقت تک ہوا سے رہتا ہے جب تک صاحب روح بیدار ہونے کے لیے حرکت کرتا ہے۔ اگر اللہ اس روح کو واپسی کی اجازت دیتا ہے تو وہ ریح، روح کو کھینچ لیتی ہے اور وہ ریح ہوا کو کھینچ لیتی ہے، تب روح جسم میں واپس آجاتی ہے اور اپنے ساتھی کے جسم میں ٹھہر جاتی ہے، اور اگر اللہ اس روح کو واپسی کی اجازت نہ دے تو ہوا ریح کو کھینچ لیتی ہے، اور ریح روح کو کھینچ لیتی ہے اور پھر روح بدن میں واپس نہیں آتی، ہاں جب قیامت برپا ہوگی تو روح دوبارہ بدن میں داخل ہوگی"۔

2۔ اے سائل! تو نے دریافت کیا کہ انسان کو نسیان کیسے ہوتا ہے اور یادداشت کیسے واپس آتی ہے ؟

تو پھر سن لے! انسان کا دل ایک ڈبیہ میں ہوتا ہے اور ڈبیہ پر ڈھکن ہوتا

ہے ، جب کوئی شخص محمدؐ اور آلِ محمدؑ پر کامل درود بھیجتا ہے تو ڈھکنا جدا ہو جاتا ہے اور دل روشن ہو جاتا ہے اور یوں انسان کو بھولی ہوئی بات یاد آ جاتی ہے اور اگر کوئی شخص محمدؐ و آلِ محمدؑ پر درود نہ بھیجے یا ناقص درود بھیجے تو وہ ڈھکنا اس دل پر مضبوطی سے جم جاتا ہے اس سے دل تاریک ہو جاتا ہے اور جو چیز انسان کو یاد بھی ہوتی ہے تو وہ بھی بھول جاتا ہے"۔

3۔" اے سائل ! تو نے دریافت کیا کہ بچہ اپنے والد و چچا کا ہم شکل کیوں ہوتا ہے اور اپنے ماموں کا ہم شکل کیوں ہوتا ہے ؟

تیرے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زوجہ سے مطمئن دل اور پرسکون رگوں اور غیر مضطرب بدن کے ساتھ مجامعت کرتا ہے اور نطفہ بیوی کے رحم میں ٹھہرتا ہے تو پیدا ہونے والا بچہ اپنے والد اور والدہ کا ہم شکل ہوتا ہے"۔

یہ جواب سن کر سائل نے کہا :

اشهد ان لا اله الاالله۔

" میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے"

اور میں ہمیشہ سے یہ گواہی دیتا تھا۔

پھر کہا :

اشهد ان محمد رسول الله۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ص) اللہ کے رسول ہیں"

اور میں ہمیشہ سے یہ گواہی دیتا تھا۔

اس نے امیر المومنین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا :

اشهد انك وصی رسوله والقائم بحجته۔

" میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام رسول خدا کے وصی اور ان کی حجت کو قائم کرنے والے ہیں"۔

اور میں ہمیشہ سے یہ گواہی دیتا رہا ہوں۔

پھر اس نے حسن مجتبیٰ کی طرف اشارہ کرکے کہا:۔

واشهد انك وصيه و القائم بحجته بعدك۔

" اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان کے وصی ہیں اور امیرالمومنینؑ کے بعد ان کی حجت کو قائم کرنے والا ہے۔"

پھر اس نے تمام ائمہ کی امامت کی گواہی دیتے ہوئے کہا:۔

واشهدان الحسين بن على وصى ابيك والقائم بحجته بعدك
واشهد على على بن الحسين انه القائم بامر الحسين بعده ،
واشهد على محمد بن على انه القائم بامر على بن الحسين بعده،
واشهد على جعفر بن محمد انه القائم بامر محمد بن على ،
واشهد على موسٰى بن جعفر انه القائم بامر جعفر بن محمد ،
واشهد على على بن موسٰى انه القائم بامر موسٰى بن جعفر ،
واشهد على محمد بن على انه القائم بامر على بن موسٰى ،
واشهد على على بن محمد انه القائم بامر محمد بن على ،
واشهد على الحسن بن على انه القائم بامر على بن محمد ،
واشهد على رجل من ولد الحسن بن على لا يكنى و لا يسمّٰى حتّٰى يظهر فى الارض امره فيملأُها عدلاً كما ملئت جوراً ، انه القائم بامر الحسن بن على والسلام عليك يا امير المؤمنين و رحمته الله و بركاته ۔

" میں گواہی دیتا ہوں کہ حسین بن علیؑ آپ کے والد کے وصی اور آپ کے بعد ان کی حجت کو قائم کرنے والے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی بن حسینؑ ، حسینؑ کے بعد ان کے قائم مقام ہیں اور میں محمد بن علیؑ کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ

وہ علی بن الحسین کے قائم مقام ہیں اور میں جعفر بن محمد کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ محمد بن علی کے قائم مقام ہیں اور میں موسیٰ بن جعفر کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ جعفر بن محمد کے قائم مقام ہیں اور میں علی بن موسیٰ کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ موسیٰ بن جعفر کے قائم مقام ہیں اور میں محمد بن علی کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ علی بن موسیٰ کے قائم مقام ہیں اور میں علی بن محمد کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ محمد بن علی کے قائم مقام ہیں اور میں حسن بن علی کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ علی بن محمد کے قائم مقام ہیں اور میں حسن بن علی کے فرزند کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ جس کی کنیت اور نام لینا جائز نہیں جب تک زمین پر ان کا ظہور نہ ہو جائے اور وہ زمین کو عدل سے ایسے بھریں گے جیسا کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہو گی ، وہ حسن بن علی کے قائم مقام ہیں ، امیر المومنین آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلا گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے فرمایا :۔

ابو محمد ! اس پر نظر رکھو یہ کہاں جاتا ہے ؟

حسن علیہ السلام اس کے دیکھنے کے لیئے باہر آئے ، حسن علیہ السلام کا بیان ہے کہ اس شخص نے جیسے ہی مسجد سے باہر قدم رکھا نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور خدا جانے کس زمین پر چلا گیا۔

حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے واپس آ کر امیر المومنین علیہ السلام کو اس کی اطلاع دی۔

حضرت علیہ السلام نے فرمایا :۔

ابو محمد ! جانتے ہو یہ کون تھا ؟

حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے عرض کی :۔

خدا ، رسولؐ اور امیر المومنینؑ بہتر جانتے ہیں۔

حضرت علیہ السلام نے فرمایا :-

یہ خضر علیہ السلام تھے۔

۳۶ ۔ (بحذف اسناد) عبدالرحمن بن سلیط نے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہے ۔ آپؑ نے فرمایا :-

" ہم میں بارہ ہدایت یافتہ موجود ہیں ، ان کا پہلا فرد امیر المومنین علیہ السلام اور ان کا آخری فرد میرا نواں بیٹا قائم بالحق ہے ، اس کے ذریعہ سے اللہ زمین کو موت کے بعد از سر نو زندگی عطا کرے گا ، اور اس کے ذریعہ سے دین حق کو تمام ادیان پر غلبہ عطا کرے گا ، اگرچہ مشرکین کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

میرے اس بیٹے کی غیبت ہوگی جس میں کئی اقوام مرتد ہو جائیں گی اور اللہ کچھ لوگوں کو دین پر قائم رکھے گا ، انہیں اذیتیں دی جائیں گی اور لوگ ان سے کہیں گے۔

اگر تم سچے ہو تو بتاؤ تمہارا امام کب آئے گا ؟"

" آگاہ رہو! ان کے زمانہ غیبت میں اذیت و تکذیب برداشت کرنے والے کو وہی درجہ حاصل ہوگا جو رسول خداؐ کے سامنے تلوار سے جہاد کرنے والے کو حاصل ہے"۔

۳۷ ۔ (بحذف اسناد) ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا :-

" ہم میں بارہ مہدی ہیں ، جن میں سے چھ گزر چکے ہیں اور چھ باقی ہیں اور چھٹے کے متعلق اللہ جو چاہے گا ، سرانجام دے گا۔"

اس مفہوم کی روایات کو میں نے اپنی کتاب " کمال الدین وتمام النعمہ فی اثبات الغیبۃ وکشف الحیرۃ " میں جمع کیا ہے۔

باب 7

امام موسیٰ کاظمؑ، ہارون الرشید و موسیٰ بن مہدی

۱۔(محذف اسناد) صالح بن علی بن عطیہ کہتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری اور بغداد روانگی کی وجہ یہ ہے۔

ہارون الرشید کے چودہ بیٹے تھے اور اس نے حکومت کے لیئے اپنے تین بیٹوں محمد بن زبیدہ، عبداللہ بن مامون اور قاسم مؤتمن کا انتخاب کیا اور قرار یہ پایا کہ زبیدہ کا بیٹا محمد امین، ہارون کا بلافصل جانشین ہو گا اور امین کے بعد اقتدار مامون کو سونپا جائے گا اور مامون کے بعد حکومت قاسم مؤتمن کے حوالے کی جائے گی۔

ہارون نے اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیئے مکہ کا سفر کیا اور تمام عمالِ حکومت اور معززین علاقہ اور علماء اور خطباء کو خط لکھ کر مطلع کیا گیا کہ وہ حج کے لیئے مکہ آئیں اور ہارون الرشید کا اہم اعلان سنیں اور پھر ہر خاص و عام کو اس سے مطلع کریں۔

ہارون الرشید نے مکہ کے لیئے مدینہ منورہ کا راستہ منتخب کیا، علی بن محمد نوفلی کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ یحییٰ بن خالد برمکی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی چغلی کھائی اور ان کی گرفتاری میں اس نے کلیدی کردار سرانجام دیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے محمد امین ابن زبیدہ کا اتالیق جعفر بن محمد بن اشعث (محمد اشعث خ ل) کو مقرر کیا تھا اور وہ انتہائی ذہین و فطین اور امور مملکت کے رازوں سے واقفیت رکھنے والا انسان تھا، یحییٰ برمکی نے سوچا کہ ہارون کے بعد اگر حکومت محمد امین کے ہاتھوں میں چلی گئی تو پھر وہ اپنے اتالیق جعفر بن محمد کو اپنا وزیر مقرر کرے گا اور آل برمک کی حیثیت صفر ہو کر رہ جائے گی، چنانچہ اس نے سب سے پہلے جعفر بن محمد سے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔

واضح رہے کہ جعفر بن محمد کا تعلق مذہب شیعہ سے تھا اور وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا عقیدت منداور پیروکار تھا لیکن حکومت کی سختی کی وجہ سے وہ اپنے مذہب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا تھا۔

یحییٰ نے جعفر بن محمد سے دوستی گانٹھی اور اس سے کہا کہ میں بھی دلی طور پر مذہب شیعہ سے منسلک ہوں لیکن حکومتی مجبوریوں کی وجہ سے مذہب کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا، اور یوں آہستہ آہستہ اس نے جعفر بن محمد کا اعتماد حاصل کر لیا اور اس سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق معلومات حاصل کیں اور جعفر نے اسے باتوں باتوں میں بتایا کہ وہ شدت سے خمس کی پابندی کرتا ہے اور تمام تر خمس امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کرتا رہتا ہے۔

ہارون الرشید جعفر بن محمد کا احترام کرتا تھا، الغرض حکومتی قافلہ مدینہ پہنچا اور ہارون نے جعفر کو طلب کیا اور اس کی خدمات کے عوض اسے بیس ہزار دینار بطور انعام دیے۔

یحییٰ جو کہ موقع کی تاک میں تھا، رات کے وقت ہارون کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ میرے الفاظ کو حسد پر محمول نہ کریں تو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جعفر بن محمد کا تعلق مذہب شیعہ سے ہے اور وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ارادت مند ہے اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے اسے جو انعام دیا ہے اس نے اس میں سے پانچواں حصہ نکال کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بھیج دیا ہے۔

ہارون نے رات کے وقت ہی جعفر کو طلب کیا اور جیسے ہی جعفر نے اپنی طلبی کا حکم سنا تو اسے یقین ہو گیا کہ حاسدوں نے اس کے خلاف خلیفہ کے کان بھرے ہیں اور اس وقت ہارون نے اسے قتل کی غرض سے بلایا ہے۔

جعفر بن محمد نے غسل کیا، اور اپنے جسم پر کافور ملا اور کفن پہنا اور کفن کو چھپانے کے لیئے اوپر ایک قمیص پہنی اور دربار ہارون میں آ کر پیش ہوا۔

جب ہارون نے کافور کی خوشبو محسوس کی اور کفن کو دیکھا تو جعفر سے کہا کہ

تو نے ایسا کیوں کیا؟

جعفر نے کہا:۔

معلوم ہوتا ہے کہ میرے حاسدوں نے اپنا کام سرانجام دے دیا ہے اور رات کے اس وقت آپ کے طلب کرنے کا مقصد موت کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

ہارون الرشید نے کہا :۔

نہیں ،ایسی کوئی بات نہیں ،البتہ مجھے تجھ سے شکوہ ہے کہ تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا عقیدت مند ہے اور اپنے مال کا خمس ان کے پاس روانہ کرتا ہے اور میں نے تمہیں جو تیس ہزار دینار دیئے ہیں تو نے ان کا خمس بھی ان کے پاس روانہ کیا ہے۔

جعفر بن محمد نے کہا:۔

اللہ اکبر ! آپ اپنے کسی خادم کو طلب کریں، میں اسے اپنی انگوٹھی بطور نشانی دے کر روانہ کرتا ہوں ، وہ آپ کی عطا کردہ دونوں تھیلیاں لے کر ابھی آ جائے گا اور آپ خود دیکھیں گے کہ ان کی مہر بھی ابھی تک نہیں ٹوٹی۔

چنانچہ ہارون نے اپنے ایک نوکر کو بلایا اور اس سے کہا کہ جعفر کی انگوٹھی لے کر جاؤ اور اس کے خیمہ سے دو تھیلیاں لے کر آؤ۔

جعفر نے اپنی انگوٹھی دی اور کہا :۔

تم میری یہ انگوٹھی لے کر جاؤ اور میری فلاں کنیز کو یہ انگوٹھی دکھا کر دونوں تھیلیاں لے آؤ۔

چنانچہ نوکر گیا اور کچھ دیر بعد دونوں تھیلیاں لے کر آ گیا اور ان پہ مہر بھی بدستور لگی ہوئی تھی۔

جب ہارون نے تھیلیاں دیکھیں تو اسے یقین ہو گیا کہ جعفر بن محمد بے قصور ہے۔

جعفر بن محمد نے کہا :۔

علی بن اسماعیل نے جواب دیا۔

کیوں نہیں! مجھے ان کی تمام سرگرمیوں کا بخوبی علم ہے، ان کے پاس خمس کی بے تحاشا دولت ہے، انہوں نے چند روز پہلے بشریہ نامی جائیداد خریدی جس کی قیمت تیس ہزار دینار طے ہوئی لیکن عین موقع پر بائع نے اس قیمت پر جائیداد دینے سے انکار کردیا اور زیادہ رقم طلب کی تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بلا تامل اس کی منہ مانگی رقم اس کے حوالہ کردی، الغرض اس نے اس طرح کی بہت سی باتیں کیں۔

جب ہارون الرشید عراق کی جانب واپس جانے لگا تو علی بن اسماعیل بھی اس کے قافلہ کے ہمراہ تیار ہونے لگا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو پتہ چلا تو آپ نے اسے بلا کر فرمایا:۔

تو بادشاہ کے ساتھ عراق کیوں جانا چاہتا ہے؟

اس نے کہا:۔

میں نے لوگوں کا بہت سا قرض دینا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

میں تمہارا قرضہ ادا کروں گا۔

اس نے کہا:۔

میرے بیوی بچے بھی ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

ان کا سارا خرچ میں ادا کروں گا۔

اس کے باوجود جب وہ مدینہ رکنے پر آمادہ نہ ہوا تو امام علیہ السلام نے اس کے بھائی محمد بن اسماعیل بن جعفر کے ہاتھ تین سو دینار اور چار ہزار درہم روانہ کیے، اور پیغام بھیجا کہ اس سے اپنے اخراجات چلاؤ اور میرے بچوں کو یتیم نہ کرو۔

۲۔(محذوف اسناد) علی بن جعفر سے روایت ہے کہ میرے پاس محمد بن اسماعیل

بن جعفر صادق علیہ السلام آئے اور مجھ سے کہا کہ محمد بن جعفر صادق علیہ السلام، ہارون الرشید کے دربار میں گئے اور اسے خلیفہ کہہ کر سلام کیا بعد ازاں اس سے کہا۔

زمین پر بیک وقت میں دو خلیفے نہیں ہو سکتے، مجھے تعجب ہے کہ میرے بھائی موسیٰ بن جعفر کو بھی لوگ خلیفہ کہہ کر سلام کرتے ہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی چغل خوری کرنے میں بھی یعقوب بن داؤد کا بھی اہم کردار ہے، وہ زیدی نظریات رکھتا تھا۔

۳۔(محذف اسناد) ابراہیم بن ابی البلاد کا بیان ہے کہ یعقوب بن داود نے امامت کا دعویٰ کیا تھا اور جس رات کی صبح امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کیا گیا تھا، اس رات میں اس کے پاس گیا تھا، تو اس نے مجھے بتایا کہ میں ابھی وزیر یحییٰ بن خالد برمکی کے پاس موجود تھا تو اس نے کہا کہ میں نے ہارون الرشید کو دیکھا کہ وہ رسول خداؐ کی قبر اطہر پر کھڑا ہو کر یہ کہہ رہا تھا۔

یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، میں نے ایک کام کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اس کے لیئے میں آپؐ سے معذرت خواہ ہوں، میں نے موسیٰ بن جعفر کو گرفتار کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

مجھے اس کے متعلق خطرہ ہے کہ اگر میں نے اس کو گرفتار نہ کیا تو وہ خلافت کے حصول کے لیئے تیری امت میں جنگ برپا کر دے گا۔

صبح کے وقت ہارون نے فضل بن ربیع کو امام علیہ السلام کی گرفتاری کے لیئے روانہ کیا، اس وقت امام علیہ السلام مقام رسولؐ پہ نماز ادا کر رہے تھے، اس نے آپ کو نماز کی حالت میں گرفتار کر لیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی رہائی

۴۔(محذوف اسناد) عبداللہ بن صالح کہتے ہیں کہ فضل بن ربیع کے ایک ساتھی نے فضل بن ربیع کی زبانی مجھ سے یہ روایت کی ہے۔

فضل بن ربیع کہتے ہیں :۔

ایک رات میں اپنی ایک کنیز کے ساتھ محو استراحت تھا کہ دروازہ کھٹکنے کی آواز آئی ، میری کنیز نے کہا کہ یہ ہوا کی وجہ سے ہے۔

چنانچہ میں نے کوئی توجہ نہ دی ،پھر اچانک دیکھا کہ ہارون الرشید کا مخصوص خادم مسرور کبیر میرے گھر میں داخل ہوا اور مجھ سے کہا کہ اس وقت تجھے خلیفہ نے یاد کیا ہے۔

بے وقت بلاوے کی وجہ سے میں بے حد پریشان ہوا اور مجھے یقین ہو گیا کہ ہارون مجھے قتل کرانا چاہتا ہے ،ادھر میں حالت جنابت میں تھا ، سوچا کہ غسل جنابت کرلوں۔

میری کنیز نے میری پریشانی دیکھی تو کہنے لگی :۔

”خدا پر بھروسہ کرو اور بے خوف وخطر چلے جاؤ“۔

بہر نوع میں نے کپڑے بدلے اور کانپتے ہوئے دل اور لرزتے ہوئے پاؤں کے ساتھ خلیفہ کے سامنے جا پہنچا ، اس وقت خلیفہ اپنی خواب گاہ میں بیٹھا ہوا تھا ، جب میری نظر اس پر پڑی تو میں اتنا مرعوب ہوا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

جب میں ہوش میں آیا تو خلیفہ نے کہا :۔

معلوم ہوتا ہے کہ تو اس وقت سخت مرعوب ہے۔

میں نے کہا :۔

”جی ہاں !“

اس نے کہا :۔

"سانس لے لو ، اور اپنے اعصاب ٹھیک کر لو پھر میں تمہیں ایک کام بتاؤں گا"۔

جب میرے حواس بحال ہوئے تو ہارون نے کہا :۔

تم اس وقت زندان چلے جاؤ اور موسیٰ بن جعفر بن محمد کو زندان سے رہا کرو اور ہماری طرف سے تمیں ہزار درہم اور پانچ پوشاکیں اور سواری کے لیئے تین بہترین جانور بھی ان کے حوالے کرو ، اور ہماری طرف سے انہیں یہ اختیار بھی دے دو کہ چاہیں تو ہمارے ہاں قیام کریں اور اگر کسی اور مقام پر جانا چاہتے ہوں تو بھی ہماری طرف سے انہیں اس کی مکمل اجازت ہے ۔

فضل بن ربیع نے ازراہ تعجب کہا :۔

خلیفہ صاحب ! کیا آپ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو واقعاً رہا کر رہے ہیں؟

خلیفہ نے کہا :۔

ہاں ! میں انہیں رہا کرتا ہوں تا کہ میں عہد شکنی کا مرتکب قرار نہ پاؤں۔

میں نے پوچھا :۔

آپ کون سے عہد و پیمان کا ذکر کر رہے ہیں؟

ہارون نے کہا :۔

آج رات میں اسی جگہ سویا ہوا تھا کہ ایک کالی رنگت رکھنے والے شخص نے میرا گلہ دبانا شروع کر دیا اور پھر وہ میرے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور مجھ سے کہنے لگا۔

" تو نے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو ناحق کیوں قید کیا ہے؟"

میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں موسیٰ بن جعفر (علیہ السلام) کو رہائی دیتا ہوں اور انہیں ایک خطیر رقم کے علاوہ چند پوشاکیں دے کر آزاد کرتا ہوں۔

چنانچہ مجھ سے محکم عہد و پیمان لے کر وہ رخصت ہوا اور مجھے یقین ہے کہ

اگر میں اس سے یہ عہد و پیمان نہ کرتا تو وہ مجھے ہلاک کر ڈالتا۔

فضل بن ربیع کہتے ہے کہ میں پھر زندان گیا اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر دیکھا تو امام علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، جب انہوں نے اپنی نماز مکمل کی تو میں نے انہیں خلیفہ کا سلام پہنچایا اور انہیں ان کی رہائی اور انعام و اکرام کی خبر دی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

" اگر تجھے اس کے علاوہ کوئی اور حکم دیا گیا ہے تو اسے بھی تم سر انجام دے سکتے ہو"۔

میں نے عرض کی۔

مجھے آپ کے جد اطہر رسول خداؐ کی قسم! مجھے اس کے علاوہ اور کوئی حکم نہیں دیا گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

" تو پھر میرے لیئے رہائی ہی کافی ہے، مجھے ہارون کی پوشاکوں اور رقم اور سواریوں کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ان تمام چیزوں میں افراد امت کا حصہ شامل ہے"۔

فضل بن ربیع کہتا ہے میں نے ان سے عرض کی :۔

"خدا کے لیئے آپؑ یہ انعام و اکرام ہرگز نہ ٹھکرائیں کیونکہ اس سے حاکم ناراض ہو جائے گا"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

"پھر جیسا مناسب سمجھو وہی کچھ کرو"۔

پھر میں امام علیہ السلام کو زندان سے باہر لے آیا اور ان کی خدمت میں عرض کی کہ خدا کے واسطہ سے مجھے یہ بتائیں کہ آپؑ نے وہ کون سا عمل کیا ہے کہ جس کی

وجہ سے ہارون آپ کو رہا کرنے پر مجبور ہو گیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"بدھ کی شب عالم خواب میں مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی"۔

انہوں نے فرمایا:۔

"موسیٰ تو بے گناہ قیدی ہے"

میں نے عرض کیا:۔

"جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! میں بے گناہ قیدی ہوں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تین مرتبہ مذکورہ جملہ دہرایا اور ہر بار میں نے بھی ایک سا جواب دیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ (الانبیاء۔۱۱۱)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔

کل روزہ رکھنا اور جمعرات اور جمعہ کو بھی روزہ رکھنا اور افطار کے وقت بارہ رکعت نماز پڑھنا، ہر رکعت میں سورۃ الحمد کے بعد بارہ مرتبہ سورۃ قل ھو اللہ احد کی تلاوت کرنا اور سجدہ میں یہ دعا پڑھنا۔

یَا سَابِقَ الْفَوْتِ وَیَا سَامِعَ کُلِّ صَوْتٍ یَا مُحْیِیَ الْعِظَامِ وَھِیَ رَمِیْمٌ بَعْدَ الْمَوْتِ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْعَظِیْمِ الْاَعْظَمِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِهِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَنْ تَجْعَلَ لِیَ الْفَرَجَ مِمَّا اَنَا فِیْهِ ۔

"اے موت سے پہلے موجود!، اے ہر آواز کو سننے والے!، اے ہڈیوں کو زندہ کرنے والے! جب کہ وہ موت کے بعد راکھ ہو جانے والی ہیں۔ میں تجھ سے تیرے اسم اعظم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ تو محمدؐ پر درود

بھیج جو تیرا بندہ اور تیرا رسولؐ ہے اور ان کے اھل بیت طیبین علیھم السلام پر درود بھیج ۔ تو میرے لیے آسائش کے اسباب مہیا فرما جن میں، میں پُر سکون رہ سکوں "۔

چنانچہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرمان پر عمل کیا جس کا نتیجہ تیرے سامنے موجود ہے۔

۵۔(محذوف اسناد) فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ میں ہارون الرشید کا حاجب تھا ،ایک دن ہارون انتہائی غصہ کے عالم میں میرے پاس آیا اور اس وقت اس کے ہاتھ میں تلوار تھی جسے وہ اپنے ہاتھوں سے پٹنا رہا تھا اور اس نے آتے ہی مجھ سے کہا :

فضل ! مجھے میری قرابت رسول کا واسطہ ! اگر تو میرے ابن عم کو ابھی یہاں نہ لے کر آیا تو میں تیری گردن پکڑ لوں گا (تجھے قتل کردوں گا)۔

فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ میں نے کہا : آپ کے کون سے ابن عم کو لے کر آؤں ؟

ہارون نے کہا : اس حجازی کو لے آؤ۔

فضل نے کہا : کون سا حجازی ؟

ہارون الرشید نے کہا : موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کو لے آؤ ۔

فضل کہتے ہیں: میں یہ حکم سن کر گھبرا گیا کیونکہ مجھے یقین ہوگیا کہ ہارون امام علیہ السلام کو شہید کردے گا اور اس گناہ میں میرا بھی ایک حصہ ہو گا، لیکن رعب شاہی کی وجہ سے مجھ میں انکار کی گنجائش نہ تھی۔

اور میں نے کہا : میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا ۔

پھر ہارون نے کہا : دو کوڑے اور دو جلاد بھی میرے پاس پہنچاؤ۔

چنانچہ حسب الحکم میں نے دو کوڑے اور دو جلاد بھی ہارون کے پاس پہنچا دیئے۔

بعد ازاں میں ابو ابراہیم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مکان پر گیا تو وہ کھجور کے عام شہتیروں کا بنا ہوا ایک معمولی سا مکان تھا اور دروازے پر سیاہ فام غلام موجود تھا۔

میں نے اس سے کہا: اپنے آقا کو میرے آنے کی اطلاع کردو۔

غلام نے کہا: ان کے دروازے پر کوئی دربان اور حاجب نہیں ہے، تو جاسکتا ہے۔

چنانچہ جب میں مکان میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے ایک سیاہ فام غلام ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک مقراض ہے اور وہ اس مقراض سے حضرتؑ کی پیشانی اور ناک کا وہ مردہ گوشت کاٹ رہا ہے جو کثرت سجود سے پیدا ہوگیا تھا۔

میں نے حضرتؑ کو سلام کیا اور انہیں کہا کہ ہارون انہیں اپنے دربار میں طلب کر رہا ہے۔

یہ سن کر انھوں نے کہا: بھلا رشید سے میرا کیا تعلق ہے، کیا اتنی نعمات پاکر بھی وہ مجھے فراموش کرنے پر آمادہ نہیں ہے؟

پھر تیزی سے اٹھے اور فرمایا:۔

میرے نانا رسول خداؐ کا فرمان ہے۔

"تقیہ کی حالت میں حاکم کی اطاعت لازمی ہے"

میں نے ان سے کہا: آپ اپنے آپ کو سزا کے لیئے تیار کرلیں کیونکہ بادشاہ سخت غصہ میں نظر آرہا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تو کیا میرے ساتھ وہ نہیں ہے جو دنیا اور آخرت کا مالک ہے؟ اور آج وہ مجھے ہرگز کوئی تکلیف نہیں دے سکے گا۔

فضل بن ربیع کہتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ انھوں نے اپنے ہاتھ کو تین بار سر کے گرد پھیرا اور زیر لب کچھ کلمات کہے پھر میں انہیں لے کر ہارون کے دروازے

پر آیا اور انہیں باہر کھڑا کر کے خود اندر چلا گیا، اور جب میں اندر داخل ہوا تو ہارون ایک پسر مردہ ماں کی طرح حیران و سرگرداں کھڑا تھا، مجھے دیکھ کر کہا۔

فضل! کیا تو میرے ابن عم کو لے آیا ہے؟

فضل نے کہا: جی ہاں! میں انہیں لے آیا ہوں۔

ہارون نے کہا: راستہ میں تو نے انہیں خوفزدہ تو نہیں کیا؟

فضل نے کہا: نہیں! میں نے انہیں خوف زدہ نہیں کیا۔

پھر ہارون نے کہا: کیا تو نے یہ تو نہیں کہا کہ میں سخت غصہ میں ہوں؟

یہ سچ ہے کہ چند لمحات قبل مجھے سخت غصہ تھا لیکن اب میں نے اپنے غصہ پر قابو پا لیا ہے، اب تم میرے ابن عم کو میرے پاس لے آؤ۔

چنانچہ میں امام علیہ السلام کو لے کر اس کے سامنے پہنچا تو جیسے ہی امام علیہ السلام پر اس کی نظر پڑی تو تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور انہیں گلے لگا کر کہا:

میں اپنے ابن عم اور بھائی اور وارث نعمت کو خوش آمدید کہتا ہوں، پھر اس نے امام علیہ السلام کو اپنے قریب بٹھایا اور کہا:

آپ ہم سے ملاقات کرنے کیوں نہیں آتے؟

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: تیری حدود سلطنت کی وسعت اور تیری حب دنیا کی وجہ سے ہم آپ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتے۔

پھر ہارون نے حکم دیا کہ قیمتی مرصع برتن لایا جائے چنانچہ اس کے سامنے قیمتی دھاتوں سے مرصع صراحی لائی گئی، پھر ہارون نے حکم دیا کہ چند پوشاکیں اور دیناروں سے بھری ہوئی دو تھیلیاں پیش کی جائیں، اور جب تمام اشیاء جمع ہو گئیں تو ہارون نے وہ تمام چیزیں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نذر کیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اولاد ابوطالب میں سے کچھ کنوارے ایسے موجود ہیں جن کی نسل کے معدوم ہونے کا اندیشہ ہے، اور جن کے نکاح اور حق مہر کی ذمہ داری

مجھ پر ہے، اگر وہ نہ ہوتے تو میں یہ رقم کبھی قبول نہ کرتا۔

پھر امام علیہ السلام **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ** کہہ کر چلے گئے۔

فضل کہتے ہیں: میں نے ہارون الرشید سے کہا آپ تو انہیں سزا دینا چاہتے تھے لیکن آپ نے انہیں انعام دے کر کیوں رخصت کیا؟

یہ سن کر ہارون الرشید نے کہا: جب تو انہیں بلانے کے لیئے گئے تو میں نے دیکھا کہ بہت سے افراد میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اور انہوں نے ان نیزوں کو میرے صحن میں یوں نصب کیا جیسا کہ نیزے اس حویلی میں اگے ہوئے ہوں اور انہوں نے مجھ سے کہا۔

"اگر فرزند رسول کو کوئی اذیت پہنچی تو ہم تجھے تیرے محل سمیت زمین میں دھنسا دیں گے، اور اگر تم نے فرزند رسول سے اچھا سلوک کیا تو ہم تجھے کچھ نہیں کہیں گے"۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ نیک سلوک روا رکھا۔

فضل کہتے ہیں: پھر میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا:

ہارون سخت غصہ میں تھا تجانے اس نے آپ سے بھلائی کیسے کی اور اللہ نے آپ کو اس کے شر سے محفوظ رکھ لیا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اپنے دادا امیرالمومنین علیہ السلام کی وہ دعا پڑھی تھی جسے "کفایۃ البلاء" کہا جاتا ہے، اور امیرالمومنین علیہ السلام جب بھی کسی دشمن کے مقابلہ میں وارد ہوتے تو آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے اور وہ دعا یہ ہے۔

بلا اور دشمن کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا

اَللّٰھُمَّ بِکَ اُسَاوِرُ وَبِکَ اُجَادِلُ وَبِکَ اَصُوْلُ وَبِکَ اَنْتَصِرُ وَ

بِكَ اَمُوتُ وَ بِكَ اَحْيٰی ، اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ ، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ خَلَقْتَنِیْ وَ رَزَقْتَنِیْ وَ سَرَّرْتَنِیْ وَ سَتَرْتَنِیْ مِنْ بَیْنِ الْعِبَادِ بِلُطْفِكَ وَ خَوَّلْتَنِیْ اِذَا هَرَبْتُ رَدَدْتَنِیْ ، وَ اِذَا عَثَرْتُ اَقَلْتَنِیْ ، وَ اِذَا مَرِضْتُ شَفَیْتَنِیْ وَ اِذَا دَعَوْتُكَ اَجَبْتَنِیْ یَا سَیِّدِیْ اِرْضَ عَنِّیْ فَقَدْ اَرْضَیْتَنِیْ

"اے پروردگار! میں تیری وجہ سے خوش رہتا ہوں اور تیرے لیے ہی جنگ کرتا ہوں اور تجھ ہی سے ضد چاہتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد کا طلبگار ہوں۔ اور تو ہی موت دینے والا ہے اور تو زندگی عطا کرتا ہے اور میں نے اپنے تمام امور تیرے سپرد کر دیئے ہیں۔ کوئی حصار اور کوئی طاقت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی ذات جو اعلیٰ ہے اور عظیم ہے۔

اے پروردگار! تو نے مجھے خلق کیا اور تو ہی مجھے رزق دینے والا ہے اور تو ہی نے مجھے خوشیاں عطا کی ہیں اور تو نے اپنے لطف و کرم سے میرے گناہ اپنے بندوں سے چھپا دیئے ہیں۔ اور تو نے مجھ حوصلہ دیا ، جب میں سرگرداں بھاگ رہا تھا تو نے مجھے اپنے مقام پر لوٹا دیا۔ اور جب میں بے سہارا ہوا تو تو نے مجھے سہارا دیا اور جب میں مریض ہوا تو تو نے مجھے شفا بخشی اور جب میں تجھے پکارتا تھا تو تو مجھے جواب دیتا تھا۔ اے میرے سردار! میں تجھ سے راضی ہوں بس تو مجھ سے راضی ہو جا۔"

قاضی ابو یوسف اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

٦۔(حذف اسناد) عثمان بن عیسیٰ نے اپنے اصحاب سے روایت کی کہ ایک دن قاضی ابو یوسف نے مہدی عباسی سے کہا کہ سامنے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بیٹھے ہیں، اگر آپ کی اجازت ہو تو میں ان سے ایسا مسئلہ پوچھوں جس کے جواب سے

وہ عاجز ہوا۔

مہدی عباسی نے کہا : ہاں ! تجھے اجازت ہے۔

ابو یوسف نے کہا : آپ یہ بتائیں کہ حالت احرام میں اپنے اوپر سایہ کرنا درست ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا : " درست نہیں ہے "

ابو یوسف نے کہا : اگر زمین پر خیمہ لگا دیا جائے اور محرم (حالت احرام والا شخص) اس میں داخل ہو جائے تو اس کے لیئے کیا حکم ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا : " اس میں کوئی عیب نہیں ہے "

قاضی ابو یوسف نے کہا : ان دونوں صورتوں میں کیا فرق ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا : " اچھا یہ بتاؤ کہ حائض اپنے ایام کی نماز کی قضا بجا لائے گی ؟ "

قاضی ابو یوسف نے کہا : نہیں !

امام علیہ السلام نے فرمایا : تو کیا حائض روزوں کی قضا بجا لائے گی ؟

قاضی ابو یوسف نے کہا : جی ہاں !

امام علیہ السلام نے فرمایا : اس کی وجہ کیا ہے ؟

قاضی ابو یوسف نے کہا : شریعت کی تعلیم یہی ہے ، ہمیں اس کی پابندی کرنی چاہیئے۔

امام علیہ السلام نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے فرمایا ۔

" احرام کے مسائل میں بھی شریعت کی تعلیم یہی ہے ، اس کے لیئے کسی قیاس کو خاطر میں نہیں لانا چاہیئے ۔ "

مہدی عباسی جو کہ بڑی دلچسپی سے یہ بحث سن رہا تھا۔

اس نے قاضی ابو یوسف سے کہا : تو نہیں لاجواب تو نہیں کر سکا۔

ابو یوسف نے کہا: اس نے مجھے ایسا پتھر مارا جس سے میرے دماغ کے ٹکڑے تک اڑ گئے۔

موسیٰ بن مہدی اور امام موسیٰ کاظمؑ

۷۔(بحذف اسناد) علی بن یقطین سے مروی ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو پتہ چلا کہ موسیٰ بن مہدی عباسی ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا چاہتا ہے تو انہوں نے اپنے خاندان کے افراد کو جمع کیا اور ان سے مشورہ لیا۔

ان میں سے اکثر افراد نے یہ مشورہ دیا کہ آپؑ چند دنوں کے لیئے روپوش اختیار کرلیں کیونکہ موسیٰ بن مہدی پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

یہ سن کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مسکرائے اور یہ شعر پڑھا۔

زعمت سخينة ان ستغلب ربها

وليغلبن مغالب الغلاب

"قریش کا خیال ہے کہ وہ اپنے رب پر غالب آجائیں گے، جبکہ ہمیشہ غالب آنے والا ہی غالب رہے گا"۔

پھر آپؑ نے آسمان کی جانب رخ اٹھایا اور یہ دعا پڑھی۔

دشمن سے امان پانے کی دعا

اَللّٰهُمَّ كَمْ مِنْ عَدُوٍّ شَحَذَلِيْ ظَبَةَ مُدْيَتِهٖ وَاَرْهَفَ لِيْ شَبَاحَدِّهٖ، وَدَافَ لِيْ قَوَاتِلَ سُمُوْمِهٖ وَلَمْ تَنَمْ عَنِّيْ عَيْنُ حَرَاسَتِهٖ فَلَمَّا رَاَيْتَ ضَعْفِيْ عَنِ اِحْتِمَالِ الْفَوَادِحِ، وَ عِجْزِيْ ذٰلِكَ عَنْ مُلِمَّاتِ الْحَوَآئِجِ صَرَفْتَ ذٰلِكَ عَنِّيْ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ لَا بِحَوْلِيْ وَ قُوَّتِيْ، فَاَلْقَيْتَهٗ فِي الْحَفِيْرِ الَّذِيْ احْتَفَرَهٗ لِيْ خَآئِبًا مِمَّا اَمَّلَهٗ فِيْ دُنْيَاهُ مُتَبَاعِدًا مِمَّا رَجَاهُ فِيْ اٰخِرَتِهٖ، فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ

قَدْرَ اسْتِحْقَاقِكَ سَيِّدِیْ اَللّٰهُمَّ فَخُذْهُ بِعِزَّتِكَ وَافْلُلْ حَدَّهٗ عَنِّیْ بِقُدْرَتِكَ وَاجْعَلْ لَهٗ شُغْلًا فِیْمَا يَلِيْهِ وَعِجْزًا عَمَّنْ يُنَاوِيْهِ ، اَللّٰهُمَّ وَ اَعِدْنِیْ عَلَيْهِ مِنْ عَدْوَیْ حَاضِرَةً تَكُوْنُ مِنْ غَيْظِیْ شِفَآءً وَمِنْ حَقِّیْ عَلَيْهِ وَفَآءً ، وَصِلِ اللّٰهُمَّ دُعَآئِیْ بِالْاِجَابَةِ وَانْظِمْ شِكَايَتِیْ بِالتَّغْيِيْرِ وَ عَرِّفْهُ عَمَّا قَلِيْلٍ مَا وَعَدْتَ الظَّالِمِيْنَ وَعَرِّفْنِیْ مَا وَعَدْتَ فِیْ اِجَابَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ اِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ وَالْمَنِّ الْكَرِيْمِ ۔

"خدایا! کتنے ہی ایسے دشمن ہیں جنھوں نے میرے لیے اپنی چھری کی دھار کو تیز کیا اور دھار کو خوب چمکایا، اور میرے لیئے مہلک زہروں کو آمادہ کیا، اور اس کی نگاہ رکھنے والی آنکھ مجھ سے غافل نہ ہوئی، اور جب تو نے دیکھا کہ میں ان مشکلات کو برداشت کرنے سے ضعیف ہوں اور نازل ہونے والی حاجات سے عاجز ہوں تو، تو نے اپنی قوت و طاقت سے ان مصائب و آفات کا رخ مجھ سے پھیر دیا، اس میں میری اپنی قوت و طاقت کا کوئی دخل نہیں تھا، اور تو نے اسے اس گڑھے میں گرا دیا جو اس نے میرے لیئے کھودا تھا، اور تو نے اس کو اس کے فریبی ارادوں میں ناکام کر دیا اور دور کے منصوبوں میں اسے نامراد کر دیا۔ تیرے لیئے ہی حمد و سزاوار ہے جتنا کہ تو اس کا مستحق ہے۔

خدایا! تجھے اپنی عزت کا واسطہ اس کا مؤاخذہ فرما اور اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے سے اس کی دھار کو کند کر دے اور اسے اس کے کاموں میں ہی مصروف کر دے اور جو کچھ وہ ارادہ کرتا ہے اس سے اسے عاجز کر دے۔

خدایا! مجھے میرے دشمنوں پر فوری کامیابی عطا فرما جس سے میرے غصہ کو شفا ملے اور میرا اس پر جو حق ہے وہ پورا ہو سکے۔

پروردگارا! میری دعا کو قبولیت کے ساتھ متصل فرما اور میری شکایت کو تبدیلی سے منضم فرما اور تو نے ظالموں سے جس کیفر کردار کا وعدہ کیا ہے وہ اسے جلد دکھا دے اور مظلوم و لاچار لوگوں کی دعا کی مقبولیت کا تو نے جو وعدہ کیا ہے، مجھے جلد دکھا دے،

بے شک تو فضل عظیم اور احسان کریم کا مالک ہے۔"

علی بن یقطین بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد آپؑ کے افراد خاندان اٹھ کر چلے گئے پھر وہ اس خط کے پڑھنے کے لیئے جمع ہوئے جس میں موسیٰ بن مہدی کی موت کی اطلاع دی گئی تھی ،اس واقع کو نظم میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

اخلاط اربعہ کا بیان

۸۔(حذف اسناد) ایک دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہارون کے دربار میں گئے۔

ہارون نے کہا: فرزند رسولؐ! آپؑ طبائع اربعہ کے متعلق ارشاد فرمائیں۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: "جہاں تک ہوا کا تعلق ہے تو یہ تو مدارات کا خیال رکھنے والا بادشاہ ہے اور باقی رہا خون کا معاملہ تو خون بداخلاق غلام کی مانند ہے جو کبھی کبھار اپنے آقا کو قتل کر ڈالتا ہے اور بلغم جھگڑالو دشمن ہے، اگر تو اسے ایک جانب سے بند کرو گے تو وہ دوسری جانب سے نکل آئے گا اور صفرا کی مثال تو زمین جیسی ہے ،جب زمین پر زلزلہ آئے تو وہ اپنے اوپر والی ہر چیز کو تہ و بالا کر کے رکھ دیتی ہے۔"

ہارون آپؑ کی یہ حکمت آمیز گفتگو سن کر بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا۔

آپؑ تو خدا اور رسولؐ کے دانش کے خزانے لوگوں میں لٹا رہے ہیں۔

امام موسیٰ کاظمؑ اور ہارون کا مکالمہ

۹۔(حذف اسناد) ابو احمد ھانی محمد بن محمود العبدی نے ہم سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ محمد بن محمود نے متصل اسناد سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ، آپ علیہ السلام نے فرمایا:۔

جب مجھے رشید کے پاس لے جایا گیا تو میں نے اسے سلام کیا اور اس نے مجھے

سلام کا جواب دیا پھر کہنے لگا:۔

موسیٰ بن جعفرؑ! زمین پر دو خلیفے کیسے ممکن ہیں جن کی طرف خراج لے جایا جاتا ہو؟

میں نے کہا: خدا آپ کو اس سے محفوظ رکھے کہ آپ میرا اور اپنا بوجھ اپنی گردن میں ڈالیں اور ہمارے دشمنوں کی غلط باتوں کو قبول کریں۔ آپ جانتے ہیں کہ وفات پیغمبرؐ کے وقت سے لوگ ہمارے خلاف بہتان تراشی کرتے آ رہے ہیں، اور آپ بھی رسول خداؐ سے قرابت رکھتے ہیں، اسی لیئے اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں۔

ہارون الرشید نے کہا: ہاں! آپ کو اجازت ہے۔

پھر میں نے کہا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

جب رِحم، رِحم سے ملتا ہے تو!

آپؐ نے فرمایا

"جب رحم، رِحم سے ملتا ہے تو اس میں حرکت و اضطراب پیدا ہوتا ہے"

لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں ہارون نے مجھ سے کہا آپؑ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیں اور میرے قریب قریب آ جائیں۔

میں قریب ہوا، اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے سینہ سے کافی دیر تک چمٹائے رکھا، پھر اس نے مجھ سے کہا آپؑ بیٹھ جائیں، آپؑ کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔

میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے، یہ دیکھ کر میں مطمئن ہو گیا۔

ہارون نے کہا: موسیٰ! آپؑ نے سچ کہا اور آپؑ کے جد اطہر رسول خدا صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم نے بھی سچ کہا، میں نے جیسے ہی آپ کو سینہ سے لگایا تو میرا خون متحرک ہوگیا اور میری رگوں میں اضطراب پیدا ہوگیا اور مجھ پر رقت قلب طاری ہوگئی اور میری آنکھیں برسنے لگیں۔

اب میں آپ سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں ،جو کہ مدت سے میرے سینے میں گردش کر رہے ہیں اور اگر آپ نے مجھے ان کے صحیح صحیح جواب دے دیئے تو میں آپ کو آزاد کر دوں گا اور آپ کے متعلق کسی بدخواہ کی بات نہیں سنوں گا او آپ کے متعلق میں نے یہ سنا ہے کہ آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے اسی لیئے مجھے صحیح صحیح جواب دیں اور کسی طرح کے تقیہ کو کام میں مت لائیں۔

میں نے کہا: آپ پہلے یہ وعدہ کریں کہ مجھے امان حاصل ہوگی۔

ہارون نے کہا: میرا وعدہ ہے آپ امان میں رہیں گے۔

اس وقت میں نے کہا: اب جو چاہو سوال کرو۔

بنی فاطمہ اپنے کو ہم سے افضل کیوں سمجھتے ہیں؟

ہارون نے سوال کیا: آپ یہ بتائیں کہ آپ بنی فاطمہ اپنے آپ کو ہم سے افضل کیونکر سمجھتے ہو ،حالانکہ ہمارا خاندان ایک ہے،ہمارا اور تمہارا دادا عبدالمطلب ہے، ہم عباس کی اولاد ہیں اور تم ابوطالب کی اولاد ہو ،عباس اور ابوطالب دونوں بھائی تھے اور دونوں رسول خدا کے یکساں طور پر چچا تھے ،اس کے باوجود تم اپنے آپ کو ہم سے بہتر کیوں سمجھتے ہو ؟

میں نے اس کا جواب یہ دیا: "ہم قرابت میں تم سے زیادہ آنحضرتؐ کے قریب ہیں۔

ہارون نے کہا: بھلا وہ کیسے ؟

میں نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے والد ماجد عبداللہؑ اور ہمارے دادا

ابو طالبؑ ایک ہی ماں کے فرزند تھے جبکہ عباسؓ کی ماں اور تھی۔

اولاد کی موجودگی میں چچا میراث سے محروم رہتا ہے

ہارون نے کہا: اچھا آپؑ یہ بتائیں کہ آپؑ نے وراثت نبویؐ کا دعویٰ کیسے کرلیا؟ جب کہ چچا کی موجودگی میں چچا کا بیٹا میراث حاصل نہیں کرسکتا اور جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو اس وقت ابو طالب وفات پا چکے تھے اور ہمارے دادا عباسؓ زندہ تھے لہذا عباسؓ کی موجودگی میں علی وراثت حاصل نہیں کر سکتے مگر اس کے باوجود آپ لوگ میراث رسولؐ کے دعویدار ہیں، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

میں نے کہا: بادشاہ مجھے اسی سوال کے جواب سے معذور رکھے تو مناسب ہے۔

ہارون نے کہا: نہیں! آپؑ کو ہر صورت میں اس کا جواب دینا ہوگا۔

میں نے کہا: آپ امان کے وعدہ پر قائم ہیں۔

ہارون نے کہا: جی ہاں!

تو میں نے کہا: بادشاہ! تو پھر ہن علی ابن طالبؑ کا وارث کے متعلق ناطق فیصلہ یہ ہے کہ اولاد کی موجودگی میں صرف والدین اور شوہر بیوی میراث حاصل کرسکتے ہیں اور اولاد کی موجودگی میں چچا میراث سے محروم ہوتا ہے اور اولاد کی موجودگی میں چچا کی میراث کے لیئے قرآن وسنت میں کوئی ثبوت نہیں ہے، البتہ رسول خداؐ کی وفات کے بعد برسر اقتدار آنے والے حکمرانوں اور بنی امیہ کے حکام نے اپنی طرف سے قیاس کرتے ہوئے چچا کو والد کے قائم مقام قرار دے کر اسے میراث میں شامل کیا تھا اور ان کے قیاس کی تائید کسی طور پر سنت نبویؐ سے نہیں ہوتی اور موجودہ دور کے آپ کے اپنے مقرر کردہ قاضی نوح بن دراج نے بھی حضرت علی علیہ السلام کی اتباع کرتے ہوئے اولاد کی موجودگی میں چچا کو میراث سے محروم رکھا ہے۔

یہ سن کر ہارون نے نوح بن دراج اور سفیان ثوری، ابراہیم مدنی اور فضیل

بن عیاض کو طلب کرکے حقیقت دریافت کی تو سب نے کہا۔

"ہاں! یہ علی بن ابی طالبؑ کا قول ہے"

ہارون نے ان سے کہا: پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ نوح بن دراج نے تو قول علی علیہ السلام کے مطابق فتویٰ صادر کیا ہے اور تم لوگوں نے اس کی طرح سے فتویٰ کیوں نہیں دیا؟

مذکورہ علماء نے کہا: نوح بن دراج نے جرأت کا مظاہرہ کیا ہے جب کہ ہم اپنی بزدلی کی وجہ سے ایسا فتویٰ نہیں دے سکے۔

جب ہارون علماء سے معلوم کرچکا تو میں نے کہا بادشاہ! علی علیہ السلام کا فیصلہ ہر لحاظ سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

علی اقضاکم

"علیؑ تمہارا سب سے بڑا قاضی ہے"

علاوہ ازیں عمر بن خطاب کے اس اقرار کو بھی پیش نظر رکھیں۔

علی اقضانا

"علیؑ ہمارا سب سے بڑا قاضی ہے"

اور اس مقام پر یہ نکتہ ہمیشہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ آنحضرتؐ نے اپنے صحابہ کے مقامات بیان کرتے ہوئے انہیں جزئی صفات کا حامل قرار دیا، مثلاً کسی کے متعلق کہا کہ اس کے پاس قرأت ہے، کسی کے متعلق فرمایا کہ اس کے پاس علم الفرائض ہے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن علی علیہ السلام کو قاضی قرار دیا، اور انسان قاضی تب بن سکتا ہے جب اس کے پاس تمام علوم موجود ہوں کیونکہ قرأت و فرائض عہدۂ قضا کے شرائط میں شامل ہیں۔

اس کے بعد ہارون نے کہا: موسیٰؑ! اس سے کچھ مزید بیان کریں۔

میں نے کہا: میں اس شرط پر مزید کچھ کہہ سکتا ہوں جب یہ گفتگو امانت کی طرح سے محفوظ رہے۔

ہارون نے کہا: مطمئن رہیں، ایسا ہی ہوگا۔

میں نے کہا: بادشاہ! تو پھر مزید سن۔

جس مسلمان نے ہجرت نہ کی ہو تو رسول خداؐ نے سرے سے اس کا حق ہی ثابت نہیں کیا۔

ہارون نے کہا: بھلا وہ کیسے، اس کی دلیل کیا ہے؟

میں نے کہا: اس کی دلیل سورۂ انفال کی یہ آیت ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ــــــ الخ (الانفال۔ ۷۲)

"اور جن لوگوں نے ایمان تو قبول کیا اور ہجرت نہیں کی تو تم لوگوں کو ان کی سرپرستی سے سروکار نہیں، یہاں تک کہ وہ ہجرت اختیار کریں۔۔۔ الخ"

اور بادشاہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے چچا عباسؓ نے ہجرت نہیں کی تھی۔

یہ سن کر ہارون نے کہا: موسیٰؑ! خدا را یہ تو بتائیں، آپؑ نے کہیں یہ فتویٰ ہمارے مخالفین کے سامنے تو نہیں دیا؟

میں نے کہا: ہرگز نہیں! آپ نے مزید اصرار کیا تھا اور آپ کے اصرار پر میں نے اس حقیقت کا اظہار کیا۔

آپؑ اولادِ علیؑ کی بجائے اولادِ نبی کیوں کہلاتے ہیں؟

پھر ہارون نے کہا: اچھا! آپؑ یہ بتائیں کہ آپؑ حضرات اپنے آپ کو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب کیوں منسوب کرتے ہیں اور آپؑ اپنے آپ کو

فرزند رسول کیوں کہلاتے ہیں جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ آپ حضرت علی کی اولا ہیں اور فاطمہ زہرا (س) ان کی زوجہ تھیں اور عورت ایک برتن کی مانند ہوتی ہے اور اولاد کا الحاق بہر نوع باپ سے ہی ہوتا ہے، تم لوگ علی کی اولاد ہونے کے باوجود اولاد نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیوں کہلاتے ہو جب کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے باپ نہیں نانا تھے؟

میں نے کہا: بادشاہ! ہم اگر یہ فرض کرلیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دنیا میں دوبارہ بھیج دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے آپ کی بیٹی کے رشتہ کی خواہش کریں تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟

ہارون نے کہا: اگر ایسا ہو جائے تو میں حبیب خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خوشی سے اپنا داماد بناؤں گا اور اس رشتہ کی وجہ سے عرب و عجم پر فخر کروں گا۔

اس وقت میں نے کہا: بادشاہ! یہی تمہارا اور ہمارا فرق ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے رشتہ طلب کرسکتے ہیں اور آپ رشتہ دے سکتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے نہ تو رشتہ طلب کرسکتے ہیں اور نہ ہی میں انہیں رشتہ دے سکتا ہوں، کیونکہ میری بیٹی ان کی نواسی ہے اور آپ کے لیئے میری بیٹی کا رشتہ حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جنم دیا ہے اور آپ کو جنم نہیں دیا۔

ہارون نے یہ سن کر کہا: موسیٰؑ! آپؑ نے معقول جواب دیا، بھلا یہ بتائیں کہ آپ بنی فاطمہ اپنے آپ کو ذریت رسول کیوں کہلاتے ہیں جب کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تو کوئی اولاد نرینہ تھی ہی نہیں؟

میں نے کہا: بہتر ہے آپ مجھے اس سوال کے جواب سے معذور ہی رکھیں۔

ہارون نے کہا: نہیں! آپ کو ہر صورت میں اس کا جواب دینا ہوگا، کیونکہ قرآن کی آیت ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ (انعام۔ ۳۸)

"ہم نے کتاب (قرآن) میں کوئی بات فروگزاشت نہیں کی"۔

اور قرآن مجید کے متعلق آپ حضرات ہمیشہ کہتے رہتے ہیں کہ قرآن کی تاویل آپ کے پاس موجود ہے ، لہذا آپ مجھے نص قرآن سے ذریت رسولؐ ہونے کا ثبوت دیں۔

میں نے کہا: بادشاہ ! مجھے جواب کی اجازت ہے ؟

ہارون نے کہا: جی ہاں !

اس وقت میں نے کہا: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمَانَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ وَ کَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ وَ زَکَرِیَّا وَ یَحْیٰی وَ عِیْسٰی وَ اِلْیَاسَ ۔۔۔ الخ (الانعام۔ ۸۴، ۸۵)

"اور ابراہیم کی اولاد سے داؤدؑ و سلیمانؑ و ایوبؑ و یوسفؑ و موسیٰؑ و ہارونؑ (سب کی ہم نے ہدایت کی) اور نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی صلہ عطا فرماتے ہیں اور زکریا و یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاس یہ سب نیک بندوں میں سے ہیں"۔

یہ آیت پڑھ کر میں نے ہارون سے کہا: بادشاہ ! آپ بتائیں عیسیٰؑ کے باپ کون تھے ؟

ہارون نے کہا: عیسیٰؑ کے باپ نہیں تھے ، وہ مریمؑ کے فرزند تھے۔

میں نے کہا: پھر یہ بتائیں کہ عیسیٰؑ ذریت ابراہیم سے کیسے ہوئے ؟

ہارون نے کہا: عیسیٰؑ اپنی ماں کی وجہ سے ذریت ابراہیم میں سے قرار پائے۔

میں نے کہا: "بادشاہ ! جس طرح سے عیسیٰؑ اپنی ماں کی وجہ سے ذریت ابراہیم میں سے ہیں ، اسی طرح ہم بھی ذریت رسولؐ میں سے ہیں۔"

اور اگر اس سے زیادہ کی خواہش ہو تو میں اور ثبوت فراہم کروں ؟

ہارون نے کہا: جی ہاں! ضرور بیان کریں۔

اس وقت میں نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آل عمران ۔ ۶۱)

"پھر جب تمہارے پاس علم آچکا، اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی) عیسیٰؑ کے بارے میں حجت کرے تو کہو کہ اچھا میدان میں آؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو بلاؤ، اس کے بعد ہم سب مل کر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔"

اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرتؐ نے چادر کے نیچے علی بن ابی طالبؑ اور فاطمۃ الزہراؑ اور حسن و حسین علیہم السلام کو جمع فرمایا اور آیت کی ترتیب کے مطابق مباہلہ کے لیئے روانہ ہوئے امام حسنؑ و حسینؑ کو "**ابناءنا**" یعنی فرزند بنایا اور "**نساءنا**" کے تحت حضرت فاطمہؑ کو ساتھ لیا اور "**انفسنا**" کے تحت علی مرتضیٰؑ کو ساتھ لیا۔

علمائے اسلام کا متفقہ بیان ہے کہ جنگ احد میں جبریل امین نے حضرت علی علیہ السلام کی جاں نثاری دیکھ کر آنحضرتؐ سے عرض کیا تھا:۔

یا محمدؐ! ان هذه لهی المواساة من علی۔

"یارسول اللہؐ! ہمدردی اور غمگساری اسی کو کہتے ہیں جو کہ علیؑ کر رہے ہیں"

اس کے جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا تھا:۔

اِنَّهٗ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْهُ

"ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ علیؑ مجھ سے اور میں علیؑ سے ہوں"

یہ سن کر جبریل امینؑ نے کہا تھا:۔

و انا منکما یا سول اللّٰہ

" اور میں آپ دونوں میں سے ہوں ۔"

پھر جبریل امینؑ نے کہا تھا:۔

لَا سَیْفَ اِلَّا ذُ و الْفِقارِ وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌ ۔

" ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں اور علیؑ کے بغیر کوئی جوان نہیں۔"

اس مقام پر لفظ " فتٰی " قابل توجہ ہے کیونکہ یہ لفظ حضرت ابراہیمؑ کے لیئے بھی قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے، بت پرستوں نے اپنے ٹوٹے ہوئے بتوں کو دیکھ کر کہا تھا کہ ہو نہ ہو یہ ابراہیمؑ کا کام ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے اس جملہ کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:۔

قَا لُوْا سَمِعْنَا فَتًی یَّذْ کُرُھُمْ یُقَا لُ لَہٗٓ اِبْرَاھِیْمُ (الانبیاء۔۶۰)

"انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کے متعلق سنا ہے جو انہیں برا بھلا کہتا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔"

لہذا ہم بنی فاطمہؑ اگرچہ آپ کے ابن عم ہیں مگر ہم جبریلؑ کے اس قول پر فخر کرتے ہیں کہ وہ ہم میں سے ہیں۔

پھر ہارون نے کہا: آپؑ نے بہت اچھا کہا، اگر آپؑ کی کوئی حاجت ہو تو بیان فرمائیں۔

میں نے کہا: " میری پہلی اور آخری حاجت یہی ہے کہ آپ اپنے ابن عم کو اہل وعیال کے پاس واپس جانے دیں۔"

ہارون نے کہا: انشاءاللہ ہم اس سلسلہ میں جلد کوئی فیصلہ کریں گے۔

راوی کہتے ہیں: ہارون نے آپؑ کو رہا کرنے کی بجائے سندی بن شاہک داروغہ زندان کی تحویل میں دے دیا، جہاں آپؑ کو زہر سے شہید کر دیا گیا!

۱۰۔(محذف اسناد)علی بن محمد بن سلیمان نوفلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا:۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو رسول خداؐ کے سر کی جانب حالت نماز میں گرفتار کیا گیا اور جب آپؑ کو قید کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا :۔

"نانا جان ! میں اپنے مصائب کی آپ کے پاس شکایت کرتا ہوں "

آپؑ کی گرفتاری کے وقت لوگ جمع ہو کر رونے لگے ،جب آپ کو ہارون کے پاس لے جایا گیا تو اس نے آپؑ کو سخت سست کہا اور جب رات ہوئی تو ہارون کے حکم سے دو محمل تیار کرائے گئے۔

ایک محمل میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو سوار کرایا گیا اور وہ محمل حسان سروی کے حوالہ کر کے بصرہ بھیجا گیا اور حسان کو حکم دیا گیا کہ اس قیدی کو عیسیٰ بن جعفر بن ابی جعفر کے حوالے کرے ،اس کے علاوہ دوسرا محمل کوفہ روانہ کیا گیا ، اس حرکت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو پتہ نہ چل سکے کہ امام علیہ السلام کس شہر میں قید ہیں۔

حسان امام علیہ السلام کا محمل لے کر سات ذی الحجہ کو بصرہ پہنچا ،جہاں امام عالی مقام علیہ السلام کو عیسیٰ بن جعفر کی تحویل میں دے دیا گیا ، اس نے اپنے دربار کے قریب ایک کمرے میں آپؑ کو قید کر دیا اور قید خانہ کا دروازہ حوائج ضروریہ یا طعام کے لیئے کھولا جاتا تھا دربار میں سازندے آکر ساز بجاتے تھے لیکن امام علیہ السلام ان امور کی جانب کبھی توجہ نہیں دیتے تھے اور وہ شبانہ روز عبادت خداوندی میں مصروف رہتے تھے۔

بصرہ میں چند دن رکھنے کے بعد آپ علیہ السلام کو بغداد لے جایا گیا ، جہاں آپ کچھ عرصہ قید رہے پھر آپؑ کو آزاد کر دیا گیا ، پھر قید کر کے سندی بن شاہک کے زندان میں آپؑ کو رکھا گیا ، جہاں آپؑ پر سختیاں کی گئیں اور ہارون نے

کھجوروں میں زہر شامل کرکے سندی بن شاہک کے پاس روانہ کیا اور اسے تاکید کی کہ یہ زہر آلود کھجوریں امام علیہ السلام کو کھلائے۔

چنانچہ سندی بن شاہک نعین نے آپ کو وہ کھجوریں کھلائیں جس کی وجہ سے آپؑ کی شہادت واقع ہوئی۔

ہارون امام علیہ السلام کی عظمت سے واقف تھا

۱۱۔ (محذوف اسناد) سفیان بن نزار کا بیان ہے کہ میں ایک دن مامون الرشید کے پاس کھڑا تھا کہ مامون نے اہل دربار سے کہا:

جانتے ہو مجھے تشیع کا سبق دینے والا کون ہے؟

حاضرین نے کہا: ہمیں کوئی علم نہیں۔

مامون نے کہا: مجھے تشیع کا درس دراصل ہارون الرشید نے دیا تھا۔

حاضرین نے تعجب سے کہا: بھلا یہ کیسے ممکن ہے وہ تو اہل بیتؑ کا مخالف تھا اور اہل بیتؑ کو قتل کرتا تھا!

مامون نے کہا: بالکل سچ ہے! وہ اپنی حکومت کے لئے ایسا کرتا تھا کیونکہ بادشاہت عقیم ہوتی ہے، اس کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ہارون حج کرنے گیا اور سفر حج میں، میں بھی اس کے ہمراہ تھا، جب وہ مدینہ پہنچا تو اس نے اپنے دربانوں سے کہا کہ اہل مکہ و مدینہ میں سے جو شخص بھی مجھے ملنے آئے وہ اپنا نسب میرے سامنے بیان کرے۔

اس کے حکم کے بعد جو بھی اس سے ملنے آتا وہ اپنے متعلق تفصیل سے بتاتا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں اور وہ اپنے نسب نامہ کو کسی ہاشمی یا قریشی یا کسی مہاجر و انصار پر جاختم کرتا، اور قوم قبیلہ کی بلندی کو دیکھ کر ہارون پانچ ہزار دینار کا حکم صادر کرتا اور اگر قوم قبیلہ کچھ زیادہ قابل فخر نہ ہوتا تو دو سو دینار کا حکم صادر کرتا

اور بلندی و پستی کا فیصلہ اس کے خاندان کے بزرگوں کے شرف و ہجرت اور اسلام کے لیئے ان کی قربانیوں کو مد نظر رکھ کر کرتے۔

ایک دن میں اپنے والد کے پاس بیٹھا تھا کہ فضل بن ربیع نے آکر اطلاع دی کہ دروازے پر موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ملنے کے لیئے آئے ہیں۔

یہ سن کر ہارون نے اپنے تمام مصاحبین اور مجھے اور امین و مؤتمن اور جملہ سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ وہ با ادب ہو کر ان کا استقبال کریں ،اور دربان سے کہا کہ انہیں ادب سے اندر لے آؤ اور انہیں اسی قالین پر لے آؤ جہاں میں خود بیٹھا ہوں۔

چنانچہ چند لمحے بعد ایک بزرگوار تشریف لائے جو کہ عبادت کی وجہ سے نحیف و لاغر تھے اور ان کے چہرے پر خوف خدا سے زردی چھائی ہوئی تھی ،ان کی نظر جیسے ہی ہارون پر پڑی تو ادب شاہی کی وجہ سے اپنے گدھے سے اترنے لگے۔

ہارون نے کہا: خدا کے لیئے! آپ پیادہ نہ ہوں اور اگر اتریں تو یہاں قالین پر آکر اتریں ،اس سے پہلے ہرگز پیادہ نہ ہوں۔

ہم نے بڑے ادب و احترام سے ان کو دیکھا ،دربان انہیں گھیرے ہوئے قالین تک لائے ، جب وہ قالین تک آ گئے تو اپنی سواری سے اترے۔

ہارون نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور ان کے چہرے اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور اپنے ساتھ انہیں بٹھایا اور بڑے ادب و احترام سے ان سے گفتگو کرنے لگے ، اور دوران گفتگو ہارون نے ان سے سوال کیا۔

آپ کا خاندان کتنے افراد پر مشتمل ہے ؟

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جواب دیا: پانچ سو سے زیادہ افراد ہیں۔

ہارون نے کہا: کیا یہ سب اولاد ہیں ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں : ان میں سے زیادہ تعداد ہمارے غلاموں

کی ہے اور میری صلبی اولاد تیس سے کچھ زیادہ ہے جن میں سے اتنے لڑکے اور اتنی لڑکیاں ہیں۔

ہارون نے کہا: تو آپؑ نے بیٹیوں کا نکاح اپنے رشتہ داروں میں کیوں نہیں کیا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تنگدستی آڑے آ رہی ہے۔

ہارون نے پوچھا: آپؑ کی زمین کا کیا بنا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کبھی آباد ہوتی ہے اور کبھی ویران رہ جاتی ہے۔

ہارون نے کہا: تو آپؑ کے ذمہ کچھ قرض بھی واجب الادا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! قریباً دس ہزار دینار کا میں مقروض ہوں۔

ہارون نے کہا: میں آپؑ کی اتنی مدد ضرور کروں گا جس سے آپؑ کا قرض ادا ہو سکے اور آپؑ اپنی بیٹیوں کے فریضہ سے سبکدوش ہو سکیں اور آپؑ اپنی زمین بھی آباد کرا سکیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اچھی بات ہے اگر آپؑ اپنے ابن عم کی صلہ رحمی کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ تمہاری اس خدمت کو قبول فرمائے ہم ایک دوسرے کے قریبی رشتہ دار ہیں، ہمارا نسب ایک ہے آپ کے دادا عباسؓ، رسول خداؐ اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کے چچا تھے اور ان دونوں کے لیئے والد کے قائم مقام تھے یقیناً آپؑ کا تعلق شریف خاندان سے ہے۔

ہارون نے کہا: ابوالحسن! میں ایسا کر کے اپنے لیئے عزت محسوس کروں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بادشاہ! اللہ تعالیٰ نے حکام پر فرض کیا ہے کہ وہ امت کے غریب افراد کی دستگیری کریں ان کو قرض سے نجات دلائیں اور انہیں لباس و رہائش کی تنگی سے بچائیں، اور یہ فرض آپ پر بدرجہ اولیٰ عائد ہوتا ہے۔

ہارون نے کہا: آپؑ مطمئن رہیں میں ایسا ہی کروں گا۔

پھر امام علیہ السلام رخصت ہونے کے لیے اٹھے تو ہارون بھی ان کے ساتھ اٹھا اور ان کی آنکھوں اور ان کے چہرے کو بوسہ دیا ،پھر ہارون نے مجھے (مامون) اور امین و مؤتمن کو حکم دیا کہ تم تینوں اٹھو اور اپنے چچا اور سردار کے آگے آگے چلو اور ان کی سواری کی رکاب تھام کر انہیں سوار کراؤ اور ان کے گھر تک ان کی مشایعت کرو۔

جب ہم دربار سے روانہ ہوئے تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے چپکے سے مجھے خلافت کی بشارت دی اور فرمایا:۔

جب تو حاکم بن جائے تو میری اولاد سے بھلائی کرنا۔

غرضیکہ ہم امام علیہ السلام کو ان کے گھر تک چھوڑ کر واپس آئے اور اپنے والد کی اولاد میں سے میں کچھ زیادہ ہی جسارت کیا کرتا تھا۔

میں نے اپنے والد سے پوچھا: یہ بزرگوار کون تھے جن کی آپ نے اتنی تعظیم وتکریم فرمائی اور ہمیں ان کی رکاب تھامنے کا حکم دیا ؟

میرے والد ہارون نے بتایا: یہ انسانوں کے امام اور خلق میں خدا کی حجت اور بندوں پر خدا کے خلیفہ ہے۔

میں نے اپنے والد سے کہا: تو کیا ان تمام صفات کے حامل آپ نہیں ہیں ؟

میرے والد نے کہا: "میں ظاہری حکمران ہوں اور میری حکومت جبر و استبداد کی وجہ سے قائم ہے اور موسیٰ بن جعفر (علیہما السلام) حق کے امام ہیں اور خدا کی قسم رسول خدا (ص) کی نیابت کے لیئے یہ مجھ سے بلکہ تمام کائنات سے زیادہ مستحق ہیں ، اور مجھے حکومت اتنی پیاری ہے کہ اگر حکومت کے لیئے تو بھی مجھ سے نزاع کرے تو میں تیرا سر پکڑ کر اسے بھی جدا کرنے سے دریغ نہیں کروں گا ، کیونکہ حکومت کی کسی سے رشتہ داری نہیں ہوتی"۔

پھر جب میرے والد نے مدینہ سے مکہ روانگی اختیار کی تو اس نے امام موسیٰ

کاظم (علیہ السلام) کے پاس سیاہ رنگ کی ایک تھیلی روانہ کی جس میں فقط دو سو دینار تھے اور اپنے دربان فضل بن ربیع سے کہا کہ یہ تھیلی موسیٰ بن جعفر (علیہما السلام) کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہنا کہ ہم اس وقت کچھ تنگدستی میں مبتلا ہیں، مناسب وقت پر ہم آپ کی اعانت کریں گے!

اپنے والد کی یہ ناانصافی دیکھ کر میں کھڑا ہوا اور ان سے کہا:

"ابا جان! آپ نے مہاجرین وانصار کی اولاد کو تو پانچ، پانچ ہزار دینار تک عطا کیئے ہیں لیکن موسیٰ بن جعفر (علیہما السلام) کو صرف دو سو دینار بھیج رہے ہیں جب کہ آپ نے کسی دوسرے کی اتنی تعظیم و توقیر نہیں کی جتنی آپ نے موسیٰ بن جعفر (علیہ السلام) کی تعظیم کی ہے"۔

میرے والد نے مجھے جواب دیتے ہوئے کہا:

"خاموش ہو جا! تیری ماں مرے اگر میں اپنے وعدہ کے مطابق انہیں رقم دے دوں تو مجھے یقین ہے کہ دوسرے دن ایک لاکھ شیعوں کی تلواروں کا مجھے مقابلہ کرنا پڑے گا۔

یاد رکھ! اس خاندان کی غربت و افلاس میرے بیٹے سلطنت کی ضمانت ہے"۔

مخارق مغنّی کی دریا دلی

اس موقع پر ہارون الرشید کا ایک درباری گویا جس کا نام مخارق تھا، وہ بھی موجود تھا اور ہارون کے اس طرز عمل کو دیکھ کر اسے شدید صدمہ ہوا اور اس نے دل میں عہد کیا کہ مجھ سے جس طرح سے بھی ممکن ہوا امام علیہ السلام کی مدد کروں گا۔ چنانچہ وہ ہارون کے سامنے کھڑا ہوا اور ہارون سے کہنے لگا:

امیرالمومنین! اہل مدینہ بخوبی جانتے ہیں کہ میں آپ کا درباری ہوں اور جب سے آپ مدینہ آئے ہیں، اہل مدینہ مجھ سے بخشش کے طلب گار ہیں اور اگر

میں فقرائے مدینہ کو کچھ دیئے بغیر چلا گیا تو لوگوں کو کیسے معلوم ہو گا کہ آپ مجھ سے شفقت فرماتے ہیں۔

چنانچہ ہارون نے اس کے بیٹے دس ہزار دینار دینے کا حکم جاری کیا۔

مخارق نے کہا: امیرالمومنین! یہ رقم تو مجھ سے فقرائے مدینہ لے جائیں گے، میں خود بھی مقروض ہوں اور قرض ادا کرنے کی میرے پاس کوئی سبیل نہیں ہے۔

ہارون نے اس کے لیئے مزید دس ہزار دینار کا حکم صادر کیا۔

مخارق نے کہا: امیرالمومنین! میری بیٹیاں جوان ہیں، میں ان کی رخصتی کرنا چاہتا ہوں اس کے لیئے بھی مجھے رقم کی شدید ضرورت ہے۔

ہارون نے مزید دس ہزار دینار کا حکم صادر کیا۔

تیس ہزار دینار حاصل کرنے کے بعد مخارق نے کہا:۔

امیرالمومنین! حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے میں چاہتا ہوں کہ آپ مدینہ میں کچھ سرکاری زمین مجھے عطا کر دیں تاکہ میری بیٹیاں اپنے مستقبل کے متعلق پریشانی سے محفوظ رہیں۔

ہارون نے اسے فوراً ایک جاگیر عطا کی جس کے غلہ کی سالانہ آمدنی دس ہزار دینار ہوتی تھی۔

چنانچہ مخارق تیس ہزار دینار نقد اور جائیداد کا قبالہ لے کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:۔

مولا! جو کچھ اس ملعون نے آپ کے ساتھ سلوک کیا مجھے اس کا شدید دکھ ہوا، چنانچہ میں نے بہانہ بنا کر یہ رقم اور جائیداد کا قبالہ اس سے حاصل کیا ہے مجھے نہ تو اس رقم کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس جائیداد کی ضرورت ہے اور یہ سب کچھ میں آپؑ کی نذر کرتا ہوں، آپ قبول فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تیرے جان و مال میں برکت عطا فرمائے میں یہ رقم اور جائیداد ہرگز قبول نہ کرتا لیکن میں تیری طرف سے یہ سب کچھ قبول کر رہا ہوں، اب رخصت ہو جا اور مجھ سے پھر رابطہ نہ کرنا، چنانچہ مخارق نے آپؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور رخصت ہو گیا۔ (۱)

۱۲۔ (محذوف اسناد) ریان بن شبیب سے مروی ہے وہ کہتے ہے کہ میں نے مامون سے سنا وہ کہا کرتے تھے:۔

میں ہمیشہ سے اہل بیتؑ سے محبت کیا کرتا تھا جبکہ رشید کے سامنے میں ان سے اپنی نفرت کا اظہار کیا کرتا تھا، جب رشید حج کرنے گئے تو میں اور محمد (امین) اور قاسم (مؤتمن) اس کے ساتھ تھے، جب وہ مدینہ پہنچے تو لوگ اس سے ملنے آئے، آخر میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تشریف لائے ہارون نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور جھک کر انہیں گلے سے لگا لیا پھر ان سے احوال پرسی کی اور افراد خاندان کی خیریت دریافت کی اور مسلسل ان سے ان کے متعلق پوچھتے رہے اور وہ خیریت کا اظہار کرتے رہے جب وہ واپسی کے لیئے اٹھے تو میرے والد بھی ان کی تعظیم کے لیئے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں گلے لگا کر رخصت کیا، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اسے مجبور کر کے بٹھایا۔

میں اپنے والد کی اولاد سے کچھ زیادہ ہی جسارت کرنے کا عادی تھا، چنانچہ میں نے ان کی روانگی کے بعد اپنے والد سے پوچھا۔

یہ بزرگوار کون تھے جن کی آپ نے انتہائی تعظیم وتوقیر کی ہے اور اتنی توقیر آپ نے کسی اور کی نہیں کی؟

میرے والد نے مجھ سے کہا:۔

"یہ انبیاء کے وارث ہیں، یہ موسیٰ بن جعفر (علیہما السلام) ہیں اگر تجھے صحیح

نوٹ: حدیث نمبر ۱۱ قدیم نسخہ میں موجود نہیں ہے

علم کی ضرورت ہو تو صرف انہی سے ہی حل سکتا ہے"۔

چنانچہ اسی دن سے میرے دل میں اہل بیتؑ کی محبت مزید پختہ ہو گئی۔

امام موسیٰ کاظمؑ کی دعا اور رہائی

۱۳۔ محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے علی بن ابراہیم سے، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا:۔

میں نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص سے سنا۔

جب ہارون الرشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قید کیا اور زندان میں جب پہلی رات آئی تو امام کو یہ اندیشہ ہوا کہ ہارون انہیں قتل نہ کروائے، چنانچہ انہوں نے تجدید وضو کیا اور چار رکعت نماز ادا کر کے یہ دعا مانگی۔

یا سیدی نجنی من حبس ہارون و خلصنی من یدہ یا مخلص الشجر من بین رمل وطین (وماء) و یا مخلص اللبن من بین فرث و دم و یا مخلص الولد من بین مشیمۃ و رحم و یا مخلص النار من الحدید و الحجر و یا مخلص الروح من بین الاحشاء و الامعاء خلصنی من ید ھارون۔

" میرے آقا! مجھے ہارون کی قید سے نجات دے اور مجھے اس کے ہاتھ سے نجات دے، اے درخت کو ریت اور مٹی کی قید سے آزاد کرنے والے اور اے دودھ کو گوبر اور خون کی قید سے نجات دینے والے اور اے بچہ کو شکم و رحم کی تنگنائیوں سے رہائی دینے والے اور اے آگ کو لوہے اور پتھر کی سرحدوں سے نکالنے والے اور اے روح کو انتڑیوں سے نکالنے والے مجھے ہارون کے ہاتھ سے آزادی عطا کر۔"

امام علیہ السلام کی دعا ختم ہوئی، اس وقت ہارون گھر میں سویا ہوا تھا اس نے خواب میں ایک سیاہ فام شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں تلوار تھی، وہ ہارون

کے سر پر کھڑا ہوا اور اس سے کہا:

"اگر تو نے اس وقت موسیٰ بن جعفر علیھما السلام کو زندان سے رہا نہ کیا تو میں اس تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا۔"

یہ خواب دیکھ کر ہارون بہت ہی خوفزدہ ہوا اور بیدار ہو کر دربان کو حکم دیا کہ فورا قید خانے جا کر موسیٰ بن جعفر (علیھما السلام) کو رہا کرو۔

چنانچہ دربان اسی وقت دروازہ زندان پر پہنچا اور قید خانہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

داروغہ زندان نے پوچھا۔

کون ہے؟

تو اس نے کہا:

میں ہارون کا فلاں دربان ہوں، تم اسی وقت موسیٰ بن جعفر (علیھما السلام) کو رہا کرو، کیونکہ خلیفہ اس وقت انہیں یاد کر رہا ہے۔

امام علیہ السلام خوفزدہ حالت میں قید خانہ سے نکلے اور کہنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ رات کی اس تاریکی میں ہارون مجھ کو شہید کرنا چاہتا ہے، آپ علیہ السلام زندگی سے مایوس ہو کر روتے ہوئے قید خانہ سے باہر آئے اور جب ہارون کے پاس پہنچے تو خوف و دہشت سے ان کا بدن کپکپا رہا تھا اور آپؑ نے ہارون کو سلام کیا۔

ہارون نے سلام کا جواب دیا اور کہا:۔

آپؑ کو خدا کی قسم! کیا آپؑ نے آج رات کوئی دعا مانگی ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا:۔

ہاں! میں نے تجدید وضو کے بعد چار رکعات نماز پڑھی اور آسمان کی جانب نگاہ کر کے یہ دعا پڑھی، اور آپؑ نے ہارون کو مذکورہ دعا سنائی۔

ہارون نے کہا:

اللہ نے آپؑ کی دعا قبول کی، پھر اس نے دربان سے کہا انہیں رہا کر دے اور

ہارون نے تین پوشاکیں آپؑ کی نذر کیں اور سواری کے لیئے اپنا ذاتی گھوڑا آپؑ کے سپرد کیا اور انہیں اپنا ندیم و صاحب بنا لیا اور امام علیہ السلام کی رہائش کے لیئے ایک مکان فراہم کیا اور یوں امام علیہ السلام ہارون کی نظر میں محترم و موقر بن کر رہنے لگے اور آپ ہر جمعرات کے دن دربار میں تشریف لے جاتے تھے۔

پھر کچھ عرصے کے بعد ہارون نے آپؑ کو دوبارہ قید کیا اور اس بار اس قید سے آپؑ کو رہائی نصیب نہ ہوئی اور آپؑ کو سندی بن شاہک کے حوالے کیا گیا جہاں آپ کو زہر سے شہید کر دیا گیا۔

امام موسیٰ کاظمؑ کے طولانی سجدے

۱۴۔(بحذف اسناد) ثوبانی بیان کرتے ہیں:۔

میں دس برس سے کچھ زیادہ عرصے تک دیکھتا رہا کہ سورج طلوع ہونے کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سر سجدہ میں رکھتے اور زوال آفتاب تک آپؑ حالت سجدہ میں رہتے تھے ہارون نے کئی مرتبہ اپنے محل کی چھت سے قیدخانہ میں جھانک کر یہ منظر دیکھا تو اس نے اپنے دربان ربیع سے کہا:۔

ربیع! قیدخانہ میں ایک مخصوص مقام پر مجھے روزانہ ایک کپڑا پڑا ہوا نظر آتا ہے، یہ کپڑا کیسا ہے؟

ربیع نے کہا: یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں جو طلوع آفتاب کے بعد سجدہ کرتے ہیں اور زوال آفتاب تک سر سجدہ سے نہیں اٹھاتے۔

ہارون نے کہا: "بے شک موسیٰ بن جعفر علیھما السلام بنی ہاشم کے راہبوں میں سے ہیں۔"

دربان نے کہا: پھر آپ نے انہیں قید میں کیوں رکھا ہوا ہے؟

ہارون نے کہا: ایسا کرنا ضروری ہے!

باب 8

وہ روایات جن سے امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات ثابت ہوتی ہے (۱)

۱۔ (محذوف اسناد) حسن بن علی بن یقطین نے اپنے بھائی حسین سے، اس نے اپنے والد علی بن یقطین سے روایت کی۔

ایک مرتبہ ہارون نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو شرمندہ کرنے کے لیے ایک جادوگر کو بلایا اور دسترخوان بچھایا گیا جس میں ہارون اور اعیان مملکت کے ساتھ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی موجود تھے۔

جب کھانا شروع ہوا، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے لقمہ توڑا تو جادوگر نے اپنے جادو کا شعبدہ دکھایا، لقمہ آپؑ کے ہاتھ سے پرواز کر گیا، یہ دیکھ کر ہارون اور اس کے ساتھی بے حد ہنسے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک پردہ پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، آپؑ نے تصویر کی طرف دیکھ کر فرمایا:۔

"اے شیر! خدا کے اس دشمن کو پکڑ لے۔"

ادھر آپؑ کے یہ الفاظ ختم ہوئے کہ تصویر مجسم شیر بن گئی اور اس نے جادوگر پر حملہ کر دیا اور چند لمحات میں اسے کھا لیا۔

یہ منظر دیکھ کر ہارون اور اس کے ساتھی بے ہوش ہو گئے، جیسے ہی انہیں

۱۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد چند مفاد پرست قسم کے افراد نے یہ عقیدہ وضع کر لیا تھا کہ ان کی وفات ہی نہیں ہوئی اور وہ قرب قیامت تک زندہ رہیں گے اور وہی اس امت کے مہدی بن کر دوبارہ ظہور کریں گے۔ چنانچہ اس خود ساختہ نظریہ کے معتقدین نے امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کا انکار کر دیا تھا اور تاریخ میں یہ فرقہ "واقفیہ" کے نام سے مشہور ہوا، حضرت صدوق نے اس فرقہ کے باطل نظریات کی تردید کی غرض سے یہ باب قائم کیا اور اس باب میں دس احادیث نقل فرمائیں۔

ہوش آیا دیکھا کہ جادوگر کا خون بہا ہوا ہے اور جادوگر شیر کا لقمہ بن چکا ہے۔

ہارون نے امام علیہ السلام سے درخواست کی۔

آپ کو میرے حق کی قسم! آپ تصویر کو حکم دیں کہ وہ اس جادوگر کو اگل ڈالے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:۔

اگر موسیٰ کلیم اللہ کے عصا نے جادوگروں کی رسیوں کو نگلنے کے بعد اگلا تھا تو یہ بھی اگل دے گا، اگر عصا نے جادوگروں کی رسیوں کو نہیں اگلا تھا تو یہ شیر بھی جادوگر کو نہیں اگلے گا۔

چنانچہ امام علیہ السلام کا سر دربار یہ معجزہ بھی آپ کی شہادت کا ایک سبب بن گیا۔ (۱)

۲۔(محذف اسناد) حسن بن محمد بن بشار بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عامی المذہب شخص سے یہ روایت سنی اور وہ شخص موثق اور صادق شمار کیا جاتا ہے۔

اس نے کہا:۔

میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام جیسا عابد و پرہیزگار اور کہیں نہیں دیکھا جب سندی بن شاہک ان کو زہر دے چکا تو وہ اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیئے وہ اسی (۸۰) افراد کو اس زندان میں لے گیا جہاں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام قید تھے سندی نے ہمیں مخاطب کر کے کہا:۔

حضرات! آپ اس قیدی کو خوب اچھی طرح سے دیکھیں اور پھر خود فیصلہ کریں کہ کیا اس پر کوئی تشدد ہوا ہے، آج کل لوگ ہم پر اس کے متعلق بہت زیادہ تنقید کر رہے ہیں اور اس کی رہائش گاہ دیکھیں اور اس کا بستر دیکھیں، اس میں کسی طرح کی کوئی تنگی ہم نے روا نہیں رکھی اور امیرالمومنین ہارون اس سے کسی بد سلوکی کا ارادہ نہیں رکھتے، ہارون نے اسے یہاں اس لیئے نظر بند کیا ہوا ہے کیونکہ وہ اس

۱۔ہم سمجھتے ہیں کہ اس روایت کا باب کے موضوع سے کوئی خاص ارتباط نہیں ہے۔

سے گفت و شنید کرنا چاہتا ہے، آپ سب حضرات اسے اچھی طرح سے دیکھیں، یہ بالکل تندرست ہے اور آپ خود بھی اس سے اس کے متعلق پوچھ سکتے ہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جواب میں کہا:

جہاں تک زندان کے وسیع ہونے کا تعلق ہے تو وہ بات تو درست ہے لیکن میں تم لوگوں کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں: مجھے سات خرما کے دانوں میں زہر دیا جا چکا ہے، کل میری رنگت سبز ہو جائے گی اور پرسوں میری موت واقع ہوگی۔

امام علیہ السلام کی یہ بات سن کر میں نے سندی بن شاہک کو دیکھا تو اس کے اعصاب کانپ رہے تھے اور بید خرما کی طرح سے وہ لرز رہا تھا۔

حسن راوی کہا کرتے تھے کہ اس روایت کا راوی مقبول القول اور سچا شخص تھا۔

معززین شہر کا اجتماع

۳۔ (بحذف اسناد) علی بن جعفر بن عمر راوی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رات کے ایک حصہ میں سندی بن شاہک نے ایک غلام بھیج کر مجھے اپنے ہاں طلب کیا، اتنے رات گئے بلاوے کی وجہ سے میں پریشان ہو گیا اور دل میں سوچا کہ شاید میں زندہ واپس نہ آ سکوں اسی لیے میں نے اپنے افراد خانہ کو وصیتیں کیں اور **اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ** (بقرہ۔۱۵۶) پڑھتے ہوئے اس کی جانب روانہ ہوا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا۔

ابو حفص! اس ناگہانی بلاوے کی وجہ سے شاید تم خوف زدہ ہوئے ہو گے؟

میں نے کہا: بالکل صحیح بات ہے۔

سندی نے کہا: تمہیں یہاں کسی قسم کا خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہئے۔

میں نے کہا: اگر ایسی ہی بات ہے تو ایک غلام کو میرے گھر روانہ کرو تا کہ وہ میرے اہل خانہ کو میری خیریت سے آگاہ کر دے۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

پھر اس نے مجھ سے کہا: ابو حفص! جانتے ہو میں نے تمہیں اس وقت کیوں بلایا ہے؟

میں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو اس نے کہا:۔

بھلا تم موسیٰ بن جعفر علیھما السلام کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: ہاں! میں انہیں کافی عرصہ سے جانتا ہوں اور کافی عرصہ سے ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

پھر اس نے کہا: تم مجھے ایسے لوگ بتا سکتے ہو جن کی گواہی قابل قبول شمار ہوتی ہو۔ میں نے بہت سے لوگوں کے نام بتائے۔

اس نے ان تمام لوگوں کو بلا لیا۔ پھر تمام لوگوں سے کہا:۔

آپ مجھے ایسے افراد بتائیں جو کہ موسیٰ بن جعفر(ع) کے شناسا ہوں۔

لوگوں نے بہت سے افراد کے نام گنوائے۔

سندی نے ان سب کو جمع کرایا اور اسی تگ و دو میں صبح ہو گئی، ہم نے نماز پڑھی، سندی بن شاہک کا ایک غلام ایک رجسٹر لے کر آیا جس میں اس نے ہم سب کے نام مع ولدیت و رہائش تحریر کیے اور پھر وہ رجسٹر لے کر سندی کے ہاں چلا گیا۔

کچھ دیر بعد سندی بن شاہک باہر آیا اور مجھے اشارہ کر کے کہا:۔

ابو حفص! اٹھو، آؤ چلیں۔

اس وقت ہم پچاس سے کچھ زیادہ افراد تھے، ہم سب اٹھے اور وہ ہمیں زندان کے ایک کمرے میں لے گیا اور ایک مردہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے کہا:۔

ابو حفص! اس کے منہ سے کپڑا ہٹاؤ۔

جب میں نے کپڑا ہٹایا تو وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا لاشہ تھا، میں یہ

منظر دیکھ کر رو دیا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کی آیت تلاوت کی۔

پھر اس نے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ فرداً فرداً جائیں اور امام علیہ السلام کے لاشہ کو غور سے دیکھیں۔

جب سب نے ان کا لاشہ دیکھ لیا تو سندی نے کہا:۔

تم سب گواہی دیتے ہو کہ یہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا لاشہ ہے؟

ہم نے کہا: "جی ہاں! ہم اس بات کے گواہ ہیں"

پھر اس نے غلام سے کہا: میت کی شرم گاہ پر کپڑا ڈال دو اور باقی جسم ان حاضرین کو دکھاؤ۔

غلام نے ایسا ہی کیا۔

سندی نے کہا: کیا تمہیں میت کے جسم پر تشدد کے آثار کہیں نظر آتے ہیں؟

ہم نے کہا: نہیں!

پھر سندی نے کہا: تم لوگ اسے غسل و کفن دو۔

ہم نے انہیں غسل و کفن دیا اور ان کی میت کو جنازہ گاہ لایا گیا، جہاں سندی بن شاہک نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اور ہم انہیں دفن کر کے پھر واپس آئے۔

عمر بن واقد کہا کرتے تھے:۔

مجھ سے زیادہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا جاننے والا کوئی نہیں، اس کے باوجود مجھے حیرت ہے کہ لوگ انہیں زندہ کیسے مانتے ہیں جب کہ میں نے انہیں اپنے ہاتھوں سے دفن کیا ہے۔(۱)

(۱)۔یہ روایت اس عقیدہ کے منافی ہے کہ معصوم کو غسل معصوم ہی دے سکتا ہے۔لہذا اس پر خوب غور و فکر کریں۔

۴۔ (محذف اسناد) عتاب بن اسید کہتے ہیں ، اہل مدینہ کے مشائخ بیان کرتے ہیں :۔

ہارون کی حکومت کے پندرویں برس امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ہارون کے حکم سے سندی بن شاہک نے زہر دے کر شہید کیا، آپ علیہ السلام کی شہادت شہر بغداد کے باب کوفہ کے قریب اس زندان میں ہوئی جسے " دار مسیّب " کہا جاتا ہے، آپؑ نے پانچ رجب ۱۸۳ھ بروز جمعہ شہادت پائی اور اس وقت آپؑ کی عمر چون (۵۴) برس کی تھی ، آپؑ کا مزار بغداد کے مغرب میں باب التبن میں مقابر قریش میں واقع ہے۔

۵۔ (محذف اسناد) عبداللہ صیرفی نے اپنے والد سے روایت کی، اس نے کہا :۔

جب سندی بن شاہک کے ہاتھوں سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی تو آپؑ کے جنازہ کو ایک چارپائی پر رکھا گیا اور منادی نے ندا کی۔

لوگو ! یہ روافض کا امام ہے اسے پہچانو ۔

اور جب آپؑ کا جنازہ پولیس ہیڈ کوارٹر پر پہنچا تو چار افراد نے اعلان کیا۔

جو شخص خبیث ابن خبیث (نعوذ باللہ و نستغفرہ) کو دیکھنا چاہے وہ آ کر اس لاش کو دیکھے ۔

اسی اثنا اور شور و غوغا کو سن کر سلیمان بن ابی جعفر جعفری اپنے محل سے اترا اور دریا کے کنارے آیا اور دشمنان آل محمد کی ہفوات کو سنا تو اس نے اپنے غلاموں اور ملازمین سے پوچھا یہ اعلان کس کے متعلق ہے ؟

انہوں نے بتایا۔

سندی بن شاہک یہ اعلان امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق کر رہا ہے۔

سلیمان نے حکم دیا :۔

جب جنازہ پل سے مغربی جانب آئے تو کسی کو یہ اعلان نہ کرنے دیا جائے ،

ان کے ہاتھوں سے امامؑ کا جنازہ لے لو اور انہیں مار مار کر بھگا دو اور ان کی سرکاری سیاہ وردی پھاڑ ڈالو۔

چنانچہ جیسے ہی جنازہ پل پر سے گزرا تو سلیمان کے ملازمین نے ان پر حملہ بول دیا اور انہیں خوب مار پیٹ کر وہاں سے بھگا دیا اور لاش کو اپنی تحویل میں لے لیا، پھر منادی نے ندا دی۔

"جو شخص طیب بن حبیب کو دیکھنا چاہتا ہو وہ آ کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دیکھے۔"

یہ اعلان ہوتے ہی مخلوق خدا جنازہ پر امڈ آئی اور سلیمان کے حکم سے حضرت کو غسل و حنوط دیا گیا اور سلیمان نے اپنے لیے حبرہ کا بنا ہوا کفن تیار کرایا ہوا تھا جس کی قیمت اڑھائی ہزار دینار تھی، اس نے وہ کفن امام علیہ السلام کو پہنایا اور خود گریبان چاک کر کے ننگے پاؤں جنازہ کے ساتھ روانہ ہوا اور مقابر قریش میں حضرت کو دفن کیا۔

وقائع نگاروں نے اس واقعہ کی اطلاع ہارون کو بھیجی تو ہارون نے سلیمان بن ابی جعفر کو تحریر کیا۔

چچا جان! آپ نے صلہ رحمی کا ثبوت دے کر اچھا اقدام کیا، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزا عطا کرے گا، خدا کی قسم! سندی بن شاہک نے جو کچھ کیا ہے اس میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔

۶۔(محذوف اسناد) سلیمان بن جعفر بصری نے عمر بن واقد سے روایت کی اس نے کہا:۔

امام موسیٰ کاظمؑ کے فضائل و مناقب کی وجہ سے ہارون کا سینہ تنگ ہو گیا اور رات کے وقت شیعہ ان سے ملاقات کرتے تھے، اس وجہ سے ہارون نے سوچا کہ میں کس طرح سے اپنی حکومت اور جان کو محفوظ رکھ سکتا ہوں۔ چنانچہ اس نے حضرت کو

زہر دینے کا منصوبہ بنایا اور کھجوریں طلب کیں اور زہر کو سوئی کی نوک پہ لگایا اور کھجور کے تیس دانے زہر آلود کیے ، جب اسے یقین ہو گیا کہ یہ دانے زہریلے ہو چکے ہیں تو اس نے وہ دانے ایک تھالی میں رکھے اور نوکر سے کہا :۔

" یہ تھالی موسیٰ بن جعفر (علیھما السلام) کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو یہ بہت عمدہ کھجور ہے ، امیر المومنین نے خود بھی یہ کھائی ہے اور باقی کھجوریں انہوں نے آپؑ کی خدمت میں بھیجی ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ آپؑ کو ہمارے حق کا واسطہ ، آپؑ یہ کھجوریں ضرور کھائیں اور ایک دانہ بھی واپس نہ کریں اور کسی اور کو بھی اس میں شریک نہ کریں۔"

نوکر تھالی لے کر امام علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں ہارون کا حکم سنایا۔

امام علیہ السلام نے نوکر سے کہا :۔

مجھے خلال کے لیئے کوئی تیلی لادو۔

نوکر نے تیلی پیش کی۔

اسی اثناء میں ہارون کی ایک چہیتی کتیا جس کے گلے میں سونے کی زنجیر پڑی ہوئی تھی ، وہ بھی امام علیہ السلام کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

آپؑ نے کھجوریں کھانی شروع کیں اور ہر کھجور کے بعد آپؑ دانتوں میں خلال کرتے اور کھجوروں کے ریزے نکال کر تھوک دیتے ، ہارون کی کتیا نے اس لعاب دہن کو آ کر چاٹا ، جس کی وجہ سے وہ فوراً تڑپنے لگی اور موقع پہ ہلاک ہو گئی۔

امام علیہ السلام نے تمام کھجوریں کھائیں۔

نوکر خالی پلیٹ لے کر ہارون کے پاس گیا تو اس نے پوچھا :۔

کیا موسیٰ بن جعفر (علیھما السلام) نے تمام کھجوریں کھا لیں ہیں ؟

نوکر نے اثبات میں جواب دیا۔

ہارون نے پوچھا: کھجوریں کھانے کے بعد ان کی طبیعت میں تجھے کوئی فرق

محسوس ہوا ؟

نوکر نے کہا: میں نے ان کی طبیعت میں کوئی فرق محسوس نہیں کیا۔

اتنے میں کسی نے ہارون کو کتیا کی موت کی اطلاع دی۔

ہارون کو کتیا کے مرنے کا شدید صدمہ ہوا اور اسی نوکر کو بلا کر کہا:۔

مجھے سچ سچ حالات بتاؤ ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔

نوکر نے کہا: میں کھجوروں کی تھالی لے کر ان کے پاس گیا اور میں نے انہیں آپ کا سلام اور پیغام پہنچایا ،انہوں نے خلال کے لیئے ایک تیلی مجھ سے طلب کی جو میں نے فراہم کر دی ،اسی اثنا میں یہ کتیا بھی وہاں آپہنچی ،انہوں نے کھجوریں کھائیں اور خلال کے ساتھ مسوڑھوں میں پھنسے ہوئے ذرات باہر پھینکے، کتیا نے آکر وہ چاٹ لیے جس کی وجہ سے یہ کتیا ہلاک ہو گئی۔

یہ سن کر ہارون کہنے لگا: ہمیں موسیٰ بن جعفر (علیہما السلام) سے کیا فائدہ پہنچا ، ہم نے اسے بہترین کھجوریں کھانے کو دیں اس نے ہماری کتیا کو مار ڈالا اور ہمارے زہر کو ضائع کر دیا، معلوم ہوتا ہے اس پر ہمارا کوئی حیلہ کارگر نہیں ہورہا۔

شہادت سے تین روز پہلے امام علیہ السلام نے مسیّب کو بلایا ، وہ آپ کا نگران تھا۔

جب مسیّب آیا تو آپ نے فرمایا:۔

میں آج رات اپنے نانا جان کے شہر جاؤں گا تاکہ اپنے بیٹے علی (رضا) کو ان کا عہدہ حوالہ کردوں اور اسے اپنا وصی اور جانشین مقرر کروں۔

مسیّب کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا:۔

مولا ! میں مجبور ہوں، میں یہ دروازے کیسے کھول سکتا ہوں جب کہ میرے علاوہ اور بھی بہت سے چوکیدار یہاں پہرہ دے رہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

مسیب! تو کیا اللہ تعالیٰ اور ہمارے متعلق تمہارا یقین کمزور ہو گیا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں! آپؑ اللہ سے دعا مانگیں مجھے اس یقین پہ ثابت و قائم رکھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدایا! اسے یقین پر قائم رکھ۔

پھر آپؑ نے فرمایا: میں وہ دعا پڑھوں گا جو سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے بارے میں آصف نے پڑھی تھی اور جس کی برکت سے تخت بلقیس کو چشم زدن میں حاضر کر دیا تھا، اور اسی دعا کی وجہ سے اللہ مجھے اور میرے بیٹے علی کو بھی ملا دے گا۔

مسیب کہتے ہیں: میں نے حضرت کو دعا مانگتے ہوئے دیکھا، اس کے بعد آپ مجھے مصلیٰ پر نظر نہیں آئے۔ میں حیرت واستعجاب سے وہاں کھڑا رہا، پھر میں نے دیکھا کہ آپ اسی جگہ واپس آئے اور طوق و زنجیر پہننے لگے۔

معرفت آلِ محمدؐ کی نعمت کے حصول پر میں سجدۂ شکر بجا لایا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: مسیب! سر بلند کرو اور جان لو کہ میں تیسرے دن اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

یہ سن کر میں رونے لگا۔

حضرتؑ نے فرمایا: مسیب! مت رو، میرے بعد میرا بیٹا علی تیرا امام اور مولا ہے، اس کی ولایت سے متمسک رہنا اور جب تک تو اس سے متمسک رہے گا، گمراہ ہونے سے محفوظ رہے گا۔

میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

پھر تیسری شب امامؑ نے مجھے بلا کر فرمایا:

"تجھے معلوم ہے میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں، جب میں تجھ سے پانی طلب کر کے پیوں گا تو، تو دیکھے گا کہ میرا شکم پھول جائے گا اور میرا

رنگ پہلے پیلا پھر سرخ اور آخر میں سبز ہو جائے گا تو طاغوت (ہارون) کو میری وفات کی اطلاع کر دینا لیکن اس سلسلہ میں تم خصوصی احتیاط یہ کرنا کہ میری وفات سے پہلے کسی کو اطلاع نہ دینا۔"

میں امام کے فرمان کا منتظر رہا، آخر کار آپ نے مجھ سے پانی طلب کیا اور پانی پینے کے بعد فرمایا:۔

"مسیب ! یہ نجس سندی بن شاہک گمان کرتا ہے کہ وہ مجھے غسل دے گا اور مجھے دفن کرے گا، ایسا کبھی نہیں ہو گا، جب میری لاش تم لے کر مقبر قریش پہنچو تو مجھے وہاں دفن کر دینا، اور میری قبر کو چار انگلیوں سے زیادہ بلند مت کرنا اور تبرک کے لیئے میری قبر کی مٹی نہ اٹھانا کیونکہ میرے دادا حسین علیہ السلام کی تربت کے علاوہ تمام قسم کی تربت حرام ہے، اللہ نے خاک کربلا کو ہمارے شیعوں اور دوستوں کے لیئے شفا بنایا ہے"۔

اچانک میں نے آپ کے جسم کے قریب ایک شخص کو دیکھا جو آپ کی شبیہ تھا جب کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو بہت پہلے بچپن میں دیکھا تھا اس لیے پہچان نہ سکا اور چاہا کہ ان سے پوچھوں کہ وہ کون ہیں تو اسی وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھے صدا دے کر فرمایا:۔

"مسیب ! کیا میں نے اس سے پہلے تجھے منع نہیں کیا تھا؟"

پھر میں صبر کے ساتھ سب کچھ دیکھتا رہا، پھر وہ جوان رخصت ہوا، پھر میں ہارون کے پاس گیا اور سے امام علیہ السلام کی موت کی خبر دی۔

جب غسل و کفن کا وقت آیا تو سندی بن شاہک اپنے دوستوں سمیت غسل و کفن کے لیئے آیا، میں نے اسی نوجوان کو دیکھا وہ ان کی مدد کر رہا تھا اور سندی اور اس کے دوست یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ امام کو غسل دے رہے ہیں جب کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ ان کے ہاتھ امام علیہ السلام کے بدن تک پہنچ ہی نہیں

رہے تھے ، بس وہی نوجوان امام علیہ السلام کو غسل دے رہا تھا اور اسی نے ہی آپ کو حنوط لگایا پھر جب وہ غسل و حنوط سے فارغ ہوا تو اس نے مجھ سے کہا:۔

"مسیب ! جس چیز کے متعلق چاہو شک کر لینا لیکن میرے متعلق کبھی شک نہ کرنا، میں ہی تیرا امام اور مولا اور اللہ کی طرف سے اپنے والد کے بعد تجھ پر حجت ہوں۔ اے مسیب ! میری مثال صدیق یوسف علیہ السلام کی سی ہے، جسے بھائیوں نے نہیں پہچانا تھا جب کہ وہ (یوسفؑ) بھائیوں کو پہچانتے تھے"۔

پھر امام علیہ السلام کے جنازہ کو مقابر قریش میں دفن کیا گیا اور ان کے حکم کے مطابق ان کی قبر کو چار انگشت بلند کیا گیا ، اس کے بعد لوگوں نے ان کی قبر کو بلند کیا اور مزار تعمیر کی۔

۷۔(محذوف اسناد) سلیمان بن حفص مروزی نے کہا:۔

ہارون الرشید نے ۱۷۹ھ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قید کیا اور ۱۸۳ ہجری ، پچیس رجب کو سینتالیس(۱) سال کی عمر میں زندان ہارون میں ان کی وفات ہوئی اور مقابر قریش میں دفن ہوئے، آپؑ کی مدت امامت پینتیس سال اور چند ماہ ہے اور آپ کی والدہ ام ولد تھیں جنہیں حمیدہ کہا جاتا تھا اور اسحاق اور محمد آپؑ کے سگے بھائی تھے آپؑ نے اپنے فرزند علی رضا علیہ السلام کی امامت پر نص فرمائی۔

۸۔(محذوف اسناد) محمد بن صدقہ عنبری نے کہا:۔

جب ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر (علیہما السلام) کی وفات ہوئی تو ہارون نے طالبین اور ابن عباس کے شیوخ اور دیگر حکام اور معززین کو جمع کیا اور کہا:۔

یہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام ہے ، یہ اپنی طبعی موت مرے ہیں اور میرے اور ان کے درمیان جو اختلاف تھے ان کے لیئے میں خدا سے استغفار کرتا ہوں،

نوٹ : (۱) امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی عمر کے متعلق راوی یا کاتب کو مغالطہ ہوا کیونکہ آپ والد کی وفات کے وقت اکیس برس سے زیادہ عمر کے تھے اور والد کے بعد آپ پینتیس برس اور چند ماہ زندہ رہے اس لحاظ سے آپ کی عمر چھپن برس قرار پاتی ہے اور شیخ مفید اور شیخ صدوق نے بھی آپ کی عمر چھپن برس تحریر کی ہے۔

تم لوگ جا کر ان کے جنازہ کو دیکھو۔

ہارون کے ستر پیروکار گئے انہیں کسی قسم کے زخم اور تشدد کے نشان نظر نہ آئے البتہ ان کے پاؤں پر مہندی کے نشان تھے، سلیمان بن جعفر نے انہیں غسل دلایا اور انہیں کفن دیا اور پا پیادہ ان کے جنازہ میں شامل ہوا۔

مصنف کتاب ھذا کہتے ہیں ہم نے یہ روایات اسی لیئے درج کی ہیں تا کہ فرقہ واقفیہ کے باطل نظریات کی تردید ہو سکے، امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کی تردید کے لیئے وہ یہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ امام کو غسل امام ہی دیتا ہے۔

اس کے لیئے ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا زیادہ سے زیادہ مفہوم یہی ہے کہ امام کو غسل دینا امام کا حق ہے اور اگر کوئی ظالم امام کو اس کے حق سے روک دے تو نئے امام کی امامت باطل نہیں ہوگی۔

ثانیاً: ایک سابقہ روایت میں ہمارے قارئین یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو امام علی رضا علیہ السلام نے ہی غسل دیا تھا، اور امام کے لیئے زمینی فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

۹۔(بحذف اسناد) علی بن ربعہ کہتے ہیں:۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ہمارے ہاں ایک شخص رہتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ آپ کے والد کی وفات نہیں ہوئی، وہ زندہ جاوید ہیں اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

سبحان اللہ! کیسی عجیب بات ہے، رسول خداؐ کی وفات تو ہوئی لیکن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی وفات نہیں ہوئی۔

ہاں ہاں! خدا کی قسم، وہ وفات پا چکے ہیں ان کا مال تقسیم ہو چکا ہے اور

ان کی کنیزوں نے نئے نکاح کر لیے ہیں۔

۱۰۔(محذوف الاسناد) محمد بن عبداللہ الفروی نے اپنے والد سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا:۔

میں ایک دن فضل بن ربیع کو ملنے گیا تو وہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھے ہوئے تھے۔

اس نے مجھ سے کہا: قریب آؤ۔

میں قریب ہوا اور جب بالکل اس کے ساتھ ہوا تو اس نے کہا:۔

سامنے گھر کی طرف دیکھو۔

میں نے اس کے اشارہ کردہ گھر کی جانب دیکھا۔

فضل نے کہا: تجھے کچھ صحن میں دکھائی دیتا ہے؟

میں نے کہا: ایک کپڑا پڑا ہوا ہے۔

اس نے کہا: اچھی طرح غور کر کے دیکھو۔

جب میں نے خوب غور کر کے دیکھا تو کہا:۔

یہ ایک شخص معلوم ہوتا ہے جو حالت سجدہ میں ہے۔

اس نے کہا: اس سجدہ کرنے والے کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: نہیں!

اس نے کہا: یہ تیرا آقا ہے۔

میں نے کہا: میرا کون سا آقا ہے؟

اس نے کہا: تم تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہو۔

میں نے کہا: ہرگز نہیں، میں تجاہل سے کام نہیں لے رہا، میں اپنے کسی آقا سے واقف نہیں ہوں۔

اس وقت **فضل نے کہا:** انہیں پہچان، یہ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیھما السلام

ہیں۔

میں دن رات ان کی نگرانی کرتا رہتا ہوں اور انہوں نے اپنے اوقات کو اس طرح سے ترتیب دیا ہے کہ نماز فجر کے بعد کچھ دیر تعقیبات میں مصروف رہتے ہیں اور طلوع آفتاب تک تعقیبات بجا لاتے ہیں، پھر وہ سجدہ کرتے ہیں، سورج کے زوال تک وہ سجدہ میں رہتے ہیں اور جب غلام انہیں زوال کی خبر دیتا ہے تو وہ کسی تجدید وضو کے بغیر نماز ظہر ادا کرتے ہیں، اس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سجدہ میں نیند نہیں کرتے اور پھر تعقیبات و اوراد میں مصروف ہوجاتے ہیں، یہاں تک کہ نماز عصر پڑھتے ہیں۔

نماز عصر کے بعد وہ سجدہ کرتے ہیں اور غروب آفتاب سے پہلے وہ سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے، جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو کسی وضو کی تجدید کے بغیر نماز مغرب و عشاء پڑھتے ہیں۔

پھر وہ کھانا تناول فرماتے ہیں، اس کے بعد تجدید وضو کرکے پھر سجدہ کرتے ہیں، پھر سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں اور ہلکی سی نیند کرتے ہیں پھر کھڑے ہو کر تجدید وضو کرتے ہیں اور پھر رات کا تمام حصہ عبادت اور نماز شب میں بسر کرتے ہیں اور جب غلام انہیں طلوع فجر کی اطلاع دیتا ہے تو وہ نماز فجر ادا کرتے ہیں، جب سے وہ آئے ہیں ان کا یہی نظام الاوقات ہے۔

میں (راوی) نے فضل سے کہا:

چونکہ امام موسیٰ کاظم تمہاری تحویل میں ہیں، ان سے بدسلوکی کرکے زوال نعمت کے اسباب فراہم نہ کرنا۔

اور تم بخوبی جانتے ہو کہ اس خاندان کے افراد کے ساتھ جس نے بھی بدسلوکی کی ہے، خدا نے اس سے اپنی نعمتیں چھین لی ہیں۔

فضل نے کہا: اہل اقتدار کی طرف سے مجھے کئی مرتبہ ان کے قتل کا حکم ملا

ہے لیکن میں نے ان کی بات پر عمل نہیں کیا اور میں نے انہیں کہہ دیا ہے کہ اگرچہ مجھے خود بھی کیوں نہ قتل ہونا پڑے پھر بھی میں امام موسیٰ کاظمؑ کو ہرگز قتل نہیں کروں گا۔

پھر امام علیہ السلام کو فضل بن ربیع کی نگرانی سے نکال کر فضل بن یحییٰ برمکی کی تحویل میں دے دیا گیا اور حضرتؑ کئی دن اس کے ہاں قید رہے اور اس دوران تین دن رات تک فضل بن ربیع آپؑ کے لیئے کھانا بھیجتا رہا، چوتھی رات فضل بن یحییٰ برمکی کی طرف سے آپؑ کے لیئے کھانا بھیجا گیا۔

امام علیہ السلام نے آسمان کی جانب ہاتھ بلند کیئے اور کہا:۔

"پروردگار! تو جانتا ہے اگر اس سے پہلے میں اس قسم کا کھانا کھاتا تو یقیناً میں اپنے ہاتھوں سے اپنی موت کو دعوت دینے والا سمجھا جاتا لیکن آج مجھے مجبور کر کے یہ غذا کھلائی جارہی ہے!"۔

پھر آپؑ نے وہ کھانا کھایا اور کھانا کھاتے ہی بیمار ہو گئے۔

طبیب لایا گیا۔

تو آپؑ نے اس کے سامنے اپنی ہتھیلی میں پیدا ہونے والا وہ رنگ دکھایا جو زہر کے اکٹھا ہونے سے پیدا ہو چکا تھا۔

طبیب واپس آیا تو اس نے کہا:۔

"جو کچھ تم نے قیدی کے ساتھ سلوک کیا ہے وہ اسے تم سے زیادہ بہتر جانتا ہے"۔

پھر حضرتؑ کی وفات ہو گئی۔

باب 9

امام موسیٰ کاظمؑ کے بعد ہارون نے ایک ہی شب میں جن سادات کو قتل کرایا

۱۔(بحذف اسناد) عبداللہ بزاز نیساپوری کا بیان ہے کہ میرا حمید بن قحطبہ طائی طوسی کے ساتھ کچھ لین دین تھا۔

چنانچہ میں ماہ رمضان میں اس سے ملنے کے لیئے گیا ، جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس کے غلاموں نے میری آمد کی اطلاع کی ،اس نے مجھے بلا تاخیر ملاقات کے لیئے بلایا۔

میں نے داخل ہو کر اسے سلام کیا اور بیٹھ گیا،اسی اثنا میں نوکر اس کے سامنے طشت اور لوٹا لے کر آیا ،اس نے ہاتھ دھوئے اور پھر اس نے مجھے ہاتھ دھونے کا حکم دیا ، میں نے بھی ہاتھ دھوئے ،پھر دستر خوان بچھ گیا۔

مجھے یہ یاد نہ رہا کہ ماہ رمضان ہے اور میں حالت روزہ میں ہوں چنانچہ میں نے بھی اس کے ساتھ بیٹھ کر دو تین لقمے کھائے ،جیسے ہی مجھے یاد آیا کہ میں حالت روزہ میں ہوں تو میں نے اپنا ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا۔

حمید نے کہا:۔

کھانا کیوں نہیں کھاتے ؟

میں نے کہا:۔

میں روزہ سے ہوں اور بھول کر چند لقمے کھا لیئے البتہ آپ کے پاس کوئی عذر شرعی موجود ہو گا جس کی وجہ سے آپ نے روزہ نہیں رکھا۔

اس نے کہا:۔

مجھے کوئی بیماری نہیں جس کی وجہ سے مجھے روزہ معاف ہو، میں بالکل تندرست و صحت مند ہوں، پھر وہ رونے لگا۔

جب وہ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو میں نے اس سے پوچھا۔

امیر! آپ کیوں روتے ہیں؟

اس نے کہا:۔

میں اپنی بد بختی پر روتا ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک رات جب کہ ہارون الرشید طوس میں تھا اس نے مجھے بلایا جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے دیکھا اس کے سامنے ایک شمع جل رہی تھی اور ایک سبز قسم کی بے نیام تلوار رکھی ہوئی تھی اور اس کے سامنے ایک غلام کھڑا ہوا تھا۔

جب میں اس کے سامنے کھڑا ہوا تو اس نے سر اٹھا کر میری جانب دیکھا اور کہا:۔

تم اپنے امیر کی اطاعت کس حد تک کر سکتے ہو؟

میں نے کہا:۔

میں جان و مال اطاعت امیر کے لیئے قربان کر سکتا ہوں۔

اس نے کچھ دیر سر جھکایا پھر مجھے گھر جانے کی اجازت دے دی۔

میں اپنے گھر آ کر بیٹھا ہی تھا کہ کچھ دیر کے بعد پھر ہارون کا قاصد آ گیا اور مجھے کہا کہ تجھے خلیفہ یاد کر رہے ہیں۔

میں نے اپنے دل میں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور میں نے سوچ لیا کہ ہو نہ ہو خلیفہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اور شاید پہلی مرتبہ اسے شرم محسوس ہوئی، اس مرتبہ وہ کوئی رحم نہیں کرے گا۔

بہر نوع میں کانپتا ہوا پھر اس کے سامنے گیا تو اس نے کہا:۔

تم اپنے امیر کی اطاعت کس حد تک کر سکتے ہو ؟

میں نے کہا:۔

میں اطاعت امیر کے لیئے اپنی جان ،اولاد اور مال قربان کر سکتا ہوں ۔

یہ سن کر وہ تھوڑا سا مسکرایا اور مجھے واپس جانے کی اجازت دے دی۔

اب کی بار میں اپنے گھر پہنچا تو کچھ دیر بعد پھر خلیفہ کے قاصد نے دروازے پر دستک دی اور کہا:۔

تجھے خلیفہ یاد کر رہے ہیں ۔

جب میں تیسری مرتبہ اس کے سامنے گیا تو اسے اسی حال میں پایا اور اس نے مجھ سے وہی پرانا سوال دہراتے ہوئے پوچھا۔

تم امیر کی اطاعت کس حد تک کر سکتے ہو ؟

میں نے کہا:۔

میں امیر کی اطاعت کے لیئے جان ،اولاد، مال اور ایمان قربان کرنے پر آمادہ ہوں۔

میرا جواب سن کر وہ ہنسنے لگا اور مجھے کہا:۔

یہ تلوار اٹھا اور اس غلام کے ساتھ جا اور جو کچھ تجھے یہ حکم دے اس کی تعمیل کر۔

چنانچہ غلام مجھے لے کر ایک جگہ پہنچا جہاں تین بند کمرے تھے اور صحن میں ایک کنواں تھا۔

غلام نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا ،اس میں بیس افراد قید تھے جن میں بچے ،بچیاں اور بوڑھے افراد شامل تھے۔

غلام نے دروازہ کھول کر مجھے کہا :۔

امیرالمومنین کا حکم ہے کہ ان سب کو قتل کر دے۔

چنانچہ غلام ان میں سے ایک ایک قیدی کو لاتا گیا اور میں بے دریغ قتل کرتا چلا گیا، پھر میں نے ان کے لاشے کنویں میں ڈال دیے۔

پھر اس کے بعد اس نے دوسرا کمرہ کھولا، اس میں بھی بیس افراد قید تھے غلام ایک ایک قیدی کو لاتا گیا اور میں قتل کرتا رہا اور میں نے ان کے بے جان لاشے بھی اسی کنویں میں پھینک دیے۔

آخر میں غلام نے تیسرا کمرہ کھولا، اس میں بھی بیس افراد قید تھے، غلام ایک ایک قیدی کو لاتا گیا اور میں قتل کرتا گیا اور جب ان میں سے انیس افراد کو قتل کر چکا تو آخر میں ایک بوڑھا قیدی میرے سامنے لایا گیا، اس قیدی نے کہا:۔

اے بدبخت! قیامت کے روز تو ہمارے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے قتل کے متعلق کیا جواب دے گا۔

تو نے علی و زہرا کی اولاد میں سے ساٹھ افراد کو ناحق قتل کیا ہے، اس دن تو کیا جواب دے گا؟

اس وقت میرا ہاتھ کانپنے لگا اور میرے جسم پر لرزہ طاری ہوا، غلام نے مجھے سختی کے ساتھ جھڑکا اور کہا کہ امیرالمومنین نے تجھے ان سب کے قتل کا حکم دیا ہے، چنانچہ میں نے اس بوڑھے قیدی کو بھی آخر میں قتل کر دیا، اور اس کا لاشہ بھی اسی کنویں میں ڈال دیا۔

اب جب کہ تم میرا ظلم سن چکے ہو تو مجھے بتاؤ مجھے نماز روزہ سے کیا فائدہ ہو گا، میں اولاد رسولؐ میں سے ساٹھ افراد کا قاتل ہوں، مجھے اپنے دوزخی ہونے کا مکمل یقین ہے، اسی لیے نماز روزہ کا تکلف کرنے کی مجھے کیا ضرورت ہے؟

منصور دوانقی کا ظلم

مصنف کتاب ھذا کہتے ہیں کہ ذریت رسولؐ کے ساتھ منصور نے بھی اسی طرح کا سلوک روا رکھا تھا ،اس کے ظلم کی داستانیں بہت طویل ہیں جن میں سے ایک داستان ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔

۲۔ ہم سے احمد بن محمد بن حسین نے بیان کیا ،اس نے ابو منصور مطرز سے روایت کی ،اس نے کہا میں نے حاکم ابو احمد محمد بن محمد بن اسحاق انماطی نیشا پوری سے سنا ، اس نے اسناد متصل سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا :

جب منصور دوانقی نے بغداد شہر قائم کیا تو سادات کو تلاش کرتا ، اسے جہاں بھی سید ملتے انہیں مکانات کی دیواروں میں چنا دیتا۔

ایک دن ایک خوبصورت بچہ جس کا تعلق امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی نسل سے تھا پکڑ کر لایا گیا اور منصور نے اس کے متعلق یہ حکم دیا کہ اسے بھی دیوار میں چنوا دیا جائے۔

مکان دھڑا دھڑ بن رہے تھے ،اس مظلوم بچے کو پکڑ کر ایک معمار کے پاس لایا گیا اور اسے کہا گیا کہ خلیفہ کا حکم ہے کہ اسے دیوار میں چن دیا جائے۔ تعمیل حکم کے لیئے حکومت کے کارندے ساتھ کھڑے ہو گئے۔

معمار نے معصوم بچے کو دیکھا تو اس کا دل لرز اٹھا ، بہر حال اس نے دیوار میں ادھر ادھر اینٹیں لگائیں اور اس کے درمیانی حصہ کو خالی رکھ کر معصوم بچے کو لٹا دیا اور اوپر اینٹیں چن دیں اور اس نے اینٹوں کے درمیان ایک چھوٹا سا سوراخ رکھ دیا جس میں سے ہوا کی آمد و رفت جاری رہ سکے ۔

اس کے بعد حکومت کے کارندے اپنے گھروں کو چلے گئے اور رات کی تاریکی میں وہی معمار دیوار کے قریب آیا اور آہستہ آہستہ اینٹیں ہٹائیں اور بچے کو دیوار میں

سے برآمد کیا اور اس سے کہا :۔

اب آپ کا گھر چھپے جانا مناسب نہیں ہے ،آپ اللہ کی وسیع زمین پر کہیں دور دراز علاقے میں چلے جائیں اور اپنی جان بچائیں، اگر حکومت کے کارندوں نے آپ کو کہیں دیکھ لیا تو آپ کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دیں گے، میں نے رسول خدا کی خوشنودی کے لیئے آپ کو اس دیوار سے نکالا ہے۔

پھر معمار نے بچے کے سر کے بال مونڈ دیئے اور کہا :۔

اب آپ کہیں چلے جائیں اور کبھی بھی غلطی کر کے اپنی ماں کے پاس مت جائیں۔

معصوم بچے نے کہا :۔

ٹھیک ہے میں کہیں چلا جاؤں گا ،تم نشانی کے طور پر میرے بال میری بیوہ ماں کے پاس لے جانا اور اسے تسلی دینا، پھر بچے نے معمار کو اپنے گھر کا پتہ بتایا۔

معمار کہتا ہے کہ میں ایک رات بچے کے بتائے ہوئے پتہ پر گیا تو ایک مکان سے مجھے ایک خاتون کے رونے کی دھیمی دھیمی آواز آئی، میں سمجھ گیا کہ یہ مکان اس بچے کا ہے اور اس کی ماں اپنے بیٹے کو یاد کر کے رو رہی ہے۔

میں نے اس دروازہ پر آہستہ سے دستک دی بی بی نے دروازہ کھولا میں نے اسے اس کے بیٹے کی تمام داستان غم سنائی اور اس کے بال ماں کے حوالے کر کے واپس آ گیا۔

معمار کہتا ہے :۔

مجھے پھر پتہ نہیں چلا کہ وہ معصوم بچہ اس کے بعد کہاں گیا اور اس کا کیا بنا۔

باب 10

فرقہ واقفیہ کیونکر معرض وجود میں آیا ؟

۱۔(محذف اسناد) ربیع بن عبدالرحمن کہتے تھے:۔

امام موسیٰ بن جعفر علیھما السلام انتہائی صاحب فراست تھے ، آپ اپنی فراست ایمانی سے ان لوگوں کو بخوبی جانتے تھے جو آپ کی موت کا انکار کرنے والے تھے اور آپ کے جانشین امام حق کے منکر بننے والے تھے ۔اس کے باوجود آپ اپنا غصہ ضبط کرتے تھے اور ان کے سامنے کسی ناراضگی کا اظہار نہیں کرتے تھے ، اسی لیئے آپ کا لقب کاظم رکھا گیا۔

۲۔(محذف اسناد) یونس بن عبدالرحمن کہتے ہیں :۔

جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو اس وقت جتنے بھی آپ کے امین تھے ان سب کے پاس خمس کی ایک بڑی رقم موجود تھی۔

چنانچہ اسی مال خمس کو کھانے اور چھپانے کے لیئے انھوں نے یہ عقیدہ وضع کر لیا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہی نہیں ہوئی اور آپ زندہ جاوید ہیں۔

چنانچہ زیاد بن مروان قندی کے پاس ستر ہزار دینار تھے اور علی بن حمزہ ثمالی (بطائنی ثمالی)کے پاس تیس ہزار دینار تھے ۔

جب میں نے ان کی تزویر اتی گفتگو سنی اور اس کے ساتھ اللہ نے مجھے حق کی ہدایت فرمائی اور میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کو تسلیم کیا اور میں نے اس کا پرچار شروع کیا تو ان دونوں نے مجھے کہا:۔

تو یہ کیا کر رہا ہے ؟

اگر تجھے دولت کی ضرورت ہے تو ہم تجھے مالا مال بنانے کو تیار ہیں، تم علی رضا(علیہ السلام) کی امامت کا پرچار چھوڑ دو۔

میں نے ان دونوں کی پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے کہا:۔

ہم نے امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کی ۔

انہوں نے فرمایا:۔

" جب بدعتیں ظاہر ہوں تو عالم کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس سے نور ایمان سلب کر لیا جائے گا۔"

میں نے ان دونوں سے کہا:۔

" امر خداوندی کے لیئے کسی بھی قیمت پر جہاد چھوڑنے کو تیار نہیں ہوں ، اس لیئے ان دونوں نے مجھ سے دشمنی رکھی اور میری مخالفت کی (۱)۔

۳۔(محذوف اسناد) احمد بن حماد کہتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ایک امین کا نام عثمان بن عیسیٰ رواسی تھا اور اس نے مصر میں رہائش رکھی ہوئی تھی ،اس کے پاس بہت سی دولت اور چھ کنیزیں تھیں ، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد اس سے مذکورہ چیزوں کا مطالبہ کیا تو اس نے جواب میں تحریر کیا ۔

میں یہ چیزیں آپ کے سپرد کیونکر کروں جب کہ آپ کے والد کی وفات ہی نہیں ہوئی ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے اسے تحریر فرمایا:۔

میرے والد کی وفات ہو چکی ہے ہم ان کی میراث بھی تقسیم کر چکے ہیں اوران کی موت کی خبریں صحیح ہیں ۔

لیکن اس بد بخت نے جواب میں لکھا۔

اگر آپ کے والد کی وفات نہیں ہوئی اور وہ زندہ ہیں تو آپ کو ان چیزوں

۱۔ محشی نے حاشیہ پر مرقوم کیا ہے کہ یونس بن عبدالرحمٰن اس روایت میں منفرد ہے اور علی بن ابی حمزہ بطائنی کے لیئے یہ تسلیم کرنا مشکل ہے کہ وہ واقفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے جب کہ وہ علماء رجال کے ہاں جلیل القدر ثقہ راوی مانے جاتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ بعض علماء نے اسی وجہ سے یونس کی توثیق کرنے سے احتراز کیا ہے۔

کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے، اگر وہ بالفرض وفات بھی پا گئے ہوں تو بھی میں مذکورہ اشیاء آپؑ کے حوالے نہیں کروں گا کیونکہ آپؑ کے والد نے مجھے اس طرح کا حکم نہیں دیا تھا۔

مصنف کتاب ھذا کہتے ہیں :۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مال و دولت جمع کرنے والے انسان ہرگز نہیں تھے، حکومت وقت سے آپؑ کی شدید مخالفت تھی، اسی لیے آپؑ امین افراد کے پاس مال و دولت رکھا دیتے تھے تاکہ بوقت ضرورت مستحقین میں تقسیم کی جا سکے۔ علاوہ ازیں مذکورہ دولت آپؑ کے پاس بغرض تقسیم نہیں بھیجی گئی بلکہ آپؑ کے عقیدت مند افراد نے آپؑ کی خدمت میں بطور نذرانہ روانہ کی تھی۔

باب 11

عقیدۂ توحید کے متعلق امام علی رضاؑ کے فرامین

۱۔ (بحذف اسناد) یاسر خادم سے روایت ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

آپؑ نے فرمایا:۔

من شبه الله تعالٰی بخلقه فهو مشرك ، ومن نسب اليه ما نهٰى عنه فهو كافر ۔

"جس نے اللہ کی شبیہ اس کی مخلوق سے دی وہ مشرک ہے اور جس نے اللہ کی طرف اس چیز کی نسبت دی جس سے اس نے منع کیا، وہ کافر ہے"

۲۔ (بحذف اسناد) سید عبدالعظیم حسنی نے ابراہیم بن ابی محمود سے روایت کی، اس نے کہا:۔

امام علی رضا علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس آیت۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۔ (القیامۃ ۲۲۔۲۳)

"اس دن چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔"

کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:۔

يعنى مشرقة ينتظر ثواب ربها ۔

"یعنی روشن ہوں گے اور اپنے رب کے ثواب کے منتظر ہوں گے"

۳۔ (بحذف اسناد) ابو الصلت الہروی عبدالسلام بن صالح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا۔

مولا! آپؑ اس روایت کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کے متعلق لوگ بیان

کرتے ہیں۔

ان المؤمنین یزورون ربهم فی منازلهم فی الجنة ۔

" مومنین اپنے منازل جنت میں اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے ۔"

یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا:۔

ابوالصلت ! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جملہ مخلوقات اور جملہ انبیاء و مرسلین و ملائکہ پر فضیلت دی ہے اور ان کی اطاعت اور بیعت کو اپنی اطاعت اور بیعت قرار دیا جیسا کہ اس نے خود فرمایا:۔

1۔ **مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔** (النساء۔۸۰)

"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

2۔ **اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰهَ ۔** (الفتح۔۱۰)

" بے شک جو لوگ آپؐ کی بیعت کر رہے تھے ،وہ اللہ کی بیعت کر رہے تھے۔"

تو جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی اطاعت و بیعت کو اپنی اطاعت و بیعت قرار دیا ہے ، اسی طرح سے اللہ نے آنحضرتؐ کی زیارت کو بھی اپنی زیارت قرار دیا ہے ۔

اسی لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

من زارنی فی حیاتی او بعد موتی فقد زار اللّٰه ۔

" جس نے میری زندگی یا میری موت کے بعد میری زیارت کی تو اس نے اللہ کی زیارت کی ۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنت میں بلند ترین درجہ ہو گا اور اہل ایمان اپنے منازل جنت سے ان کا دیدار کریں گے، آپؐ کے دیدار کو ہی اللہ کے دیدار سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ابوالصلت کہتے ہیں پھر میں نے آپ سے پوچھا کہ لوگ روایت کرتے ہیں۔

ان ثواب لا اله الا الله النظر الى وجه الله ۔

"بے شک لا الہ الا اللہ کا ثواب چہرۂ خداوندی کا دیدار ہے۔"

آخر اس حدیث کا کیا مفہوم ہے؟

اس کے جواب میں حضرتؑ نے ارشاد فرمایا:۔

ابوالصلت! جو شخص اللہ کی وصف دیگر چہروں کی طرح سے چہرہ کے ساتھ کرے تو اس نے کفر کیا۔

بلکہ اللہ کے چہرے سے مراد اللہ کے انبیاء و رسل اور حجج ہیں کیونکہ انہی ذوات عالیہ کی وجہ سے اللہ اور اس کے دین و معرفت کی توجیہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔

(الرحمٰن۔۲۶۔۲۷)

"جو بھی زمین پر رہتا ہے فنا ہونے والا ہے اور تیرے پروردگار کا جلال و اکرام والا چہرہ باقی رہے گا۔"

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۔ (القصص۔۸۸)

"سوائے اس کے چہرے کے باقی ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔"

تو مومنین کے لیے قیامت کے دن اپنے درجات میں رہ کر انبیاء و رسل اور حجج الٰہی کا دیدار کرنا عظیم ثواب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من ابغض اهل بيتي و عترتي لم يرني و لم اره يوم القيامة ۔

"جس نے میرے اہل بیتؑ و عترت سے بغض رکھا، قیامت کے دن نہ وہ مجھے دیکھے گا اور نہ ہی میں اسے دیکھوں گا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور فرمان ہے:۔

ان فیکم من لا یرانی بعد ان یفارقنی۔

"تمہارے اندر ایسے اشخاص بھی ہیں جو مجھ سے جدا ہونے کے بعد مجھے پھر نہیں دیکھ سکیں گے۔"

ابوالصلت! اللہ تعالیٰ کی توصیف مکان سے نہیں کی جاسکتی اور آنکھیں اور اوہام اس کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں۔

ابوالصلت کہتے ہیں، پھر میں نے حضرتؑ سے پوچھا۔

فرزند رسولؐ! یہ بتائیں کیا جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں اور کیا اس وقت بھی موجود ہیں؟

حضرتؑ نے ارشاد فرمایا:۔

جی ہاں! شب معراج رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں داخل ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوزخ کو بھی دیکھا تھا۔

میں (ابوالصلت) نے عرض کی:۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کا فیصلہ کیا ہوا ہے لیکن ابھی تک انہیں پیدا نہیں فرمایا، اس کے متعلق آپؑ کیا فرماتے ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا:۔

ان لوگوں کا ہم سے کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی ہمارا ان سے کوئی واسطہ ہے۔ جو شخص جنت و دوزخ کے پیدا ہونے کا انکار کرتا ہے وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہماری تکذیب کرتا ہے۔ اس کا ہماری ولایت سے کوئی واسطہ نہیں اور وہ ہمیشہ اس دوزخ میں رہے گا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُکَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ۔ (الرحمٰن۔ ۴۳،۴۴)

"یہی وہ جہنم ہے جس کا مجرمین انکار کر رہے تھے اب اس کے اور اس کے کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگاتے پھریں گے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

جب مجھے معراج کرائی گئی تو جبریلؑ نے میرے ہاتھ کو سے پکڑا اور مجھے جنت میں لے گئے اور اس نے مجھے جنت کی تازہ کھجور کھلائی تو وہ میرے صلب میں نطفہ کی صورت میں تبدیل ہو گئی اور جب میں زمین پر اترا تو میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مباشرت کی جس کی وجہ سے فاطمہ سلام اللہ علیھا کا حمل قرار پایا، فاطمہؑ انسانی شکل میں حور ہے اور میں جب بھی خوشبوئے جنت کا مشتاق ہوتا ہوں تو اپنی دختر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کی خوشبو سونگھتا ہوں۔

۴۔ (بحذف اسناد) ریان بن صلت نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

ما امن بی من فسر برأیه کلامی وما عرفنی من شبهنی بخلقی وما علی دینی من استعمل القیا س فی دینی ۔

"وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے اپنی رائے سے میرے کلام کی تفسیر کی اور جس نے میری مخلوق کے ساتھ میری تشبیہ دی، اس نے مجھے پہچانا ہی نہیں اور جس نے میرے دین میں قیاس کو استعمال کیا اس کا میرے دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

۵۔ (بحذف اسناد) محمد بن خالد نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے

کہ امام علی رضا علیہ السلام اپنے خاندان کے ایک شخص کی قبر کی طرف سے گذرے تو آپ اس قبر کے قریب بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ اس قبر پر رکھ کر کہا:۔

الھی بدت قدرتك و لم تبد واھیة فجھلوك و قدروك والتقدیر علی غیرمابه وصفوك و انی بریءٌ ، یا الھی من الذین بالتشبیه طلبوك ولیس کمثلك شیءٌ الھی ولن یدرکوك و ظاھر ما بھم من نعمك دلیلھم علیك لو عرفوك و فی خلقك یا الھی مندوحة ان یتنا ولوك بل سووك بخلقك فمن ثم لم یعرفوك و اتخذوا بعض ایاتك ربا فبذلك و صفوك فتعالیت ربی عما به المشبھون نعتوك۔

"میرے پروردگار ! تیری قدرت و اختیار ظاہر ہو چکی ہے اور کوئی کمزوری تیری جانب سے ظاہر نہیں ہوئی پھر لوگ تجھ سے جاہل رہے اور تیرے لیئے اندازے مقرر کرے اور لوگوں نے غلط اندازوں سے تیری توصیف کی ہے۔

خدایا ! میں ان لوگوں سے بیزار ہوں جنھوں نے تشبیہ کے ذریعہ سے تیری جستجو کی ہے جب کہ کوئی چیز تیری مثال نہیں رکھتی۔

پروردگار ! یہ لوگ تجھے ہرگز نہیں پا سکیں گے اور ان پر جو تیری نعمات ہیں وہی بظاہر تیرے لیئے ان کی رہنما ہیں ، اگر تجھے پانے کے لیے انھیں تیری معرفت کی طلب ہوتی تو تیری مخلوق کے لیئے کشادگی اور گنجائش موجود تھی بلکہ ان لوگوں نے تجھے تیری مخلوق کے برابر ٹھہرالیا اسی لیئے وہ تیری معرفت حاصل نہ کر سکے اور تیری بعض آیات کو رب قرار دے کر تیری وصف بھی انہی کے ساتھ کی ۔

میرے پروردگار ! تو اس چیز سے بلند و برتر ہے جس کے ساتھ تشبیہ دینے والوں نے تیری وصف بیان کی ہے۔"

٦۔(محذوف اسناد) احمد بن محمد بن ابی نصر نے روایت کی ہے کہ "وراء النھر" سے کچھ لوگ امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا :۔

ہم آپؑ سے تین مسائل دریافت کریں گے ،اگر آپؑ نے ہمیں ان کے جواب دیئے تو ہم جان لیں گے کہ آپؑ عالم ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا :۔

پوچھئے جو پوچھنا ہو۔

انھوں نے کہا :۔

آپؑ ہمیں اللہ کے متعلق بتائیں۔

1۔ کہاں تھا؟

2۔ کیسے تھا؟

3۔ اور اس کا سہارا کس چیز پر تھا؟

اس کے جواب میں آپؑ نے ارشاد فرمایا :۔

1۔ اللہ نے جگہ اور کہاں کو خود مقرر کیا، وہ "کہاں" سے پاک ہے۔

2۔ اللہ نے خود کیفیات کو پیدا کیا اس پر کیفیت طاری نہیں ہوتی۔

3۔ اس کا اعتماد اور سہارا خود اس کی قدرت پر تھا۔

یہ سن کر ان لوگوں نے کہا :۔

"ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؑ عالم ہیں"۔

مصنف کتاب ھذا کہتے ہیں کہ قدرت پر اعتماد اور سہارا کا مقصد یہ ہے کہ اس کا اپنی ذات پر تکیہ اور سہارا تھا ،کیونکہ قدرت کا تعلق ذات حق کی صفات سے ہے۔ (1)

۱۔ اللہ تو اپنی ذات پر قائم بذاتہ ہے اور امام عالی مقامؑ کا یہ فرمان بر بنائے مجاز ہے جیسا کہ "ید اللہ فوق ایدیھم" (الفتح ۔ ۱۰) کی آیت میں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مذکورہ احادیث میں مسائل الہیات کے دقائق مضمر ہیں اور ہر جملے کے کئی دقیق معانی ہیں جنہیں "راسخون فی الحکمت" ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

۷۔ (بحذف اسناد) محمد بن عرفہ (عروہ) کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا۔

اللہ نے اشیاء کو قدرت سے بنایا یا بغیر قدرت کے بنایا ؟

اس کے جواب میں امام عالی مقام نے فرمایا:۔

"یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اللہ نے اشیاء کو قدرت کے ذریعہ سے خلق کیا کیونکہ جب تم یہ کہو گے کہ اللہ نے اشیاء کو قدرت کے ذریعہ سے خلق کیا ہے تو اس کا مفہوم یہ قرار پائے گا کہ تو نے اللہ کے علاوہ قدرت کو بھی تسلیم کیا ہے اور تم نے قدرت کو تخلیق اشیاء کا آلہ قرار دیا ہے اور یہ شرک ہے اور جب تم یہ کہتے ہو کہ اللہ نے قدرت کے بغیر اشیاء کو خلق کیا تو اس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ تم دراصل یہ کہہ رہے ہو کہ اللہ نے اپنے ذاتی اقتدار اور قدرت سے اشیاء کو پیدا کیا ہے ۔اللہ نہ تو ضعیف ہے اور نہ ہی عاجز ہے اور نہ ہی اپنے ماسوا کا محتاج ہے ۔اللہ قادر لذاتہ ہے اور قدرت (زائدہ) کی وجہ سے قادر نہیں ہے"۔

۸۔ (بحذف اسناد) حسین بن بشار نے امام علی رضا علیہ السلام سے سوال کیا۔

کیا اشیاء کی تخلیق سے پہلے اللہ کو تمام اشیاء کے آغاز و انجام کا علم تھا ؟

اس کے جواب میں حضرت نے ارشاد فرمایا:۔

"اللہ اشیاء کی تخلیق سے بھی پہلے ان کا عالم تھا"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

إِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۔ (الجاثیہ ۔۲۹)

"ہم تمہارے اعمال کو برابر لکھوا رہے تھے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے اہل نار کے لیئے فرمایا:۔

وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۔ (الانعام ۔۲۸)

"اور اگر یہ پلٹا بھی دیئے جائیں تو وہی کریں گے جس سے یہ روکے گئے

ہیں اور یہ سب جھوٹے ہیں۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جانتا ہے کہ اگر انہیں دنیا میں لوٹنے کی اجازت بھی دے دی جائے تو بھی وہ منہیات کے مرتکب ہوں گے۔

علاوہ ازیں جب فرشتوں نے تخلیق آدم کے متعلق اعتراض کیا تھا کہ یہ زمین پہ فساد کریں گے اور خون بہائیں گے اور ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنِّیٓ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔ (البقرہ۔۳۰)

"جو کچھ میں جانتا ہوں تم اسے نہیں جانتے۔"

اللہ کا علم اشیاء کی تخلیق سے پہلے ہے ہمارا رب بلندی و عظمت کا مالک ہے اور وہ برکت والا ہے، اس نے اشیاء پیدا کیں جب کہ ان کا علم اس کے پاس پہلے سے موجود تھا۔ اور ہمارا رب ازل سے ہی جاننے والا اور سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

۹۔ (بحذف اسناد) ماہ شعبان ۳۵۲ھ میں عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نیشاپوری نے ہمیں نیشاپور میں حدیث سنائی اور اس نے کہا کہ میں نے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری سے اور اس نے فضل بن شاذان سے روایت کی۔

انہوں نے کہا:۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا آپ اپنی ایک دعا میں یہ الفاظ کہہ رہے تھے۔

سبحان من خلق الخلق بقدرته وا تقن ما خلق بحكمته و وضع كل شيء منه موضعه بعلمه، سبحان من يعلم خائنة الاعين و ما تخفي الصدور وليس كمثله شيء و هو السميع البصير

"پاک ہے وہ جس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور جو کچھ اس

نے پیدا کیا اسے اپنی حکمت سے مضبوط بنایا اور اپنے علم کے مطابق ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھا، پاک ہے وہ جو خیانت کرنے والی نگاہوں کو جانتا ہے اور جو کچھ سینے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں، انہیں جانتا ہے، اور کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے"۔

صفات عین ذات ہیں

۱۰۔(حذف اسناد) حسین بن خالد کا بیان ہے میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

اللہ ازل سے ہی علیم، قادر، حی، قدیم، سمیع اور بصیر ہے۔

میں نے عرض کیا:۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علم کی وجہ سے عالم اور قدرت کی وجہ سے قادر اور حیات کی وجہ سے حی اور قدم کی وجہ سے قدیم اور قوت سماعت کی وجہ سے سمیع اور قوت بصارت کی وجہ سے بصیر رہا ہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

" جو شخص اس نظریہ کا قائل ہو اور اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو تو اس نے اللہ کے ساتھ کئی معبود اور بنا ڈالے اور اس کا ہماری ولایت سے کوئی واسطہ نہیں ہے"۔

پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا:۔

"اللہ ازل سے ہی علیم، قادر، حی، قدیم، سمیع، اور بصیر لذاتہ رہا ہے۔ اور جو کچھ مشرکین اور تشبیہ دینے والے کہتے ہیں، اللہ اس سے کہیں بلند و برتر ہے۔

مخلوق و خالق کے ارادے کا فرق

۱۱۔(محذوف اسناد) صفوان بن یحییٰ نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا۔ خالق اور مخلوق کے ارادے کا کیا فرق ہے ؟

آپ نے فرمایا:۔

"مخلوق کا ارادہ کسی امر کے سر انجام دینے کے متعلق خیال کرنا ہوتا ہے اور اسی ارادہ کے ثمر کے طور پر فعل واقع ہوتا ہے ، جب کہ اللہ کا ارادے کسی کام کو سرانجام دینا ہوتا ہے ، کیونکہ اللہ کسی طرح کے سوچ و بچار کا محتاج نہیں ہے ،اور یہ صفات اس سے منفی ہے ، اللہ کے ارادہ سے مراد فعل ہی ہوتا ہے اور کچھ نہیں ہوتا ،اللہ"کن" کہتا ہے تو وہ چیز معرض وجود میں آ جاتی ہے اور واضح رہے کہ "کن" کا اطلاق بھی لفظ اور زبان اور سوچ و بچار اور کیفیت کا محتاج نہیں ہوتا اور جیسے کہ اللہ کسی کیفیت کا پابند نہیں ہے ،اسی طرح سے لفظ "کن "بھی کسی کیفیت کا پابند نہیں ہے۔

اِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ کا مفہوم

۱۲۔(محذوف اسناد) حسین بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

اِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔

"اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔"

اس حدیث کا مفہوم کیا ہے ؟

یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"خدا ان لوگوں کو تباہ کرے ،انہوں نے حدیث کے پہلے حصے کو حذف کر دیا اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایسے دو انسانوں کی طرف سے ہوا جو ایک دوسرے کو سب و شتم کر رہے تھے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو ان میں سے ایک شخص دوسرے کو کہہ رہا تھا۔

خدا تیرے چہرے کو رسوا کرے اور جس کا چہرہ تیرے جیسا ہو خدا اسے بھی رسوا کرے۔

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا ۔

بندۂ خدا ! اپنے بھائی کے لیے یہ الفاظ مت کہو کیونکہ اللہ نے آدمؑ کو اس کی صورت پر پیدا کیا"۔

ید قدرت کا مفہوم

۱۳_(محذف اسناد) محمد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے اس آیت کا مفہوم دریافت کیا ۔

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۔(ص۔ ۷۵)

"کس چیز نے تجھے روکا کہ تو اس کو سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔"

اس مقام پر ہاتھ سے کیا مراد ہے ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

میرے ہاتھوں سے مراد میری قوت و قدرت ہے (یعنی قوت و قدرت

کو لفظ ہاتھ سے تعبیر کیا گیا ہے۔)

مصنف کتاب ھذا کہتے ہیں:۔

میں نے بعض مشائخ شیعہ سے سنا ہے کہ ائمہ کرام علیھما السلام جب اس آیت کو پڑھتے تو یوں پڑھا کرتے۔

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ ۔

پھر یہاں وقف کرتے تھے اور پھر

بِيَدِيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ پڑھتے تھے۔

اس صورت میں آیت مجیدہ کا ترجمہ یہ ہو گا۔

" جسے میں نے بنایا ہے اس کے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا، اور میری نعمت و احسان سے تو نے قوت حاصل کی ہے پھر بھی تو نے تکبر کیا ہے یا یہ کہ تو بلند پایہ افراد میں سے ہے؟"

اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسا کہ عرب ایک دوسرے کو کہتے ہیں۔

بسیفی تقاتلنی و برمحی تطاعننی۔

"تو میری تلوار لے کر ہی مجھ سے جنگ کر رہا ہے اور میرا نیزہ لے کر ہی مجھے نشانہ بنا رہا ہے۔"

ساقِ (پنڈلی) خداوندی کا مفہوم

۱۴۔ (محذوف اسناد) حسن بن سعید کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اس آیت مجیدہ۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ ۔ (القلم۔۴۲)

" جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور انہیں سجدہ کے لیے بلایا جائے گا۔"

کے متعلق فرمایا:۔

ساق سے مراد نور کا حجاب ہے جو ہٹا دیا جائے گا تو مؤمن سجدے میں گر جائیں گے اور منافقین کی پشت اکڑ جائے گی، اس لیئے وہ سجدہ کرنے کے قابل نہیں ہوں گے۔

مسجدِ کوفہ میں امیر المؤمنین علیہ السلام کا خطبہ

۱۵ا۔(محذف اسناد) ہیثم بن عبداللہ الرمانی نے امام علی رضا علیہ السلام سے اورانھوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی انھوں نے فرمایا :۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں لوگوں کو خطبہ دیا۔

" تمام حمد اللہ کے لیئے ہے جو کسی چیز سے نہیں بنا اور نہ ہی اس نے کائنات کو پہلے سے موجود کسی چیز سے بنایا، وہ اشیاء کو حادث بنا کر اپنی ازلیت کی گواہی دلانے والا ہے اور اشیاء کو عاجزی کا نشان لگا کر اپنی قدرت کو ظاہر کرنے والا ہے اوراس نے اشیاء کو فنا پذیر بنا کراپنے دوام کی گواہی دلائی۔

کوئی مکان اس سے خالی نہیں ہے کہ اس کی ظرفیت کا ادراک کیا جا سکے اور اس کی کوئی مثال نہیں کہ اس کی کیفیت کی وصف بیان کی جا سکے اور وہ کسی چیز سے غائب نہیں ہے کہ اس حیثیت کو جانا جا سکے۔

وہ مخلوقات سے صفات میں جدا ہے اور ادراک کی سرحدوں سے ماورا ہے اوراپنی کبریائی و عظمت کی وجہ سے حالات تصرف سے خارج ہے۔

تیز ترین اذہان کے لیئے اس کی حد بندی کرنا حرام ہے ، اور گہری فکر و سوچ کے لیئے اس کی کیفیت کا اندازہ لگا نا : ممکن ہے اور تیز ترین نگاہوں کے لیئے اس کی تصویر بنانا غیر ممکن ہے۔

اس کی عظمت کی وجہ سے کوئی مکان اس کا محتوی نہیں اور اس کے جلال

کی وجہ سے اندازے اس کے ادراک سے قاصر ہیں اور عقول کی اس کی کبریائی تک رسائی نہیں ہے اور اوہام اس کی کنہ معلوم نہیں کر سکتے ،افہام اس کی حقیقت میں ڈوب نہیں سکتے اور اذہان اس کی تمثیل سے قاصر اور بلند ترین عقول اس کے احاطہ سے مایوس ہیں اور علوم کے سمندر اس کی جانب اشارہ کرنے سے خشک ہو چکے ہیں اور منکرین اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود بلندی سے ذلیل ہو کر لوٹتے ہیں اور اس کے وصف قدرت سے قاصر ہیں۔

وہ واحد ہے لیکن باعتبار عدد نہیں وہ دائم ہے لیکن زمانہ کے لحاظ سے نہیں ، وہ جنس نہیں کہ دوسری اجناس اس جیسی ہو سکیں اور وہ کوئی مثال نہیں ہے کہ کوئی مثالیں اس کی مشابہت کر سکیں۔

وہ اشیاء کی مانند نہیں کہ اس پہ صفات واقع ہوں ، اس کے ادراک کی سر بفلک موجوں میں عقول بھٹک گئے اور اس کی ازلیت کے احاطہ ذکر سے اوہام حیرت زدہ رہ گئے اور اس کے وصف قدرت سے افہام عاجز آ گئے اور اس کے افلاک سلطنت کی لہروں میں اذہان غرق ہو گئے۔

وہ نعمات کے ذریعہ سے مقتدر ہے اور کبریائی کی وجہ سے بے مثال ہے ، وہ تمام اشیاء کا مالک ہے اسے وقت بوسیدہ نہیں کرتا اور زمانہ اسے کہنہ نہیں کر سکتا ،اور کوئی وصف اس کا احاطہ نہیں کر سکتا اور سرکش گردنیں اس کے سامنے فروتنی اختیار کر چکی ہیں اور اطراف کے بلند وبالا پہاڑ کی چوٹیوں جیسے مضبوط اسباب اس کے سامنے سرنگوں ہیں۔

وہ جملہ اجناس سے اپنی ربوبیت کی گواہی دلانے والا اور ان کی عاجزی سے اپنی قدرت کو ظاہر کرنے والا اور ان کے حدوث سے اپنی قدامت کا پتہ دینے والا اور انہیں زوال پذیر بنا کر اپنی بقا کی گواہی دلانے والا ہے۔

اشیائے کائنات کے پاس اس کے ادراک کا کوئی چارہ کار نہیں اور اللہ کے

احاطہ سے کوئی مخلوق نکل نہیں سکتی اور اللہ کی گنتی سے اپنے آپ کو حجاب میں نہیں رکھ سکتی اور اللہ کی قدرت کو اپنے سے ہٹا نہیں سکتی۔

عفت کا مستحکم ہونا اس کے وجود کی نشانی کے لحاظ سے کافی ہے اور اپنی مصنوعات کو طبع کا مرکب بنا کر اس نے اپنی دلالت ظاہر کر دی ہے اور مخلوق کا حدوث اس کے قدیم ہونے کے لیئے کافی ہے۔

اس کی جانب کوئی حد منسوب نہیں ہے اور اس کے لیئے کوئی بیان کی جانے والی ضرب المثل نہیں ہے اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے، وہ ضرب الامثال اور صفات مخلوق سے بہت بلند و برتر ہے۔

اور میں اس کی ربوبیت پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے منکر کی مخالفت کرتے ہوئے اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے عبد اور اس کے رسول ہیں، جو کہ بہترین مقام پر رہائش پذیر ہیں اور وہ کریم اصلاب اور طاہر ارحام سے پیدا ہوئے، آپ کا تعلق افضل ترین معدن اور افضل ترین اگنے کے مقام سے ہے، آپ کا واسطہ بلند ترین خاندان سے ہے اور آپ اس شجر سے تعلق رکھتے ہیں جس میں سے اللہ نے اپنے انبیاءؑ کا سلسلہ جاری کیا اور اپنے اُمناء کا انتخاب کیا۔

آپؐ کی شاخ طیب اور عمود معتدل، جس کی شاخیں بلند و بالا اور جس کی ٹہنیاں تر وتازہ، جس کا ثمر پختہ ہے۔

یہ شجر کرم و سخاوت کی سرزمین پر کاشت ہوا اور حرم میں اُگا اور اس کی شاخیں اور ثمر اسی سرزمین حرم میں پیدا ہوئیں اور یہ درخت بلند ہوا اور ناقابل تسخیر بنا، یہاں تک کہ اللہ نے انہیں روح امین، نور مبین اور روشن کتاب کے ذریعہ سے عزت عطا فرمائی اور اس کے لیئے براق کو مسخر کیا اور ملائکہ نے آپؐ سے مصافحہ کیا اور شیاطین آپؐ سے خوف زدہ ہوئے اور آپؐ ہی کے ذریعہ سے

اصنام اور معبودانِ باطل کا قلع قمع ہوا۔

آپؐ کی سنت عین ہدایت اور آپؐ کی سیرت عدل اور آپؐ کا فیصلہ حق پر مبنی ہے، آپؐ کے پروردگار نے آپؐ کو جو حکم دیا، آپؐ نے اس کی مکمل تبلیغ فرمائی اور جو کچھ اللہ نے ان کے ذمہ لگایا انہوں نے اس کی تبلیغ کی یہاں تک کہ آپؐ کی دعوت کے نتیجے میں توحید کا بول بالا ہوا اور مخلوق میں **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ** کا چرچا ہوا، وحدانیت خالص شکل میں نمودار ہوئی اور ربوبیت صاف و شفاف ہو کر سامنے آئی۔

اللہ نے توحید کے ذریعہ سے اپنی حجت کو ظاہر کیا اور اسلام کے ذریعہ سے اس کے مقام کو بلندی دی اور اللہ نے اپنے نبیؐ کے لیئے بلند ترین درجہ اور مقام وسیلہ اور رضا کا انتخاب کیا۔

آپؐ اور آپؐ کے پاک خاندان پر درود ہو۔"

ترک، ختم اور طبع کا مفہوم

۱۶۔ (بحذف اسناد) سید عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے ابراہیم بن ابی محمود سے روایت کی، انہوں نے کہا:۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے قرآن مجید کی آیت

تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۔ (البقرہ۔۱۷)

" خدا نے انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا، انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔"

کے لفظ " ترک " کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:۔

" لفظ " ترک" جب مخلوق کے لیئے استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی اور، پھر جب یہی لفظ اللہ کے لیئے استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی وہ نہیں ہوتے جو مخلوق کے لیئے ہوتے ہیں، کیونکہ اس معنی کے لیئے اس لفظ کا اللہ کے لیئے اطلاق

نہیں ہوتا، اس لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ جب اللہ نے دیکھ لیا کہ یہ لوگ کفر و ضلالت سے باز نہیں آنا چاہتے تو اللہ نے ان سے اپنا لطف و کرم علیحدہ کر لیا، اور انہیں ان کے پسندیدہ فعل کفر و ضلالت کے لیئے باقی رہنے دیا۔

راوی کہتے ہے پھر میں نے آپؑ سے قرآن مجید کی اس آیت

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ۔ (البقرۃ۔۷)

"اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی۔"

کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:۔

"اس آیت مجیدہ میں لفظ "ختم" کا معنی یہ ہیں کہ اللہ نے کفار کے کفر کی وجہ سے جو سزا دی ہے وہ ایک طرح کی مہر سے مشابہت رکھتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (النساء۔۱۵۵)

"بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر کفر کی وجہ سے مہر لگا دی ہے، پس ان میں سے قلیل افراد ہی ایمان لائیں گے"۔

راوی کہتے ہیں پھر میں نے آپؑ سے پوچھا۔

کیا اللہ اپنے بندوں کو نافرمانی پر مجبور کرتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اللہ انہیں مہلت و اختیار دیتا ہے تا کہ توبہ کر لیں"۔

راوی کہتے ہیں پھر میں نے آپؑ سے پوچھا۔

کیا اللہ اپنے بندوں کو ان کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دیتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

بھلا ایسا کیونکر ممکن ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ (فصلت۔۴۶)

"اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔"

میرے والد ماجد نے اپنے والد ماجد امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی انہوں نے فرمایا:۔

"جو شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ اپنے بندوں کو نافرمانی پر مجبور کرتا ہے یا انہیں ان کی استطاعت سے بڑھ کر تکلیف دیتا ہے تو ایسے شخص کا ذبیحہ مت کھاؤ اور اس کی گواہی قبول نہ کرو اور اس کی اقتداء میں نماز مت پڑھو اور اسے زکوٰۃ میں سے کچھ بھی نہ دو۔"

جبر و تفویض کی نفی

۱۷۔ (محذوف اسناد) برید (یزید) بن عمیر بن معاویہ شامی کہتے ہیں کہ میں "مرو" کے مقام پر امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کی خدمت میں عرض کی۔

ہم تک امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث پہنچی ہے۔

انہوں نے فرمایا:۔

لَا جَبْرَ وَلَا تَفْوِيْضَ بَلْ اَمْرٌ بَيْنَ اَمْرَيْنِ -

"نہ تو جبر درست ہے اور نہ ہی تفویض صحیح ہے بلکہ دو امور کے درمیان امر ہے۔"

اس فرمان کا مقصد و مفہوم کیا ہے؟

یہ سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ ہم سے افعال صادر کرا کے ہمیں ان پر عذاب دے گا تو اس نے جبر کا نظریہ اپنایا۔

اور جو شخص یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے خلق و رزق کے معاملات

ہادیان علیہم السلام کے سپرد کیئے ہیں تو اس نے تفویض کا نظریہ اپنایا۔

یاد رکھیں! جبر کا عقیدہ رکھنے والا کافر اور تفویض کا عقیدہ رکھنے والے مشرک ہے"۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ صحیح معاملہ ان دو معاملوں کے درمیان ہے، کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جس چیز کے بجا لانے کا بندوں کو حکم دیا گیا اس کے لیئے راستہ موجود ہے اور جس چیز سے انہیں روکا گیا، اس سے رکنے کی بھی ان میں صلاحیت موجود ہے"۔

پھر میں (راوی) نے آپؑ سے پوچھا۔

تو کیا اوامر و نواہی کے لیئے اللہ کی مشیت و ارادہ بھی ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا:۔

"طاعات کے لیئے خدا کا ارادہ و مشیت ان کا حکم دینا اور ان کی بجا آوری پر راضی ہونا اور مدد فراہم کرنا ہے۔

معاصی کے لیئے خدا کا ارادہ و مشیت، ان سے روکنا اور ان پر ناراض ہونا اور اہل معاصی کو رسوا کرنا ہے"۔

میں (راوی) نے پوچھا:۔

اوامر و نواہی کے متعلق اللہ کی قضا بھی ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"بندے نیکی یا برائی جو بھی فعل کرتے ہیں اس میں اللہ کی قضا شامل ہوتی ہے"۔

میں (راوی) نے پوچھا:۔

اس قضا کا کیا مفہوم ہے؟

آپ نے فرمایا۔

"اپنے افعال کی بدولت جس جزا یا سزا کے مستحق ہوں ان کی جزا اور سزا کا فیصلہ کرنا قضا کہلاتا ہے"۔

لفظ نسیان کا مفہوم

۱۸۔(محذف اسناد) عبدالعزیز بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق پوچھا۔

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۔ (التوبۃ۔۶۷)

"انہوں نے اللہ کو بھلایا پس اللہ نے ان کو بھلا دیا۔"

تو کیا اللہ پر نسیان بھی طاری ہوتا ہے ؟

آپ نے فرمایا :۔

"سہو (نسیان) اللہ پر طاری نہیں ہوتا، سہو (نسیان) مخلوق پر طاری ہوتا ہے، کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۔ (مریم۔۶۴)

"اور تیرا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے۔"

پہلی آیت میں نسیان کا لفظ بطور جزا استعمال ہوا ہے، مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں نے خدا اور یوم آخرت کو فراموش کیا ہے، اللہ ان سے ان کے اپنے نفوس کو بھی فراموش کرا دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مفہوم کو اس آیت مجیدہ میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

وَ لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسَاهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۔ (الحشر۔۱۹)

"اور تم ان لوگوں کی طرح سے مت بنو جنہوں نے اللہ کو فراموش کیا

تو اللہ نے ان سے ان کے نفوس کو فراموش کرا دیا ، یہی لوگ فاسق ہیں۔"

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

فَالْيَوْمَ نَنسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا ۔ (الاعراف ۔ ۵۱)

" پس آج کے دن ہم انہیں بھلا دیں گے جیسا کہ انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا"۔

اس آیت میں بھلانے کا مقصد چھوڑ دینا ، ترک کر دینا ہے۔

مفہوم آیت یہ ہے۔

جس طرح سے ان لوگوں نے یوم آخرت کی تیاری کو چھوڑ دیا تھا، اسی طرح سے ہم بھی انہیں چھوڑ دیں گے ، یعنی ان سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے ۔

مصنف کتاب ھذا کہتے ہیں۔

حدیث کے جملے " فترکھم" کا مفہوم یہ ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو اس ثواب سے محروم رکھیں گے جو یوم آخرت کے امیدواروں کو عطا کریں گے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ۔

وَ تَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ۔ (البقرہ ۔ ۱۷)

کا مفہوم یہ ہے کہ "اللہ انہیں اندھیروں میں ڈال دیتا ہے" یعنی ان کی سزا میں جلد بازی نہیں کرتا اور انہیں مہلت پہ مہلت دیئے جاتا ہے تا کہ وہ توبہ کر سکیں۔

خدا سے محجوب ہونے اور خدا کے آنے کا مفہوم

۱۹ ۔ (بحذف اسناد) علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کے متعلق پوچھا۔

كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ۔ (المطففین ۔ ۱۵)

"یاد رکھو! انہیں روز قیامت پروردگار سے محجوب کر دیا جائے گا۔"

اس آیت کا مفہوم کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا۔

"اللہ کی وصف کسی مکان سے نہیں کی جا سکتی کہ اللہ اس میں بیٹھ جائے اور وہ مکان اللہ کے لیئے حجاب ثابت ہو اور کفار محجوب بن جائیں۔

اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ انہیں قیامت کے روز ثواب پروردگار سے محجوب کر دیا جائے گا"۔

میں (راوی) نے پھر پوچھا:۔

قرآن مجید کی اس آیت کا کیا مفہوم ہے؟

وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا۔ (الفجر۔۲۲)

" اور آپ کا پروردگار اور فرشتے صف در صف آجائیں گے۔"

اس آیت میں اللہ کے آنے کا کیا مفہوم ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا:۔

"خدا کی توصیف آنے، جانے جیسے الفاظ سے نہیں کی جا سکتی، اللہ تعالیٰ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے سے بلند و بالا ہے، اسی لیئے اس آیت کا مفہوم یہ ہے۔

آپ کا پروردگار کا حکم اور فرشتے صف در صف آجائیں گے"۔

پھر میں (راوی) نے آپؑ سے پوچھا:۔

قرآن مجید کی اس آیت کا مفہوم بیان فرمائیں۔

هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ۔ (البقرہ۔۲۱۰)

"کیا یہ لوگ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ابر کے سایہ کے پیچھے

اللہ اور ملائکہ آ جائیں۔"

اس آیت کے متعلق آپ نے فرمایا :۔

""اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کیا ان کافروں کو اس بات کا انتظار ہے کہ خدا ابر کے سایہ میں فرشتوں کو بھیجے گا ؟"

راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے پوچھا کہ ان آیات کا مفہوم بیان فرمائیں۔

سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۔ (التوبہ۔۷۹)

" خدا ان کا مذاق اڑائے گا۔"

اور

اللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ۔ (البقرۃ۔۱۵)

"اللہ ان سے مذاق کرتا ہے۔"

اور

مَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۔ (آل عمران۔۵۴)

" انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے بھی مکر کیا۔"

اور

يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۔ (النساء۔ ۱۴۲)

"وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں جب کہ اللہ انہیں دھوکا دینے والا ہے"۔

ان آیات کے متعلق آپ نے فرمایا :۔

اللہ کسی سے مسخرہ پن نہیں کرتا اور کسی کا ٹھٹھہ نہیں اڑاتا اور وہ نہ تو مکر کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو دھوکا دیتا ہے ، ان تمام آیت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ انہیں ان کے مسخرہ پن ۔ استہزاء ، مکاری اور دھوکہ دہی کا بدلہ دے گا۔

۲۰۔(محذف اسناد) حسن بن علی خزاز نے امام علی رضا علیہ السلام سے

روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا :۔

" قیامت کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور الٰہی کو تھامے ہوئے ہوں گے اور ہمارے شیعہ ہمارے نور کو تھامے ہوئے ہوں گے"۔

۳۱۔(حذف اسناد) سید عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی رضی اللہ عنہ نے ابراہیم بن ابی محمود سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی ۔

لوگ ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

" اللہ تعالیٰ ہر شب جمعہ کو آسمان دنیا پر اترتا ہے۔"

اس حدیث کے متعلق آپؑ کیا فرماتے ہیں ؟

امام عالی مقامؑ نے فرمایا :۔

" خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جو الفاظ کو ان کے مقام سے جدا کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہ فرمایا تھا :۔

ان اللہ ینزل ملکا الی السماء الدنیا کل لیلة فی الثلث الاخیر ، ولیلة الجمعة فی اول اللیل فیامرہ فینادی ۔۔۔الخ

" اللہ تعالیٰ ہر رات کی آخری تہائی میں ایک فرشتہ کو آسمان دنیا پر نازل کرتا ہے اور شب جمعہ اسے رات کے ابتدائی حصہ میں نازل کرتا ہے اور وہ حکم خدا سے یہ ندا دیتا ہے ۔"

" آیا کوئی توبہ کرنے والا ہے جس کی میں توبہ قبول کروں ؟"

" آیا کوئی استغفار کرنے والا ہے جس کی میں مغفرت کروں ؟"

" اے طالبِ خیر! آگے بڑھ اور اے طالب شر! باز آجا"۔

چنانچہ وہ فرشتہ طلوع فجر تک یہی ندا کرتا رہتا ہے اور جب فجر طلوع ہوتی ہے تو وہ اپنے مقام پر چلا جاتا ہے۔

یہ حدیث میرے والد ماجد نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے میرے سامنے بیان فرمائی"۔

۲۲۔(بحذف اسناد) داؤد بن سلیمان الفراء نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی اور آپ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"موسیٰ علیہ السلام نے دوران مناجات اللہ تعالیٰ سے عرض کی۔

پروردگار! مجھے بتا، آیا تو بعید ہے تو میں تجھے ندا دوں، یا قریب ہے تو تجھ سے سرگوشی کروں؟

اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:۔

موسیٰ! میں اپنے ذکر کرنے والے کا ہم نشین ہوتا ہوں"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:۔

"خدایا! بعض اوقات میں، میں ایسی حالت میں ہوتا ہوں کہ اس حالت کو تیرے ذکر کے لیے مناسب خیال نہیں کرتا"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

موسیٰ! مجھے ہر حالت میں یاد کیا کرو"۔

صفاتِ توحید بلحاظِ معنی منفرد ہیں

۲۳۔(بحذف اسناد) فتح بن یزید جرجانی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا

علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے پایا:۔

"اللہ لطیف، خبیر، سمیع، بصیر، واحد، احد اور صمد ہے۔وہ نہ تو کسی کا باپ ہے اور نہ خود کسی کی اولاد ہے اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

وہ اشیاء کو پیدا کرنے والا اور اجسام کو جسمانیت کا لبادہ اوڑھانے والا اور صورتوں کا مصور ہے۔

اور جیسا کہ خدا ناشناس لوگوں کا عقیدہ ہے اگر خدا ایسا ہی ہوتا تو پھر خالق و مخلوق اور صانع و مصنوع میں کوئی فرق نہ ہوتا، اس نے کائنات کی تمام اشیاء کو جداگانہ رنگ ڈھنگ دے کر ممتاز کیا ہے، کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں اور وہ خود کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے"۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کی:۔

مولا! اللہ واحد ہے اور اکیلے انسان کو بھی ہم واحد کہتے ہیں تو کیا وحدانیت میں دونوں یکساں قرار نہ پائیں گے؟

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"فتح! تو نے امر محال کا قصد کیا ہے، خدا تجھے دین حق پر ثابت قدم رکھے۔ بات یہ ہے کہ الفاظ کی وحدانیت جدا ہے اور بلحاظ معنٰی وحدانیت جدا ہے، اور شرک اس وقت لازم آتا ہے جب معنٰی بھی ایک مراد لیے جائیں۔

جب کسی انسان کے لیئے لفظ "واحد" کا اطلاق کیا جاتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک فرد ہے، دو نہیں ہیں۔

لیکن اس کے باوجود ہم جس انسان کو لفظ واحد سے تعبیر کرتے ہیں وہ بھی حقیقی معنٰی میں واحد نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے اعضاء مختلف ہوتے ہیں اور اجزاء کی ہیئت اور رنگت بھی جدا جدا ہوتی ہے کیونکہ خون جدا چیز ہے اور گوشت جدا چیز ہے، اعصاب جدا ہیں اور رگیں جدا ہیں، بال جدا اور جلد جدا ہے،

اس کی سیاہی علیحدہ اور سفیدی علیحدہ ہے ، لهذا ایک انسان بہت سی چیزوں کا مرکب بننے کے بعد واحد کہلایا جب کہ اللہ مرکب نہیں ہے وہ واحد ہے اور ہر لحاظ سے یکتا ہے، اس کی وحدانیت میں ترکیب کار فرما نہیں اور اس میں اختلاف وتفوت اور کمی بیشی نہیں پائی جاتی"۔

یہ تشریح سن کر میں(راوی) نے کہا:۔

آپؑ نے میری مشکل آسان کی اللہ آپؑ کی مشکلات آسان فرمائے ، اور اس کے ساتھ آپؑ لفظ " لطیف و خبیر " کی بھی توضیح فرمائیں اور لطیف کے حوالہ سے میں تو صرف اتنا ہی جانتا ہوں کہ اللہ کا لطف و کرم اور ہے اور مخلوق کا ایک دوسرے پر لطف و کرم اور ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔

میری درخواست پر آپؑ نے فرمایا:۔

"خدا لطیف ہے ، اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ وہ باریک بین ہے اور باریک سے باریک چیز کا ادراک کرتا ہے اور ہر چیز کا وجود اور اس کے وجود کی ضروریت سے باخبر ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ وہ اپنی صفت میں لطیف ہے یعنی اس نے جس چیز کو بھی پیدا کیا ، خواہ وہ جسم میں بڑی ہے یا چھوٹی ،اس نے سب کو زندہ رہنے کا سلیقہ بھی بتایا اور ہر چیز کو نسل بڑھانے اور اپنا تحفظ کرنے کے طریقے بھی بتائے ، اس لیئے اس کائنات کی چھوٹی بڑی چیزیں دیکھ کر ہم کہتے ہیں کہ خدا لطیف ہے۔ اور وہ اپنی مخلوق کے لیئے کسی طرح کے اوزاروں اور وسائل کا محتاج نہیں ہے۔ (هذا هوالمفهوم لا نص العبارة فافهم جيدا)

اللہ کا پہلا صفاتی نام

۲۴۔(حذف اسناد) محمد بن سنان سے مروی ہے، اس نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

کیا اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تخلیق سے قبل بھی اپنے آپ کو جانتا تھا ؟

آپ نے فرمایا:۔

" جی ہاں !"

میں (راوی) نے کہا:۔

تو کیا وہ اپنے آپ کو بھی دیکھتا اور اپنی باتیں سنتا تھا ؟

آپ نے فرمایا:۔

"اللہ کو اس کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ اس سے اس کا نفس کسی چیز کا متقاضی نہ تھا اور اس نے اپنے نام اس لیئے نہیں رکھے کہ وہ اپنے آپ کو ان ناموں سے پکارے ، اس نے یہ نام مخلوق کی سہولت کے لیئے بیان کیئے ہیں تاکہ مخلوق کو دعا کا سلیقہ آ سکے اور ذات حق نے اپنے لیئے سب سے پہلے جس نام کا انتخاب کیا وہ نام " **العلی العظیم** " ہے ، کیونکہ اللہ تمام اشیاء سے بلند و بر تر ہے اور یہ نام اس کا اول اسماء ہے"۔

۲۵۔(محذوف اسناد) اسی اسناد سے مروی ہے ، محمد بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے " اسم " کے متعلق پوچھا کہ اسم کیا ہے ؟

آپ نے فرمایا:۔

"اسم موصوف کی صفت ہے"۔

ابجد کا مفہوم

۲۶۔(محذوف اسناد) علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام فرمایا:۔

" اللہ نے سب سے پہلے حروف ابجد کی کتابت کی انسانوں کو اس کی تعلیم دی جیسا کہ اگر کسی شخص کے سر پر کوئی شخص زور سے چوٹ لگائے اور مضروب

یہ کہے کہ اس چوٹ کی وجہ سے میں صحیح گفتگو نہیں کر سکتا تو مضروب کو یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ حروف ابجد ادا کرے اور ان حروف میں سے وہ جتنے حروف ادا نہ کر سکتا ہو تو انہی حروف کو مد نظر رکھ کر اسی مقدار میں دیت ادا کی جائے گی"۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا:۔

'الف' سے " آلآء اللّٰه " (اللہ کی نعمات) مراد ہیں۔

'ب' سے " بهجة اللّٰه " (اللہ کی شان) مراد ہے۔

'ت' سے " تمام الامر القائم آل محمد "

(قائم آل محمد(عج) کے لیے امر مکمل ہو گا)۔

'ث' سے " ثواب المؤمنین علیٰ اعمالهم الصالحة "

(مومنین کو نیک اعمال کا بدلہ دیا جائے گا) مراد ہے۔

'ج' سے " جمال الٰهی " مراد ہے۔

'ح' سے " حلم اللّٰه عن المذنبین "

(گناہ گاروں سے اللہ کا حلم) مراد ہے۔

'خ' سے " خمول ذکر اهل المعاصی "

(گناہ کا تذکرہ گمنام ہو جائے) مراد ہے۔

'د' سے مراد " دین خداوندی " ہے۔

'ذ' کا اشارہ اللہ کے " ذوالجلال " ہونے کی جانب ہے۔

'ر' کا اشارہ اللہ کے " رؤف و رحیم " ہونے کی طرف ہے۔

'ز' سے قیامت کا " زلزله " مراد ہے۔

'س' سے " سناء اللّٰه " (خدا کی شان و چمک) مراد ہے۔

'ش' سے مراد " شاء اللہ ما شاء " (خدا جو بھی چاہتا ہے اپنے ارادہ سے چاہتا ہے) ہے۔

'ص' سے خدا کا " صادق الوعد " ہونا مقصود ہے۔

'ض' سے " ضل من خالف محمداً و آل محمد " (جس نے محمدؐ و آل محمدؐ کی مخالفت کی وہ گمراہ ہوا) مراد ہے۔

'ط' سے " طوبیٰ للمؤمنین " (مومنین کے لیئے خوشخبری ہو) مراد ہے۔

'ظ' سے " ظن المؤمنین باللہ خیرا " (مومنوں کا اللہ سے نیک گمان) مراد ہے۔

'ع' سے " علم الٰہی " کی طرف اشارہ ہے۔

'غ' سے اللہ کے " غنی " ہونے کی جانب اشارہ ہے۔

'ف' سے " فوج من افواج النار " مقصود ہے۔

'ق' سے " قرآن علی اللہ جمعہ " (قرآن کا جمع کرنا خدا کے ذمہ ہے) مراد ہے۔

'ک' سے اللہ کے " کافی " ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

'ل' سے " لغو الکافرین فی افترائھم علی اللہ الکذب " (کافر خدا پر جھوٹ تراشتے ہیں وہ سب لغو کر دیا جائے گا) مراد ہے۔

'م' سے " ملک اللہ یوم لا مالک غیرہ " (اللہ اس دن مالک ہوگا جس دن کوئی دوسرا مالک نہ ہو گا) مراد ہے۔

اس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا :۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۔ (المؤمن۔١٦)

"آج کس کی حکومت ہے" ؟

پھر انبیاء و رسل اور حج الٰہی کے ارواح کہیں گے :۔

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ (مومن ۔ ۱۶)

" خدائے واحد و قہار کی بادشاہی ہے"۔

اس دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا :۔

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔ (المؤمن۔۱۷)

" آج ہر نفس کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ، آج کوئی ظلم نہ ہو گا ، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے"۔

" ن " سے " نوال اللّٰه للمؤمنين و نكال اللّٰه للكافرين "

(مومنین پر اللہ کا انعام اور کافروں پر اللہ کا عذاب) مراد ہے۔

" و " سے " ويل لمن عصى اللّٰه " (اللہ کی نافرمانی کرنے والے کے لیے ہلاکت ہو) مراد ہے۔

" ہ " سے " هان على اللّٰه من عصاه " (نافرمانی کرنے والا اللہ کے ہاں رسوا ہو گا) مراد ہے۔

" لای " میں " لا " سے کلمہ توحید یعنی " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " مراد ہے ، جو شخص اس کلمہ کو اخلاص کے ساتھ ادا کرے گا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔

" ی " سے " يد اللّٰه فوق خلقه " (اللہ کا ہاتھ مخلوقات پر ہے) مراد ہے اللہ ہی رزق وسیع کرنے والا اور کچھ جو لوگ شرک کرتے ہیں ، اللہ اس سے بلند و برتر ہے۔

پھر امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا :۔

قرآن مجید انہی حروف میں نازل ہوا جو کہ عربوں میں متداول تھے ، اس

کے باوجود اعجاز قرآن یہ ہے کہ اللہ نے اس کے متعلق چیلنج کرتے ہوئے فرمایا:۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۔

(بنی اسرائیل ۔۸۸)

"آپ کہہ دیں اگر تمام انسان اور جنات جمع ہو کر قرآن کی مثال لانا چاہیں تو بھی وہ اس کی مثال نہ لا سکیں گے ، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے پشت پناہ کیوں نہ ہوں"۔

۲۷۔ (محذوف اسناد) حمدان بن سلیمان بن نیشاپوری کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی :۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا ۔ (الانعام ۔۱۲۵)

"پس خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے ، اس کے سینہ کو تنگ اور دشوار گزار بنا دیتا ہے ۔۔۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جس شخص کو ایمان کی وجہ سے اللہ جنت اور آخرت کے دار کرامت کی ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اس کے سینہ کو تسلیم اور بھروسہ اور اپنے وعدۂ ثواب پر تسکین عطا کر دیتا ہے اور وہ الٰہی وعدوں پر مطمئن ہو جاتا ہے۔

اور جس کے کفر کی وجہ سے اسے اپنی جنت اور دار کرامت سے دور رکھنا چاہتا ہے تو اس کے سینہ کو تنگ اور دشوار گزار بنا دیتا ہے کہ کفر و اضطراب قلب کی وجہ سے وہ یوں محسوس کرتا ہے کہ آسمان کی جانب چڑھ رہا ہے، اس طرح سے اللہ بے ایمان افراد پر کفر کی ناپاکی ڈال دیتا ہے"۔

امام علی رضا علیہ السلام کی ایک زندیق سے گفتگو

۲۸۔(حذف اسناد) محمد بن عبداللہ خراسانی خادم امام علی رضا علیہ السلام کہتے ہیں کہ ایک زندیق (دہریہ) جناب امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں آیا جب کہ آپ کے پاس بہت سے آدمی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

آپ نے اس سے فرمایا:

"اے شخص! جو کچھ تم لوگ کہتے ہو اگر وہی ٹھیک ہوا (یعنی کوئی عالم کا پیدا کرنے والا نہیں ہے) تو کیا ہم دونوں (میں اور تم) برابر نہ رہیں گے؟

اور جو نماز، روزے، زکوٰۃ اور اقرار توحید ہم کرتے ہیں ان سے ہمیں نقصان نہ پہنچے گا۔(زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ یہ نماز، روزے ایک فعل عبث قرار پائیں گے مگر چونکہ کوئی پرستش کرنے والا ہی نہ ہو گا لہذا ہمیں اس کی بھی کچھ پرواہ نہ ہوگی کہ عبث کیا کیا اور فائدہ کیا حاصل کیا) اس لحاظ سے ہم اور تم دونوں برابر ہی رہیں گے"۔

یہ سن کر وہ زندیق چپ ہو رہا۔

پھر آپ نے فرمایا:

"اگر وہ ہوا جو ہم لوگ کہتے ہیں اور وہی ٹھیک بھی ہے جو ہم کہتے ہیں تو کیا تم تباہ و برباد نہ ہو جاؤ گے اور ہم بچ نہ جائیں گے"؟

(کیونکہ تم نے تو اس کے وجود کو مانا ہی نہیں تھا، اس لیئے تم نے نہ تو اس کا اقرار کیا اور نہ اس کی عبادت کی اور اب معلوم ہوا کہ وہ موجود ہے تو بتاؤ کہ تمہارا کیا حشر ہو گا۔ اب رہے ہم، تو ہم نے تو اس کی عبادت بھی کی تھی، اس کی توحید و قدرت کا اقرار بھی کرتے تھے، اس صورت میں ہمارے ساتھ تو وہ ضرور نیک برتاؤ کرے گا، لہذا تم تباہ ہو جاؤ گے اور ہم

نجات پا جائیں گے۔)

یہ سن کر زندیق کہنے لگا:۔

خدا آپ کا بھلا کرے ، آپ مجھے یہ بتایئے کہ آخر وہ کیونکر ہے اور کہاں ہے ؟

آپ نے فرمایا:۔

"تجھ پر افسوس ہے ! ارے جو تو نے خیال کیا ہے وہ غلط ہے ، اسی نے تو جگہ اور مکان بنائے ہیں وہ تو اس وقت بھی تھا جب کہ کوئی جگہ موجود نہ تھی ۔ اسی نے تو کیفیتوں کو پیدا کیا ہے ، وہ تو اس وقت بھی موجود تھا جب کوئی کیفیت موجود نہ تھی (پھر اس میں کیفیت کیونکر ہوگی اور اس کی جگہ کہاں ہوگی)

وہ کسی کیفیت یا کسی مکان کے ذریعے سے نہیں پہچانا جاتا اور نہ کسی حاسے سے ، اور نہ اس کا قیاس کسی چیز پر ہو سکتا ہے"۔

اس نے کہا:۔

پھر تو وہ کچھ بھی نہ ہوا کیونکہ جو کسی حاسے سے محسوس ہی نہیں ہو سکتا ہو تو اس کا وجود ہی کب ہو سکتا ہے ؟

آپ نے فرمایا:۔

"افسوس ! جب تمہارے حواس اس سے عاجز ہوئے تو تم اس کی خدائی اور اس کے وجود کا انکار کرنے لگے اور جب ہمارے حواس اس کے ادراک سے عاجز ہوئے تو ہمیں اس بات کا یقین ہوا کہ وہی ہمارا رب ہے اور وہی ایک ایسی چیز ہے جو تمام چیزوں سے جدا ہے"۔

اس نے کہا:۔

اچھا یہ بتائیں کہ وہ کب تھا یعنی کب سے موجود ہے ؟

آپ نے فرمایا:۔

"تم پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ وہ کب نہ تھا تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ وہ کب سے ہے"۔

اس نے کہا:۔

اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"جب میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو ایسا پایا کہ مجھ کو اس میں کچھ کی زیادتی طول و عرض میں نظر نہ آئی اور نہ میں اس جسم میں سے تکالیف کو دور کر سکتا ہوں اور نہ خود کوئی فائدہ مند چیز اس تک لا سکتا ہوں، اس سے میں نے جانا کہ اس عمارت جسم کا کوئی معمار بھی ہے، اسی لیئے میں نے اس کا اقرار بھی کیا اور اس کے وجود کو تسلیم کیا۔

علاوہ ازیں اس کی قدرت سے افلاک کی گردش اور بادلوں کی پیدائش، ہواؤں کا چلنا، آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کی حرکت جیسی عجیب آیات دیکھتا ہوں تو ان سب کو دیکھ کر مجھے یقین ہوتا ہے۔ان سب کا کوئی نہ کوئی مقدر اور پیدا کرنے والا ہے"۔

اس (زندیق) نے کہا:۔

تو وہ چھپا ہوا کیوں بیٹھا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"مخلوقات پر جو پردہ پڑا ہوا ہے وہ ان کے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہے (یعنی آدمی اس کو اس لیئے نہیں دیکھ سکتے کہ ان کے دل کی آنکھیں گناہوں کی وجہ سے اندھی ہو چکی ہیں ورنہ جو لوگ صاحبانِ ایمان و تقویٰ ہیں تو ان کی دلی آنکھیں نور الہیٰ کے جلوہ کا ہر وقت مشاہدہ کرتی ہیں) رہا وہ خود تو اس پر کوئی چیز بھی رات اور دن کی گھڑیوں میں پوشیدہ نہیں ہے"۔

اس نے کہا۔

آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ آنکھیں اسے کیوں نہیں دیکھ سکتیں ؟

آپ نے فرمایا۔

"وہ اس سے بالاتر ہے کہ اس کو کوئی آنکھ دیکھ سکے یا کوئی خیال اس کو محیط کر سکے یا کوئی عقل اس کو سمجھ سکے"۔

اس نے کہا۔

اچھا تو آپ اس کی تعریف (اس کے اجزائے اصلیہ) مجھ سے بیان کریں۔

آپ نے فرمایا۔

"اس کے لیے کوئی حد نہیں ہے"۔

("حد" سے مراد یہاں حد منطقی ہے جس کو اہل منطق جنس و فصل سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چیز کے لیے ایک جنس قریب ہوتی ہے اور ایک فصل قریب ہوتی ہے اور وہی اس کے اجزائے اصلیہ ہوتے ہیں ، ان سے مرکب شدہ چیز کا نام "حد" ہے اور جس کی حد بیان کی جائے اسے محدود اور نوع حقیقی کہا جاتا ہے۔)

اس نے کہا۔

یہ کیوں ؟

آپ نے فرمایا۔

"یہ اس لیے کہ ہر محدود کی ایک انتہا ہوتی ہے اور جب وہ محل تحدید ہوا تو اس میں احتمال زیادتی ہو گا اور جب احتمالِ زیادتی ہو تو پھر احتمالِ کمی بھی ہو گا۔ (حالانکہ اس کی ذات میں کمی اور زیادتی کا احتمال ناممکن ہے) لٰہذا نہ وہ محدود ہے نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے اور نہ اس کے اجزا علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں"۔

(یعنی نہ اس میں اجزا ہیں جن کو الگ الگ کر کے سمجھا جا سکے اور نہ وہ

وہم و خیال میں آتا ہے)۔

اس نے کہا:۔

آپ لوگ جو اس کو لطیف، سمیع، بصیر، علیم اور حکیم کہتے ہیں، اس کے کیا معنی ہیں؟

کیا بغیر کان کے بھی کوئی سمیع ہو سکتا ہے، کیا بغیر آنکھ کے بھی کوئی بصیر ہو سکتا ہے، کیا بغیر ہاتھوں سے کام لیئے بھی کوئی لطیف ہو سکتا ہے، اور کیا بغیر صنعت کے بھی کوئی حکیم ہو سکتا ہے ؟؟؟؟

آپ نے فرمایا:۔

" ہم انسانوں میں جس کو لطیف کہا جاتا ہے، وہ کارگیری کے مطابق ہوتا ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا جو کوئی لطیف چیز بناتا ہے تو اس کے لیئے کہا جاتا ہے"۔

مَا الطفَ فُلَا نًا۔

" فلاں شخص نے کیا اچھی کارگیری کی "۔

جب آدمیوں کو ان کی صناعی کی وجہ سے لطیف کہتے ہیں تو خالق جلیل کو لطیف کیوں نہ کہیں، اس لیئے کہ اس نے نہایت ہی جلیل و لطیف خلقت پیدا کی ہے، حیوانات کے اندر ان کی روحوں کو ترکیب دیا اور ہر قسم کے جاندار الگ الگ باہم صورتوں میں فرق رکھنے والے پیدا کیئے، ان میں ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لطیف و خبیر خالق نے ہر ایک کی صورت ترکیبی میں باریکی صرف کی ہے۔

(اس وجہ سے اس کو لطیف کہتے ہیں گو اس نے ہاتھوں سے نہیں بنایا بلکہ محض اپنے حکم سے پیدا کیا ہے)

پھر ہم نے درختوں اور اس کے پکنے، خوردنی، غیر خوردنی پھلوں کو دیکھا

تو اس وقت ہم نے کہا کہ ہمارا خالق لطیف ہے مگر وہ اس معنی سے لطیف نہیں ہے جو مخلوقات کو ان کی صفت میں باریکی کرنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے"۔

"اور ہم کہتے ہیں کہ وہ سمیع ہے کیونکہ اس پر اس کی مخلوقات کی کوئی آواز خواہ وہ تحت الثریٰ سے اٹھ رہی ہو یا عرش سے بلند ہو رہی ہو، مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔

آواز دینے والی خواہ چیونٹی ہو یا اس سے بڑی چیز، خشکی میں ہو یا دریا میں، وہ سب کی آوازیں سنتا ہے، اور اس پر زبانیں اور لغت مشتبہ نہیں ہوتیں"۔

جب ہم نے اس کی قدرت کا یہ نظارہ دیکھا تو ہم نے بے ساختہ کہا :۔

"وہ سمیع ہے، وہ سنتا ہے مگر کانوں سے نہیں"۔

"اور ہم کہتے ہیں وہ بصیر ہے، یعنی وہ دیکھنے والا ہے، مگر حاسہء چشم سے نہیں وہ اتنا بڑا بصیر ہے کہ وہ سیاہ چیونٹی کے نشان کو بھی اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر دیکھ لیتا ہے، اور وہ اس کے منافع اور مضار کو بھی جانتا ہے اور اس کے اثر جفتی اور اس کے بچے اور نسل کو بھی جانتا ہے"۔

جب ہم نے اس کی یہ شان ملاحظہ کی تو ہم نے کہا :۔

"وہ بصیر ہے مگر اس طرح سے نہیں جیسے اس کی مخلوقات کسی چیز کو دیکھتی ہے"۔

راوی کہتے ہیں :۔

وہ شخص (زندیق) وہاں سے جدا نہ ہوا یہاں تک کہ مسلمان ہو گیا۔

توحید کی کم از کم معرفت

۲۹۔(محذف اسناد) فتح بن یزید جرجانی نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:

توحید کی کم از کم معرفت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

"کم از کم معرفت کی حد یہ ہے کہ انسان اقرار کرے کہ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس کی کوئی مثال اور شبیہ نہیں ہے اور وہ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا اور کوئی چیز اس جیسی نہیں ہے"۔

۳۰۔(محذف اسناد) زیاد بن عبدالعزیز بن مہتدی کہتے ہیں:

میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے توحید کے متعلق پوچھا:

آپ نے فرمایا:

جس نے سورۃ الاخلاص (**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ**) کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا تو اس نے توحید کی پہچان حاصل کر لی پھر آپ نے سورۃ الاخلاص کے خاتمہ پر تین بار **کذالک اللّٰہ ربی** کے جملے ارشاد فرمائے۔

کیا خدا کو لفظ "شے" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟

۳۱۔(محذف اسناد) محمد بن علی خراسانی خادم امام علی رضا علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ ایک زندیق نے حضرتؑ سے پوچھا:

کیا خدا کے لیے لفظ "شے" کا اطلاق درست ہے؟

آپ نے فرمایا:

"جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بھی اپنے آپ کو لفظ "شے"

تعبیر کیا ہے چنانچہ اس کا ارشاد گرامی ہے۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِیْدٌ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ۔

(الانعام۔۱۹)

"آپ کہہ دیں گواہی کے اعتبار سے کون سی چیز سب سے بڑی ہے، آپ کہہ دیں اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے"۔

لہذا اللہ "شے" ہے لیکن کوئی شے اس کے مشابہ نہیں ہے"۔

حدوثِ عالم کی دلیل

۳۲۔ (حذف اسناد) حسین بن خالد نے روایت کی ہے کہ ایک شخص امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:۔

حدوثِ عالم کی کیا دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

" اس کی دلیل یہ ہے کہ تو پہلے موجود نہ تھا پھر تو معرضِ وجود میں آیا اور تجھے یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ تو نے اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا اور نہ ہی تجھ جیسے کسی شخص نے تجھے پیدا کیا ہے"۔

اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

۳۳۔ (حذف اسناد) تمیم قرشی نے اپنے باپ سے، اس نے احمد بن علی انصاری سے، اس نے ابوالصلت ہروی سے روایت کی ہے کہ مامون نے ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے خداوند تعالیٰ کے اس قول کی تشریح پوچھی:۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ کَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ (ہود۔۷)

"وہی وہ خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے بہتر عمل کرنے والا کون ہے"۔

آپ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے عرش اور پانی اور فرشتوں کو آسمان و زمین کی تخلیق سے پہلے پیدا کیا تھا، فرشتے اپنے تئیں دیکھ کر اور عرش اور پانی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے وجود کو سمجھتے تھے، پھر پروردگار عالم نے اپنے عرش کو پانی پر قائم کیا تا کہ اس سے اپنی قدرت فرشتوں پر ظاہر کرے اور مزید یہ کہ فرشتوں کو علم ہو جائے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

پھر اس نے عرش کو اپنی قدرت سے بلند کیا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل فرمایا اور اسے ساتویں آسمان کے اوپر قرار دیا، پھر چھ روز میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا درآں حالیکہ وہ عرش پر غالب تھا اور اس بات پر قادر تھا کہ آسمانوں کو چشم زدن میں پیدا کرے (معلوم ہوا جو لوگ "**استوی علی العرش**" کے معنی خدا کے بیٹھنے کے لیتے ہیں، وہ غلط ہے، بلکہ "**استوی**" کے معنی غلبہ اور قدرت کے ہیں)۔

لیکن اس نے چھ روز میں اس لیئے پیدا کیا کہ فرشتوں پر رفتہ رفتہ ظاہر کرے کہ وہ کیونکر کسی چیز کو خلق کرتا ہے تا کہ اس طرح کے حدوث سے وہ خداوند تعالیٰ کے وجود کو "**مرة بعد اخری**" آہستہ آہستہ رفتہ رفتہ سمجھ سکیں۔ اس نے اس لیئے تو پیدا نہیں کیا کہ اسے اس بات کی کچھ غرض تھی کیونکہ وہ عرش سے غنی ہے۔

(اس کو بیٹھنے کی تو ضرورت ہی نہیں جس کے لیئے اس نے تخت بنایا ہو)۔

اور وہ تمام مخلوقات سے مستغنی ہے، اس کے بارے میں یہ کہنا جائز نہیں

ہے کہ وہ عرش پر بیٹھا ہے کیونکہ وہ جسم نہیں رکھتا، پروردگار عالم اپنی مخلوقات کی صفات سے بہت بالا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو کس لیے پیدا کیا ہے؟

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ (ہود۔ ۷)

"تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے بہتر عمل کرنے والا کون ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اس لیئے پیدا کیا تاکہ انھیں اپنی عبادت و اطاعت کی تکلیف شرعی سے آزمائے، یہ آزمائش بغرض امتحان و تجربہ نہیں ہے (کیونکہ امتحان و تجربہ کی ضرورت اسے ہوتی ہے جسے پہلے علم نہ ہو) اللہ ہمیشہ سے ہی صاحب علم ہے۔

مامون نے کہا:۔

ابوالحسن! آپ نے میری مشکل آسان کی، اللہ آپ کی مشکلات آسان فرمائے۔

جبر و اختیار کا مفہوم

پھر مامون نے پوچھا:۔

فرزند رسول! آپ اس آیت کا مفہوم واضح فرمائیں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ (یونس۔ ۹۹، ۱۰۰)

"اور اگر خدا چاہتا تو روئے زمین پر رہنے والے سب ایمان لے آتے تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے کہ سب مومن بن جائیں، اور کسی نفس کے امکان میں نہیں ہے کہ بغیر اجازت و توفیق پروردگار کے ایمان لے آئے"۔

اس آیت کے متعلق آپ نے فرمایا:۔

میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

" لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی خدمت میں عرض کیا:۔
یارسول اللہؐ ! آپؐ جن لوگوں پر حکومت کرتے ہیں ، اگر آپؐ انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں تو ہماری تعداد میں اضافہ ہو جائے گا اور ہم اپنے دشمن پر برتری حاصل کر یں گے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا:۔

میں بدعت ایجاد کر کے اپنے خدا کے حضور پیش ہونے کو پسند نہیں کرتا اور میں اپنی جانب سے کچھ بھی کرنا نہیں چاہتا ، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۔ (یونس ۔۹۹)

" اور اگر خدا چاہتا تو روئے زمین پر رہنے والے سب ایمان لے آتے"۔

یعنی اگر خدا مجبور کر کے ایمان کا مطالبہ کرتا تو دنیا میں کوئی بھی بے ایمان باقی نہ رہتا ، جب کہ تمام لوگ احتضار کے وقت ایمان لے آتے ہیں مگر ان کا وہ ایمان فائدہ مند نہیں ہوتا۔

اسی طرح سے اگر اللہ دار دنیا میں ہی سب کچھ دکھا کر ایمان کا مطالبہ کرتا اور لوگ مومن بھی بن جاتے تو ان کا ایمان کسی قسم کی تعریف و توصیف کے قابل نہ ہوتا ، اس کے بر عکس اللہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے حالت اختیار میں ایمان لائیں تاکہ قرب خداوندی اور کرامت آخرت اور جنت الخلد کے مستحق بن سکیں۔

اس لیئے اللہ نے فرمایا :۔

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۔ (یونس ۔۹۹)

"تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے کہ سب مومن بن جائیں"۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔(یونس ۔۱۰۰)

"اور کسی نفس کے امکان میں نہیں ہے کہ بغیر اجازت وتوفیق پروردگار کے ایمان لے آئے"۔

یہاں "اذن" سے مراد نفس کو ایمان لانے کا حکم دینا ہے۔ کیونکہ ہر نفس جب مکلف ہوتا ہے تو اسے ایمان لانے کا حکم دیا جاتاہے، اگر کوئی نفس مکلف ہی نہ ہو تو اس سے نہ تو ایمان کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی اسے ایمان لانے کا حکم دیا جاتا ہے۔

یہ مفہوم سن کر مامون نے کہا:۔

فرزند رسول! آپ نے میری مشکل آسان کی، اللہ آپ کی مشکلات آسان فرمائے۔

اللہ نے منکرین ولایت کو اندھوں سے تشبیہ دی

مامون نے پھر کہا:۔

ابوالحسن! بھلا اس آیت کا مفہوم کیا ہے؟

اَلَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۔ (الکهف۔۱۰۱)

"وہ کافر جن کی نگاہیں ہمارے ذکر کی طرف سے پردہ میں تھیں اور وہ کچھ سننے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے"۔

اس آیت کے متعلق حضرتؑ نے فرمایا:۔

"واضح ہو کہ آنکھوں پر کوئی پٹی اور پردہ بھی ہو تو وہ سننے سے روک نہیں سکتا کیونکہ سننے کا تعلق کانوں سے ہوتا ہے آنکھوں سے نہیں ہوتا اور "ذکر"

دیکھنے کی نہیں سننے، کی چیز ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منکرین ولایت علی کی تشبیہ اندھوں سے دی ہے اور وہ ولایت علیؑ کے متعلق رسول خدا کا کوئی فرمان سننا گراں سمجھتے تھے، اس لیئے وہ کچھ سننے کی استطاعت سے محروم ہو چکے تھے"۔

مامون نے کہا:۔

ابوالحسن! آپ نے میری مشکل آسان کی، اللہ آپ کی مشکلات آسان فرمائے۔

۳۴۔(بحذف اسناد) حمدان بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں پوچھا:۔

بندوں کے افعال مخلوق ہیں یا غیر مخلوق ہیں؟

امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا:۔

"علم الٰہی میں بندوں کے افعال ان کی تخلیق سے دو ہزار برس پہلے سے مقدر ہو چکے ہیں"۔

۳۵۔(بحذف اسناد) حسین بن خالد نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"جس کا ایمان میرے حوض پر نہ ہو تو خدا اسے میرے حوض پر وارد نہ کرے اور جو میری شفاعت پر ایمان نہ رکھتا ہو تو خدا اسے میری شفاعت نصیب نہ کرے"۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"میری شفاعت میری امت کے گناہان کبیرہ کرنے والے افراد کے لیئے ہے، نیکو کاروں کے لیئے تو کوئی عذاب سرے سے نہیں ہے"۔

حسین بن خالد (راوی حدیث) کہتے ہیں:۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ اس آیت کا مفہوم کیا ہے؟

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى۔ (انبیاء۔۲۸)

"اور فرشتے کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے مگر یہ کہ خدا اس کو پسند فرمائے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

"مقصود آیت یہ ہے کہ فرشتے صرف اسی کی شفاعت کریں گے جس کا دین اللہ کو پسند ہوگا"۔

مصنف کتاب ھذا کہتے ہیں:

مومن وہ ہے جسے نیکی کر کے خوشی محسوس ہو اور برائی کر کے دکھ محسوس ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جسے نیکی کر کے خوشی اور برائی کر کے دکھ محسوس ہو تو وہ مومن ہے"۔

اور جب اسے برائی پر دکھ ہو گا تو اس پر اسے ندامت ہو گی اور ندامت درحقیقت توبہ ہے اور توبہ کرنے والا شفاعت و مغفرت کا حقدار ہوتا ہے، جسے برائی پر کوئی ندامت محسوس نہ ہو تو وہ مومن نہیں ہے اور جو مومن ہی نہ ہو وہ شفاعت کا مستحق نہیں ہے کیونکہ ایسے شخص کا دین اللہ کے ہاں پسندیدہ نہیں ہے۔

زمین کے بستر اور آسمان کی چھت کا مفہوم

۳۶۔ محمد بن قاسم مفسر نے کہا کہ میں نے یہ حدیث یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن سیار سے اور انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے امام علی زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی۔

آپ نے قرآن مجید کی اس آیت

اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّکُمۡ ۔ ... الخ (البقرہ۔۲۲)

" اس پروردگار نے تمہارے لیئے زمین کا فرش اور آسمان کا شامیانہ بنایا ہے ، پھر اس نے آسمان سے پانی برسا کر تمہاری روزی کے لیئے زمین سے پھل نکالے ہیں"۔

کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

اللہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنی حکمت کاملہ کے تحت زمین کو طبائع کے مطابق اور تمہارے اجسام کے موافق بنایا ، زمین کے فرش کو زیادہ گرم نہیں بنایا ورنہ تم جل جاتے اور زیادہ سرد نہیں بنایا ورنہ تم منجمد ہو کر رہ جاتے اور فرش زمین کو زیادہ خوشبو دار نہیں بنایا ورنہ تمہارے سروں میں درد پیدا ہوتا اور فرش زمین کو بد بودار نہیں بنایا ورنہ تم ہلاک ہوجاتے اور پانی کی طرح سے فرش زمین کو نرم نہیں رکھا ورنہ تم اس میں ڈوب جاتے اور بہت زیادہ سخت نہیں بنایا ورنہ تم مکانات تعمیر نہ کر سکتے اور مردوں کے لیئے قبریں نہ کھود سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کو ٹھوس بنایا جس سے تم فائدہ حاصل کر سکتے ہو اور تمہارے اجسام اور تمہارے مکانات اس پر قرار پکڑ سکتے ہیں اور تمہاری قبریں اس میں بن سکتی ہیں ، اس کے علاوہ بھی تمہارے لیئے بہت سے فائدے ہیں ، اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا ۔ (البقرہ۔۲۲)

" اس نے زمین کو تمہارے لیئے بچھونا بنایا"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۔ (البقرہ۔۲۲)

" آسمان کو تمہارے لیئے چھت بنایا"۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور تمہارے منافع کے لیئے اس میں سورج، چاند اور ستاروں کو گردش دی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۔ (البقرۃ۔۲۲)

"اور اس نے آسمان سے پانی نازل کیا"۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی اور بارش کو بلندی سے برسایا تاکہ پانی پہاڑوں کی چوٹیوں اور بلند و بالا ٹیلوں اور بلند و پست زمین پر یکساں پہنچ سکے اور پھر اللہ تعالیٰ نے بارش کو یکساں نہیں رکھا، کبھی باریک قطروں کی شکل میں نازل فرمائی اور کبھی موسلا دھار صورت میں بارش برسائی تاکہ تمہاری زمینیں اس کو برداشت کر سکیں اور اگر وہ بارش کو ایک ہی مرتبہ نازل کر دیتا تو تمہارے مکانات اور زراعت اور درخت اور ہر طرح کے پھل تباہ و برباد ہو جاتے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۔ (البقرۃ۔۲۲)

"بارش کے ذریعے سے اللہ نے تمہارے لیئے پھلوں کی روزی فراہم کی"۔

یعنی زمین سے تمہارے لیئے روزی برآمد ہوتی ہے۔

اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب علم و عقل سے مطالبہ کیا۔

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ۔ (البقرۃ۔۲۲)

"پس تم کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ"۔

یعنی تم ایسے بتوں کو اللہ کا شریک و سہیم مت بناؤ جو نہ تو عقل رکھتے ہیں اور نہ کچھ سنتے ہیں اور نہ ہی دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (البقرۃ۔۲۲)

"اور تم جانتے ہو"۔

تمہیں اس بات کا بخوبی علم ہے کہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے یہ بت ان نعمات میں سے کسی نعمت کے فیضان پر قدرت نہیں رکھتے۔

معصیت (نافرمانی) کس کی جانب سے ہے؟

۳۷۔(حذف اسناد) سید عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے امام علی نقی سے، انہوں نے امام محمد تقی سے، انہوں نے امام علی رضا علیہم السلام سے روایت کی۔

ایک مرتبہ ابوحنیفہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت سے باہر نکل رہے تھے کہ ان کی ملاقات امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

نوجوان! یہ بتائیں کہ معصیت کس کی طرف سے ہے؟

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

"یہ تین میں سے ایک سے سرزد ہوگی"۔

1۔یا تو معصیت اللہ کی طرف سے ہوگی، جب کہ درحقیقت ایسا نہیں ہے اور اس صورت میں اللہ کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے بندہ کو معصیت کار سمجھ کر عذاب دے کیونکہ کریم کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے ضعیف بندے کو نا کردہ گناہ کی سزا دے۔

2۔یا یہ کہ معصیت اللہ اور بندے دونوں کی جانب سے ہوگی اور اس صورت میں بھی خدا کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے بندے کو عذاب دے کیونکہ ایک طاقتور شریک کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے کمزور ساتھی کو عذاب دے۔

3۔یا یہ کہ معصیت بندے کی طرف سے ہوئی اور حقیقت میں ایسا ہی ہے لہٰذا اگر اللہ بندے کو اس صورت میں عذاب دے تو وہ عذاب اس کے گناہ

کی وجہ سے ہو گا اور اگر معاف کر دے تو یہ اس کی فیاضی اور اس کا کرم ہو گا۔

قضا و قدر کا مفہوم

۳۸۔ (حذف اسناد سہ گانہ) عکرمہ بن عباس کہتے ہیں:۔

جب امیرالمومنین علیہ السلام جنگ صفین سے واپس آئے تو جنگ میں شریک ایک عراقی نے آپ سے پوچھا:۔

کیا ہمارا اہل شام سے لڑنے کے لیئے جانا قضا و قدر سے تھا؟

آپ نے فرمایا:۔

"جی ہاں! تم جس ٹیلے پر چڑھے اور جس وادی میں تم اترے تمہارا چڑھنا اور اترنا سب اللہ کی قضا و قدر سے تھا"۔

یہ سن کر سائل نے کہا:۔

پھر میں اپنی اس تکلیف و زحمت کو اللہ کی جانب سے سمجھتا ہوں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:۔

"خدا تم پر رحم کرے شاید تم نے حتمی و لازمی قضا و قدر سمجھ لیا ہے (کہ جس کے انجام دینے پر ہم مجبور ہیں) اگر ایسا ہوتا تو پھر نہ ثواب کا کوئی سوال پیدا ہوتا اور نہ عذاب کا اور امر و نہی باطل قرار پاتے اور نہ وعدے کے کچھ معنی رہتے نہ وعید کے اور گنہ گار قابل ملامت نہ ہوتا اور نیکو کار لائق تعریف نہ ہوتا، اور اچھائی کرنے والا، برائی کرنے والے کی بہ نسبت مذمت کے زیادہ لائق قرار پاتا اور برائی کرنے والا، اچھائی کرنے والے کی بہ نسبت زیادہ قابل تعریف ہوتا، اور یہ بت پرست اور رحمان کے دشمنوں اور اس امت کے قدریہ اور مجوسی افراد کا نظریہ ہے۔

اے شیخ! اللہ تعالیٰ نے بندوں کو خود مختار بنا کر مامور کیا ہے اور (عذاب

سے) ڈراتے ہوئے نہی کی ہے۔

اس نے سہل و آسان تکلیف دی ہے اور دشواریوں سے بچائے رکھا ہے وہ تھوڑے کیے پر زیادہ اجر دیتا ہے۔

اس کی نافرمانی اس لیئے نہیں ہوتی کہ وہ مغلوب ہوگیا ہے اور نہ اس کی اطاعت اس لیئے کی جاتی ہے کہ اس نے مجبور کر رکھا ہے۔

اس نے پیغمبروں کو بطور تفریح نہیں بھیجا اور بندوں کے لیئے کتابیں بے فائدہ نہیں اتاری ہیں اور نہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کو بےکار پیدا کیا ہے۔

یہ تو ان لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا، تو افسوس ہے ان پر جنہوں نے کفر اختیار کیا آتشِ جہنم کے عذاب سے۔

اس روایت کا تتمہ یہ ہے۔

پھر اس شخص نے کہا:۔

وہ کون سی قضا و قدر تھی جس کی وجہ سے ہمیں جانا پڑا؟

حضرتؑ نے فرمایا:۔

"قضا کے معنی حکم باری تعالیٰ کے ہیں جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۔ (بنی اسرائیل ۲۳)

" اور تمہارے پروردگار نے تو حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا"۔

یہاں پر "قضٰی" بمعنی "امر" ہے۔

(ماخوذ از ترجمہ نہج البلاغہ مفتی جعفر حسین مرحوم)

حضرت کا یہ جواب سن کر وہ شخص اٹھا اور کہنے لگا:۔

انت الامام الذی نرجو بطاعته

یوم النجاة من الرحمٰن غفرانا

اوضحت من دیننا ما کان ملتبسا

جزاك ربك عنا فیه احسانا

فلیس معذرة فی فعل فاحشة

قد کنت راکبها فسقا و عصیانا

لالا و لا قائلا ناهیه اوقعه

فیها عبدت اذاً یاقوم شیطانا

و لا احب و لا شاء الفسوق ولا

قتل الولی له ظلماً و عدوانا

انّٰی یحب و قد صحت عزیمته

ذوالعرش اعلن ذاك اللّٰه اعلانا

"آپ ہی ایسے امام ہیں جن کی اطاعت کی وجہ سے قیامت کے دن ہم مغفرت کی امید رکھتے ہیں۔

آپ نے ہمارے دین کے وہ مسائل واضح کیے جو پہلے پردہ میں تھے ، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر عنایت فرمائے۔

برائی کے ارتکاب کرنے میں کسی کے پاس کوئی عذر نہیں ہے ، اس سے پہلے میں فسق و نا فرمانی کرتے ہوئے معصیت کا ارتکاب کرتا رہا ہوں۔

کسی کہنے والے کو یہ حق ہرگز نہیں ہے کہ برائی سے روکنے والے اللہ نے ہی اسے برائی میں دھکیل دیا ہے ، اگر میں ایسا نظریہ رکھوں تو پھر میں نے شیطان کی اطاعت کی ہے۔

اللہ کسی طرح کے فسق و فجور کو پسند نہیں کرتا اور نہ یہ چاہتا ہے کہ ظلم و تعدی سے اس کے ولی کو قتل کیا جائے۔

وہ معصیت کو کیسے پسند کر سکتا ہے کیونکہ عرش کے مالک نے اپنے ارادہ کا اعلان کر دیا ہے"۔

محمد بن حافظ نے صرف پہلے دو بیت نقل کیے ہیں۔

۳۹۔(حذف اسناد) احمد بن عبداللہ جویباری شیبانی نے امام علی رضا علیہ السلام سے اور آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ نے آدمؑ کی تخلیق سے دو ہزار برس قبل تقدیر کا فیصلہ کر دیا ہے اور تدابیر مقرر کر دی ہیں"۔

۴۰۔(حذف اسناد) داؤد بن سلیمان الفراء کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی۔

ایک یہودی نے امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا:

آپؑ یہ بتائیں۔

1۔ کون سی چیز اللہ کے لیے نہیں ہے؟

2۔ کون سی چیز اللہ کی جانب سے نہیں؟

3۔ کس چیز کو اللہ نہیں جانتا؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

1۔ جو چیز اللہ کے لیے نہیں، تو اللہ کے لیے شریک نہیں ہے۔

2۔ جو چیز اللہ کی طرف سے نہیں، تو اللہ کی طرف سے ظلم نہیں ہے۔

3۔ جس چیز کا علم اللہ کو نہیں، تو اللہ کو تمہارے اس قول کا علم نہیں

کہ "عزیرؑ" اللہ کے فرزند ہیں ، اللہ کو اپنے کسی بیٹے کا علم نہیں ہے۔

حضرتؑ کا یہ جواب سن کر یہودی بے ساختہ پکار اٹھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

۴۱۔ (محذوف اسناد) احمد بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام سے کسی نے حالت طواف میں پوچھا:

سخی کون ہے ؟

آپؑ نے فرمایا:

" تیرے کلام کے دو مفہوم ممکن ہیں۔

1۔ اگر تیرا سوال مخلوق کے متعلق ہے تو سخی وہ ہے جو فرائض الٰہی کو بجا لائے اور بخیل وہ ہے جو فرائض سے بخل کرے۔

2۔ اگر تیرا سوال خالق کے متعلق ہے تو پھر اللہ ہی سخی ہے ، خواہ وہ عطا کرے یا بندش کرے ، کیونکہ اگر وہ اپنے کسی بندہ کو عطا کرتا ہے تو بندہ کا استحقاق نہیں ہوتا اور اگر وہ اپنا فضل کسی سے روک لے تو اس نعمت میں بندے کا حصہ نہیں ہوتا"۔

۴۲۔ (محذوف اسناد) حسین بن خالد بیان کرتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ، آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

من لم یرض بقضائی و لم یؤمن بقدری فلیلتمس الھا غیری۔

" جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری تقدیر پہ ایمان نہ رکھے تو اسے چاہئے کہ میرے علاوہ کوئی اور معبود تلاش کرے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

فی کل قضاء اللہ خیر للمؤمنین

"اللہ کی ہر قضا میں اہل ایمان کے لیئے بہتری ہے"۔

۴۳۔(حذف اسناد) ابراہیم بن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:۔

کیا اللہ اپنے بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف دیتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"وہ اس سے کہیں بڑھ کر عادل ہے"۔

پھر اس شخص نے پوچھا:۔

کیا بندے اپنے ہر ارادے کو پورا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"وہ اس سے کہیں زیادہ عاجز ہیں"۔

۴۴۔(حذف اسناد) ابو احمد غازی روایت کرتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا:۔

میں نے اپنے والد امیر المومنین علیہ السلام سے سنا۔

انہوں نے فرمایا:۔

اعمال تین طرح کے ہیں۔

1۔ فرائض 2۔ فضائل 3۔ معاصی

1۔ فرائض اللہ کے امر اور اس کی رضا اور اس کی قضا اور اس کی تقدیر، مشیت اور علم سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

2۔ فضائل، اللہ کے امر کی بجائے اللہ کی رضا، قضا، تقدیر، مشیت،

اور علم سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

3۔ معاصی کا تعلق امر پروردگار سے نہیں ہوتا البتہ اس کا تعلق قدر الٰہی اور علم پروردگار سے ہوتا ہے، پھر اللہ اس پر سزا بھی دے گا"۔

جبر و تشبیہ کی تردید اور غلاۃ کی پُر زور مذمت

۴۵۔(حذف اسناد) حسین بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:۔

فرزند رسولؐ! لوگ ہمیں تشبیہ و جبر کا قائل کہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے آبائے کرام سے اس کے لیئے بہت سی روایات مروی ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

ابن خالد! یہ بتاؤ کہ جبر و تشبیہ کی روایات میرے آباء سے زیادہ مروی ہیں یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مروی ہیں۔

میں نے عرض کیا:۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس موضوع کی زیادہ روایات مروی ہیں۔

حضرت علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

پھر تو ان لوگوں کو یہ کہنا چاہیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبر و تشبیہ کا عقیدہ رکھتے تھے۔

میں نے عرض کیا:۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ روایات موضوع ہیں، آنحضرتؐ نے در اصل یہ باتیں نہیں فرمائی تھیں، جھوٹے لوگوں نے اس قسم کی روایات وضع کرلیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

ان لوگوں کو چاہئے کہ وہ میرے آبائے کرامؑ کے متعلق بھی یہی عقیدہ رکھیں کہ انہوں نے یہ باتیں نہیں کی تھیں، دروغ گو راویوں نے اپنی طرف سے یہ روایت وضع کر لی ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا۔

"جو شخص جبر وتشبیہ کا قائل ہو وہ کافر مشرک ہے اور ہم دنیا اور آخرت میں اس سے بیزار ہیں۔

ابن خالد! تشبیہ و جبر کی روایات ہمارے نام پر غالیوں نے وضع کی ہیں جنہوں نے اللہ کی عظمت کو حقیر جانا ہے۔

جو ان غلاۃ سے محبت کرے، اس نے ہم سے بغض رکھا، اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے ہم سے محبت کی اور جس نے ان سے دوستی رکھی، اس نے ہم سے دشمنی کی، اور جس نے ان سے دشمنی رکھی، اس نے ہم سے دوستی رکھی۔ جس نے ان سے تعلق جوڑا، اس نے ہم سے تعلق توڑا اور جس نے ان سے تعلق توڑا، اس نے ہم سے تعلق جوڑا۔

جس نے ان سے جفا کی اس نے ہم سے بھلائی کی اور جس نے ان سے بھلائی کی، اس نے ہم سے جفا کی۔ جس نے ان کی عزت کی، اس نے ہماری توہین کی، اور جس نے ان کی توہین کی اس نے ہماری عزت کی، جس نے ان کی بات قبول کی، اس نے ہماری بات ٹھکرائی اور جس نے ان کی بات ٹھکرائی، اس نے ہماری بات قبول کی، جس نے ان پر احسان کیا، اس نے ہم سے برائی کی، جس نے ان سے برائی کی، اس نے ہم پر احسان کیا، جس نے ان کی تصدیق کی، اس نے ہمیں جھٹلایا، اور جس نے انہیں جھٹلایا اس نے ہماری تصدیق کی، جس نے انہیں کچھ عطا کیا، اس نے ہمیں محروم رکھا، اور جس نے انہیں محروم رکھا،

اس نے ہمیں عطا کیا۔

ابن خالد! جو بھی ہمارا شیعہ ہو، اسے چاہیئے کہ وہ غالیوں کو اپنا سرپرست اور مددگار مت بنائے"۔

۴۶۔(محذوف اسناد) حسن بن علی الوشا کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:۔

کیا اللہ نے معاملہ بندوں کے سپرد کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:۔

"اللہ اس سے زیادہ غالب ہے"۔

میں نے عرض کیا:۔

کیا اللہ نے بندوں کو معاصی (نافرمانی) پر مجبور کیا؟

آپ نے فرمایا:۔

"اللہ اس سے کہیں زیادہ عادل و حکیم ہے"۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"فرزند آدم! تیری بہ نسبت تیری بھلائیوں کا زیادہ حقدار میں ہوں اور تو اپنی برائیوں کا خود ذمہ دار ہے، میں نہیں ہوں، کیونکہ تو میری ہی عطا کردہ قوت سے میری ہی نافرمانی کر رہا ہے"۔

جبریہ کے لیئے فرمان

۴۷۔(محذوف اسناد) عبدالسلام بن صالح ہروی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا۔

آپ نے فرمایا:۔

"جو شخص جبر کا عقیدہ رکھتا ہو، اسے مال زکوٰۃ میں سے کچھ بھی نہ دو اور اس کی گواہی قبول نہ کرو، اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتا"۔

جبر و تفویض کے لیئے قولِ فیصل

۴۸۔ (بحذف اسناد) سلیمان بن جعفر الجعفری (حمیری) کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام کی محفل میں جبر و تفویض کا تذکرہ ہوا تو آپؑ نے فرمایا:۔

کیا میں تمہیں اس کے متعلق ایک بنیادی نکتہ نہ سمجھاؤں جس میں اختلاف نہ ہو سکے اور اگر اس نکتہ کی موجودگی میں کوئی تم سے مباحثہ کرے تو تم اس کو مغلوب کر سکو؟

ہم نے عرض کیا:۔

اگر آپؑ ایسا کریں گے تو بہتر ہو گا۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"اللہ اپنی اطاعت مجبور کر کے نہیں کراتا اور اللہ کی معصیت کی بنیاد خدا کا مغلوب ہونا نہیں ہے، اللہ نے بندوں کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا، جس چیز کا اللہ نے انہیں مالک بنایا ہے، اس چیز کا حقیقی مالک وہ خود ہے اور جس چیز پر لوگوں کو قدرت دی ہے، اس پر حقیقی قادر وہ خود ہے، اگر بندے اس کی اطاعت کریں تو وہ بندوں کو اپنی اطاعت سے روکنے والا نہیں ہے اور اگر اللہ مہربانی کرتے ہوئے اپنے بندوں کو گناہوں سے روکنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، اور اگر وہ بندوں اور گناہوں میں حائل نہ ہو تو بندے گناہ کرتے ہیں، اللہ خود بندوں کو گناہوں میں داخل نہیں کرتا"۔

پھر آپ نے فرمایا:۔

جو شخص اس بنیادی نکتہ کے حدود کو اچھی طرح سے یاد کرے گا تو وہ اپنے مخالف کو مغلوب کرے گا۔

۴۹۔(بحذف اسناد) احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی :۔

ہمارے کچھ ساتھی جبر کا عقیدہ رکھتے ہیں اور کچھ ساتھی استطاعت کا عقیدہ رکھتے ہیں(اس سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں ؟)

آپ نے فرمایا:۔

قلم دوات لو اور لکھو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

"ابن آدم ! میری مشیت کی وجہ سے تو چاہتا ہے اور میری عطا کردہ قوت سے ہی تو میرے فرائض ادا کرتا ہے اور میری نعمت کی وجہ سے ہی تو میری نافرمانی کرتا ہے ، میں نے تجھے سننے والا ، دیکھنے والا اور قوت رکھنے والا بنایا ہے۔

اور تجھے جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تیری ہی جانب سے ہوتی ہے اور تیری نیکیوں کا میں تجھ سے زیادہ حقدار ہوں اور تو اپنی برائیوں کا خود ذمہ دار ہے اور جو کچھ میں کرتا ہوں میں اس کا جوابدہ نہیں ہوں اور جو کچھ تم کروگے تم اس کے جوابدہ ہو"۔

پھر آپ نے فرمایا:۔

جو کچھ تو چاہتا ہے وہ میں نے تجھے لکھوا دیا۔

خالق و مخلوق کے اسماء میں معنوی فرق

۵۰۔ (بحذف اسناد) حسین بن خالد کہتے ہیں :۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"جان لو! اللہ تمہیں اچھائی کی تعلیم دے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے، اور "قدیم" اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے جو عاقل کو درس دیتی ہے کہ اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی اور اس کے ساتھ بھی کوئی چیز نہ تھی اور اس صفت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز اللہ سے پہلے نہ تھی اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہیں تھی اور کوئی چیز اس کے ساتھ باقی نہیں رہے گی ، اور اس صفت قدیم پر ایمان رکھنے کی وجہ سے ان لوگوں کا یہ قول باطل ہو جائے گا جو یہ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے یا اس کے ساتھ کوئی چیز تھی۔

اور ان کے قول کے بطلان کی وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی چیز اللہ کے ساتھ مان لی جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ اس چیز کا خالق نہیں ہے ، کیونکہ اللہ ایسی چیز کا خالق کیسے بن سکتا ہے جو اس کے ساتھ موجود ہو ؟

اور اگر یہ کہا جائے کہ اللہ سے پہلے کوئی چیز موجود تھی تو اولیت کا شرف اس چیز کو حاصل ہو گا نہ کہ اللہ کو ، اور پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ خالق نہیں ہے بلکہ وہ چیز خالق ہے جو اس سے پہلے موجود تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو دعا کا سلیقہ سکھانے کے لیے اپنے کچھ اسماء بیان کیئے ، چنانچہ اللہ جل شانہ نے اپنے آپ کو سمیع ، بصیر ، قادر ، قاہر ، حی ، قیوم ، ظاہر ، باطن ، لطیف ، خبیر ، قوی ، عزیز ، حکیم ، اور علیم اور اس طرح کے دوسرے ناموں سے موسوم کیا"۔

غلاۃ کی غلط فہمی

پھر جب تکذیب کرنے والے غلاۃ نے ہم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی چیز اللہ کی مثال نہیں ہے اور کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ہے تو انھوں نے کہا:

جب آپ یہ کہتے ہیں کہ کوئی چیز اس کی شبیہ و مثیل نہیں ہے تو پھر ہمیں یہ بتائیں کہ آپ حضرات اللہ کے اسما حسنیٰ میں کیسے شریک ہوئے اور آپ نے اپنے آپ کو تمام اسمائے حسنیٰ سے کیونکر موسوم کیا ہے ؟

اور یہی بات اس چیز کی دلیل ہے کہ آپ تمام حالات میں اس کی مثال ہیں یا کم از کم بعض اشیاء میں آپ اس جیسے ہیں کیونکہ آپ بھی اسمائے حسنیٰ سے موسوم ہیں۔

غلاۃ کے اس نظریہ کا ابطال

غلاۃ کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض افراد کو اپنے اسمائے حسنیٰ سے موسوم کر کے انہیں محترم بنایا ہے مگر معانی جدا جدا ہیں کیونکہ اکثر اوقات ایک ہی اسم دو الگ الگ معانی کو ظاہر کرتا ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھیں جس طرح سے کسی انسان کو بھی کلب (کتا)، حمار (گدھا)، ثور (بیل)، سکرۃ (شکر)، علقمۃ (ایلو) اور اسد (شیر) کہا جاتا ہے، لیکن ان اسماء کا اطلاق بطور مجاز ہوتا ہے اور الفاظ اپنے حقیقی اور وضعی معانی میں استعمال نہیں کیے جاتے، کیونکہ انسان شیر اور کتا نہیں ہوتا۔

اللہ کے عالم اور مخلوق کے عالم ہونے کا فرق

اللہ کا اسم "عالم" ہے لیکن اس کا علم حادث نہیں ہے اور اس کا علم تجربات و مشاہدات پر مبنی نہیں ہے اور اس سے اس کا علم جدا نہیں ہوتا۔

اس کے برعکس پڑھے لکھے افراد کو بھی "عالم" کہا جاتا ہے، مگر ان کا علم حادث ہوتا ہے اور وہ اس علم سے پہلے جاہل ہوتے ہیں اور بعض اوقات انہیں ضعیفی اور نسیان طاری ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کا علم، جہل میں بدل جاتا ہے۔

اس کے خالق کو بھی "عالم" کہا جاتا ہے اور مخلوق کو بھی "عالم" کہا جاتا ہے، لفظ بظاہر ایک ہے جب کہ معانی میں بہت بڑا فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک نام "سمیع" (سننے والا) ہے اور اللہ کی مخلوق میں بھی حسِ سماعت موجود ہے جس کی وجہ سے انہیں بھی "سمیع" کہا جاتا ہے، لیکن اللہ سننے کے لیے کان کا محتاج نہیں ہے وہ بغیر کانوں کے سنتا ہے جب کہ اس کی مخلوق سننے کے لیے کانوں کی محتاج ہے اور مخلوق اور خالق کے سننے میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ مخلوق مدھم ترین آواز سننے سے قاصر ہے لیکن رب العالمین مخفی سے مخفی تر آوازوں کو سنتا ہے۔

اس کے باوجود اللہ کو بھی "سمیع" کہا جاتا ہے اور مخلوق کو بھی "سمیع" کہا جاتا ہے، الفاظ ایک سے معانی جدا جدا ہیں۔

اللہ کا ایک اسم "بصیر" (دیکھنے والا) ہے، اور مخلوق کو بھی "بصیر" کہا جاتا ہے، جب کہ ہمارے دیکھنے اور خدا کے دیکھنے میں بڑا فرق ہے، ہم دیکھنے کے لیے آنکھوں کے محتاج ہیں جب کہ اللہ حاسہ چشم کا محتاج نہیں ہے، علاوہ ازیں ہم ہزاروں چیزیں دیکھتے ہیں لیکن انہیں پہچانتے نہیں ہیں جب کہ اللہ

ہر چیز کو دیکھتا ہے اور ہر شے کو پہچانتا ہے ، اللہ اور مخلوق کے لیئے اسم "بصیر" ایک ہے اور معانی جدا جدا ہیں۔

انسانوں کے لیئے بھی لفظ " قائم " استعمال کیا جاتا ہے اور یہی لفظ "قائم" اللہ کے لیئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور معانی میں بڑا فرق ہے۔

انسان کو اس وقت " قائم " کہا جاتا ہے جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا ہو جب کہ اللہ کے لیئے پاؤں ہی نہیں ہے ، غرض یہ کہ خالق اور مخلوق کے لیئے ایک لفظ "قائم" استعمال ہوتا ہے ، مگر لفظ کے اشتراک کے باوجود معانی جدا جدا ہیں۔

اللہ " لطیف " ہے لیکن لفظ " لطیف " میں قلت ، دبلے پن اور چھوٹا ہونے کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔

اللہ کے " لطیف " ہونے کے معانی یہ ہیں کہ وہ باریک بین ہے اور وہم تک اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور اللہ کے " لطیف " ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو کسی حد منطقی میں محدود نہیں کیا جا سکتا اور کسی وصف کے ساتھ اس کی حد بندی نہیں کی جا سکتی ۔

اور اس کے برعکس انسانوں پر بھی لفظ " لطیف " کا اطلاق ہوتا ہے جس کے معنی چھوٹا پن اور قلت کے ہوتے ہیں۔

(لہذا خالق و مخلوق کے لیئے لفظ " لطیف " کا اطلاق ہوتا ہے لیکن اس کے مفہوم میں فرق ہوتا ہے۔)

اللہ کے لیئے لفظ " خبیر " کا اطلاق ہوتا ہے اور مخلوق کے لیئے بھی یہ لفظ "خبیر" بولا جاتا ہے جب اس لفظ کا اطلاق اللہ کے لیئے ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایسا باخبر ہے کہ کوئی چیز اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں ہے اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن اس کا باخبر ہونا کسی تجربہ کا مرہون نہیں ہے ،

اگر اس کا علم تجربہ کا محتاج ہوتا تو وہ جاہل کہلاتا اور اللہ ازل سے ہی ہر چیز سے باخبر ہے اور مخلوق میں سے "خبیر" اسے کہا جاتا ہے جو اپنے تجربہ کی وجہ سے علم پیدا کرے۔

الغرض نام ایک ہے لیکن مفہوم جدا جدا ہے ۔

اللہ کا ایک اسم " ظاہر " ہے تو اس کے " ظاہر " ہونے کا مفہوم یہ نہیں ہوتا کہ وہ اشیاء کی چوٹی پر سوار ہوکر بیٹھا ہے ، لفظ " ظاہر " اللہ کی قدرت کو واضح کرتا ہے یعنی وہ تمام اشیاء پر غالب و قادر ہے ، جیسا کہ عربی زبان کا مقولہ ہے۔

ظهرت علی اعدائی

"میں اپنے دشمنوں پر غالب آیا"۔

علاوہ ازیں ذات احدیت کے لیے لفظ " ظاہر " کا ایک مفہوم یہ ہے کہ وہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے ظاہر کرتا ہے، اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور وہ تمام اشیاء کا تدبیر کنندہ ہے۔ اور اللہ سے زیادہ کس کا امر ظاہر و واضح ہو سکتا ہے ؟

کیونکہ آپ جہاں جائیں گے آپ کو اللہ کی صنعت نظر آئے گی اور خود تمہارے وجود میں بھی اللہ نے اتنی نشانیاں رکھی ہیں کہ تمہیں دوسری نشانیوں کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

اور اس کے برعکس جب کسی انسان پر لفظ " ظاہر " کا اطلاق کیا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ ظاہر یعنی ظاہر دکھائی دینے والا ہے اور اپنی حدود کے ذریعے سے اس کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔

تو اگرچہ لفظ ایک ہے ، لیکن اس کے مفہوم جدا جدا ہیں۔

اللہ کا ایک اسم "باطن " ہے لیکن اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ وہ

کسی چیز کے اندر میں چھپا ہوا ہے ، اس کے " باطن " ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ تمام اشیاء کی اندرونی کیفیات کا علم رکھتا ہے ، ان کی محافظت اور تدبیر کرتا ہے اوراس لفظ کا مادۂ اشتقاق " اَبطَنتُہٗ " ہے جس کے معنی ہیں کہ میں نے اس کے اندرونی راز کو معلوم کیا۔

اور یہی لفظ " باطن " مخلوق کے لیئے بھی استعمال ہوتا ہے اور جب یہ لفظ مخلوق کے لیئے بھی مستعمل ہو تو اس کے معنی چھپے ہوئے اور کسی چیز کے اندر بیٹھے ہوئے فرد کے ہوتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ " باطن " اگرچہ خالق و مخلوق کے لیئے استعمال ہوتا ہے ، لیکن معانی میں فرق ہوتا ہے۔

اللہ " قاہر " ہے لیکن اس کے " قاہر " ہونے کا مفہوم بندوں کے "قاہر" ہونے کے مفہوم سے بالکل جدا ہے کیونکہ مخلوق کسی پر غلبہ حاصل کرتا ہے تو اسے مکر و فریب و حیلہ گری کا سہارا لینا پڑتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آج کا مقہور (مغلوب) کل کا " قاہر "(غالب) بھی بن سکتا ہے اور قاہر ، مقہور میں بدل سکتا ہے ، جب کہ اللہ کے "قاہر"(غالب) ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر ہمیشہ کے لیئے اقتدار رکھتا ہے اور تمام موجودات لفظ " کُن " سے منصۂ شہود پر آنے کے لیئے بے تاب ہیں اور ہر چیز اس کے سامنے سرنگوں ہے اور کوئی چیز پلک جھپکنے کی دیر کے لیئے بھی اس کے احاطۂ اقتدار سے باہر نہیں نکل سکتی۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ خالق و مخلوق کے لیئے اگر چہ ایک ہی نام استعمال ہوا لیکن دونوں کے مفاہیم میں بہت بڑا فرق ہے۔

اگرچہ ہم تمام ناموں کا باہمی فرق تو بیان نہیں کرسکتے لیکن ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس میں کفایت ہے اور اللہ تعالٰی ہماری رہنمائی اور توفیق کے لیئے

تمہارا، ہمارا مددگار ہو۔

توحید کے متعلق امام علی رضاؑ کا خطبہ (۱)

۵۱۔ (محذوف اسناد) محمد بن یحییٰ بن عمر بن ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ جب مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنانا چاہا تو اس نے بنی ہاشم کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میں علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہوں۔

یہ سن کر بنی ہاشم نے ان پر حسد کیا اور مامون سے کہنے لگے؟

آپ ایک جاہل شخص (نعوذ باللہ) کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتے ہیں جسے امور خلافت کے متعلق کچھ بھی آگاہی نہیں ہے۔ آپ اسے یہاں بلائیں اور اس کی جہالت کا خود ہی مشاہدہ کر لیں۔

چنانچہ امام علی رضا علیہ السلام کو بلایا گیا اور بنی ہاشم نے ان سے کہا۔

ابوالحسن! آپ منبر پر بیٹھیں اور ہمیں توحید کے متعلق خطبہ دیں۔

یہ سن کر آپ منبر پر تشریف لائے اور کچھ دیر خاموش ہو کر بیٹھے رہے پھر آپ نے منبر پر اپنے کپڑوں کو جھاڑا اور منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور حضور اکرمؐ اور ان کے اہل بیتؑ پر درود بھیجا۔

پھر آپ نے فرمایا:۔

اللہ کی پہلی عبادت اس کی معرفت ہے، اور معرفت الٰہی کی بنیاد اس کی توحید ہے، اور اللہ کی توحید کا نظام اس سے صفات کی نفی ہے کیونکہ عقلوں کی گواہی یہ ہے کہ ہر صفت و موصوف مخلوق ہیں اور ہر موصوف اس بات کا شاہد ہے کہ اس

۱۔ نسخہ قلمی اور نسخہ جدید مطبوعہ نسخوں میں اس خطبے کے لیے علیحدہ باب قائم کیا گیا ہے، لیکن ہم نے قدیم مطبوعہ اور بعض قلمی نسخوں کی ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے گیارہویں باب میں شامل کیا ہے۔ نسخہ مذکور میں اس خطبہ کی سرخی ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

ما جاء عن الرضا علیه السلام فی التوحید عند المامون

(مامون کے پاس توحید کے متعلق امام علی رضا کا خطبہ)

کا کوئی نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہ خالق نہ صفت ہے اور نہ ہی موصوف ہے۔ اور صفت و موصوف دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہونے کی شہادت دیتے ہیں، اور ساتھی ہونا اس بات کا شاہد اور متقاضی ہے کہ وہ حادث ہے اور حدوث کی گواہی یہ ہے کہ وہ ازلی نہیں اور وہ حدوث سے پاک نہیں ہے۔

جس نے تشبیہ سے اللہ کو پہچانا تو دراصل اس نے اللہ کو پہچانا ہی نہیں اور جس نے اس کی کنہ معلوم کرنی چاہی تو اس نے اسے واحد ہی تسلیم نہیں کیا اور جس نے اس کی تمثیل دی تو اسے اس کی حقیقت کا ادراک ہی نہیں ہوا اور جس نے اس کی غایت بیان کی، اس نے اللہ کی تصدیق ہی نہیں کی، اور جس نے اس کی طرف اشارہ کیا اس نے ذات احدیت کا قصد ہی نہیں کیا اور ذات احدیت اس کا مقصود ہی نہیں جس نے اس کو تشبیہ دی۔ اور جس نے اللہ کے اجزاء بنائے تو وہ اس کے آگے جھکا ہی نہیں، اور جس نے اس کا وہم کیا اس نے اللہ کا ارادہ ہی نہیں کیا۔

ہر جدائی اسی کی وجہ سے بنی ہے اور ہر قائم کی علت وہی ہے، اللہ کی صنعت سے اس کا استدلال کیا جاتا ہے اور عقول سے اس کی معرفت کا اعتقاد رکھا جاتا ہے، اور فطرت سے اس کی حجت کا اثبات کیا جاتا ہے۔

اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنے اور ان کے درمیان حجاب رکھا، پھر ان کا تعدد و تباین اور اختلاف مکان اور ان کی ابتداء مخلوق کے لیے اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی کوئی ابتداء ہی نہیں ہے کیونکہ ابتداء والی چیز دوسری چیز کی ابتداء سے عاجز ہوتی ہے، اور مخلوق کو اعضاء عطا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں اعضاء اور جوارح نہیں ہیں اور اعضاء و جوارح اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ انہیں بنانے کی ضرورت ہے اور اس کے اسماء تعبیر کے لیے ہیں اور اس کے افعال تفہیم کے لیے ہیں۔ اس کی ذات حقیقت ہے اور اس کی کنہ اس کے اور مخلوق

کے مانند تفریق ہے۔

اور اس کی طرف سے مخلوقات کا اختلاف اس کے ماسوا کی حد بندی ہے۔

جس نے اللہ کی وصف کرنی چاہی وہ اللہ سے جاہل رہا اور جس نے اسے مشتمل جانا، اس نے اس کی سرکشی کی۔ جس نے اس کی کنہ معلوم کرنا چاہی وہ اس کو حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

جس نے اس کے متعلق "**کیف**" (کیسا) کہا تو اس نے اس کی تشبیہ دی اور جس نے اس کے لیئے "**لما**" (کیوں) کہا تو اس نے اسے علتوں کا پابند کیا، اور جس نے اس کے لیئے "**متی**" (کب) کہا تو اس نے اسے وقت کا پابند سمجھا، اور جس نے اس کے لیئے "**فیما**" (کس میں ہے) کہا تو اس نے اسے کسی چیز کے ضمن میں فرض کر لیا۔

جس نے اس کے لیئے "**الی ما**" (کب تک) کہا تو وہ اس کے انجام کو معلوم کرنے کا خواہش مند ہوا، جس نے اس کے لیئے "**حتی ما**" (یہاں تک) کہا تو اس نے اس کی غایت بیان کی تو اس نے گویا اسے سر پر بلند کرنا چاہا اور جس نے اسے سر پر بلند کرنا چاہا تو اس نے دوئی پیدا کی اور جس نے دوئی پیدا کی تو اس نے صفات مانے اور جس نے صفات مانے اس نے ذاتِ خداوندی میں شک کیا۔

مخلوق کے تغیر سے اس میں تغیر پیدا نہیں ہوتا، جیسے کہ محدود کی حد بندیوں کی وجہ سے اس کی حد بندی نہیں ہو سکتی۔

وہ "ایک" ہے لیکن عدد کے اعتبار سے نہیں، وہ "ظاہر" ہے لیکن کسی چیز کے ملنے کے اعتبار سے نہیں، وہ "تجلی" کرنے والا ہے لیکن رویت کو آزادی دے کر نہیں، وہ "باطن" ہے لیکن زائل ہو کر نہیں، وہ "علیحدہ" ہے لیکن مسافت کے اعتبار سے نہیں، وہ "قریب" ہے لیکن نزدیک ہو کر نہیں، وہ "لطیف"

ہے مگر جسمانیت کے لحاظ سے نہیں ، وہ "موجود" ہے ، لیکن عدم کے بعد نہیں ، وہ "فاعل" ہے لیکن اضطرار کی وجہ سے نہیں ، وہ "اندازہ" کرنے والا ہے لیکن فکر کی جولانی سے نہیں ، وہ "مدبر" ہے لیکن حرکت سے نہیں ، وہ "ارادہ" کرنے والا ہے لیکن اشتیاق نفس کی وجہ سے نہیں ، وہ "مدرک" ہے لیکن حاسہ سے نہیں ، وہ "سننے" والا ہے مگر آلہ سے نہیں ، وہ "دیکھنے" والا ہے مگر جوارح کے ساتھ نہیں ، اوقات اس کے مصاحب نہیں اور اماکن اسے متضمن نہیں ، اسے اونگھ نہیں آتی اور صفت اسے محدود نہیں کر سکتے اور آلات اسے مقید نہیں کر سکتے۔

اس کا ہونا اوقات سے سابق اور اس کا وجود ، عدم سے پہلے ہے۔ ابتدا اس کی ازل ہے ، نشان قائم کرنے کی وجہ سے معلوم ہوا کہ وہ خود بے نشان ہے اور "جواہر" کی جوہریت ثبوت ہے کہ وہ "جوہر" میں مقید نہیں ہے۔ اشیاء کے باہمی تضاد سے پتہ چلا اس کا کوئی متضاد نہیں ہے۔

چیزوں کے ایک دوسرے کا ساتھی بننے سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں۔ اس نے نور کو ظلمت کا متضاد اور وضاحت کو اشکال اور خشکی کو تری اور سردی کو گرمی کا متضاد بنایا۔

مختلف المزاج اشیاء کی تالیف اپنے مؤلف اور قریبی اشیاء کی ایک دوسرے سے دوری اپنے جدا کرنے والے کا پتہ دیتی ہے۔

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ (الذریات۔۴۹)

"اور ہم نے ہر چیز سے دو جوڑے بنائے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

اس نے قبل و بعد میں فرق پیدا کیا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس کے لیئے نہ تو قبل ہے اور نہ بعد ہے ، اشیاء کی طبیعت و مزاج اس بات کا شاہد

ہے کہ طبیعت و مزاج کا خالق اس سے منزہ ہے۔

اشیاء کا تفاوت اس بات کا شاہد ہے کہ تفاوت کے خالق میں کوئی تفاوت نہیں پایا جاتا، اشیاء کو وقت کا پابند بنانا اس بات کا شاہد ہے کہ وہ وقت کا پابند نہیں ہے۔ بعض چیزوں کو بعض چیزوں سے محجوب رکھ کر اس نے اپنے متعلق اس بات کا یہ ثبوت فراہم کیا ہے کہ اس کے درمیان اور اس کی مخلوقات کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں ہے۔

جب کوئی مربوب نہ تھا وہ اس وقت بھی رب تھا، اور جب کوئی عابد نہ تھا وہ اس وقت بھی معبود تھا، جب کوئی معلوم نہ تھا وہ اس وقت بھی عالم تھا، وہ اس وقت بھی خالق تھا جب مخلوق نہ تھی، اور اس کے لیے "سمیع" کا لفظ موجود تھی جب کہ کوئی مسموع نہ تھا، ایسا ہرگز نہیں کہ تخلیق کی وجہ سے وہ خالق بنا ہو اور مخلوق کو بنانے کی وجہ سے "باری" کہلایا ہو۔

اس کی حقیقت بیان ہو تو کیسے جسے لفظ "منذ" غائب نہ کر سکتا ہو اور لفظ "قد" جسے قریب نہ کر سکتا ہو اور لفظ "لعل" جس کے لیے حجاب نہ ہو اور لفظ "متی" جسے وقت میں مقید نہ کر سکتا ہو اور لفظ "حین" کا جس پر اطلاق نہ ہوتا ہو، اور لفظ "مع" جسے قریب نہ کر سکتا ہو۔

اشیاء اپنی ذات کی ہی حد بندی کر سکتی ہیں اور آلات اپنے ہم جیسے آلات کی طرف ہی اشارہ کر سکتا ہے، اشیاء میں ان کے افعال منتشر ہوتے ہیں اور "منذ" قدامت نے ان اشیاء کو روک رکھا ہے اور ازلی "قد" نے ان کا احاطہ کیا ہوا ہے، اگر الفاظ جدا ہو کر اپنے جدا کرنے والے اور مختلف ہو کر اپنے اختلاف پیدا کرنے والے پر دلالت نہ کرتے تو ان کے بنانے والا عقول کے سامنے جلوہ گر نہ کرتا، اور نہ ہی تجلی کی وجہ سے مخلوق سے پوشیدہ ہے، اور اوہام بھی اس معبود کو کیا اپنا حکم بناتے ہیں جب کہ اوہام ہی ان کے عجز کا اقرار کرتا ہے اور ایک سے

ہی دلیل دی جاتی ہے اور اس سے اقرار کی پہچان ہوتی ہے، اور عقول کے ذریعہ سے اللہ کی تصدیق کا اقرار کیا جاتا ہے اور اقرار سے ہی اس پر ایمان لانے کی تکمیل ہوتی ہے اور دین داری معرفت کے بعد ہی ممکن ہے اور اخلاص کے بغیر معرفت ممکن نہیں ہے اور عقیدۂ تشبیہ کی موجودگی میں اخلاص کے کوئی معانی نہیں ہیں اور تشبیہ کے اثبات صفات کی موجودگی میں نفی بے سود ہے، جو کچھ مخلوق میں پایا جاتا ہے وہ اس کے خالق میں نہیں پایا جاتا اور جو صفات مخلوق کے لیئے ممکن ہیں وہ صانع کے لیئے ناممکن ہیں، اس پر حرکت وسکون وارد نہیں ہوتے اور وہ اس پر جاری ہوں تو کیسے جنہیں اس نے خود جاری کیا ہے یا اس میں لوٹیں تو کیسے جس کی ابتدا خود اس کی طرف سے ہوئی ہو؟

اس صورت میں اس کی ذات میں تفاوت آ جائے گا اور اس کی حقیقت اجزاء میں بدل جائے گی اور پھر اس میں ازل کا مفہوم باقی نہ رہے گا اور خالق و مخلوق یکساں قرار پائیں گے، اگر اس کے لیئے "پیچھے" کے الفاظ درست مان لیئے جائیں تو پھر اس کے لیئے "آگے" کے الفاظ بھی درست ماننا پڑیں گے، اگر اس کے لیئے لفظ "کامل" تسلیم کیا جائے تو پھر اس پر لفظ "ناقص" کا بھی اطلاق کرنا پڑے گا اور جو "حدوث" سے دور نہ ہو اس میں ازل کا مفہوم کیسے آئے گا اور جو اشیاء کی مشابہت رکھے وہ اشیاء کو پیدا کیسے کرے گا؟

اور یوں اس میں مصنوع کی علامت پیدا ہو جائے گی اور پھر وہ "مدلول" کی بجائے "دلیل" قرار پائے گا، الفاظ میں اتنی وسعت ہی نہیں کہ اس کی حقیقت کو بیان کیا جائے اور نہ ہی اس کے متعلق سوال کا جواب دینے کے لیئے مناسب الفاظ موجود ہیں، اور اس مفہوم میں اللہ کے لیئے کوئی تعظیم کا پہلو نہیں رہتا اور اسے مخلوق سے علیحدہ جبھی سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ دو فرد ازلی نہیں ہو سکتے اور ابتدا کرنے والے کو ابتدا کا محتاج نہ سمجھا جائے

عدول کرنے والے جھوٹ کہتے ہیں اور وہ صریحی گمراہ ہیں اور ظاہری خسارہ میں ہیں۔

لا الہ الا اللہ العلی العظیم و صلی اللہ علی محمد و اہل بیتہ الطاہرین (۱)

۱۔ حضرت کا یہ عظیم الشان خطبہ طالبان معرفت کے لیئے کافی ہے، اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا بھر کے اشراقی اور مشائی متکلمین اس سے بہتر طور پر توحید کو بیان نہیں کر سکتے۔ اس خطبہ میں اثبات واجب کے تمام طریقوں پر بحث کی گئی ہے۔ اس خطبہ میں امکان عالم اور مصنوعیت عالم کی بحث بھی ہے اور وجود کے واجب و حادث ہونے، اور حرکات و سکون کی بھی مکمل بحث موجود ہے۔

قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس خطبہ کو بار بار پڑھیں: اس سے بہت سے دقائق و حقائق ان کے سامنے آئیں گے۔

اس کے ساتھ یہ بھی واضح ہو کہ کتاب ہذا کا یہ باب مسائل الہیہ کے عظیم مطالب پر مشتمل ہے، اس باب میں قضاء و قدر، جبر و تفویض جیسے دقیق مسائل کی بحث موجود ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ قضاء و قدر کا مسئلہ انتہائی مشکل ہے، اسی لیئے ائمہ طاہرین کی بعض احادیث میں **عوام الناس** کو ان مسائل میں وارد ہونے سے منع کیا گیا ہے۔

باب 12

دربار مامون میں مختلف ادیان کے علماء سے

آپؑ کا مباحثہ

۱۔ (بحذف اسناد) عمر بن عبدالعزیز انصاری کہتے ہیں کہ میں نے ایک ایسے شخص سے یہ روایت سنی جس نے حسن بن محمد نوفلی اور ہاشمی سے یہ گفتگو سنی تھی۔

راوی کہتے ہیں کہ:

جب امام علی رضا علیہ السلام مامون کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے آپؑ کے علم کا اندازہ کرنے کے لیے اپنے مشہور درباری فضل بن سہل کو حکم دیا کہ تم مختلف مذاہب و ملل کے علماء و متکلمین بالخصوص عیسائی، یہودی، زرتشتی، اور صائبی مذہب کے علماء کو دعوت دو اور ان کو امام علی رضا علیہ السلام سے مناظرہ کراؤ تاکہ ہم ان کی گفتگو سن سکیں۔

فضل بن سہل نے مذکورہ علماء کو دعوت دی اور جب وہ آگئے تو اس نے مامون کو ان کی آمد کی اطلاع دی۔

مامون نے کہا: ان علماء کو میرے دربار میں لاؤ۔

چنانچہ مذکورہ علماء مامون کے دربار میں حاضر ہوئے تو مامون نے انہیں خوش آمدید کہا اور ان سے کہا:

میں نے تمہیں ایک اچھے کام کے لیئے زحمت دی ہے، مدینہ سے میرا چچا زاد بھائی آیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے گفتگو کرو، اور میں چاہتا ہوں کہ کل صبح تم سب دربار میں آ جاؤ۔

مذکورہ علماء نے کہا: ہم حسبِ حکم کل ضرور حاضر ہو جائیں گے۔

حسن بن نوفلی کہتے ہیں: ہم امام علی رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ یاسر خادم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی آپ کے معاملات کا نگران تھا۔

اس نے آ کر کہا: میرے آقا! بادشاہ آپ کو سلام عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کا بھائی (مامون) آپ پر فدا ہو، مختلف مذاہب و ملل کے علماء میرے پاس جمع ہیں، اگر آپ ان سے گفتگو کرنا پسند فرمائیں تو کل ہمارے ہاں تشریف لائیں اور اگر آپ گفتگو کے خواہش مند نہ ہوں تو بھی آپ پر کوئی جبر نہیں ہے، اور اگر آپ ہمارے آنے کی خواہش رکھتے ہوں تو بھی ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کو تیار ہیں۔

امام علی رضاؑ نے فرمایا: ان سے جا کر کہہ دو کہ جو کچھ آپ چاہتے ہیں، میں اسے سمجھ گیا ہوں اور کل صبح میں آپ کے پاس آؤں گا۔

جب یاسر خادم چلا گیا تو آپ نے فرمایا۔

نوفلی! تو عراقی ہے اور عراقی پختہ عقل والے ہوتے ہیں، اس صورت حال کے متعلق تیرا تجزیہ کیا ہے؟

میں (نوفلی) نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں، اصل بات یہ ہے کہ مامون آپ کا امتحان لینا چاہتا ہے، اور اس بہانے سے وہ آپ کے مبلغ علم سے واقف ہونا چاہتا ہے، اور اس نے ایسا کر کے انتہائی غلط اقدام اٹھایا ہے۔

امام علی رضاؑ نے فرمایا: تم اس کے اس اقدام کو غلط کیوں قرار دے رہے ہو؟

میں (نوفلی) نے کہا: آقا! بات یہ ہے کہ مسلمان علماء اور غیر مسلم علماء کے مباحثہ میں بڑا فرق ہے، مسلمان علماء کے سامنے قرآن وسنت کا حوالہ دیا جائے تو وہ سر تسلیم خم کر لیتے ہیں جب کہ غیر مسلم علماء قرآن و حدیث کے منکر

ہیں ، مثلاً اگر ان کے سامنے آپؑ یہ کہیں کہ اللہ واحد ہے تو وہ کہیں گے کہ آپ پہلے اس کی وحدانیت ثابت کریں اور اگر آپؑ ان سے کہیں گے کہ محمد رسول اللہ نے یہ فرمایا ہے تو وہ کہیں گے کہ پہلے آپؑ ان کی نبوت و رسالت ثابت کریں ۔ چنانچہ وہ لوگ اس قسم کی باتیں کرکے انسان کو لاجواب کر دیتے ہیں ، اسی لیئے غیر مسلم علماء سے مباحثہ انتہائی مشکل ہے ، بہتر ہے کہ آپؑ ان سے بحث نہ کریں ۔

نوفلی کہتے ہیں: امام علیہ السلام میری یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمایا

تو کیا تجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ میری دلیل کو باطل کر دیں گے ؟

میں (نوفلی) نے کہا: نہیں ! مجھے ایسا کوئی اندیشہ نہیں ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپؑ کو ان پر فتح عطا فرمائے گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: نوفلی ! کیا تجھے علم ہے کہ مامون کب پشیمان ہوگا ؟

تو سن لو ! جب میں اہل تورات کو تورات سے اور اہل انجیل کو انجیل سے اور اہل زبور کو زبور سے اور صابئین کو ان کی عبرانیت سے اور زرتشتیوں کو ان کی فارسیت سے اور اہل روم کو ان کی رومیت سے اور اہل مقالات کو ان کی زبانوں سے لاجواب کروں گا اور ان کے دلائل کے تاروپود کو بکھیر دوں گا اور وہ میری بات ماننے پر مجبور ہو جائیں گے تو اس وقت مامون کی پشیمانی دیدنی ہوگی ، طاقت و قوت کا مالک خداوند علی العظیم ہے۔

راوی کہتے ہیں: جب صبح ہوئی تو فضل بن سہل ہمارے پاس آیا اور کہا

مامون الرشید آپ کا انتظار کر رہا ہے اور مختلف مذاہب کے علماء بھی دربار میں جمع ہیں ، آپ کی کیا رائے ہے ؟

امام رضاؑ نے فرمایا: تم جاؤ ، میں بھی آرہا ہوں ۔

پھر آپ نے نماز کے لیئے وضو کیا اور ستو کے چند گھونٹ نوش فرمائے اور ہمیں بھی آپ نے ستو پلایا ، پھر آپ ہمیں اپنے جلو میں لے کر دربار کی طرف

چل پڑے اور جب مونین دربار میں پہنچے تو دربار کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور محمد بن جعفر اور طالبیین اور بنی ہاشم کے تمام اکابر اور معززین موجود تھے۔ اور جیسے ہی آپ نے دربار میں قدم رکھا تو مامون اور محمد بن جعفر اور دیگر بنی ہاشم آپ کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور امام علیہ السلام خراماں خراماں چلتے ہوئے مامون کے ساتھ تخت پر بیٹھ گئے اور حاضرین کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام اہل دربار بیٹھ گئے۔

مامون کچھ دیر تک آپ سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے جاثلیق نصرانی کی طرف رخ کر کے کہا:

جاثلیق! یہ میرے ابن عم علی بن موسیٰ بن جعفر ہیں اور یہ ہمارے پیغمبر کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا اور علی بن ابی طالب علیہم السلام کی اولاد ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے گفتگو کرو اور ان سے مباحثہ کرو۔

نصرانی عالم سے مباحثہ

جاثلیق نصرانی نے کہا: امیر المومنین! میں بھلا ایسے شخص سے کیا مباحثہ کر سکتا ہوں جو کہ اپنے دعویٰ کی دلیل کے لیے ایسی کتاب کا حوالہ دیتا ہو جسے میں تسلیم نہیں کرتا اور ایسے نبی کے قول کو بطور حجت پیش کرتا ہو جس پر میرا ایمان نہیں ہے۔ اس صورت میں بھلا ان سے مباحثہ ہو تو کیسے؟

امام علی رضا نے فرمایا: "نصرانی! اگر میں اپنا دعویٰ تیری انجیل سے ثابت کروں تو کیا تو میری بات مان لے گا؟

جاثلیق نے کہا: انجیل کے فرمان کو رد کرنے کی میں کیسے جرأت کر سکتا ہوں؟ خدا کی قسم! انجیل کا فرمان اگرچہ میرے خلاف بھی کیوں نہ ہو میں اسے ضرور مانوں گا۔

امام علی رضاؑ نے فرمایا: ”تو اب پوچھو جو تمہیں پوچھنا ہو اور اس کا جواب بھی مجھ سے سنو“۔

جاثلیق نے کہا: آپؑ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت اور ان کی کتاب کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں اور کیا آپ عیسیٰؑ کی نبوت یا ان کی کتاب کے کسی حصے کا انکار کرتے ہیں ؟

امام علی رضاؑ نے فرمایا: ”میں اس عیسیٰؑ کی نبوت اور ان کی کتاب کا اقرار کرتا ہوں جنہوں نے اپنی امت کو محمدؐ کی نبوت کی بشارت دی اور اس کے حواریوں نے اقرار کیا ،اور میں ہر اس عیسیٰ کی نبوت کا انکار کرتا ہوں جس نے محمدؐ کی نبوت اور ان کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور اس کی بشارت اپنی امت کو نہیں دی“۔

جاثلیق نے کہا: کیا دعویٰ کے اثبات کے لیے دو عادل گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”جی ہاں !“

جاثلیق نے کہا: تو پھر آپؑ ایسے دو گواہ پیش کریں جن کا تعلق آپؑ کی ملت سے نہ ہو اور عیسائی دنیا بھی انہیں قبول کرتی ہو اور وہ محمد مصطفیٰؐ کی نبوت کی گواہی دیں اور اگر آپؑ چاہیں تو نبوتِ عیسیٰؑ کے اثبات کے لیئے ہم سے بھی ایسے گواہوں کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

امام علی رضاؑ نے فرمایا: ” اب تم نے انصاف کی بات کی ہے۔

نصرانی ! کیا تم میری طرف سے ایسے شخص کی گواہی کو تسلیم کر لو گے جو مسیح کے ہاں قابلِ اعتماد رہا ہو ؟“

نصرانی نے کہا: وہ عادل گواہ کون ہے ، آپ اس کے نام بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا: ” یوحنا دیلمی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ؟“

پادری نے کہا: آپ نے اس شخص کا نام لیا ہے جو مسیح کو سب سے زیادہ پیارا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: ” میں تجھے قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا انجیل میں یوحنا کا

یہ قول موجود ہے"۔

"مسیحؑ نے مجھے محمد عربیؐ کے دین کی خبر دی ہے اور مسیحؑ نے مجھے ان کی بشارت دے کر کہا کہ وہ ان کے بعد آئیں گے ، اور میں نے حواریوں کو ان کی بشارت دی ،تم ان پر ایمان لاؤ"۔

پادری نے کہا: جی ہاں ! یوحنا نے مسیحؑ سے یہ روایت کی ہے اور اس نے ایک شخص کی نبوت اور اس کے اہل بیت اور اس کے وصی کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس نے یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ نبی کب مبعوث ہو گا اور پھر یہ کہ انہوں نے ہمیں یہ بھی نہیں بتایا کہ آنے والا نبی کس قوم اور کس علاقہ میں مبعوث ہو گا ، اسی لیئے ہم ایک موہوم بشارت کی وجہ سے محمد مصطفی (ص) کو کیسے نبی مان سکتے ہیں ؟

امام علی رضاؑ نے فرمایا: "اگر ہم کسی ایسے شخص کو تمہارے سامنے پیش کریں جو تمہارے سامنے انجیل کی تلاوت کرے اور اس میں محمدؐ اور ان کے اہل بیتؑ اور ان کی امت کا ذکر ہو ،تو کیا تم اس پر ایمان لاؤ گے ؟"

پادری نے کہا: بہت اچھی تجویز ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے نسطاس رومی سے **فرمایا** "کیا تمہیں انجیل کا سفر ثالث یاد ہے ؟"

نسطاس رومی نے کہا: مجھے اچھی طرح سے یاد نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے راس الجالوت سے فرمایا "کیا تم انجیل نہیں پڑھا کرتے ؟"

اس نے کہا: جی ہاں ! میں انجیل پڑھتا رہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: "تم انجیل کا سفر ثالث اپنے ہاتھ میں تھامو اور اگر اس میں محمدؐ و آل محمدؐ اور امت محمدؐ کا ذکر موجود ہو تو میری گواہی دینا اور اگر اس میں یہ ذکر نہ ہو تو میری گواہی مت دینا"۔

راس الجالوت نے انجیل کھولی اور امام علیہ السلام نے زبانی انجیل کے سفر ثالث کو پڑھنا شروع کیا اور جب اس میں نبی اکرمؐ کا ذکر آیا تو آپؑ رک گئے۔

پھر فرمایا: ”نصرانی ! تجھے مسیحؑ اور ان کی والدہ کی قسم ! بتاؤ کیا میں انجیل کا عالم ہوں“۔

عیسائی پادری نے کہا: بے شک ، آپ انجیل کے عالم ہیں۔

پھر آپؑ نے محمد مصطفیؐ اوران کے اہل بیت اور امت کا ذکر انجیل سے پڑھ کر سنایا۔

پھر پادری کو خطاب کر کے آپؑ نے فرمایا :۔

”نصرانی ! یہ عیسیٰؑ بن مریمؑ کا فرمان ہے ، اگر تو انجیل کے الفاظ کو جھٹلاتا ہے تو تو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا منکر ہے اور جب تو اپنی الہامی کتاب کا منکر بنے گا تو، تو اپنے رب اور اپنے نبی اور اپنی کتاب کے انکار کی وجہ سے واجب القتل قرار پائے گا“۔

پادری نے کہا: میں انجیل کے فرمان کا انکار نہیں کر سکتا، میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ” لوگو ! اس کے اقرار کے گواہ رہنا“۔

پھر آپؑ نے پادری سے کہا: ”اس کے علاوہ تمہیں کچھ اور پوچھنا ہو تو وہ بھی پوچھ لو“۔

پادری نے کہا: آپؑ مجھے حضرت عیسیٰ بن مریم کے حواریوں اور علمائے انجیل کی تعداد بتائیں ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”تم نے ایک باخبر انسان سے سوال کیا ہے تو اب سنو ! حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کے حواری بارہ تھے جن میں سے افضل اور اعلم ” الوق “ تھے اور علمائے نصاریٰ تین تھے۔

1۔ یوحنا اکبر بنج (باخ)

2 قرقیسا کا یوحنا

3۔ رجاز کا رہنے والا یوحنا دیلمی

اور اسی متاخر الذکر نے رسول اکرمؐ اور ان کے اہل بیتؑ اور امت محمدؐ کا ذکر کیا تھا اور اسی نے بنی اسرائیل کو بالعموم اور امت عیسیٰؑ کو بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی تھی"۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "نصرانی! ہم اس عیسیٰؑ پر ایمان رکھتے ہیں جس کا محمد مصطفیٰؐ پر ایمان تھا، ہم تمہارے عیسیٰؑ میں کوئی عیب نہیں لگاتے مگر اس کی کمزوری روزے نماز کی ہے"۔

پادری نے کہا: میں تو آپؑ کو عالم اسلام کا سب سے بڑا عالم سمجھتا تھا مگر آپؑ نے یہ بات کہہ کر اپنے علم کی نفی کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "کون سی بات؟"

پادری نے کہا: آپؑ نے ابھی کہا ہے کہ عیسیٰؑ نماز روزے کی طرف بہت کم دھیان دیتے تھے، خدا کی قسم حضرت عیسیٰؑ ہمیشہ دن کے روزے رکھتے اور رات عبادت میں بسر کرتے تھے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "پھر یہ بتاؤ وہ کس کی نماز پڑھتے تھے اور کس کے لیے روزے رکھتے تھے"۔

یہ سن کر پادری مبہوت اور لاجواب ہو گیا۔

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پادری نے کہا:۔

جو مردوں کو زندہ کر دے اور اندھوں اور برص کے مریضوں کو اچھا کر دے وہ اس کا مستحق ہے اور اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "الیسع نبیؑ نے بھی وہ کچھ کیا جو حضرت عیسیٰؑ نے کیا، وہ بھی پانی پر چلتے تھے، اندھوں اور برص کے مریضوں

کو ٹھیک کر دیتے تھے ، مگر اس کی امت نے تو اسے رب نہیں مانا اور کسی نے اس کی عبادت نہیں کی علاوہ ازیں حزقیل پیغمبرؑ نے بھی وہی کچھ کیا جو حضرت عیسیٰؑ نے کیا تھا۔

انہوں نے ۳۵ ہزار افراد کو ان کے مرنے کے ٦٠ سال بعد زندہ کیا"۔

پھر آپ نے راس الجالوت سے فرمایا :۔

"تم گواہی دو جب بخت نصر بنی اسرائیل کو قتل کرنے کے بعد بابل روانہ ہو تو بقیۃ السیف، اسرائیلیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا تھ ، پھر ساٹھ سال کے بعد ان کی اولاد کو آزادی ملی تو وہ واپس القدس آئے اور حضرت حزقیلؑ نے بحکم خدا ۳۵ ہزار اسرائیلی مقتولین کو زندہ کیا تھا ، کیا یہ واقعہ تورات میں نہیں ہے ؟

اور کسی کافر کے علاوہ تم میں سے اس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا"۔

راس الجالوت نے کہا : آپ سچ کہتے ہیں ، ہمیں یہ واقعہ معلوم ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا :" تورات کھول کر دیکھو اور مذکورہ باب مجھ سے سنو"۔

یہودی عالم نے تورات کھولی اور حضرتؑ نے تورات کا وہ باب زبانی پڑھنا شروع کیا تو یہودی عالم حیران و پریشان ہو گیا۔

پھر آپؑ نے عیسائی پادری کو مخاطب کر کے فرمایا :۔

" نصرانی ! یہ واقعات حضرت عیسیٰؑ سے پہلے منظر عام پر آئے یا بعد میں ؟

پادری نے کہا : یہ واقعات عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ظہور پذیر ہوئے۔

آپؑ نے فرمایا :" ایک مرتبہ قریش جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ آپؐ مردوں کو زندہ کر دکھائیں ۔

آپؐ نے حضرت علیؑ کو ان کے ساتھ قبرستان روانہ کیا اور فرمایا :۔

جن لوگوں کے زندہ ہونے کی یہ خواہش کریں ، تم قبرستان میں ان کو

آواز دو اور کہو

"محمد رسول اللہ(ص) کہتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ"۔

چنانچہ حضرت علی، آنحضرتؐ کا حکم سن کر قبرستان گئے اور کفار جس جس کا کہتے گئے، علی انہیں آواز دے کر زندہ کرتے گئے۔

کفار نے اپنے مرنے والوں سے بہت سی چیزیں پوچھیں اور پھر انہوں نے اپنے مرنے والے بزرگوں کو بتایا کہ محمدؐ مبعوث ہو چکے ہیں۔

مرنے والوں نے کہا

اے کاش! اگر ہم اس دنیا میں بقید حیات ہوتے تو ہم ان پر ایمان لاتے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندھوں، برص والوں اور پاگلوں کو ٹھیک کیا اور جنگلی جانور، پرندے، جن اور شیاطین نے ان سے گفتگو کی۔

اتنے عظیم معجزات کے باوجود امت محمدؐ نے انہیں رب تسلیم نہیں کیا، اور گروہ نصاریٰ! اگر ان معجزات کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو تم نے رب مانا ہے تو پھر انہی معجزات کی وجہ سے الیسع نبی اور حزقیل پیغمبرؑ کو بھی رب مانو، کیونکہ انہوں نے بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرح سے مردوں کو زندہ کیا تھا!

بنی اسرائیل کی ایک قوم طاعون کی وبا کے دوران موت کے خوف سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے شہروں سے نکلی، خدا نے انہیں ایک ہی وقت میں مار ڈالا، کئی سالوں کے بعد ایک نبی کا ان کی ہڈیوں کے قریب سے گزر ہوا۔ خدا نے اس نبی کی طرف وحی کی کہ وہ ان کو پکاریں۔

نبی نے آواز دی:۔

"اے بوسیدہ ہڈیو! اذنِ خدا سے زندہ ہو جاؤ"۔

یہ کہنا تھا کہ وہ لوگ کھڑے ہو گئے۔

اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے گوشت کا قیمہ بنا کر مختلف پہاڑوں پر ان کے حصے بنا کر رکھے تھے، پھر ان کو آواز دی تو تمام پرندے دوڑتے ہوئے ان کے پاس آ گئے تھے۔

اس کے علاوہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کو یاد کرو جب وہ ستر افراد کو طور سینا پر لے گئے تھے اور دیدار کی خواہش کی تھی جلوہ ربانی سے پہاڑ کے ٹکڑے ہو گئے تھے اور ستر افراد مر گئے اور حضرت موسیٰؑ خود بے ہوش ہو گئے تھے، پھر جب وہ ہوش میں آئے تو اللہ تعالیٰ سے ان افراد کے زندہ کرنے کی درخواست کی، اللہ تعالیٰ نے ان افراد کو دوبارہ زندہ کر دیا"۔

اے پادری! اب تم مردہ زندہ کرنے کی وجہ سے ان سب کو معبود مان لو گے؟

پادری لاجواب ہو گیا اور کہنے لگا:۔

آپؑ سچ کہتے ہیں، پھر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

یہودی، عیسائی اور زرتشتی علماء سے آپؑ کے مناظرے

اس کے بعد آپؑ یہودی عالم کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

" یہودی! تجھے ان دس معجزات و آیات کا واسطہ جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئے، کیا تورات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کی خبر ان الفاظ میں موجود نہیں ہے؟"

" جب شتر سوار کی پیروی کرنے والی آخری امت آئے گی تو وہ اپنے رب کی بہت زیادہ پاکیزگی بیان کرے گی اور تسبیح کے لیئے وہ نئے معبد بنائے گی،

اس وقت اولاد اسرائیل کو چاہیئے کہ وہ ان سے اوران کی حکومت سے الحاق کرے ، اس طرح سے ان کے دلوں کو اطمینان نصیب ہو گا ، بصورت دیگر ان کے ہاتھوں میں تلواریں ہوں گی جن کے ذریعہ سے وہ اقطارِ ارض میں پھیلی ہوئی کافر امتوں سے انتقام لیں گے"۔

راس الجالوت نے کہا:۔

جی ہاں ! تورات میں ہمیں یہ بات نظر آتی ہے۔

پھر آپؑ نے عیسائی پادری سے فرمایا:۔

" پادری! کیا تجھے شعیا نبیؑ کی کتاب کا علم ہے ؟"

پادری نے کہا:۔

جی ہاں ! وہ کتاب مجھے حرف بہ حرف یاد ہے۔

پھر آپؑ نے ان دونوں کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

تم دونوں مجھے بتاؤ کہ شعیا نبیؑ کی کتاب میں یہ جملے موجود ہیں ؟

" میں نے ایک گدھا سوار کو دیکھا جو نور کی چادریں پہنے ہوئے تھا اور میں نے ایک شتر سوار کو دیکھا جس سے چاندی کی سی کرنیں پھوٹ رہی تھیں"۔

عیسائی اور یہودی دونوں علماء نے کہا:۔

جی ہاں ! یہ بات شعیا نبی کی کتاب میں موجود ہے۔

عیسائی عالم سے آپؑ کی بحث

پھر آپؑ نے فرمایا:۔

نصرانی ! کیا تجھے عیسٰی کا وہ فرمان معلوم ہے جو کہ انجیل میں ہے۔

" میں اپنے اور تمہارے پروردگار کے پاس جا رہا ہوں اور میرے بعد "فارقلیط" آئے گا جو میری حقانیت کی گواہی دے گا جیسا کہ میں نے اس کی گواہی

دی ہے، اور وہ تمہارے لیئے ہر چیز کی وضاحت کرے گا اور وہ کافر امتوں کو رسوا کرے گا اور وہ کفر کے ستون کو توڑ دے گا"۔

پادری نے کہا :۔

آپ نے انجیل کے حوالہ سے جو کچھ فرمایا ہے ، ہم اس کی تائید کرتے ہیں اور یہ اناجیل میں موجود ہے۔ (1)

پھر آپؑ نے فرمایا :۔

"پادری ! کیا تم یہ جانتے ہو کہ جب انجیل تم سے کھو گئی تھی تو تم نے اسے کس کے پاس پایا تھا اور موجودہ انجیل تمہارے لیئے کس نے وضع کی تھی؟"

پادری نے کہا :۔

ہم نے صرف ایک دن کے لیئے انجیل کو کھویا تھا ،دوسرے دن ہمیں ترو تازہ صورت میں مل گئی تھی اور یوحنا نے انجیل کا نسخہ ہمیں دیا تھا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"تمہیں پھر انجیل کی تاریخ اور اس کے علماء کے متعلق انتہائی کم معلومات حاصل ہیں ، اگر تم نے انجیل کو صرف ایک دن کے لیئے کھویا تھا تو انجیل میں تمہارا اتنا بڑا اختلاف کیسے پیدا ہوا ؟

اگر تمہیں ایک دن بعد ہی اصل انجیل مل ہوتی تو تم میں اتنا اختلاف کبھی نہ

1۔ "فارقلیط" یا "فارقلیطا" عبرانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں "حق و باطل میں تفریق کرنے والا" اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں ، انجیل میں "فارقلطی" کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں ، ممکن ہے اس میں تصحیف ہو ، جب کہ بعض تصحیح شدہ نسخوں میں یہ لفظ "فارقلیطا" لکھا ہوا ہے، اور اس لفظ کے ایک معنی "پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرنے والے" کے بھی ہیں ۔

انجیل یوحنا کی چودہویں فصل میں یہ الفاظ ہیں۔

مسیح نے کہا :۔

میں تم سے سوال کروں گا کہ وہ تمہیں "فارقلیطا" عطا کرے ،جس کے ساتھ حق کی روح ہمیشہ رہے گی۔

ہوتا ، میں تمہیں اس کے متعلق بتاتا ہوں (اسے غور سے سنو) ، جب پہلی انجیل کھو گئی تو نصاریٰ جمع ہو کر اپنے علماء کے پاس گئے تھے اور ان سے جا کر کہا :

مسیح قتل ہو گئے اور انجیل بھی ہم سے کھو گئی ہے آپ ہمارے مذہب کے عالم ہیں اس کا کوئی نہ کوئی حل نکالیں ۔

چنانچہ لوقا ، مرقاوس ، یوحنا اور متی نے کہا تھا :

انجیل ہمارے سینوں میں محفوظ ہے ، ہم اس کا ایک ایک باب تمہیں لکھ کر دیں گے ، تمہیں مغموم اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور اپنے گرجوں کو خالی نہ کرو ، ہم ہر اتوار کے اتوار انجیل کا ایک ایک باب تمہیں سنائیں گے اور یوں پوری انجیل جمع کر لیں گے ۔

چنانچہ مذکورہ چاروں افراد نے تمہارے لیئے چار اناجیل جمع کی ہیں جب کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے براہ راست شاگرد نہ تھے بلکہ وہ تو شاگرد در شاگرد تھے ، کیا تمہیں انجیل کی اس سرگزشت کا علم ہے ؟

پادری نے کہا : پہلے تو علم نہ تھا اور اب آپؑ کی بدولت پتہ چل گیا ہے ، اور مجھے آپؑ کے متعلق بھی یہ یقین ہو گیا ہے کہ آپؑ ہم سے زیادہ انجیل کے عالم ہیں ۔

میں نے آپؑ سے وہ حقائق سنے جنہیں میں نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ باتیں حق ہیں اور آپؑ کی باتیں سن کر میرے علم و فہم میں اضافہ ہوا ہے ۔

پھر آپؑ نے فرمایا : " اچھا یہ بتاؤ انجیل جمع کرنے والے مذکورہ چاروں علماء کی گواہی کی تمہارے ہاں کیا حیثیت ہے ؟ "

پادری نے کہا : ان کی گواہی درست اور حق پر مبنی ہے کیونکہ وہ انجیل کے علماء ہیں ۔

پھر آپؑ نے حاضرین سے فرمایا: پادری کی اس بات کے گواہ رہنا۔

حاضرین نے کہا: بے شک ہم اس بات کے گواہ ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: پادری! تجھے بیٹے اور ماں (عیسیٰؑ و مریمؑ) کی قسم! متّی حضرت عیسیٰ کے متعلق لکھا ہے کہ مسیح کا شجرۂ نسب یہ ہے۔

"مسیح بن داود بن ابراہیم بن اسحاق بن یعقوب بن یہودا بن خضرون"

اور مرقوس نے لکھا ہے۔

"اللہ کا کلمہ انسانی وجود میں اترا تو وہ انسان بن گیا"۔

اور "لوقا" نے جناب مسیح کے لیے لکھا۔

"عیسیٰ بن مریم اور اس کی والدہ دونوں گوشت پوست کے انسان تھے، ان میں روح القدس داخل ہوا"۔

علاوہ ازیں خود حضرت عیسیٰ کا اپنا فرمان بھی ہے:۔

"اے گروہ حواریین! میں تم سے سچ کہتا ہوں، آسمان پر وہی چڑھ سکتا ہے جو آسمان سے اترا ہو، البتہ شتر سوار خاتم الانبیاء(ص) کی بات جداگانہ ہے، وہ آسمان پر چڑھ بھی سکتے ہیں اور اتر بھی سکتے ہیں"۔

پادری نے کہا: ہم مسیح کے فرمان کی تردید نہیں کر سکتے۔

آپؑ نے فرمایا: پھر یہ بتاؤ کہ انجیل جمع کرنے والے علماء حضرت عیسیٰ کے شجرۂ نسب پر بھی متفق نہیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ نظریہ پیش کیا ہے، اب تم ان کے متعلق کیا کہو گے؟

پادری نے کہا: انہوں نے عیسیٰ پر جھوٹ بولا ہے۔

آپؑ نے حاضرین سے فرمایا: تم نے سنا ابھی چند لمحات پہلے یہ ان کی گواہی کو سچا قرار دے رہا تھا اور اب انہیں جھوٹا کہتا ہے۔

پادری نے کہا: آپ ان کے لیے مجھے معذور رکھیں۔

آپؑ نے فرمایا: "ٹھیک ہے، ہم تمہیں مجبور نہیں کریں گے"۔

آپؑ نے فرمایا: "پادری! اگر تمہیں کچھ اور پوچھنا ہو تو پوچھ لو۔

پادری نے کہا: حق مسیح کی قسم! میں آپؑ سے کچھ نہیں پوچھوں گا اور میں سمجھتا ہوں کہ عالم اسلام میں آپؑ سے بڑا عالم اور کوئی نہیں ہے۔

اب میری بجائے کسی اور کو سوال کرنا چاہیے۔(1)

یہودی عالم کی طرف رجوع

امام رضا علیہ السلام یہودی عالم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

"تم مجھ سے سوال کرو گے یا میں تم سے سوال کروں؟"

یہودی عالم نے کہا: میں آپؑ سے سوال کروں گا اور جواب کے لیے تورات، زبور اور صحف ابراہیم و موسیٰ پر انحصار کروں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "ٹھیک ہے تم وہی بات قبول کرنا جس کی گواہی تورات، زبور اور صحائف انبیاء دیں"۔

یہودی عالم نے کہا: محمد مصطفیٰ (ص) کی نبوت کیسے ثابت ہوتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: محمد مصطفیٰؐ کی نبوت موسیٰ، عیسیٰ و داؤد علیہم السلام کے فرامین سے ثابت ہے۔

یہودی نے کہا: آپؑ موسیٰ بن عمران کے فرمان سے ان کی نبوت کو ثابت کریں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "یہودی! کیا تجھے علم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وصیت کرتے ہوئے کہا تھا۔

1۔ مباحث کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے۔ ہم اپنے ذہین قارئین سے امید رکھتے ہیں کہ وہ دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے تقدیم و تاخیر سے واقف ہو جائیں گے۔ من المترجم عفی عنہ

"تمہارے بھائیوں میں سے نبی آئے گا تم اس کی تصدیق کرنا اور اس کی بات مانتا"۔ (1)

اور کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ اولاد اسماعیل کے علاوہ اسرائیل کا کوئی اور بھائی بھی ہے؟ تم جانتا ہو کہ اسمائیلؑ و اسحاقؑ دونوں ابراھیم علیہ السلام کے فرزند تھے اور اسحاقؑ بنی اسرائیل کے جد اعلیٰ تھے"۔

یہودی عالم نے کہا: ہم موسیٰؑ کے فرمان کو ٹھکرا نہیں سکتے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "کیا بنی اسرئیل کے بھائیوں سے محمد مصطفیٰؐ کے علاوہ کوئی نبی مبعوث ہوا ہے؟"

یہودی نے کہا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: "کیا قول موسیٰؑ تمہارے ہاں درجہ صحت کو پہنچا ہوا نہیں ہے؟"

یہودی نے کہا: آپؑ کی بات درست ہے لیکن یہ الفاظ تورات کے نہیں ہیں۔ اگر تورات میں اس طرح کا اشارہ ہوتا تو ہم مان لیتے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم تورات کے ان جملوں کا انکار کر سکتے ہو؟

"طور سینا سے نور چمکا، جبل ساعیر کو روشن کیا اور کوہ فاران سے بلند ہوا"

یہودی نے کہا: یہ الفاظ تورات میں ہیں لیکن مجھے ان کی تشریح کا علم نہیں ہے۔

1۔ تورات میں آنحضرتؐ اور آپؐ کے بارہ خلفاء کے نام عبرانی میں کچھ یوں ہیں۔

میذمیذ (محمد مصطفیٰؐ)، ایلیا (علی مرتضیٰ)، قیذور (حسن مجتبیٰ)، امیتل (حسین شہید)، مشفور (زین العابدینؑ)، مسبور (محمد باقرؑ)، مشموط (جعفر صادقؑ)، ذومر (موسیٰ کاظمؑ)، ھذاذ (علی رضاؑ)، تیمور (محمد تقیؑ)، نطور (علی نقیؑ)، نوقش (حسن عسکریؑ)، قدیمونیا (محمد بن الحسن صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ)۔

کتب متقدمینؒ ثابت ہوتا ہے کہ ہر نبی کے بارہ وصی ہوتے تھے نہ کم نہ زیادہ۔ مناسب مقام پر اقوال مفسرین پیش کیے جائیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "میں تجھے ان الفاظ کا مدعا بتاتا ہوں۔

"طور سینا سے نور چمکا" کا مقصد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر طور سینا پر وحی نازل کی۔

"جبل ساعیر کو روشن کیا" ساعیر وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی۔

اور "کوہ فاران" سے بلند ہوا۔ فاران مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے اور اس کا اشارہ محمد مصطفیٰؐ کی وحی اور کتاب کی طرف ہے۔

علاوہ ازیں تورات میں شعیا نبی کا یہ قول موجود ہے۔

"میں نے دو سوار دیکھے جن کے نور سے زمین روشن ہوگئی۔ ان میں سے ایک گدھے پر اور دوسرا اونٹ پر سوار تھا"۔

یہودی! اب تم مجھے بتاؤ کہ گدھا پر سوار ہونے والا کون ہے اور شتر سوار کون ہے؟"

یہودی نے کہا: مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ آپؑ ہی فرمائیں کہ اس سے مراد کون کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "گدھے سوار سے مراد عیسیٰ علیہ السلام اور شتر سوار سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں"۔ پھر آپؑ نے فرمایا:۔

"یہودی! کیا حیقوق نبی کو جانتا ہے؟"

اس نے کہا: جی ہاں میں اسے جانتا ہوں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تمہاری کتاب گواہی دیتی ہے کہ حیقوق نبیؑ نے فرمایا:۔

"اللہ کا بیان کوہ فاران سے احمد (ص) آیا اور اس کی امت کی تسبیح سے آسمان بھر گئے اور اس کے گھوڑے بحر میں بھی ویسے ہی داخل ہوں گے جیسا کہ وہ خشکی پر چلتے ہیں، وہ بیت المقدس کی ویرانی کے بعد ہمارے پاس نئی کتاب لائے

گا" (نئی کتاب سے قرآن مجید مراد ہے)

کیا تم اس کلام سے واقف ہو اور اس پر ایمان رکھتے ہو؟

یہودی عالم نے کہا: ہم حیقوق نبی کے فرمان کی تردید نہیں کر سکتے۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: "تم زبور پڑھتے ہوں گے، اس میں حضرت داؤدؑ کی یہ دعا موجود ہے۔

"پروردگار! فترة (۱) کے بعد سنت قائم کرنے والے کو مبعوث فرما"۔

مجھے بتاؤ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ وہ کون سا نبی ہے جو فترة کے بعد آیا ہو اور اس نے سنت کو زندہ کیا ہو؟"

یہودی نے کہا: یہ داؤد (ع) کا قول ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے البتہ یہ ممکن ہے کہ اس سے مراد عیسیٰ (ع) ہو۔

حضرتؑ نے فرمایا: عیسیٰؑ نے تو سنت سے انحراف ہی نہیں کیا تھا وہ تو تورات کی شریعت پر عمل کرتے تھے اور خود انجیل میں ان کا یہ قول موجود ہے۔

"آدمؑ کا بیٹا جا رہا ہے میرے بعد فارقلیط آئے گا اور وہ بوجھ ہٹائے گا اور تمہارے لیئے ہر چیز کی وضاحت کرے گا اور وہ آ کر میری گواہی دے گا، جیسا کہ میں نے اس کی گواہی دی ہے، میں تمہارے پاس امثال لے کر آیا ہوں اور وہ ان کی تاویل لے کر آئے گا"۔

پھر امام علی رضا علیہ السلام نے بحث کے رنگ میں تبدیلی کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یہودی! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم موسیٰ بن عمرانؑ کی نبوت کیسے ثابت کرتا ہے؟

یہودی نے کہا: موسیٰ (ع) کی نبوت کے اثبات کے لیئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایسے معجزات لے کر آئے جو کسی نبی کو نہیں ملے تھے، جیسا کہ دریا کا

---

۱ فترة سے مراد دو رسولوں کا درمیانی دور ہوتا ہے۔

پھٹ جانا اور عصا کا سانپ بن جانا اور عصا کو پتھر پر مارنے سے بارہ چشموں کا پھوٹ پڑنا اور ید بیضا کا معجزہ، غرضیکہ ان کی نبوت کی بے حد علامات تھیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”تو نے صحیح کہا، یہ تمام معجزات ان کی نبوت کے شاہد ہیں، کیونکہ موسیٰ وہ چیزیں لائے جنہیں لانے سے دوسری مخلوق عاجز تھی، اچھا اب تم یہ بتاؤ کہ اگر کوئی انسان یہ دعویٰ کرے کہ وہ نبی ہے اور اپنی نبوت کے اثبات کے لیئے وہ چیزیں پیش کرے جس پر مخلوق قدرت رکھتی ہو تو کیا تم اس مدعی نبوت کا دعویٰ مان کر اس پر ایمان لے آؤ گے؟“

یہودی نے کہا: نہیں: کیونکہ موسیٰ کو اللہ کے ہاں مقام قرب حاصل تھا، ان کی تو کوئی مثال ہی نہیں۔ ہم تو کسی کو اس صورت میں ہی نبی مانیں گے جب وہ موسیٰ (ع) جیسے معجزات لائے گا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ”پھر تم نے موسیٰ سے پہلے انبیاءؑ کو کیوں مانا ہے جب کہ انہوں نے نہ تو موسیٰؑ کی طرح سے دریا کو شق کیا تھا اور نہ ہی ان کا عصا سانپ کی شکل میں تبدیل ہوا تھا اور نہ ہی وہ ید بیضا لے کر آئے تھے، آخر تم نے انہیں نبی کیوں مان لیا؟“

یہودی نے کہا: میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہم ایسے معجزات دیکھ کر ہی کسی کو نبی مانیں گے جن پر مخلوق قادر نہ ہو، اگرچہ وہ معجزات موسیٰ(ع) کے معجزات جیسے ہوں یا ان سے مختلف ہوں، اس کے لیئے ہماری شرط صرف یہی ہے کہ مخلوق ان افعال سے عاجز ہو۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ”پھر تم عیسیٰ بن مریمؑ پر ایمان کیوں نہیں لاتے، وہ مردے زندہ کرتے تھے اندھوں اور برص کے مریضوں کو ٹھیک کرتے تھے اور مٹی سے پرندے کا ڈھانچہ تیار کر کے اس میں پھونک مارتے تو وہ اڑنے لگ جاتے تھے“۔

یہودی نے کہا: بات یہ ہے کہ عیسیٰ نے یہ کام کیئے ہوں گے لیکن ہم نے نہیں دیکھے اس لیے ان پر ایمان بھی نہیں لائے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "تو کیا موسیٰ علیہ السلام کے معجزات تم نے دیکھے تھے؟"

یہودی نے کہا: دیکھے تو نہیں تھے، البتہ باوثوق افراد کی زبانی ان کی روایت ہم تک پہنچی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کے متعلق بھی باوثوق افراد کی گواہی موجود ہے، اور اخبارِ متواترہ سے ان کے معجزات ثابت ہیں، اس کے باوجود تمہارا طرزِ عمل عجیب ہے، موسیٰؑ پر تو ایمان لائے ہو اور عیسیٰؑ کا انکار کرتے ہو"۔

یہودی سے حضرتؑ کے سوال کو کوئی جواب نہ بن پایا۔

حضرتؑ نے فرمایا: "حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی تمام انبیاءؑ کا حال بھی ایسا ہی ہے، محمد مصطفیٰؐ یتیم تھے، غریب تھے، اجرت لے کر مزدوری کیا کرتے تھے، انہوں نے بکریاں چرائیں، انہوں نے کسی کتاب کو نہیں پڑھا تھا اور نہ ہی کبھی کسی معلم کے پاس گئے تھے، پھر انہوں نے کائنات کے سامنے قرآن پیش کیا، جس میں انبیاءؑ کے واقعات، قصص اور روزِ قیامت تک کے پیش آنے والے حالات موجود ہیں جو دنیا کو ہمیشہ کے لیئے رہبری کرتے رہیں گے، اس کے علاوہ لوگوں کو ان کے راز بتاتے تھے اور جو کچھ وہ گھروں میں کرتے، انہیں ان کی خبر دیتے تھے، آخراتنے معجزات کی موجودگی میں تم ان کا انکار کیوں کرتے ہو؟"

یہودی نے کہا: اصل بات یہ ہے کہ عیسیٰ(ع) اور محمد مصطفیٰ (ص) کے حالات ہمارے ہاں صحیح نہیں سمجھے جاتے۔

آپؑ نے فرمایا: "یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جو راوی موسیٰؑ کے معجزات بیان کریں انہیں تو صحیح سمجھا جائے اور جو راوی عیسیٰؑ اور محمد مصطفیٰؐ کے معجزات بیان

کریں، انہیں تسلیم نہ کیا جائے، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟"

یہودی یہ سن کر خاموش ہو گیا اور اپنے مغلوب ہونے کا اعلان کر دیا۔

زرتشتی عالم سے مباحثہ

پھر آپؑ نے زرتشتی مذہب کے عالم ہربذ اکبر کو بلایا اور اس سے فرمایا:۔

"مجھے زرتشت کے متعلق خبر دو جسے تم اپنا نبی سمجھتے ہو، اس کی نبوت کی دلیل کیا ہے؟"

زرتشتی عالم نے کہا: ہم انہیں اس لیئے نبی مانتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس وہ چیزیں لائے جو ان سے پہلے کوئی نہیں لایا تھا، اگرچہ ہم نے ان کی کرامات کا خود تو مشاہدہ نہیں کیا، لیکن ہمارے بزرگوں نے ان کی روایت کی ہے، اور مزید یہ کہ انہوں نے ہمارے لیئے وہ چیزیں حلال کی تھیں جو کہ ان سے قبل کسی نے حلال نہیں کی تھیں، اس لیئے ہم نے ان کی اتباع کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تو اس کا مقصد یہ ہے کہ تم نے روایات سن کر اتباع کی ہے، اور اس طرح سے سابقہ امتوں نے بھی اپنے انبیاءؑ کی پیروی روایت سن کر ہی کی تھی، اب سوال یہ ہے کہ جب تم روایات کی وجہ سے زرتشت کی پیروی کرتے ہو تو روایات کی وجہ سے تم موسیٰ، عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیھم السلام کی پیروی کیوں نہیں کرتے؟

جب کہ ان کے لیئے زرتشت کی بہ نسبت ہزار گنا زیادہ روایات مروی ہیں اس کے باوجود تم نے ان بزرگواروں کا اقرار کیوں نہ کیا؟"

یہ سن کر زرتشتی عالم لاجواب ہو گیا۔

عمران صابی سے مباحثہ

علمائے یہود انصاریٰ و مجوس کو لاجواب کرنے کے بعد امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اگر اس بھرے مجمع میں کوئی اسلام مخالف شخص موجود ہو اور وہ سوال کرنے کا خواہش مند ہو تو اسے اجازت ہے"۔

آپ کا یہ اعلان سن کر مجمع میں سے مشہور متکلم عمران صابی کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

اے عالم زمانہ! اگر آپ خود دعوت نہ دیتے تو میں سوال کرنے کی کبھی جرأت نہ کرتا۔ چونکہ آپ نے خود دعوت دی ہے تو میں چند مسائل آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں کوفہ، بصرہ، شام اور الجزائر گیا اور میں نے علمائے متکلمین سے بحث کی ہے۔ لیکن مذکورہ مقامات کے علمائے متکلمین میں سے کوئی بھی میرے سامنے اس انداز سے توحید ثابت نہ کر سکا کہ وہ ذات بایں طور واحد ہے کہ اس کا ثانی نہ ہو۔

تو کیا آپ مجھے سوال کرنے کی اجازت دیں گے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "اگر اس مجمع میں عمران صابی موجود ہے تو کیا وہ تم ہو؟"

اس نے کہا: جی ہاں! میں ہی عمران صابی ہوں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "تمہیں اجازت ہے جو چاہو پوچھ لو، لیکن بحث میں انصاف کو ضرور مدنظر رکھنا اور غلط منطقی دلائل سے ہرگز کام نہ لینا۔

اس نے کہا: میں صرف واضح اور یقینی دلائل کا خواہش مند ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے موقف کو یقینی دلائل سے ثابت کریں تاکہ میں ان سے تجاوز نہ کر سکوں۔

آپ نے فرمایا: "اچھا اب سوال کرو"۔

اتنے میں مجمع فرطِ اشتیاق سے کھڑا ہوگیا اور ایک دوسرے سے لوگ متصل ہوگئے۔

عمران صابی نے کہا: آپ مجھے یہ بتائیں کہ اول کون تھا اور اس نے کیا پیدا کیا؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اب تم نے سوال کیا ہے تو پھر سمجھ لو! "واحد ہمیشہ سے واحد رہا کوئی چیز اس کے ساتھ موجود نہیں تھی اور وہ حدود و اعراض کا پابند نہیں تھا اور وہ ہمیشہ ایسا رہے گا۔ پھر اس نے ایک مخلوق پیدا کی جو کہ مختلف حدود و اعراض کی مقید نہ تھی۔ اس نے اسے کسی چیز میں ٹھہرایا اور نہ ہی اسے کسی چیز میں محدود کیا اور نہ ہی کسی چیز کو اس کے مساوی بنایا اور نہ ہی کسی چیز کو اس کے مثل نہیں بنایا۔

پھر اس کے بعد اس نے مخلوق پیدا کی جن میں سے چنے ہوئے اور نہ چنے ہوئے بھی تھے۔ جن میں اختلاف، ایتلاف (اتحاد) رنگ، ذوق اور ذائقہ پایا جاتا تھا۔ مگر یہ یاد رکھو۔ اللہ کو اس کے پیدا کرنے کی کوئی حاجت نہیں تھی اور ان کی تخلیق سے وہ کوئی ایسی فضیلت بھی اپنے لیے ثابت نہیں کرنا چاہتا تھا جو ان کی وساطت سے اسے نصیب ہو۔

اور اس مخلوق کی پیدائش سے اس میں کسی کی اور زیادتی نے بھی جنم نہیں لیا"۔ (کیونکہ اس کے خزانے کم نہیں ہوتے اور کثرتِ سخاوت سے اس کے جود وکرم میں اضافہ ہوتا ہے)۔

عمران! تم نے اس مفہوم کو اچھی طرح سے سمجھ لیا؟

اس نے کہا: جی ہاں! میرے آقا میں اچھی طرح سمجھ گیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: عمران! "اس کے ساتھ یہ بھی جان لو کہ اگر وہ غنی مطلق مخلوق کو اپنی کسی غرض کی وجہ سے پیدا کرتا تو پھر وہ صرف ایسی مخلوق کو پیدا کرتا

جو اس کی حاجات کے لیے مددگار ثابت ہو۔ اور پھر مخلوق کی تعداد اس تعداد سے بیسوں گنا زیادہ ہوتی کیونکہ جتنے مددگار زیادہ ہوں تو ان کا صاحب اتنا ہی زیادہ طاقتور سمجھا جاتا ہے اور حاجات کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر مخلوق کسی احتیاج (ضرورت) کی وجہ سے بنی ہوتی تو ہر مخلوق کی خلقت کے ساتھ حاجت میں مزید اضافہ ہوتا رہتا۔ اس لیے میں یہ کہتا ہوں کہ اس نے مخلوق کو کسی احتیاج (ضرورت) کے تحت پیدا نہیں کیا۔ اسے مخلوق کی کوئی حاجت نہ تھی۔ البتہ مخلوقات کی حاجات کو اس نے ایک دوسرے سے متعلق کر دیا اور بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ اس نے جسے فضیلت دی اس سے بھی اسے کوئی حاجت وابستہ نہ تھی اور اس نے جسے مفضول بنایا اس پر بھی اسے کوئی ذاتی ناراضگی نہ تھی۔ اور اسی ہمدردی کے لیے اللہ نے انہیں پیدا کیا"۔

عمران صابی نے کہا: میرے آقا! یہ بتائیں کہ کیا خالق اپنے نفس کے ہاں **فی نفسه** معلوم تھا؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "کسی چیز کا علم اس کے متضاد کی نفی کے لیے پیدا ہوتا ہے۔ اور جس کی نفی کی جاتی ہے وہ موجود ہوتا ہے (اگرچہ وہم و تصور کی حد تک ہی کیوں نہ ہو) اسی لیئے احتیاج محسوس ہوتی ہے۔ کہ اپنے علم کی حد بندی کرتے ہوئے اس چیز کی اپنے نفس سے نفی کی جائے **(1)**۔

---

(1) بعض قلمی نسخوں کے حاشیہ پر مرقوم ہے

جان لو کہ اس جملے کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات مقدس کا علم نہیں تھا۔ اور یہ نظریہ تمام توحید پرست افراد کے نظریہ کے خلاف ہے۔ تمام توحید پرست بالاجماع یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور جملہ مصنوعات کا عالم ہے۔ اس لیے علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار کی جلد چہارم میں اس کی مفصل بحث کی ہے۔ اور امام عالی مقامؑ کے ان الفاظ کی چار تشریحات فرمائی ہیں۔ لہٰذا بحار الانوار کی مذکورہ جلد کی طرف رجوع کیا جائے۔ (انتہیٰ)۔ بعض حکماء نے کہا ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) حصولی (۲) حضوری۔ حصولی عقل میں کسی چیز کی صورت حاصلہ کو کہا جاتا ہے۔ حضوری عین معلوم کو کہا جاتا ہے۔ اس کی صورت و نقش کو نہیں کہا جاتا۔ جیسا کہ علم مجردات جس میں سلسلہ معلولات نہ ہو۔ جیسا کہ محققین کہتے ہیں کہ اللہ کو معلولات کا جو علم ہے وہ نہ تصور ہے اور نہ تصدیق ہے۔ (انتہیٰ)۔ صدر المتألہین نے اسفار میں "**علم الله بذاته**" کے اثبات کیلیے پوری فصل قائم کی ہے۔ امام عالی مقامؑ کا کلام و فرمان نہایت مشکل ہے اس لیے اس میں خوب غور و فکر کریں۔ (اور اس کا علم خود آنجناب کے سپرد کرتے ہیں)

پھر آپؑ نے فرمایا: "عمران! سمجھ گئے ہو؟"

اس نے کہا: جی ہاں! میرے آقا۔

پھر عمران صابی نے کہا: آقا! یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ جن چیزوں کا علم رکھتا ہے، وہ علم ضمیر سے حاصل کردہ ہے یا کسی اور طریقے سے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے جب اس کا علم، ضمیر کی بدولت ہو تو کیا وہ اس ضمیر کے لیے کوئی حد مقرر نہ کرے گا جہاں اس کا علم و معرفت رک جائے؟"

عمران صابی نے کہا: جی ہاں! ایسا کرنا ضروری ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: پھر وہ ضمیر کیا ہے؟

اس پر وہ لاجواب ہو گیا۔

پھر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "اگر میں تجھ سے یہ پوچھ لوں تو اس میں کوئی حرج نہ ہو گا کہ ضمیر کو پہچاننے کے لیے تمہیں کیا ایک اور ضمیر کی ضرورت ہو گی؟

پس اگر تم نے اس کا جواب اثبات میں دیا تو میں تمہاری تردید کروں گا کیونکہ اس سے دور اور تسلسل لازم آتا ہے جو کہ محال ہے۔

عمران! کیا تم یہ جاننا پسند نہیں کرو گے کہ واحد کی وصف ضمیر سے نہیں کی جاتی اور اس کے فعل و عمل کی وجہ سے اس کے اجزا نہیں مانے جائیں گے جیسا کہ مخلوق کے لیے یہ بات لازم آتی ہے۔

لہذا تم اس بات کو اچھی طرح سے سمجھو اور اسی پر اپنے نظریات کی بنیاد رکھو۔ تم صحیح راستہ اپنا سکو گے"۔

عمران صابی نے کہا: آقا! مجھے اس کی مخلوق کے حدود سے آگاہ کریں کہ ان کی کیفیت کیا ہے اور اس کے معانی کیا ہیں اور اس کی کتنی اقسام ہیں؟؟؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے پوچھا تو پھر جان لو کہ اس کی مخلوق چھ طرح کی ہے۔

1۔پہلی قسم وہ ہے جو قابل لمس، قابل وزن ہے اور قابل رویت ہے

2۔دوسری قسم وہ ہے جس میں مذکورہ اوصاف نہیں ہیں ۔

3۔ تیسری قسم وہ ہے جو قابل رویت تو ہے لیکن قابل لمس، قابل حس، قابل وزن اور رنگت کی حدود سے ماورا ہے ۔

4۔چوتھی قسم کا تعلق تقدیر یعنی اندازوں سے ہے اس میں صورتیں اور طول و عرض شامل ہیں۔

5۔پانچویں قسم ان "اعراض" کی ہے جو قرار پذیر ہیں اور حواس سے جن کا ادراک ممکن ہے

6۔ وہ اعراض جو قرار پذیر نہیں۔

اس کے علاوہ اعمال و حرکات ہیں جو اشیا کو وجود میں لاتے ہیں اور انہیں ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرتے ہیں اور ان میں کمی بیشی لاتے ہیں ۔اعمال و حرکات کا ایک اپنا دورانیہ ہوتا ہے جس میں وہ سرانجام پاتے ہیں ،پھر عمل و حرکت ختم ہو جاتی ہے اور اس کا اثر باقی رہتا ہے اور یوں عمل و حرکت کا تعلق ان اشیاء سے بن جاتا ہے جو خود تو چلی جائیں لیکن اپنے پیچھے اثر چھوڑ جائیں"۔

عمران صابی نے کہا: آقا! آپ مجھے یہ بتائیں کہ خالق واحد تھا اس کے ساتھ کوئی ماسوا نہ تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ موجود نہ تھی تو کیا مخلوق کو خلق کرنے سے اس میں تغیر واقع نہیں ہوا ہوگا ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "وہ قدیم ہے، مخلوق کے پیدا کرنے سے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ،خلقت اس میں تبدیلی نہیں لاتی وہ مخلوقات میں تبدیلیاں لاتا ہے "۔

عمران صابی نے کہا: آقا! ہم نے اسے کس چیز سے پہچانا ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "اس کے غیر سے ہم نے اسے پہچانا"۔

عمران صابی نے کہا: "غیر" سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "اس کی مشیت ، اس کا اسم، اس کی صفت اور اس جیسی دوسری اشیاء۔ یہ تمام چیزیں حادث اور مخلوق ہیں"۔

عمران صابی نے کہا: آقا ! تو وہ خود کیا چیز ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "وہ نور ہے اور اس کے نور ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ زمین و آسمان کی مخلوق کا ہادی ہے ۔ اس کے علاوہ میرے پاس اس کی توحید کو ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں"۔

عمران صابی نے کہا: آقا ! کیا ایسا نہیں کہ مخلوق کی پیدائش سے پہلے وہ خاموش (ساکت) تھا پھر اس نے کلام کیا ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "سکوت (خاموشی) کا لفظ خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے نطق موجود تھا ۔ اور اس کی مثال یوں سمجھو کہ چراغ کے لیئے یہ الفاظ نہیں کہے جاتے

ھو ساکت لا ناطق ۔ وہ خاموش ہے اور ناطق نہیں ہے ۔ اور اسی طرح سے چراغ کے لیئے ہم یہ نہیں کہا کرتے " **ان السراج لیضیء فیما یرید** " کہ چراغ اپنی مرضی سے اشیا کو روشن کر رہا ہے ۔

تو یہ اور اس طرح کے مقولے ہم اس لیئے نہیں کہہ سکتے کہ روشنی دینا چراغ کا ذاتی فعل نہیں ہے ۔ اور روشنی کو پیدا کرنا بھی چراغ کے بس میں نہیں ہے ۔ اور جب چراغ روشن ہوتا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں ۔

" **قد اضاء لنا حتی استضا نا بہ**" اس نے ہمارے لیے روشنی کی ، یہاں تک کہ ہم نے اس سے روشنی حاصل کی۔

لہذا اس مثال سے تم درست نتیجہ کو اخذ کر سکتے ہو"۔

عمران صابی نے کہا: آقا! میں اس سے قبل یہ سمجھتا تھا کہ جب ذات حق نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس میں تبدیلی واقع ہو گئی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "عمران! تم نے امر محال کی گفتگو کی۔ خالق میں تبدیلی کی کوئی معقول وجہ ہونی چاہیے کہ اس کی ذات میں تبدیلی تسلیم کی جائے۔

عمران! کیا کبھی تم نے دیکھا کہ آگ نے اپنے آپ میں تبدیلی لائی ہو اور کیا کبھی تم نے دیکھا کہ حرارت نے اپنے آپ کو جلایا ہو۔ اور کیا تم نے کسی آنکھوں والے کو دیکھا ہے جس نے اپنی بصارت کو دیکھا ہو؟؟؟"

عمران صابی نے کہا: آقا! میں نے ایسا نہیں دیکھا۔

پھر عمران صابی نے کہا: آقا! آپ یہ بتائیں کہ وہ خلقت میں حلول کر چکا ہے یا مخلوق اس میں حلول کر چکی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "عمران! اللہ اس سے کہیں بلند و بالاتر ہے۔ کہ وہ مخلوق میں سمائے یا مخلوق اس میں سما جائے اور تیرا یہ علم انتہائی لائق مذمت ہے۔ بھلا مجھے یہ بتاؤ کہ جب تم آئینہ میں اپنے آپ کو دیکھتے ہو تو اس وقت تم آئینے میں سما جاتے ہو یا آئینہ تم میں سما جاتا ہے؟

اور اگر تم میں سے کوئی بھی کسی میں سمایا ہوا نہیں ہوتا تو پھر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ آئینہ میں تم ہی ہو؟"

عمران نے کہا: میں اس روشنی کے ذریعے سے اپنے آپ کو دیکھتا ہوں جو میرے اور آئینہ کے درمیان میں ہوتی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تو وہ روشنی تمہاری آنکھوں کی روشنی سے زیادہ نہیں ہوتی جو تمہیں آئینہ میں نظر آتی ہے؟"

عمران نے کہا: جی ہاں! آنکھ میں تھوڑا سا نور ہوتا ہے جب کہ آئینہ میں زیادہ دکھائی دیتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ” پھر ہمیں وہ زیادہ نور دیکھاؤ“۔

عمران صابی سے اس کا کو جواب نہ بن آیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ” یاد رکھو تم وہ نور چشم دکھانے کے قابل نہیں ہو۔ البتہ اس نور نے تمہیں آئینہ دکھایا اور آئینہ نے تمہیں تمہاری شکل صورت دکھائی۔ لیکن نہ تو تم آئینہ میں سمائے اور نہ ہی آئینہ تمہارے اندر سمایا۔ اس حقیقت کو بہت سی مثالوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ اللہ کی شان بلند وبالا ہے“۔

پھر آپؑ مامون کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا :۔

” نماز کا وقت ہو چکا ہے ؟“

عمران صابی نے کہا: آقا ! آپ گفتگو منقطع نہ کریں کیونکہ میرے دل میں رقت پیدا ہو رہی ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ”ہم نماز پڑھ کر ابھی واپس آتے ہیں اور باقی گفتگو بعد میں کریں گے“۔

چنانچہ آپؑ اٹھے اور آپ کی وجہ سے مامون اور دیگر حاضرین بھی اٹھے۔

آپؑ نے اندر نماز پڑھی جب کہ باقی افراد نے محمد بن جعفر کی اقتدا میں نماز پڑھی۔

نماز سے فارغ ہو کر آپؑ دوبارہ اپنی نشست پر تشریف فرما ہوئے اور عمران سے فرمایا :۔

”عمران ! پوچھو جو تمہیں پوچھنا ہو“۔

عمران صابی نے کہا: آقا ! یہ بتائیں اللہ از روئے حقیقت واحد ہے یا از روئے صفات واحد ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ خالق واحد ہے اور وہ کائن اول ہے اور وہ ہمیشہ شے واحد ہے کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی۔ وہ اکیلا ہے جس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ تو معلوم تھا، نہ مجہول تھا، نہ محکم تھا، نہ متشابہ تھا، نہ کوئی قابل ذکر تھا

نہ قابل فراموش تھا اور نہ ہی کوئی چیز تھی جس پر شے کے لفظ کا اطلاق ممکن ہو۔ اور اس وقت ، وقت بھی نہ تھا۔ اور وقت ختم ہو جائے گا وہ پھر بھی باقی رہے گا۔ اور وہ کسی شے کی وجہ سے قائم نہیں ہوا اور اشیاء فنا ہو جائیں گی وہ پھر بھی قائم رہے گا۔ اور اس نے کسی چیز کا سہارا نہیں لیا اور کسی چیز میں قیام نہیں کیا۔ اور تخلیق کائنات سے قبل اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ اور جن صفاتی القاب کا اس پر اطلاق ہوتا ہے۔ وہ تو صفات محدثہ ہیں اور سمجھانے کے لیے ان الفاظ کا سہارا لیا جاتا ہے''۔

حروف ابجد کی تخلیق

عمران ! تمہیں یہ جاننا چاہیے کہ ابداع، مشیت اور ارادہ اگرچہ تین الگ الگ الفاظ ہیں لیکن ان تینوں کے معنی و مفہوم ایک ہیں ۔ اللہ کی پہلی تخلیق وارادہ اور مشیت حروف ابجد ہیں ۔ جنہیں اللہ نے ہر چیز کی بنیاد اور ہر چیز کی دلیل اور فاصلہ کرنے والا بنایا اور انہی حروف سے حق و باطل کے تمام اسماء میں تفریق قائم کی اور انہی حروف کو فعل و مفعول، معنی و غیر معنی کا ذریعہ بنایا اور تمام امور کا دارومدار انہی حروف پر رکھا اور حروف مفردہ کی تخلیق سے صرف انہی حروف کے معنی پیش نظر رکھا گئے ۔ (1)

اور اللہ جو کہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس نے اپنے نور سے ہی حروف معجمہ کی تخلیق کی اور یہ اس کا فعل اول ہے ۔ اور حروف ذات حق کے فعل اول کے مفعول اول ہیں اور یہی حروف ہی ہیں جن پر کلام اور عبادات الٰہی کا دارومدار ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے تینتیس (۳۳) حروف خلق کیے جن میں سے عربی زبان میں اٹھائیس حروف استعمال ہوتے ہیں اور انہیں اٹھائیس حروف میں سے بائیس (۲۲) حروف سریانی

(1) تخلیق اول کے متعلق بہت سی روایات مروی ہیں ۔ بعض روایات میں عقل ۔ بعض میں پانی، بعض میں حروف معجمہ اور بعض میں حقیقت محمدیہ کو مخلوق اول کہا گیا۔ محققین نے تمام روایات کو جمع کیا اور ثابت کیا کہ ان میں کوئی تناقض نہیں ہے ۔

و عبرانی زبانوں میں مستعمل ہیں ۔ اور پانچ دوسرے حروف عجمی اور دیگر زبانوں میں بولے جاتے ہیں اور یوں ان کی کل تعداد تینتیس (۳۳) بنتی ہے ۔

حروف معجمہ کی تخلیق کے بعد "کُنْ فَیَکُوْن" کا مرحلہ آیا ۔ اسی لفظ "کُن" سے مخلوقات و مصنوعات منصۂ شہود پر آئیں ۔

لہٰذا اللہ کی مخلوق اول وہ ارادہ و ابداع ہے جس کا کوئی وزن نہیں ۔ جو حرکت وسمع و رنگ و حس میں مقید نہیں ہے ۔

اور ابداع کے بعد مخلوق دوم حروف ہیں جن کا وزن و رنگ نہیں ہے اور یہ قابل سماعت ہیں لیکن قابل رویت نہیں ہیں ۔

اور تیسری مخلوق میں وہ انواع شامل ہیں جو حس ولمس اور ذوق و نظر میں مقید ہیں۔ ذات حق ابداع سے بھی پہلے ہے کیونکہ اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اور اس کے ساتھ بھی کوئی چیز نہ تھی ۔ اور ابداع، حروف سے مقدم ہے اور حروف اپنے علاوہ کسی اور پر دلالت نہیں کرتے"۔

مامون نے کہا: حروف اپنے علاوہ کسی اور پر کیوں نہیں دلالت کرتے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: " اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ ان حروف کو غیر معنی کے لیے کبھی جمع نہیں کرتا۔ اور جب تک یہ جمع نہ ہوں تو اس وقت تک کوئی جدیدہ مفہوم و معنی کا اظہار نہیں ہوتا"۔

عمران نے کہا: ہم اس بات کو کیسے سمجھیں؟

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا:" اس بات پر خصوصی توجہ کرو ۔ اس بات کی تفصیل و توضیح یہ ہے ،جب تم صرف حروف معجمہ ادا کرتے ہو اور تمہارا مقصود بھی صرف حروف ہی ہوں تو تم اس وقت انہیں علیحدہ علیحدہ زبان پر لاتے ہو اور یوں انہیں ادا کرتے ہو ۔

ا ۔ ب ۔ ت ۔ ث ۔ ج ۔ ح ۔ خ ۔ الی اخرہ

اس صورت میں ان حروف کو مفرد ادا کرتے ہو اور ان حروف سے بس یہی حروف مقصود ہوتے ہیں ان کے کوئی معنی و مفہوم مقصود نہیں ہوتے ۔ اور جب تم ان حروف کو جمع کرتے ہو تو وہ کسی چیز کا نام یا صفت قرار پاتے ہیں ۔ اور وہ مطلوبہ معانی پر دلالت کرنے لگ جاتے ہیں ۔ کیا تم اس حقیقت کو سمجھ گئے ؟"

عمران نے کہا: جی ہاں ! میں سمجھ گیا ۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: "اس حقیقت کو جان لو کہ غیر موصوف کی صفت نہیں ہوتی اور معنی کے بغیر اسم نہیں ہوتا اور غیر محدود کے لیے حد نہیں ہوتی ۔اور صفات و اسماء، کمال اور وجود پر دلالت کرتے ہیں مگر موصوف کو محیط نہیں ہوتے اور اس کے برعکس تمانی ، چوتھائی یا چھٹا حصہ قسم کا مفہوم محیط ہوتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت صفات اور اسماء سے ممکن ہے لیکن طول و عرض ، قلت و کثرت ، رنگ و وزن وغیرہ سے ممکن نہیں ۔ اور خدا کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ ہی اس میں کوئی چیز حلول کرتی ہے ۔اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے صفات اور اس کے اسماء کے ذکر سے ہو سکتی ہے ۔اور مخلوق سے خالق کا استدلال کیا جائے گا ۔ کسی شئی مزاج کو آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے سننے اور ہاتھوں سے لمس کرنے اور دل کے احاطہ کے مطالبہ کا حق نہیں ہے ۔

اگر ذات حق کی صفات اس کی دلیل نہ ہوتیں اور اس کے اسماء اس کے داعی نہ ہوتے تو عبادت اللہ کی ہرگز قرار نہ پاتی بلکہ وہ اسماء و صفات کی قرار پاتی ۔اور جب اسماء و صفات اس کے غیر ہوتے تو پھر اللہ معبود ہی نہ ہوتا ۔ تو کیا تم نے اس مفہوم کو سمجھ لیا ہے ؟"

عمران صابی نے کہا : جی ہاں ! میرے آقا ۔ میں اس کی مزید تفصیل کا طالب ہوں ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا : "عقل کے اندھے اور گمراہ جاہلوں کی یہ بات

کبھی تسلیم نہ کرنا کہ اللہ روز آخرت حساب، ثواب اور عذاب کے لیے موجود ہوگا لیکن دنیا میں اطاعت کے لیے موجود نہیں ہے۔ اگر ذات حق میں کوئی نقص اور کمی ہوتی تو وہ آخرت میں بھی کبھی موجود نہ ہوتا۔ لیکن یہ لوگ جادۂ حق سے بھٹک چکے ہیں۔ اور حق کے دیکھنے اور سننے سے اندھے ہوچکے ہیں۔ جیسا کہ رب العزت کا فرمان ہے۔

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۔ (بنی اسرائیل ۷۲)

''اور جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راستے سے بھٹکا ہوا ہوگا''

یعنی جو موجود حقائق کو نہیں دیکھ پاتا اور دانش ور جانتے ہیں کہ اس کا استدلال صرف اسی طریقہ سے ہی ممکن ہے اور جو اس کے علاوہ اپنی رائے سے استدلال کرے گا وہ علم و دانش سے زیادہ دور ہوجائے گا۔ اللہ نے اس کا علم اس قوم کے پاس رکھا ہے جو علم و عقل و فہم کے مالک ہیں''(1)۔

ابداع مخلوق ہے یا نہیں؟

عمران صابی نے کہا: آقا! یہ بتائیں کہ ابداع مخلوق ہے یا نہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ابداع مخلوق ساکن ہے۔ جس کا ادراک سکون سے نہیں ہوتا۔ اسے مخلوق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اس کا احداث کیا ہے۔ اللہ نے سے اس وقت بنایا جب ان دو کے علاوہ کوئی تیسری چیز موجود نہ تھی۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ اللہ کی ہر پیدا کردہ چیز کو لفظ مخلوق سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔ مخلوق کبھی ساکن ہوتی ہے، کبھی متحرک ہوتی ہے، کبھی مرکب ہوتی ہے،

---

(1)۔ ممکن ہے اس سے مراد معصومین علیہم السلام ہوں۔

کبھی معلوم اور کبھی متشابہ ہوتی ہے ۔ بہر نوع جس پر بھی حد کا اطلاق ہو وہ اللہ کی مخلوق ہے ۔

اور تمہیں علم ہونا چاہیے تم جو کچھ اپنے حواس سے پاتے ہو تو وہ معنی و مفہوم حواس کی بدولت ادراک کردہ ہے اور ہر حاسہ اسی چیز کا ادراک کرتا ہے ۔ جس کے لیئے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے اور حواس سے حاصل کردہ معلومات کو جمع و ترتیب دینا دل کا کام ہے ۔

علاوہ ازیں تمہیں یہ بھی جاننا چاہیے کہ ذات واحدوہ ہے جو بغیر کسی اندازہ و تقدیراور حد بندی کے قائم ہو ۔ جب کہ تمام مخلوقات تقدیر و حد بندی کی پابند ہیں تو پیدا کرنے والے نے گویا دو چیزیں پیدا کی ہیں ۔

ایک تقدیراور دوسرا تقدیر کا پابند ۔ اور ان دونوں میں سے کسی میں بھی رنگ و وزن اور ذائقہ نہیں ہے ۔ اور ان میں سے ایک کا ادراک دوسری چیز سے ہوتا ہے اور دونوں کو ان کے نفس سے قابل ادراک بنایا ۔ اور اس نے کسی مخلوق کو اکیلا اور قائم بذاتہ نہیں بنایا ۔

اور اس کے برعکس ذات حق تنہااور قائم بذاتہ ہے ۔ وہ اپنے وجود و قیام کے لیئے کسی دوسرے مددگار اور ساتھی کا محتاج نہیں ہے ۔ اور مخلوق کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے اذن و مشیت سے ایک دوسرے کو سہارا دیتی ہے ۔

اس بحث میں لوگوں نے اختلاف کیا اور وہ حیران و پریشان ہوئے اور ان کی گمراہی کی وجہ یہ ہے کہ وہ تاریکی کی مدد سے تاریکی سے نجات چاہتے ہیں اور وہ اپنی صفات سے خدا کے وصف بیان کرتے ہیں ۔ اس لیے وہ حق سے بہت دور چلے گئے ہیں ۔

اگر وہ ایسا کرنے کی بجائے اللہ کی توصیف اس کے اوصاف اور مخلوق کی توصیف مخلوق کے اوصف سے کرتے تو کبھی گمراہ نہ ہوتے اور اختلاف میں نہ پڑتے اورانہیں فہم ویقین کی دولت نصیب ہوتی ۔ اللہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت

کرتا ہے"۔

عمران صابی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپؑ نے اس کے وصف بیان کئے۔

پھر اس نے کہا: آقا! مجھے آخر میں آپ سے ایک اور مسئلہ دریافت کرنا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "جو چاہو پوچھو لو"۔

عمران صابی نے کہا: میرا سوال ذات احدیت کے متعلق ہے کہ وہ کس چیز میں ہے؟ اور کیا کوئی چیز اس کا احاطہ کرسکتی ہے؟ اور کیا وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتا ہے؟ اور کیا اسے کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوتی ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "عمران! تم نے پوچھ تو پھر اچھی طرح سے سنو اور سمجھ لو! کیونکہ یہ مسائل لوگوں کے لیے پیچیدہ ترین مسائل شمار ہوتے ہیں۔ ان مسائل کو عقل و علم سے عاری افراد سمجھنے سے قاصر ہیں۔ البتہ اہل عقل و انصاف ہی ان مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

تمہارے سوالوں کا جوابات یہ ہے۔

اگر وہ کسی چیز کو اس لیے پیدا کرتا کہ اسے اس کی ضرورت ہے۔ تو پھر کہنے والے کو یہ کہنے کا حق حاصل ہوتا کہ وہ اپنی ضرورت کی چیز میں حلول کرسکتا ہے۔ اللہ کسی بھی چیز کو اس لیے نہیں بنایا کہ اسے اس کی حاجت (ضرورت) تھی وہ ہمیشہ سے ثابت و قائم ہے نہ تو کسی چیز میں ہے اور نہ ہی کسی چیز پر ہے۔

مخلوق ایک دوسرے کو تھامے ہوئے ہے اور بعض، بعض میں داخل ہوتی ہے اور خارج بھی ہوتی ہے۔ اور اللہ سبحانہ تمام کائنات کو تھامے ہوئے ہے وہ نہ تو کسی چیز میں داخل ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی چیز برآمد ہوتی ہے۔ اور نہ ہی کائنات کی حفاظت اسے تھکان میں مبتلا کرتی ہے۔ ذات حق کائنات کے تھامنے سے عاجز نہیں آتی۔ اور کائنات اس کی شانِ محافظت کی کیفیت جاننے سے عاجز ہے

اور اس شان محافظت کو اللہ خود جانتا ہے یا وہ رسول جانتے ہیں جنہیں اللہ نے اس کی اطلاع دی ہے ۔ اور اس کے راز دان اور اس کے امر کے محافظ اور اس کے خازن اور شریعت کو قائم رکھنے والے جانتے ہیں ۔ اس کا امر آنکھ جھپکنے یا اس بھی زیادہ جلد نافذ ہوتا ہے ۔ اور جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے "کُن" کہتا ہے ۔ وہ ہو جاتی ہے ۔ اور ایسا ہر گز نہیں ہے کہ ایک چیز اس کے زیادہ قریب ہو اور دوسری چیز اس سے دور ہو"۔

عمران ! کیا تم نے اس بات کو سمجھ لیا ہے ؟

عمران نے کہا: جی ہاں ! میرے آقا و مولا ! میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا وہی ہے جس کی توصیف و توحید آپ نے بیان فرمائی ہے ۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ اللہ کے عبد ہیں جنہیں ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا گیا ۔

پھر اس نے قبلہ رو ہو کر سجدہ کیا اور مسلمان ہو گیا ۔

حسن بن نوفلی (راوی) کہتے ہیں کہ جب عمران لاجواب ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کیا تو دربار میں بیٹھے ہوئے دیگر متکلمین کو آپ سے مزید سوال کرنے کی جرات نہ ہوئی ۔

اتنے میں شام ہو گئی اور دربار برخواست ہو گیا اور مامون اپنے محل میں چلا گیا اور امام علیہ السلام اپنے بیت الشرف میں تشریف لائے ۔

راوی کہتا ہے کہ میں اپنے دوستوں کی جماعت کے ساتھ تھا ۔ اتنے میں محمد بن جعفر کا مجھے پیغام موصول ہوا ۔ میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا :

نوفلی ! آج تم نے اپنے امام کا کارنامہ ملاحظہ کیا؟

خدا کی قسم ! ہمیں ان کے اس تبحر علمی کا علم نہیں تھا ۔ اور ہم نے انہیں علم الکلام کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے بھی کبھی نہیں دیکھا تھا ۔

البتہ بیت اللہ کے زائرین ان کے پاس آکر مناسک حج اور حلال و حرام کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔

پھر محمد بن جعفر نے کہا: ابو محمد! مجھے اندیشہ ہے یہ شخص (مامون) ان سے حسد کرے گا۔ اور حسد کے نتیجے میں انہیں زہر بھی دے سکتا ہے یا انہیں کسی اور مصیبت میں بھی گرفتار کر سکتا ہے۔ لہذا تم جا کر ان سے درخواست کرو کہ وہ ان چیزوں سے باز رہیں۔

میں (نوفلی) نے کہا: امام علیہ السلام میری بات نہیں مانیں گے۔ اور اس اجتماع کا مقصد بھی یہی تھا کہ مامون اس طرح سے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ علی رضا علیہ السلام کے پاس بھی ان کے آبائے طاہرینؑ کے علم کا ذخیرہ موجود ہے یا نہیں۔

محمد بن جعفر نے کہا: تم ان کی خدمت میں عرض کرو کہ آپؑ کا چچا بوجوہ ان مسائل کو ناپسند کرتا ہے۔ اور وہ آپؑ سے درخواست کرتا ہے کہ آئندہ آپؑ ان مسائل سے باز رہیں۔

نوفلی کہتے ہیں: میں امام علیہ السلام کے بیت الشرف میں گیا اور انہیں ان کے چچا کا پیغام سنایا۔

امام علیہ السلام پیغام سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ میرے چچا مجھے کیوں منع کرنا چاہتے ہیں۔

پھر آپؑ نے اپنے ایک نوکر کو صدا دے کر فرمایا:۔

تم عمران کے پاس جاؤ اور اسے میرے حضور پیش کرو۔

نوفلی کہتے ہیں: میں نے کہا مجھے اس کی رہائش کا پتہ معلوم ہے وہ ہمارے ایک شیعہ بھائی کے ہاں مقیم ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بہتر ہے پھر تم خود ہی اس کے لیے سواری لے کر جاؤ اسے ہمارے پاس لے آؤ حسب الحکم میں عمران کے پاس گیا اور اسے آپؑ

کی خدمت میں لے آئے۔ آپؑ نے اسے خلعت عطاء فرمائی اور سواری کا جانور دیا اور دس ہزار درہم بھی اسے عطا فرمائے۔

میں (نوفلی) نے کہا: مولا! آپؑ نے تو اپنے جدنامدار امیرالمومنین علیہ السلام کی سیرت پر عمل کیا۔

آپؑ نے فرمایا: ہم ایسا ہی طرز عمل پیش کرتے ہیں۔

رات کے کھانے کے لیے دستر خوان لگایا گیا تو حضرتؑ نے مجھے اپنی دائیں طرف اور عمران کو بائیں طرف بٹھایا۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو **حضرتؑ نے عمران سے کو فرمایا:** کل آنا۔ ہم تجھے اہل مدینہ کا طعام کھلائیں گے۔

اس واقعہ کے بعد عمران ہمیشہ عقائد اسلامیہ کا دفاع کرتا تھا۔ اور مختلف مذاہب اور ملل کے علماء سے مباحثہ کرکے انہیں لاجواب کر دیتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ متکلمین ان سے بحث کرنے سے گھبراتے تھے۔

مامون نے بھی عمران کو دس ہزار درہم عطا کیے۔ اور امام علیہ السلام نے اسے علاقہ بلخ کے صدقات کا عامل مقرر کیا جہاں اس کی مالی حالت بہتر ہوگئی۔

باب 13

خراسانی متکلم سلیمان مروزی سے آپؑ کا مباحثہ

(بحذف اسناد) حسن بن محمد نوفلی نے بیان کیا کہ خراسان کا مشہور متکلم سلیمان مروزی، مامون کے پاس آیا۔

مامون نے اس کا احترام کیا اور اس سے کہا :۔

میرے چچا زاد بھائی علی بن موسیٰ علیہما السلام حجاز سے میرے یہاں تشریف لائے ہیں۔ انہیں علم الکلام اور متکلمین سے بڑی دلچسپی ہے۔ لہذا تم روزِ ترویہ آؤ اور ان سے مناظرہ کرو۔

سلیمان جو کہ بزعم خویش بڑا عالم بنا ہوا تھا، نے کہا:۔

امیرالمومنین ! میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ بنی ہاشم کی محفل میں ان سے مباحثہ کرکے ان کی سبکی کا باعث بنوں۔ اسی لیے میں ان کی توہین کا موجب بننا نہیں چاہتا۔

مامون نے کہا: نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ان کے علم و فضل کو بخوبی جانتا ہوں میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم انہیں ایک دلیل سے ہی شکست دے دو۔

سلیمان نے کہا: امیرالمومنین ! پھر درست ہے آپ ان سے میرا مباحثہ مقرر کریں اور اس کے ساتھ مجھے ملامت کرنے سے بھی پرہیز کرنا ہوگا۔

مامون نے امام عالی مقامؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس مروز (مرو) سے علم الکلام کا ایک ماہر آیا ہوا ہے۔ لہذا اگر آپؑ کو گراں نہ ہو تو پھر ہمارے ہاں تشریف لائیں۔

یہ پیغام سن کر آپؑ اٹھے اور وضو کیا۔ پھر آپؑ نے مجھے اور عمران صابی

کو اپنے سے پہلے روانہ کیا اور فرمایا تم دونوں چلے جاؤ ۔ میں تمہارے بعد آجاؤں گا ۔

چنانچہ ہم دونوں دربار کی طرف روانہ ہوئے ۔ جب ہم دربار کے دروازے پر پہنچے تو دربار کے دو دربانوں یاسر اور خالد نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور مجھے مامون کے پاس لے گئے ۔ میں نے سلام کیا تو مامون نے کہا :۔

میرے بھائی ابوالحسن ابقاہ اللہ تعالیٰ کہاں ہیں ؟

میں نے کہا : وہ لباس بدل رہے تھے اور انہوں نے ہمیں اپنے سے پہلے روانہ کیا ہے ۔ اور عمران بھی اس وقت دروازے پر باریابی کا منتظر ہے ۔

مامون نے کہا: کون عمران؟

میں نے کہا: وہی عمران جو چند روز قبل آپ کے دربار میں مسلمان ہوا تھا ۔

مامون نے کہا: اسے اجازت ہے اسے دربار میں لایا جائے ۔ چنانچہ عمران بھی دربار میں حاضر ہوگیا ۔ اس وقت مامون نے اس سے کہا :۔

عمران ! یہ سلیمان مروزی ہے اور یہ خراسان کا مشہور متکلم ہے ۔

عمران نے کہا: مجھے تعجب ہوتا ہے کہ یہ شخص جو کہ خراسان میں صاحب نظر سمجھا جاتا ہے پھر بھی وہ "بدا" کا منکر ہے ۔

مامون نے کہا: اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے مناظرہ کرو ۔

عمران نے کہا : اگر اس کی یہی خواہش ہو تو بہتر ہے ۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ امام علی رضا علیہ السلام دربار میں تشریف لائے اور فرمایا :۔

"آپ حضرات کیا باتیں کر رہے تھے ؟"

عمران نے کہا: فرزند رسولؐ ! یہ سلیمان مروزی ہے ۔

سلیمان نے کہا: کیا تم ابوالحسنؑ کے فیصلے کو تسلیم کرلوگے ؟

عمران نے کہا : جی ہاں ! میں ابوالحسنؑ کے فیصلے کو ضرور تسلیم کروں گا ۔ مگر

میں ان سے دلیل و برہان ضرور طلب کرونگا تاکہ میں اپنے جیسے اہل نظر کے سامنے بیان کرسکوں۔

مامون نے کہا: ابوالحسن! آپؑ ان دونوں کے تنازعہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

بداء کے اثبات

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: سلیمان! تم بداء کا انکار کیسے کرسکتے ہو جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكُ شَیْئًا (مریم۔۶۷)

"کیا انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا کہ پہلے ہم نے ہی اسے پیدا کیا ہے۔ جب یہ کچھ نہیں تھا"۔

هُوَالَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ۔ (الروم۔۲۷)

"اور وہی وہ ہے جو خلقت کی ابتدا کرتا ہے اور پھر دوبارہ بھی پیدا کرے گا"۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (البقرہ۔۱۱۷)

"وہ زمین و آسمان کا موجد ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَایَشَآءُ ۔ (فاطر۔۱)

"وہ خلقت میں جس قدر چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ۔ (الم السجدہ۔۷)

"اور اس نے انسان کی خلقت کا آغاز مٹی سے کیا"۔

اور رب العزت نے فرمایا:۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَ اِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔ (التوبہ ۱۰۶)

"اور کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں حکم خدا کی امید پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ یا خدا ان پر عذاب کرے گا یا ان کی توبہ قبول کو کرے گا ۔ وہ بڑا جاننے والا اور صاحب حکمت ہے"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :۔

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۔ (فاطر ۔ ۱۱)

"اور کسی بھی طویل العمر کو جو عمر دی جاتی ہے یا عمر میں کمی کی جاتی ہے یہ سب کتاب الٰہی میں مذکور ہے اور اللہ کے لیے یہ کام بہت آسان ہے"۔

سلیمان نے کہا: اس سلسلے میں آپؑ کے آبائے طاہرینؑ سے بھی کچھ منقول ہے ؟

آپؑ نے فرمایا: "جی ہاں! میں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ۔ انہوں نے فرمایا:۔

اللہ کے علم دو طرح کے ہے ۔

1۔ علم مخزون و مکنون جسے اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ۔ اور بداء کا تعلق بھی اسی علم سے ہے ۔

2۔ وہ علم جو اس نے اپنے انبیاءؑ وملائکہؑ کو تعلیم دیا ۔ اس علم کو اہل بیتؑ نبی بھی جانتے ہیں"۔

سلیمان نے کہا : آپؑ اس مفہوم کو قرآن مجید سے ثابت کریں ۔

حضرتؑ نے فرمایا: "قرآن مجید کی ان آیات میں اس مسئلے کو واضح کیا گیا ہے ۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ (الذاریت ۵۴)

"ان سے منہ موڑ لیں پھر آپ پر کوئی الزام نہیں ہے"۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی "بداء" واقع ہوا اور فرمایا :۔

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (الذاریات ۔ ۵۵)

"آپ نصیحت کریں اور یقیناً نصیحت مومنین کو فائدہ دیتی ہے"۔ (1)

سلیمان نے کہا: آقا ! اس کی مزید وضاحت فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "میرے والد نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو وحی فرمائی کہ فلاں بادشاہ کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ میں اتنے عرصے میں اس کی روح قبض کرنے والا ہوں۔

چنانچہ نبی گئے اور بادشاہ کو اللہ کا پیغام پہنچایا اور واپس اپنی جگہ پر آگئے۔ بادشاہ نے رو رو کر اللہ سے درخواست کی کہ اسے اتنی مہلت دے کہ اس کا بیٹا جوان ہو جائے اور معاملات حکومت مستحکم ہو سکیں۔

بادشاہ دعا مانگتے ہوئے اتنا رویا کہ اپنے تخت سے گر گیا۔ اللہ کو اس پر ترس آیا اور پھر اسی نبی کو وحی کی کہ فلاں بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ میں نے اس کی عمر میں پندرہ برس کا اضافہ کر دیا ہے۔

جب نبی نے یہ وحی سنی تو عرض کیا:۔

خدایا ! تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا (اب اگر اسے یہ خبر سناؤں گا تو وہ مجھے جھوٹا سمجھے گا)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

تو عبد مامور ہے تیرا کام صرف ہمارا فرمان پہنچانا ہے۔ تم اس تک میرا پیغام پہنچا دو۔ اللہ اپنے کام کے لیے کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہے"۔

---

(1) حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے جب "فَتَوَلَّ عَنْهُمْ" کی آیت نازل ہوئی تو ہمارے نفوس پر گراں گزری اور جب "وَذَكِّرْ" کی آیت نازل ہوئی تو ہمارے دلوں سے گرانی دور ہو گئی۔

پھر آپؑ نے سلیمان سے کہا: سلیمان ! کیا تو اس مسئلے میں یہودیوں کا ہم نوا بن چکا ہے ؟

اس نے کہا: خدا کی پناہ ! یہودی کیا کہتے تھے ؟

آپؑ نے فرمایا: "یہودیوں کا قول قرآن مجید میں مذکور ہے ۔

قَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُاللهِ مَغْلُوْلَةٌ (المائدہ۔٦٤)

" یہودی کہتے ہیں کہا کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں"۔

مقصد یہ تھا کہ اللہ تمام معاملات سے فارغ ہو چکا اب کچھ بھی نہیں کر رہا۔

اللہ تعالٰی کو ان کی یہ بات ناپسند آئی اور فرمایا :۔

غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا (المائدہ ۔ ٦٤)

" اصل میں انہیں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور یہ اپنے قول کی بنا پر ملعون ہیں "۔

کچھ لوگ میرے والد علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے بداء کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا :۔

لوگ آخر بداء کا انکار کیوں کرتے ہیں اور انہیں اس میں کیا قباحت نظر آتی ہے ؟

آخر کسی قوم کو امید سے بہرہ ور کرنے کے لیئے اللہ اپنا سابقہ فیصلہ کیوں نہیں بدل سکتا "۔

سلیمان نے کہا: آپؑ مجھے اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (القدر۔١) "ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا" کے متعلق بتائیں کہ یہ آیت کس چیز کے متعلق نازل ہوئی ؟

آپؑ نے فرمایا: "سلیمان ! یاد رکھو لیلۃ القدر میں اللہ پورے سال کے معاملات یعنی موت و حیات خیر و شر اور رزق کا فیصلے کر کے ملائکہ کے ذریعہ سے نفاذ کے

لیے بھیج دیتا ہے۔اور اس رات جو فیصلے کیے جاتے ہیں۔ اس کا تعلق "علم مختوم" سے ہوتا ہے"۔

سلیمان نے کہا: اب میں نے سمجھ لیا اور آپؑ اس کی مزید وضاحت فرمائیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: "سلیمان! کچھ امور ایسے ہیں جو خداوند کے ہاں موقوف ہیں وہ اپنی مشیت و مصلحت کے تحت ان میں تقدم و تاخر کرتا رہتا ہے اور جسے چاہتا ہے مٹا بھی دیتا ہے۔

سلیمان! حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے

علم الٰہی دو طرح کا ہے۔

1۔ وہ علم جو اللہ نے ملائکہ و رسل کو تعلیم دیا۔

2۔ وہ علم مخزون جس کی اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اطلاع نہیں دی۔اس علم میں سے اپنی مصلحت کے تحت تقدم و تاخر کرتا رہتا ہے اور جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے"۔

سلیمان نے مامون سے کہا: امیرالمومنین آج کے بعد میں انشاء اللہ بداء کی کسی قسم کا کبھی انکار نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی اس کی تکذیب کروں گا۔

کیا ارادہ بھی حیّ و قیوم کی طرح صفت ہے؟

مامون نے سلیمان سے کہا: تمہیں ابوالحسنؑ سے جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ سکتے ہو۔ لیکن اس کے لیئے تم دائرۂ انصاف سے تجاوز نہیں کر سکتے۔

سلیمان مروزی نے کہا: آقا! آپ اس شخص کے متعلق کیا فرمائیں گے جو ارادہ کو حی، سمیع، بصیر اور قدیر کی طرح سے اللہ کا اسم اور صفت قرار دیتا ہو؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "تم یہ کہتے ہو کہ چیزیں بنیں اور ابتدائے خلقت سے چیزیں مختلف بنیں اور یہ اس کی مشیت اور ارادہ کی وجہ سے

ایسا ہوا ۔ اور اس کے برعکس تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ چیزوں کا باہمی اختلاف اس لیے ہوا کہ وہ سمیع و بصیر ہے ۔ اور یہ الفاظ بذات خود اس بات کی دلیل ہیں کہ ارادہ و مشیت ، سمیع و بصیر اور قدیر کی مانند صفت و اسم نہیں ہے"۔

سلیمان نے کہا: مگر یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ہی صاحب ارادہ ہے ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "یہ بتاؤ ارادہ اس کی عین ذات ہے یا ذات کے علاوہ ہے ؟"

اس (سلیمان) نے کہا: ارادہ اس کی ذات کے علاوہ ہے ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "پھر تم اللہ کے ساتھ ایک اور ازلی وجود کا اثبات کرتے ہو اور یہ شرک ہے"

سلیمان نے کہا: نہیں ، میں اس کا اثبات نہیں کرتا ۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "کیا ارادہ "محدث" ہے ؟"

سلیمان نے کہا: نہیں ، ارادہ محدث نہیں ہے ۔

اتنے میں مامون نے سلیمان کو آواز دے کر کہا :

سلیمان ! معلوم ہوتا ہے کہ تم ناحق ضد اور مکابرہ پر اتر آئے ہو ۔ دربار اہل نظر سے بھرا ہوا ہے ۔ لہذا تمہیں ناحق ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہیں لینا چاہیے ۔

پھر مامون نے امام عالی مقامؑ سے کہا :

ابوالحسنؑ ! آپؑ اس خراسانی متکلم سے گفتگو کریں ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "سلیمان ! ارادہ حادث ہے ۔ کیونکہ یہ سیدھی کھلی سی بات ہے جو چیز ازلی نہ ہو وہ حادث ہوتی ہے ۔ اور اس کے برعکس جو چیز حادث نہ ہو وہ ازلی ہوتی ہے"۔

سلیمان نے کہا: میرا موقف یہ ہے کہ اللہ کی دیگر صفات مثلاً سمع ، بصر و علم

کی طرح سے ارادہ بھی اس کی عین ذات ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "پھر" اَرَادَ نَفسَهُ" یعنی اس نے اپنی ذات کا ارادہ کیا، کے کیا معنی بنیں گے۔ کیا اس صورت میں اس کا یہ مفہوم نہیں بنے گا کہ اس نے ارادہ کیا کہ وہ بھی شے ہو۔ اور اس نے ارادہ کیا کہ وہ حی، سمیع، بصیر اور قادر ہو؟"

سلیمان نے کہا: جی ہاں! اس کا یہی مفہوم ہوگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تمہارے نظریہ کے مطابق یہ لازم آئے گا کہ جب اس نے اپنے لیے سمع کا ارادہ کیا تو سمیع بنا، بصر کا ارادہ کیا تو بصیر بنا، علم کا ارادہ کیا تو علیم بنا اور قدرت کا ارادہ کیا تو وہ قادر بنا"۔

سلیمان نے کہا: جی ہاں! یہی ہمارا موقف ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تو کیا ارادے سے پہلے خدا میں یہ صفات نہیں تھیں۔ کیا وہ ارادے سے قبل سمیع، بصیر، عالم اور قادر نہ تھا اور اگر بالفرض نہ تھا تو کیا تھا؟"

یہ سن کر مامون سمیت تمام حاضرین ہنسنے لگے۔ اور خود حضرت بھی ہنسے پھر آپ نے حاضرین سے فرمایا:۔

"دوستو! خراسانی متکلم کے ساتھ رعایت کرو۔ اور سلیمان سے آپ نے فرمایا:۔ سلیمان! اگر ایسا ہونا مان لیا جائے تو پھر اللہ کی حالت میں تغیر و تبدل تسلیم کرنا پڑے گا۔ یعنی پہلے سمیع نہ تھا پھر بنا اور پہلے بصیر نہ تھا پھر بنا، پہلے عالم و قادر نہ تھا پھر بنا۔ اور اس سے خدا محل حوادث قرار پائے گا۔ جب کہ اللہ محل حوادث نہیں ہے"۔

سلیمان سے کوئی جواب نہ بن پایا۔

پھر امام علیہ السلام نے اسے مخاطب کرکے فرمایا:۔

"سلیمان ! یہ بتاؤ کہ تم اور تمہارے ہم نظریہ افرادلوگوں کو جو تعلیم دیتے ہو ، اسے خود بھی جانتے ہو یا جانے بوجھے بغیر لوگوں کو اپنے نظریات کی دعوت دیتے ہو ؟"

سلیمان نے کہا: آقا ! ہم سوچ سمجھ کر اپنے نظریات بیان کرتے ہیں ۔

حضرت علیہ السلام نے فرمایا : "تمہاری تعلیمات میں تضاد پایا جاتا ہے ۔ کیونکہ تم کہتے ہو کہ مرید اور ہے ارادہ اور ہے ۔اور مرید پہلے تھا اورارادہ بعد میں ہوا اور فاعل پہلے تھا اورمفعول بعد میں ہوا ۔

اور دوسری طرف تم اس بات کے مدعی ہو کہ ارادہ اور مرید ایک چیز ہیں تو کیا اس طرح سے تمہارے نظریات میں تضاد نہیں پایا جاتا ؟

اور میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ تمہاری تعلیمات علم وفہم پر ہرگز مبنی نہیں ہیں ۔ کیونکہ جب تم ارادے کو سمع وبصر جیسی ہی ایک صفت قراردیتے ہو ۔ اس سے تمہارے نظریات میں دوغلا پن کا اظہار ہوتا ہے ۔

سلیمان سے کوئی جواب نہ بن سکا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا : "سلیمان ! یہ بتاؤ کہ جو کچھ بھی جنت و دوزخ میں ہے اسے اللہ جانتا ہے یا نہیں ؟

سلیمان نے کہا : جی ہاں ۔

حضرت ؑ نے فرمایا : " تو جو کچھ اللہ کے علم میں ہے وہی کچھ ہی جنت و دوزخ میں ہوگا یا اس کے علاوہ بھی کچھ ہوگا ؟"

سلیمان نے کہا : وہاں صرف وہی کچھ ہوگا جو پہلے سے اللہ کے علم میں ہے ۔

حضرت ؑ نے فرمایا : " فرض کرو جو کچھ اللہ کے علم میں ہے ، اللہ وہ سب فراہم کردیتا ہے ۔تو اس کے بعد کیا وہ اس میں کچھ کمی بیشی کر سکتا ہے ؟"

سلیمان نے کہا : کمی تو نہیں ، البتہ اضافہ کرے گا ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ اضافہ اس کے علم کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ اور اس صورت میں اللہ اہل جنت کے لیے ان نعمات کا اضافہ کرے جو پہلے سے اس کے علم نہیں تھیں۔ اس کے بارے میں تم کیا کہو گے؟"

سلیمان نے کہا: آقا! وہ ایسا صاحب ارادے ہے جس کے ارادہ کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تو پھر اس کا مقصد تو یہ ہوا کہ اس کا ارادہ بے انتہا ہے اور اس کے اپنے علم میں بھی اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ تو پھر اس کی مزید نعمات کے وقوع پذیر ہونے سے قبل وہ ان کا عالم ہی نہیں ہوگا۔ جب کہ اللہ کی شان اس سے کہیں بلند و بالا ہے"۔

سلیمان نے کہا: میں نے مزید نعمات کی صورت میں جو یہ کہا ہے کہ وہ اسے نہیں جانتا تو اس کی وجہ تو یہ ہے کہ اس کے ارادے کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے اور اللہ نے جنت و دوزخ کے متعلق ہمیشگی کا اعلان کیا ہے۔ اسی لیئے ہم ان کے لیئے منقطع ہونے کے الفاظ کو ناپسند کرتے ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "اصل بات یہ ہے کہ اس کا علم انقطاع کا موجب نہیں ہے۔ کیونکہ اضافہ کا اسے پہلے سے علم ہے۔ اسی لیئے وہ خواہ نعمت میں اضافہ کرے یا عذاب میں اضافہ کرے، وہ اس کے علم سے ماورا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے عذاب میں بھی اضافہ کرے گا اور نعمات میں بھی اضافہ کرے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۔ (النساء۔ ۵۶)

" اہل دوزخ کی جب ایک کھال پک جائے گی تو ہم دوسری بدل دیں گے

تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں"۔

اور اہل جنت کے متعلق فرمایا:۔

عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۔ (ہود۔ ۱۰۸)

"یہ خدا کی عطا ہے جو ختم ہونے والی نہیں ہے"۔

وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوعَةٍ ۔ (الواقعہ۔ ۳۲،۳۳)

"وہ کثیر تعداد کے میووں کے درمیان ہوں گے جن کا سلسلہ نہ ختم ہوگا اور نہ ان پر کوئی روک ٹوک ہوگی"۔

اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور اضافہ کو منقطع نہیں کرے گا۔

سلیمان! نعمات جنت کی کیفیت یہ ہے کہ جب اہل جنت کوئی ثمر کھائیں گے تو اس کی جگہ پر دوسرا ثمر لگ جائے گا"۔

سلیمان نے کہا: جی ہاں! ایسا ہی ہوگا۔

حضرتؑ نے فرمایا: جب ہر نعمت کا بدل وہ عطا کرتا رہے گا تو انقطاع لازم نہیں آئے گا۔

سلیمان نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ اللہ اپنی نعمات قطع کردے گا اور ان میں اضافہ نہیں کرے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "پھر تو جنت کی تمام نعمات ختم ہوجائیں گی اور جنت میں کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۔ (ق۔ ۳۵)

"جنت میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جس کی وہ خواہش کریں گے اور ہمارے ہاں اس سے بھی زیادہ"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۔ (ہود۔ ۱۰۸)

" یہ خدا کی عطا ہے جو ختم ہونے والی نہیں ہے "۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَمَاهُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۔ (الحجر۔۴۸)

" اور انہیں وہاں سے نہیں نکالا جائے گا "۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

خَالِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۔ (البینہ۔۸)

" وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے "۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ۔(الواقعہ ۔۳۲،۳۳)

" وہ کثیر تعداد کے میووں کے درمیان ہوں گے جن کا سلسلہ نہ ختم ہوگا اور نہ ان پر کوئی روک ٹوک ہوگی "۔

یہ سن کر سلیمان لاجواب ہوگیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "سلیمان! مجھے یہ بتاؤ کہ ارادہ فعل ہے یا نہیں؟"

سلیمان نے کہا: ارادہ فعل ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "ارادہ کو حادث ہونا چاہیے کیونکہ ہر فعل حادث ہوتا ہے"۔

سلیمان نے کہا: میں اپنے موقف میں تبدیلی کرتا ہوں اور اب یہ کہتا ہوں کہ ارادہ فعل نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تو تم واجب الوجود قدیم کے ساتھ اس کے غیر کو بھی ازلی مان رہے ہو"۔

سلیمان نے کہا: ارادہ سے مراد ایجاد و انشا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ تم ضرار اور اس کے

ہم مکتب افراد کے نظریہ پر اعتراض کیوں کرتے ہو اور انہیں قابل ملامت کیوں ٹھہراتے ہو جب کہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان، بحر و بر میں، انسان، حیوان، کتے، خنزیر اور بندر وغیرہ جو کچھ بھی بنائے ہیں وہ سب اللہ کے ارادے ہیں۔ اور اللہ کا ارادہ زندہ بھی ہوتا ہے اور مرتا بھی ہے۔ اور اللہ کا ارادہ کھاتا ہے، پیتا ہے، نکاح کرتا ہے، مقاربت کرتا ہے۔ ظلم کرتا ہے، برائیاں سرانجام دیتا ہے اور کفر و شرک بھی کرتا ہے"۔

جب کہ تمہارا اور ضرار دونوں کا نظریہ تو یکساں ہے۔ بایں ہمہ پھر تم اسے ملامت کیوں کرتے ہو؟"

سلیمان نے کہا: ارادہ بھی سمع، بصر و علم کی طرح سے ایک صفت ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم پھر پہلی بات کر رہے ہو۔ ذرا مجھے یہ تو بتاؤ کہ سمع، بصر و علم کون سی مصنوعات ہیں؟

سلیمان نے کہا: نہیں

امام علیہ السلام نے فرمایا: "سمع، بصر و علم کی اللہ سے نفی نہیں کی جا سکتی جب کہ لفظ ارادہ کی بعض اوقات اس سے تم بھی نفی کرتے ہو اور یہ کہتے ہو "اللہ نے اس امر کا ارادہ نہیں کیا" اور اس کے باوجود بھی تم کہتے ہو کہ ارادہ حادث و مخلوق نہیں ہے"۔

سلیمان نے کہا: اس طرح سے اللہ کے لیے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے جانا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے نہیں جانا۔

اگر "علم" کی نفی و اثبات سے علم حادث نہیں بنا تو آخر ارادہ کی نفی و اثبات سے ارادہ کیسے حادث بن جائے گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "مذکورہ دونوں مثالوں میں بڑا واضح فرق ہے۔

لہذا ایک کا قیاس دوسری مثال سے نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ "معلوم" کی نفی سے علم کی نفی لازم نہیں آتی ہے۔ جب کہ "مراد" کی نفی سے ارادہ کی نفی لازم آتی ہے۔ جب مراد نہ ہو تو پھر ارادہ بھی نہیں ہوتا۔ اور علم کی مثال بصر سے دی جا سکتی ہے اگر قابلِ رویت چیز سامنے نہ ہو تو بصارت کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح سے اگر "معلوم" موجود نہ ہو تو علم کی نفی نہیں کی جا سکتی"۔

سلیمان نے کہا: ارادہ مصنوع ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "پھر تو وہ حادث ہوا جب کہ سمع و بصر حادث نہیں ہیں"۔

سلیمان نے کہا: بات دراصل یہ ہے کہ ارادہ اس کی ازلی صفت میں سے ایک صفت ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "پھر تو انسانوں کو بھی ازلی ماننا پڑے گا کیونکہ ارادۂ ازلی میں وہ شامل تھے۔

خراسانی (سلیمان) نے کہا: نہیں، صرف ارادے سے انسان ازلی نہیں بن سکتا کیونکہ ارادہ فعل میں تبدیل نہیں ہوا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "خراسانی! تم بہت زیادہ غلطیاں کر رہے ہو۔ کیا اللہ کے ارادہ و قول کی وجہ سے اشیاء منصۂ شہود پر نہیں آتیں"؟

سلیمان نے کہا: نہیں ایسا نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے کہا: "جب اس کے ارادے، مشیت اور امر سے چیزیں نہیں بنتیں تو پھر کیسے وجود میں آتی ہیں"؟

سلیمان سے اس بات کا کوئی جواب نہ بن سکا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "سلیمان! اچھا قرآن مجید کی اس آیت کا مفہوم تو بتاؤ

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا ۔

(بنی اسرائیل ۔ ۱۶)

"اور جب ہم کسی قریہ کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم ان کے ثروت مندوں پر احکام نافذ کر دیتے ہیں اور وہ ان کے متعلق نافرمانی کرتے ہیں "۔

کیا اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ ارادے کو پیدا کرتا ہے ؟

سلیمان نے کہا: جی ہاں ! یہی مفہوم ہے ۔

آپؑ نے فرمایا: "تمہارے اس اقرار سے یہ پتہ چل گیا کہ ارادہ اس کی تخلیق ہے اگر ارادہ اس کی عین ذات ہوتا تو وہ اپنے آپ کو کیسے پیدا کرتا؟ ۔ اللہ کی شان اس سے بہت بلند و بالا ہے"۔

سلیمان نے کہا: آقا ! میرا مقصود اس سے یہ تھا کہ وہ کسی فعل کو سرانجام دیتا ہے ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "سلیمان ! تجھ پر افسوس ہے اس مسئلے کو کتنی بار دہراؤ گے ۔ میں نے تمہیں بتایا ہے کہ ارادہ حادث ہے اسی طرح سے فعل بھی حادث ہے ۔ اور اس سے تمہارا یہ دعویٰ باطل ہوتا ہے کہ اللہ ازل سے مرید ہے"۔

سلیمان نے کہا: میرا مقصد یہ ہے کہ ارادہ اللہ کا فعل ازلی ہے ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "ازلی کبھی بھی مفعول، قدیم و حادث بیک وقت نہیں ہو سکتا"۔

سلیمان سے اس کا کوئی جواب نہ بن پایا ۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "تمہارا مسئلہ مکمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے"۔

سلیمان نے کہا: میں نے یہ کہا کہ ارادہ محدث ہے ۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ اکبر ! یہ کیسی بات ہے کہ ارادہ بیک وقت ازلی بھی ہے اور حادث بھی ہے"۔

سلیمان سے کوئی جواب نہ بن پایا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "ازل سے موجود چیز کبھی مفعول نہیں ہوا کرتی"۔

سلیمان نے کہا: اشیاء ارادہ نہیں اور انہوں نے کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: سلیمان! تم وسوسہ کا شکار ہو اور ان الفاظ سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ خالق لم یزل نے ایک لم یزل چیز کو پیدا کیا اور یہ تو اس کی صفت ہو سکتی ہے جسے پتہ ہی نہ ہو کہ اس نے کون سا فعل سر انجام دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند و بالا ہے"۔

سلیمان نے کہا: آقا! میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ارادہ بھی سمع، بصر و علم کی طرح ہے۔

مامون نے کہا: سلیمان! افسوس تم کتنی بار ایک بات کو دہراتے رہو گے۔ اس بات کو چھوڑ کر کوئی اور بات کرو۔ کیونکہ اس کے علاوہ تمہارے پاس اپنے موقف کی تائید کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "بادشاہ سلامت! آپ اسے کچھ نہ کہیں اگر آپ اسے منع کریں گے تو یہ مشہور کرے گا کہ اسے دلائل پیش نہیں کرنے دیئے گئے تھے۔

سلیمان! بولتے رہو۔ ہم تمہاری بات سنیں گے"۔

سلیمان نے کہا: میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ صفت ارادہ بھی سمع، بصر و علم کی طرح سے ایک صفت ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "کوئی بات نہیں۔ مگر تم مجھے یہ بتاؤ کہ ارادے کے ایک ہی معنی و مفہوم ہیں یا بہت سے معانی و مفاہیم ہیں"۔

سلیمان نے کہا: آقا! ایک ہی معنی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”پھر اچھی طرح سے سوچ کر بتاؤ کہ تمام ارادوں کا مفہوم ایک ہے یا مختلف؟“

سلیمان نے کہا: آقا! تمام ارادوں کا ایک ہی معنی و مفہوم ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”تو اس نظریہ کے تحت قیام کا ارادہ قعود کا ارادہ کہلائے گا۔ اور موت کا ارادہ حیات کا ارادہ کہلائے گا۔ کیونکہ بقول تمہارے ارادے کے تو ایک ہی معنی و مفہوم ہیں۔ اور یہ سب ایک چیز کہلائیں گے۔ اور ان میں کوئی فرق و اختلاف نہیں ہوگا“۔ (بھلا اس یک طرفہ منطق کے متعلق تم کیا کہو گے؟)

سلیمان نے کہا: آقا! اس کے معنی مختلف ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”اچھا مجھے یہ بتاؤ کہ مرید (صاحب ارادہ) عین ارادہ ہے یا اس کے علاوہ ہے؟“

سلیمان نے کہا: آقا! وہ عین ارادہ ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”اس صورت میں تمہیں بہت سے مرید تسلیم کرنے پڑیں گے کیونکہ ارادے بہت سے ہیں“۔

سلیمان نے کہا: ارادہ، مرید نہیں ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ”تو اس صورت میں تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ ارادہ حادث ہے اور وہ مرید کا فعل ہے اور اگر اس کے باوجود تم اسے قدیم مانو گے تو اس سے تعدد قدماء یعنی بیک وقت کئی قدیم کا نظریہ ماننا پڑے گا“۔ (جب کہ اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے)۔

سلیمان نے کہا: اصل میں ارادہ اس کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ”تو کیا اللہ نے اپنے جو اسمائے حسنیٰ بیان کیے ہیں، ان میں یہ نام کہیں موجود ہے“۔

سلیمان نے کہا: آقا یہ نام موجود نہیں ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ نے جس لفظ کو اپنا نام نہیں بنایا، تمہیں ایسا نام رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

سلیمان نے کہا: اللہ نے اپنے متعلق خبر دی ہے کہ وہ صاحب ارادہ ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ نے تو اپنے صاحب ارادہ ہونے کی خبر دی ہے لیکن یہ تو نہیں فرمایا کہ اس کا نام بھی مرید (صاحب ارادہ) ہے"۔

سلیمان نے کہا: اس کا ارادہ تو اس کا علم ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "جاہل! جب اللہ کسی چیز کا علم رکھے تو اس کا مفہوم ہوگا کہ اس نے اس کا ارادہ کیا ہے"۔ (کیا تم یہی کہنا چاہتے ہو؟)

سلیمان نے کہا: جی ہاں!

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تو جب وہ کسی چیز کا ارادہ نہ کرے تو پھر تمہارے نظریے کے تحت اللہ اس سے لاعلم ہے"۔

سلیمان نے کہا: جی ہاں!

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تمہارے اس نظریہ کی بنیاد کیا ہے اور تمہارے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے کہ اس کا ارادہ اس کا علم ہے؟

کیونکہ خدا اس چیز کو بھی جانتا ہے جس کا ارادہ نہیں رکھتا، اس کے لیے قرآن مجید کی اس آیت پر غور کرو۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (بنی اسرائیل۔۸۶)

"اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ آپ کو وحی کے ذریعہ دیا گیا ہے اٹھا لیں"۔

تو آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جانتا ہے کہ اپنے پیغمبرؐ سے تعلیمات وحی کو کیسے اٹھایا جا سکتا ہے، لیکن وہ اس کا ارادہ نہیں رکھتا"۔

سلیمان نے کہا: آقا! بات یہ ہے کہ وہ اپنے فیصلے مکمل کر چکا ہے، اب کسی نئے فیصلے کا اضافہ نہیں کر سکتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”تمہارا یہ قول، قول یہود سے مطابقت رکھتا ہے، اور اگر بالفرض یہی بات درست ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں کہا:۔

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ (مؤمن۔۶۰)

”تم مجھ سے دعا مانگو، میں قبول کروں گا“۔

سلیمان نے کہا: اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دعا قبول کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”کیا اللہ کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ کبھی وفا نہ ہونے والا وعدہ کرکے وعدہ خلافی کا ارتکاب کرے۔

علاوہ ازیں رب العزت کا فرمان ہے:۔

یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ۔ (فاطر۔۱)

”وہ تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے“۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتَابِ۔ (الرعد۔۳۹)

”وہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے، اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اس کے ہاں اصل کتاب ہے“۔

اب اگر وہ تمام فیصلے کرکے فارغ ہو چکا ہے تو ان آیات کا کیا مفہوم ہے؟“

سلیمان سے کوئی جواب نہ بن پایا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ”سلیمان! تمہارے نظریہ کے تحت کیا ایسا ممکن ہے کہ اللہ ایک انسان کے پیدا ہونے کا علم رکھتا ہو لیکن اسے پیدا نہ کرنا چاہتا ہو اور اسے معلوم ہو کہ فلاں شخص آج مرجائے گا لیکن وہ اسے آج مارنا نہ چاہتا ہو؟“

سلیمان نے کہا: جی ہاں! یہ بات صحیح ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”جب اس کے علم اور ارادے میں فرق ہو تو

اس صورت میں علم والی چیز منصۂ شہود پر آئے گی یا ارادہ والی چیز منصۂ شہود پر آئے گی"۔

سلیمان نے کہا: دونوں چیزیں ظہور پذیر ہوں گی۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: " پھر تو عجیب صورت حال بن جائے گی، ایک انسان کے متعلق اس کے علم کا فیصلہ یہ ہو کہ وہ زندہ رہے گا اور ارادہ کا تقاضا یہ ہو کہ وہ مر جائے، تو ایک ہی وقت میں ایک انسان زندہ بھی ہو گا اور مردہ بھی ہو گا، اور یہ بات عقلاً و نقلاً محال ہے"۔

سلیمان نے کہا: آقا! بات یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ علم کا تقاضا پورا ہو گا یا ارادہ کا تقاضا پورا ہو گا بہر نوع ایک ہی تقاضا پورا ہو گا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "کوئی بات نہیں، اب ذرا یہ بتاؤ کہ ان دو میں سے کونسی چیز ظہور پذیر ہو گی۔

1۔ جس کا ارادہ رکھتا ہے۔ 2۔ یا جس کا ارادہ نہیں رکھتا؟"

سلیمان نے کہا: وہ چیز ظہور پذیر ہو گی جس کا اس نے ارادہ کیا ہو گا۔

اس کی یہ بات سن کر امام علیہ السلام اور مامون اور دیگر اہل فضل ہنسنے لگے۔

پھر **امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:** " تو غلطی کر رہا ہے اور تو اپنے سابقہ موقف سے انحراف کر رہا ہے کہ اللہ ایک شخص کے متعلق جانتا ہے کہ وہ آج مر جائے گا لیکن اس کے آج مرنے کو پسند نہیں کرتا۔ اور وہ ایک چیز پیدا کرتا ہے لیکن اس کے پیدا ہونے کو پسند نہیں کرتا۔

مذکورہ سابقہ موقف سے اور تمہارے موجودہ جواب سے پتہ چلتا ہے کہ ہوتا وہی ہے جس کا ارادہ وہ کرتا ہے، علم پر عمل نہیں ہوتا تو پھر اسے ایسے علم کی ضرورت ہی کیا ہے جو اس کے ارادے کے بغیر کچھ بھی حیثیت نہ رکھتا ہو؟"

سلیمان نے کہا: میرا موقف یہ ہے کہ ارادہ نہ تو خدا ہے اور نہ خدا کے علاوہ ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "جاہل! تمہارا یہ دعویٰ خود ایک دوسرے کے متضاد ہے کیونکہ جب تم یہ کہتے ہو۔

"ارادہ خدا نہیں ہے"

تو تم یہ ثابت کرتے ہو کہ وہ خدا کے علاوہ کچھ اور ہے، اور جب تم یہ کہتے ہو۔

"وہ اس کے علاوہ بھی نہیں"

تو تم اسے اللہ قرار دیتے ہو"۔

سلیمان نے کہا: کیا وہ جانتا ہے کہ چیز کو کیسے بنایا جائے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "جی ہاں! وہ جانتا ہے"۔

اس نے کہا: یہی چیز تو کسی چیز کے اثبات ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تونے امر محال کا دعویٰ کیا، کیونکہ کائنات میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص اچھا معمار ہوتا ہے اگرچہ وہ تعمیر نہ بھی کر رہا ہو اور ایک شخص اچھا درزی ہوتا ہے اگرچہ وہ کپڑا نہ بھی سی رہا ہو، تو کیا کسی کے معمار ہونے کی وجہ سے عمارت وجود میں آجائے گی اور کسی کے درزی ہونے کی وجہ سے کپڑا سل جائے گا؟"

پھر آپؑ نے مزید فرمایا: "سلیمان! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ واحد ہے؟"

اس نے کہا: جی ہاں! میں جانتا ہوں کہ اللہ ایک ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تو کیا تمہارے علم کی وجہ سے اللہ واحد بن گیا، یعنی کیا اس کے واحد ہونے کا سبب تمہارا علم ہے؟"

سلیمان نے کہا: اللہ کو اس بات کا علم ہی نہیں کہ وہ واحد ہے اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں ہے۔

امام السلام نے فرمایا: "کیا تجھے اس بات کا علم ہے کہ اللہ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے؟"

سلیمان نے کہا: جی ہاں ! مجھے علم ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "(واہ ! کیا کہنا) پھر تو تمہارا علم اللہ کے علم سے زیادہ ہوا اور تم اللہ سے بڑے عالم ٹھہرے"۔

سلیمان نے زچ ہو کر کہا: مسئلہ محال ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: " ہرگز نہیں ، یہ تمہارے لیئے تو محال ہو سکتا ہے لیکن ہمارے لیئے نہیں کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ واحد ہے ، اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سمیع ، بصیر، حکیم و قادر ہے"۔

سلیمان نے کہا: جی ہاں ! ایسا ہی ہے ۔

پھر آپ نے فرمایا: " ذرا سوچو ! اگر وہ اپنے سمیع ، بصیر، حی و قیوم ہونے کو جانتا نہ تھا تو اس نے اس کی خبر کیسے دی؟

اور یہ تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو شخص فن تعمیر سے آگاہ نہ ہو تو وہ مکان تعمیر کرنے کا دعویٰ کر دے گا ، اگر بالفرض کوئی ایسا دعویٰ بھی کرے تو وہ سرگردان ہو جائے گا اور اللہ اس سے بلند و بالا ہے"۔

سلیمان نے کہا: ارادہ دراصل قدرت ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری یہ بات غلط ہے ، کیونکہ وہ اس چیز پر بھی قدرت رکھتا ہے جس کا وہ ارادہ نہیں کرتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (بنی اسرائیل۔۸۶)

" اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ آپ کو وحی کے ذریعہ دیا گیا ہے ،اٹھا لیں"۔

تو اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ وحی کو لے جانے کی قدرت رکھتا ہے ، لیکن وہ اس کا ارادہ ہرگز نہیں رکھتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ قدرت اور ہے اور ارادہ اور ہے۔

سلیمان لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا۔

اس وقت مامون نے کہا: سلیمان! یہ بنی ہاشم کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

پھر دربار برخواست ہو گیا اور محفل منتشر ہو گئی۔

مصنف کتاب کہتے ہیں:۔

اصل بات یہ تھی کہ مامون الرشید امام علیہ السلام سے حسد کرتا تھا۔ اسی لیئے اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے امام کو لوگوں کی نظر میں گرا دے، چنانچہ اسی خواہش کی وجہ سے وہ دور دراز علاقوں کے متکلمین کو بلا کر امام علیہ السلام سے مباحثہ کراتا تھا۔ مگر اللہ کی نصرت ہمیشہ امام علیہ السلام کے ہمراہ رہی، کیونکہ اللہ تعالٰی کا وعدہ ہے:۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا۔ (مومن ۵۱)

"یقیناً ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کی دنیوی زندگی میں مدد کریں گے"۔

اور اللہ تعالٰی کی یہ مدد ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے پیروکاروں کو ہمیشہ نصیب رہی ہے اور روز قیامت تک حاصل ہوتی رہے گی۔

باب 14

علی جہم سے عصمتِ انبیاءؑ پر آپؑ کا مباحثہ (۱)

۱۔ (حذف اسناد) ابو صلت ہروی کا بیان ہے :۔

مامون الرشید نے دربار میں مختلف مذاہب و ادیان کے علماء کو جمع کیا اور امام علی رضا علیہ السلام نے سب کو لا جواب کر دیا تو اس وقت علی بن محمد بن جہم کھڑا ہوا اور کہا :۔

فرزند رسولؐ ! کیا آپؑ عصمت انبیاءؑ کے قائل ہیں ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

جی ہاں ! میں انبیاءؑ کو معصوم مانتا ہوں ۔

علی بن محمد بن جہم نے کہا :۔

تو آپؑ قرآن مجید کی ان آیت کے متعلق کیا کہیں گے ؟

1۔ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۔ (طٰہٰ ۔۱۲۱)

" اور آدمؑ نے اپنے پروردگار کی نصیحت پر عمل نہ کیا تو راحت کے راستے سے بے راہ ہو گئے "۔

2۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ ۔

(الانبیاء ۔ ۸۷)

" اور مچھلی والا (جناب یونسؑ) جب ناراض ہو کر چل دیئے اور انہوں نے گمان کیا کہ ہم اس (قوم) پر ہر گز قابو نہ پا سکیں گے "۔

---

(۱) اس باب میں ایک حدیث ہے ۔ علمائے شیعہ و علمائے عامہ میں یہ موضوع ہر دور میں قابل بحث رہا ہے ۔ علامہ حلیؒ اپنی کتاب نہج الحق میں لکھتے ہیں۔

مذہب امامیہ کا اعتقاد ہے کہ انبیاء تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں اور نبوت سے پہلے اور بعد کے دونوں ادوار میں وہ عمداً و سہواً ہر طرح کی معصیت سے پاک ہیں اور وہ ہر طرح کی رذیل صفت اور نقص سے پاک ہوتے ہیں۔

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اس موضوع پر مستقل کتاب تنزیہ الانبیاء تالیف فرمائی ۔ مزید تحقیق کے لیے مذکورہ کتاب کا مطالعہ لازمی ضروری ہے۔

3۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا۔ (یوسف۔۲۴)

"اور اس (زلیخا) نے ان سے برائی کا ارادہ کر لیا تھا اور وہ (یوسفؑ) بھی ارادہ کر بیٹھے"۔ (اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے)

4۔ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ۔ (ص۔۲۴)

"داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے انہیں آزمایا ہے"۔

5۔ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ۔ (احزاب۔۳۷)

"اور تم اپنے دل میں اس بات کو چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا"۔

امام علیہ السلام کا جواب

آپؑ نے فرمایا:۔

"علی! تجھ پر صد افسوس! خدا سے ڈرو اور انبیائے کرامؑ کی طرف فحش کلامی مت کرو اور اللہ کی کتاب کی تفسیر اپنی رائے سے بیان نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیات متشابہات کے متعلق فرمایا:۔

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (آل عمران۔۷)

"ان آیات کی تاویل کو اللہ جانتا ہے اور وہ جانتے ہیں جو علم میں پختہ ہیں"۔

اب اپنے سوالات کے ترتیب وار جواب سنو

1۔ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى۔ (طٰہٰ۔۱۲۱)

"اور آدمؑ نے اپنے پروردگار کی نصیحت پر عمل نہ کیا تو راحت کے راستے سے بے راہ ہو گئے"۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو زمین پر اپنی حجت اور خلیفہ بنایا تھا، ان کی تخلیق زمین کے لیے ہوئی تھی، انہیں جنت کے لیے نہیں بنایا گیا تھا اور آدمؑ سے جو لغزش ہوئی وہ جنت میں ہوئی، البتہ زمین پر ان سے مذکورہ لغزش صادر ہوئی

تو ان کی عصمت پر اعتراض ہو سکتا تھا۔ ان کی عصمت زمین کے لیئے ضروری تھی
تاکہ وہ امر خدا کے مقررات کی تکمیل کر سکیں ۔ اور جب آدمؑ زمین پر اترے تو اللہ
نے ان کی عصمت کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَ نُوحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ
عَلَى الْعٰلَمِينَ ۔ (آل عمران۔ ۳۳)

"بے شک اللہ نے آدمؑ نوحؑ ، آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو اس عالمینؑ[1] پر
منتخب کرلیا ہے"۔

2۔ وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ ۔
(انبیاء۔ ۸۷)

اس آیت میں لفظ "ظن" یقین کے معنی میں ہے اور مفہوم آیت یہ ہے
کہ مچھلی والا جب ناراض ہو کر چل دیا اور انہوں نے یقین کر لیا کہ ہم اس پر
رزق تنگ نہیں کریں گے۔

عربی زبان میں لفظ "قَدَرَ" تنگ کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے
جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

وَ اَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۔ (الفجر۔ ۱۶)

"اور جب اللہ انسان کی آزمائش کرتے ہوئے اس پر رزق تنگ کردیتا ہے"۔
اور اگر خدانخواستہ یونسؑ یہ گمان کرتے کہ اللہ کو اس پر قدرت حاصل نہیں
ہوگی ، تو یقیناً وہ کافر ہو جاتے۔

3۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا۔ (یوسف۔ ۲۴)

"اور اس (زلیخا) نے ان سے برائی کا ارادہ کر لیا تھا اور وہ (یوسفؑ) بھی
ارادہ کر بیٹھتے"۔ (اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے)

---

(1)۔ یہاں "عالمین" سے مراد اس دور کے افراد ہیں نہ کہ ہر زمانے کے لوگ

زلیخا و یوسفؑ دونوں کے ارادے مختلف تھے ، زلیخا نے یوسفؑ سے جنسی تسکین کا ارادہ کیا تھا اور یوسفؑ نے فیصلہ کیا تھا کہ اگر اس نے معصیت پر زیادہ مجبور کیا تو وہ اسے قتل کر دیں گے۔

اور اللہ نے یوسفؑ سے قتل کی برائی اور زنا کو دور رکھا ، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ۔ (یوسف۔۲۴)

"اس طرح ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو دور کرنا چاہتے تھے"۔

چنانچہ برائی سے مراد قتل اور فاحشہ سے مراد زنا ہے۔

4۔ علی بن محمد بن جہم ! یہ بتاؤ کہ داستان گو حضرت داؤدؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔

اس نے کہا :

لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک دن داؤد علیہ السلام محراب عبادت میں بیٹھے نماز پڑھ رہے تھے ، اتنے میں ابلیس ایک خوبصورت پرندے کی شکل میں نمودار ہوا ، داؤد علیہ السلام اس کو پکڑنے کے لیے دوڑے ، پرندہ چھت پر چڑھ گیا ، داؤدؑ چھت پر گئے ، اور پھر وہ پرندہ " اوریا " کے گھر میں جا گرا۔

داؤدؑ پرندے کو حاصل کرنے کے لیئے اوریا بن حنان کے گھر میں چلے گئے ، جب آپ اس کے گھر میں داخل ہوئے تو اوریا کی زوجہ غسل کر رہی تھی ، جب داؤدؑ نے اس کے جسم کے خدوخال اور اس کے بھر پور شباب کو دیکھا تو اس پر عاشق ہو گئے۔

اس وقت اوریا کسی جنگ کے سلسلے میں باہر گئے ہوئے تھے۔

داؤد علیہ السلام نے سالار لشکر کو لکھا کہ اوریا کو تابوت سکینہ کے آگے ہراول دستہ میں رکھو۔

سالار نے حکم کی تعمیل کی، مگر داؤدؑ کا مقصد پھر بھی حل نہ ہوا، اوریا نے لشکر مشرکین کو شکست فاش دی، یہ بات داؤدؑ کو گراں گزری کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح اوریا سے جان چھوٹ جائے۔

داؤدؑ نے سالار لشکر کو پھر خط لکھا کہ اوریا کو ہراول دستہ میں رکھو۔

سالار نے حکم کی تعمیل کی اور اوریا کو پھر ہراول دستہ میں رکھا، اوریا جنگ کرتے ہوئے قتل ہو گئے اور داؤدؑ نے اس کی زوجہ سے نکاح کر لیا، جب کہ داؤدؑ کے پاس ننانوے بیویاں پہلے سے موجود تھیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کو ان کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لیئے دو فرشتوں کو بھیجا اور ان میں سے ایک فرشتہ نے ان سے کہا:

آپ میرے اور میرے بھائی کے درمیان فیصلہ کریں، اس کے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں جب کہ میرے پاس صرف ایک بھیڑ ہے، اب یہ شخص مجھ سے وہ ایک بھیڑ بھی لینا چاہتا ہے۔

داؤدؑ نے کہا:

یقیناً یہ ظلم کر رہا ہے کیونکہ تم اس کی ننانوے بھیڑوں کو برداشت کر گئے اور یہ تمہاری ایک بھیڑ بھی برداشت نہیں کر پایا۔

اس کے بعد فرشتے تو چلے گئے، پھر داؤدؑ کو معلوم ہوا کہ یہ تمثیل در اصل ان کے کردار کی عکاسی تھی، چنانچہ انہوں نے توبہ (استغفار) کی، پھر اللہ نے اس کے گناہ کو معاف کر دیا۔

یہ داستان سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے از روئے تاسف اپنی پیشانی پہ ہاتھ مارا اور فرمایا:

"اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ (البقرہ-١٥٦)

داستان گو افراد نے تین قسم کی غلطیاں کی ہیں۔

1۔ اللہ کے ایک نبیؑ کے ذوقِ عبادت کو اتنا کمتر بنا کر پیش کیا گیا کہ وہ نماز چھوڑ کر ایک پرندے کے پیچھے بھاگنے لگے!

2۔ وہ ایک شوہر دار عورت پر فریفتہ ہو گئے!

3۔ اسے حاصل کرنے کے لیئے دانستہ طور پر وہ اقدام کیا جس کی وجہ سے اس کے شوہر کو قتل ہونا پڑا!"

علی بن محمد بن جہم نے کہا:۔

فرزند رسولؐ! یہ درست ہے کہ اوریا کی زوجہ کا قصہ قرآن مجید میں نہیں ہے، لیکن دو فرشتوں کے آنے کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اور اس کے ساتھ داؤدؑ کی توبہ (استغفار) کا ذکر بھی موجود ہے، اگر مذکورہ واقعہ داستان سازوں کی تخلیق ہے تو پھر یہ بتائیں کہ داؤدؑ کی وہ کون سی غلطی تھی جس کے لیئے اسے توبہ (استغفار) کرنا پڑی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"بات صرف اتنی ہے کہ داؤدؑ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اس وقت ان سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے اور وہی اعلم دوران ہیں، چنانچہ اللہ تعالٰی نے ان کی قوت فیصلہ کو آزمانے کے لیئے دو فرشتوں کو انسانی شکل میں ان کے پاس بھیجا، جنہوں نے مذکورہ سوال کیا اور حضرت داؤدؑ نے فی الفور اپنا فیصلہ صادر کردیا، جب وہ فیصلہ صادر کر بیٹھے تو بعد میں انہیں احساس ہوا کہ یہ فیصلہ انہوں نے یک طرفہ طور پر صادر کیا ہے، کیونکہ انہوں نے فریق ثانی کا موقف ہی نہیں سنا تھا اور اس کا موقف سنے بغیر یوں جلد بازی میں انہیں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔

چنانچہ وہ اپنی اس غلطی پر بہت پچھتائے کہ آخر ان سے یہ غلطی کس طرح سے سر زد ہوئی، اللہ تعالٰی نے انہیں معاف کر دیا۔

اصل واقعہ تو صرف اتنا ہی ہے"۔

علی بن محمد بن جہم نے کہا۔

فرزند رسولؐ ! یہ بتائیں کہ اوریا کی زوجہ کے قصے میں کس حد تک صداقت پائی جاتی ہے ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا :-

"واقعہ یہ ہے کہ داؤدؑ کے زمانے میں جو عورت شوہر کی طبعی موت یا قتل ہونے کی وجہ سے بیوہ ہوتی تو وہ عقد ثانی نہیں کرتی تھی ، حضرت داؤد علیہ السلام اس غلط رسم کو توڑنا چاہتے تھے ، اتفاق سے ان کی فوج کا افسر اوریا ایک فوجی مہم میں مارا گیا ، تو ان کی زوجہ کی عدت کے بعد حضرت داؤدؑ نے اس سے نکاح کیا تھا ، اور اس نکاح سے انہوں نے سابقہ رسم بد کو ختم کیا ، مگر عوام الناس کو حضرت داؤدؑ کا یہ فعل پسند نہ آیا اور انھوں نے داستانیں بنا ڈالیں۔

۵۔ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۔ (الاحزاب۔ ۳۷)

" اور تم اپنے دل میں اس بات کو چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے جب کہ تمھیں اللہ سے ڈرنا چاہیے تھا "۔

"بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی دنیا اور آخرت کی ازواج کے نام بتائے اور فرمایا :-

تمہاری ازواج مومنین کے لیے بمنزلہ مائیں ہیں ، ان ناموں میں زینبؓ بنت جحش کا نام بھی موجود تھا اور وہ اس وقت زید بن حارثہ کی زوجیت میں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام اپنے دل میں چھپائے رکھا اور کسی پہ اس کا اظہار نہ ہونے دیا تاکہ منافقین یہ نہ کہیں :-

محمدؐ ایک شادی شدہ عورت کو اپنی زوجہ بناتے ہیں۔

اور یاد رکھیں ! اس کائنات میں صرف تین نکاح ایسے ہیں جنہیں اللہ

نے براہ راست اپنی طرف سے قرار دیا ہے۔

1۔ آدمؑ و حواؑ کا نکاح جیسا کہ اللہ نے فرمایا :۔

یَآ اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ (البقرہ۔۳۵)

" آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو"۔

2۔ آنحضرتؐ و زینبؓ کا نکاح جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے :۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَهَا ۔ (احزاب۔۳۷)

" جب زیدؓ نے اس سے (کوئی) حاجت (متعلق) نہ رکھی (یعنی زینبؓ بنت جحش(۱) کو طلاق دے دی) تو ہم نے اس کا عقد آپؐ سے کر دیا "۔

3۔ علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا علیہما السلام کا نکاح۔

حضرتؑ کی یہ تقریر سن کر علی بن محمد بن جہم رونے لگے اور کہا :۔

فرزند رسولؐ ! میں خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں پھر کبھی انبیاءؑ کی شان میں گستاخی نہیں کروں گا۔

---

(۱)۔ زیدؓ اور زینبؓ کے رشتے میں چند مسائل قابل توجہ ہیں۔

1۔ زیدؓ ایک غلام تھے اور زینبؓ ایک سیدانی تھیں اور عرب ایسے رشتے کو برداشت کرنے والا نہیں تھا۔

2۔ زیدؓ طبقاتی طور پر پست تھے اور زینبؓ بلند اور یہ بات بھی قابل برداشت نہ تھی

3۔ زیدؓ رسول اکرمؐ کے فرزند کہے جاتے تھے اور بیٹے کی زوجہ سے عقد کرنا کسی حال میں قابل قبول نہیں ہے۔

4۔ زیدؓ نے جنسی تعلقات کے بعد طلاق دی تھی اور ایسی عورت عام انسانوں کے لیے ناقابل قبول ہو جاتی ہے۔ یہ جائیکہ کائنات کے بلند ترین انسان پیغمبر خداؐ کے لیے۔

5۔ زید کا طلاق دینا رسول اکرمؐ کے لیے باعث بدنامی تھا کہ شاید خود رشتہ کرایا کہ بالآخر طلاق کی نوبت آگئی۔

6۔ اس طلاق میں یہ بدنامی بھی تھی کہ اپنے عقد کے لیے طلاق دلوادی ہے۔ اگر یہ کوئی مسئلہ شہوت ہوتا تو خدا کسی وقت بے نقاب کر دیتا یا بعد میں یہ اعلان ہو جاتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقد کر لیا۔ جب کہ آیت میں **زَوَّجْنٰکَهَا** "ہم نے اس (زینب) کا عقد آپ سے کر دیا" کے معنی یہ ہیں کہ سارا کام حکم خدا سے ہوا اس میں جنسی خواہشات کا کوئی دخل نہیں ہے۔ رب کریم نے ایک ایک نقطہ سے ہر اعتراض کا جواب دیا ہے اور واضح کر دیا کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے جاہلیت کے کسی فیصلے کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور حکم خدا کے خلاف جو قانون بھی بنایا جاتا ہے وہ جاہلیت کا قانون ہوتا ہے۔

باب 15

مامون الرشید سے عصمتِ انبیاءؑ پر آپؑ کا

دوسرا مباحثہ

۱۔ تمیم بن عبداللہ بن تمیم القرشی رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا اور انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے، انھوں نے علی بن محمد بن جہم سے روایت کی، اس نے کہا:۔

میں مامون الرشید کے پاس گیا اور اس وقت دربار میں علی رضا علیہ السلام بھی موجود تھے، مامون نے ان سے کہا:۔

فرزند رسول! کیا آپؑ انبیاءؑ کو معصوم مانتے ہیں؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جی ہاں! میں انھیں معصوم مانتا ہوں"۔

مامون نے کہا:۔

پھر آپؑ اس آیت کے متعلق کیا فرمائیں گے؟

وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی۔ (طٰہٰ۔۱۲۱)

"اور آدمؑ نے اپنے پروردگار کی نصیحت پر عمل نہ کیا تو راحت کے راستے سے بے راہ ہوگئے"۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ و حواؑ کو جنت میں رہائش دی تھی تو ان سے فرمایا تھا:۔

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (البقرہ۔۳۵)

"تم دونوں جنت کے پھلوں کو جہاں سے تم چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ اور

اس درخت کے قریب مت جانا"۔

اور گندم کی طرف اشارہ کر کے انھیں یہ کہا گیا تھا اور اس کے ساتھ ان دونوں کو تنبیہ کی گئی کہ اگر وہ اس درخت کے قریب گئے تو۔

فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۔(البقرہ۔۳۵)

"تم دونوں ظالم قرار پاؤ گے"۔

اس مقام پر یہ نکتہ خصوصی توجہ کا طالب ہے کہ اللہ نے انھیں یہ نہیں کہا تھا کہ تم مذکورہ درخت کے ہم جنس درخت کے قریب نہ جانا۔

اور واقعہ یہ ہوا کہ آدمؑ و حواؑ اس اشارہ شدہ درخت کے پاس نہیں گئے تھے اور نہ ہی انہوں نے اس پودے کا پھل کھایا تھا۔

البتہ انہوں نے اس کی جنس کے دیگر پودے کا پھل کھایا تھا اور اس میں بھی ان کا ارادہ معصیت و نافرمانی کا ہرگز نہ تھا، کیونکہ ابلیس ان دونوں کے پاس گیا اور ان سے کہا تھا کہ تم دونوں اس کے کھانے سے یا فرشتے بن جاؤ گے یا تمھیں ہمیشہ کی زندگی مل جائے گی۔

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِينَ ۔(الاعراف۔۲۱)

"اور ان دونوں کے سامنے اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں"۔

حضرت آدمؑ و حواؑ سلسلہ انسانیت کے پہلے افراد تھے اور انہوں نے کبھی کسی کو جھوٹی قسم کھاتے ہوئے بھی نہیں دیکھا تھا، لہذا اس کا نتیجہ یہ نکلا۔

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُورٍ ۔(الاعراف۔۲۲)

"وہ دھوکا کھا گئے"

اور قسم پروردگار پر اعتماد کر لیا اور وہ درخت کے پاس چلے گئے۔

بایں ہمہ ان کا یہ عمل گناہ کبیرہ نہ تھا کہ جس کی پاداش میں وہ جہنم کے

مستحق تھے ، البتہ ان کا اقدام ایک گناہ صغیرہ کی حیثیت رکھتا ہے جو قبل وحی انبیاءؑ سے سرزد بھی ہو تو قابل بخشش ہوتا ہے ، اور پھر جب اللہ نے ان کا انتخاب کیا اور انھیں نبی بنایا تو وہ ہر لحاظ سے معصوم قرار پائے ، اور ان سے پھر کسی طرح کا صغیرہ یا کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى

(طٰہٰ ۔ ۱۲۱ ۔ ۱۲۲)

"اور آدمؑ نے اپنے پروردگار کی نصیحت پر عمل نہ کیا تو راحت کے راستے سے بے راہ ہوگئے ، اس کے بعد ان کے پروردگار نے انھیں برگزیدہ کیا ، پھر ان کی توبہ قبول کی اور ان کی ہدایت فرمائی۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ (آل عمران ۔ ۳۳)

"بے شک اللہ نے آدمؑ ، نوحؑ ، آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو عالمین (۱) پر منتخب کرلیا ہے"۔

پھر مامون نے کہا :۔

فرزند رسولؐ ! بھلا آپؑ اس آیت کے متعلق کیا فرمائیں گے۔

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۔ (الاعراف ۔ ۱۹۰)

" پس جب اللہ نے انھیں صحیح فرزند عطا کردیا ، تو انھوں نے اللہ کی عطا کردہ چیز میں شریک بنا لیے"۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"بات یہ ہے کہ آدمؑ وحواؑ سے پانچ سو بچے ہوئے ، جن میں لڑکے اور لڑکیاں

(۱)۔ یہاں "عالمین" سے مراد اس دور کے افراد ہیں نہ کہ ہر زمانے کے لوگ۔

تھیں ، آدمؑ و حواؑ ہر حمل کے وقت اللہ کے حضور منت مانتے تھے۔

لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ۔ (الاعراف ۱۸۹)

" خدایا اگر تو نے ہمیں صالح اولاد عطا کی تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں صالح اولاد عطا کی اور جب ان کے بچوں کے بچے ہوئے تو انہوں نے آدمؑ و حواؑ کی طرح سے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا اور خدا کا شریک ٹھہرانے لگے ، اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کا اختتام ان الفاظ پر کیا۔

فَتَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۔ (الاعراف ۔۱۹۰)

" جو وہ شرک کرتے ہیں ، اللہ اس سے بلند و بالا ہے"۔

لفظ "یُشْرِکُوْنَ" صیغہ جمع ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمؑ و حواؑ نے اللہ کی عطا میں کسی کو شریک نہیں کیا تھا بلکہ شریک ٹھہرانے والی جماعت ان کے علاوہ تھی اور وہ ان کی اولاد در اولاد تھی۔

مامون نے کہا :۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپؑ فرزند رسولؐ ہیں ، اور علاوہ ازیں آپؑ ابراہیم علیہ السلام کے اول آیت مجیدہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؟

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ کَوْکَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ (الانعام ۔۷۶ تا ۸۲)

" جب رات چھائی ، انہوں نے ستارے کو دیکھا اور کہا ، کیا یہ میرا رب ہے"؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"ابراہیم علیہ السلام کے دور میں مظاہر فطرت کے پجاریوں کے تین گروہ تھے ، ایک گروہ زہرہ (ستارہ) دوسرا گروہ قمر (چاند) اور تیسرا گروہ شمس (سورج) کی پوجا کرتا تھا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تہ خانہ سے باہر آئے تو انہوں نے بطور حجت جب ستارہ کو طلوع کرتے ہوئے دیکھا تو انکار و استخبار کے طور پر فرمایا :۔

هٰذَا رَبِّیْ ۔ (انعام۔۷۶)

"کیا یہ میرا رب ہے"؟

جب ستارہ غروب ہوا تو انہوں نے فرمایا :۔

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ۔ (انعام۔۷۶)

"میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا"۔

کیونکہ غروب ہونا حادث ہونے کی دلیل ہے اور قدیم ہونے کی نفی ہے۔

اسی طرح سے جب انہوں نے چاند کو ابھرتے ہوئے دیکھا تو بطور انکار فرمایا :۔

هٰذَا رَبِّیْ ۔ (انعام۔۷۷)

"پھر کیا یہ رب ہوگا؟"۔

جب چاند ڈوب گیا تو فرمایا:۔

لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ۔ (انعام۔۷۷)

"اگر میرے خدا نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو میں یقیناً گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا"۔

صبح ہوئی تو انہوں نے سورج کو طلوع کرتے ہوئے پایا تو انہوں نے بطور انکار فرمایا :۔

هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۔ (انعام۔۷۸)

"پھر کیا یہ خدا ہوگا کہ یہ زیادہ بڑا ہے"؟

اور جب سورج ڈوب گیا تو انہوں نے مظاہر فطرت کے تینوں قسم کے پجاریوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔

یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (انعام۔۷۸،۷۹)

"اے میری قوم! جو تم شرک کرتے ہو، میں اس سے بے زار ہوں،

بلاشبہ میں نے تمام جہان سے منقطع ہو کر اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں "۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مظاہر فطرت کے پجاریوں کے سامنے دلیل و برہان سے ان کے نظریات کی تردید کر کے واضح فرمایا کہ صرف زہرہ (ستارہ) قمر (چاند) اور شمس (سورج) ہی عبادت کے لیئے ناقابل قبول ہیں بلکہ ایسے تمام اجسام و اجرام فلکی جن میں انہی کی طرح سے طلوع و غروب کے اوصاف پائے جاتے ہوں، عبادت کے ہرگز لائق نہیں ہیں۔

عبادت کے لائق صرف وہ ذات حق ہے جس نے ان اجرام کو پیدا کیا اور اسی نے اپنی قدرت کاملہ سے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی یہ دلیل الہام خداوندی اور تعلیم ربانی کے تحت تھی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۔ (انعام۔ ۸۳)

" ابراہیم کو قوم کے مقابلے میں یہ دلیل ہم نے عطا کی تھی "۔

مامون نے کہا:۔

فرزند رسولؐ ! خدا آپؑ کو جزائے خیر عطا فرمائے ، اور آپؑ مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کے متعلق مطمئن فرمائیں:۔

ابراہیمؑ نے بارگاہ احدیت میں التجا کی

رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ۔۔۔ (البقرہ ۔ ۲۶۰)

" پروردگار ! مجھے دکھا تو کس طرح سے مردوں کو زندہ کرتا ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تمہارا اس پر ایمان نہیں ہے ؟ ابراہیمؑ نے کہا ایمان تو ہے! لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کو اطمینان حاصل ہو "۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی فرمائی تھی کہ میں اپنے ایک بندے کو اپنا خلیل بنا رہا ہوں ، اگر اس نے مجھ سے مردے زندہ کرنے کا بھی سوال کیا تو بھی میں اس کے لیئے مردے زندہ کر دوں گا ۔

ابراہیم علیہ السلام نے دل میں سوچا کہ مذکورہ خلیل ہونے کا شرف شاید مجھے ہی حاصل ہو ، لیکن جب تک مردے زندہ نہ ہوں تو انہیں اپنے اس شرف کے حامل ہونے کا اطمینان نہیں ہوسکتا تھا ، اسی لیئے انہوں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ انہیں دکھائے کہ وہ مردے کیسے زندہ کرتا ہے ؟

تاکہ میرا دل اس خلت پر مطمئن ہوجائے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ (البقرہ ۔۲۶۰)

" تم چار پرندے پکڑ لو اور انہیں اپنے سے مانوس کر لو پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک حصہ رکھ دو، اس کے بعد انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے ، اور جان لو کہ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے "۔

ابراہیم علیہ السلام نے گدھ ، بط ، مور اور مرغ کو پکڑ کر اس کے ٹکڑے کیئے اور سب ٹکڑوں کو ملایا ، اس گوشت کے دس حصے کر کے پہاڑوں پہ رکھ دیئے اور چاروں کی چونچیں اپنے پاس رکھیں اور اپنے پاس پانی اور دانہ رکھا ، اس کے بعد چاروں کو پکارا تو ان کا ریزہ ریزہ اپنی جگہ سے اڑ کر ان کی اپنی چونچ سے جا ملے اور وہ سب اپنی اصلی حالت پر آ گئے ، پھر ان پرندوں نے پانی پیا اور دانے چگے

اور کہنے لگے :۔

"اللہ کے نبی! آپؑ نے ہم کو زندہ کیا، خدا آپؑ کو زندہ رکھے"۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:۔

"بے شک اللہ ہی زندگی اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

مامون نے کہا:۔

ابوالحسن! خدا آپؑ کو برکت دے، مجھے موسیٰ علیہ السلام اور اس آیت کے متعلق مطمئن فرمائیں:۔

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۔

(القصص۔ آیت ۱۵)

"موسیٰؑ نے اسے ایک گھونسا مار کر اس کی زندگی کا فیصلہ کر دیا اور کہا کہ یہ یقیناً شیطان کے عمل سے تھا"۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

اس واقعہ کو ابتدا سے دیکھتے ہیں۔

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۔(القصص۔ آیت ۱۵)

"اور موسیٰؑ شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب لوگ غفلت میں تھے (اور وہ مغرب و عشاء کے درمیان کا وقت تھا) انہوں نے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا، ایک ان کے شیعوں میں سے تھا اور ایک دشمنوں میں سے، تو جو ان کے شیعوں میں سے تھا اس نے دشمن کے ظلم کی فریاد کی، موسیٰ علیہ السلام نے (اپنے شیعہ کے حق میں فیصلہ کیا اور حکم خدا سے) دشمن کو گھونسا رسید کیا جس سے وہ مر گیا اور

انہوں نے کہا یہ یقیناً شیطان کے عمل سے تھا "۔

(مقصد یہ ہے کہ جو لڑائی دو افراد میں جاری تھی ، وہ عمل شیطان تھی نہ کہ موسیٰ کا عمل۔)

اور اس کے ساتھ انہوں نے فرمایا :۔

اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ (القصص۔۱۵)

یقیناً شیطان دشمن اور کھلا گمراہ کرنے والا ہے ۔

مامون نے کہا :۔

فرزند رسولؐ! اگر یہی مفہوم ہے تو پھر موسیٰ کے اس قول کا مفہوم کیا ہوگا ؟

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ۔ (القصص۔۱۶)

" موسیٰ نے کہا ، پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے ، لہٰذا مجھے معاف کر دے "۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

ظلم کا مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز کو غیر موزوں مقام پر رکھا جائے تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی کہا تھا کہ میں نے اس وقت اس علاقے میں آ کر اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسایا۔

اور " غفر " کے معنی چھپانے کے ہیں ، اسی لیئے انہوں نے عرض کی " فَاغْفِرْلِیْ " یعنی خدایا ! مجھے اپنے ان دشمنوں سے چھپالے تاکہ وہ مجھے گرفتار کر کے قتل نہ کردیں۔

فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (القصص۔۱۶)

" اللہ نے انہیں چھپادیا ، یقیناً وہ چھپانے والا اور مہربان ہے "۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ

"موسیٰ نے کہا! پروردگار تو نے مجھ پر نعمت کی ہے، لہٰذا میں کبھی مجرموں کا ساتھی نہیں بنوں گا"۔(القصص۔۱۷)

اس کی بجائے تیری راہ میں جہاد کروں گا۔

فَاَصۡبَحَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسۡتَنۡصَرَہٗ بِالۡاَمۡسِ یَسۡتَصۡرِخُہٗ ؕ قَالَ لَہٗ مُوۡسٰۤی اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیۡنٌ ۔ (القصص۔۱۸)

"پھر صبح کے وقت موسیٰ شہر میں داخل ہوئے توخوف زدہ اور حالات کی نگرانی کرتے ہوئے کہ اچانک دیکھا کہ جس نے کل مدد کے لیئے پکارا تھا وہ پھر فریاد کر رہا ہے موسیٰ نے کہا یقیناً تو کھلا ہوا گمراہ ہے"۔

فَلَمَّاۤ اَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّبۡطِشَ بِالَّذِیۡ ہُوَ عَدُوٌّ لَّہُمَا ۙ قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اَتُرِیۡدُ اَنۡ تَقۡتُلَنِیۡ کَمَا قَتَلۡتَ نَفۡسًۢا بِالۡاَمۡسِ ٭ۖ اِنۡ تُرِیۡدُ اِلَّاۤ اَنۡ تَکُوۡنَ جَبَّارًا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا تُرِیۡدُ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡمُصۡلِحِیۡنَ ۔(القصص۔۱۹)

"پھر جب موسیٰ نے چاہا کہ اس پر حملہ آور ہوں جو دونوں کا دشمن ہے تو اس نے کہا موسیٰ! تم مجھے اس طرح قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح تم نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے، تم صرف روئے زمین پر سرکش حاکم بن کر رہنا چاہتے ہو اور یہ نہیں چاہتے کہ تمہارا شمار اصلاح کرنے والوں میں ہو"۔

مامون نے کہا:۔

اللہ آپ کو انبیاءؑ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، لیکن اس سلسلے کی اس آیت کے متعلق میری تشفی فرمائیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے اس قتل کے متعلق خود کہا تھا۔

فَعَلۡتُہَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیۡنَ ۔ (الشعراء۔۲۰)

"میں نے وہ قتل اس وقت کیا تھا جب میں بھٹکا ہوا تھا"۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

اس جواب سے پہلے فرعون نے انہیں کہا تھا۔

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ (الشعراء۔۱۹)

" اور تم نے وہ کام کیا ہے جو تم کر گئے ہو اور تم شکریہ ادا کرنے والوں میں سے نہیں ہو "۔

تو اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے مذکورہ جملہ کہا تھا ، یعنی میں اس وقت تمہارے ایک شہر میں بھٹکتا پھر رہا تھا۔

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَّجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ (الشعراء۔۲۱)

" پھر میں نے تم لوگوں کے خوف سے گریز اختیار کیا تو میرے رب نے مجھے نبوت عطا کی اور مجھے اپنے نمائندوں میں سے قرار دیا"۔

اسی طرح سے اللہ نے اپنے حبیبؐ کو اپنے احسانات یاد دلاتے ہوئے فرمایا:۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوٰى ۔ (الضحیٰ۔۶)

"اللہ نے تمہیں یکتا پایا تو آپؐ کو لوگوں کا ملجا و ماوی بنا دیا"۔

وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۔(الضحیٰ۔۷)

" اور آپؐ کو آپؐ کی قوم کی نظر میں گمنام پایا تو لوگوں کو آپؐ کی رہنمائی فرمائی "۔

وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۔ (الضحیٰ۔۸)

" اور آپؐ کو تنگ دست پایا تو آپؐ کو غنی کر دیا"۔

مقصد یہ ہے کہ آپؐ کی دعا کو شرف قبولیت عطا کر کے آپؐ کو مستغنی کر دیا"۔

مامون نے کہا:۔

فرزند رسولؐ! خدا آپؐ کو مزید برکت عطا فرمائے ، مجھے قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق بھی مطمئن فرمائیں۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰی لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ ۔ (الاعراف ۔ ۱۴۳)

" تو جب موسیٰؑ ہمارا وعدہ پورا کرنے کے لیئے آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا تو انہوں نے کہا ، پروردگار مجھے اپنا جلوہ دکھا دے ، ارشاد ہوا ، تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے "۔

اب سوال یہ ہے کہ جب کلیم خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آیا یہ علم نہ تھا کہ خدا دیکھنے کی چیز نہیں ہے ، اور اگر بالفرض انہیں اس کا علم تھا تو انہوں نے یہ سوال ہی کیوں کیا ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"واقعہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ ذات احدیت قابل مشاہدہ نہیں ہے لیکن ایسا سب کچھ اس لیئے ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور انہیں اپنا مقرب بنایا تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا :۔

"اللہ نے مجھ سے کلام کیا ہے"۔

بنی اسرائیل نے کہا :۔

"جب تک ہم اللہ کے کلام کو خود نہ سنیں ، ہم آپ کی بات پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے"۔

تو اس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے سات لاکھ اسرائیلیوں میں سے ستر ہزار افراد کا انتخاب کیا اور ستر ہزار میں سے سات سو افراد کو چنا اور سات سو میں سے ستر افراد کو اس کام کے لیئے منتخب کیا اور انہیں طور سینا پر اپنے ساتھ لے گئے اور انہیں دامن کوہ پہ ٹھہرایا اور خود طور کی چوٹی پر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ ان لوگوں کو اپنا کلام سنائے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی جسے ان تمام افراد نے اوپر ،

نیچے، دائیں اور بائیں سے سنا، جب وہ اللہ کا کلام سن چکے تو انہوں نے کہا :۔

"ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم اپنے پروردگار کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں"۔

حضرت موسیٰؑ نے انہیں بہت سمجھایا کہ ذات خداوندی قابل رویت نہیں ہے مگر وہ جاہل لوگ اپنی ضد پر اڑے رہے، حضرت موسیٰؑ کو ان کا مطالبہ پیش کرتے ہوئے شرم آتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

"موسیٰ! میں نے بنی اسرائیل کی گفتگو سن لی، ان کا مطالبہ تم مجھ تک پہنچاؤ، میں تمہارا مواخذہ نہیں کروں گا"۔

اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے جلوہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو اللہ نے فرمایا :۔

لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الاعراف ـ ۱۴۳)

"تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، تم پہاڑ کی جانب نگاہ کرو، اگر پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہے تو تم عنقریب مجھے دیکھ لو گے، اور جب اللہ تعالیٰ نے (اپنی آیات میں سے ایک آیت کا) پہاڑ پر جلوہ دکھایا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰؑ بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش میں آئے تو کہا خدایا! تو پاک ہے، میں تیرے حضور (اپنے اس عقیدہ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ تو لائق رویت نہیں ہے، اور اپنی قوم کی جہالت کے لیئے) توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں تیرے غیر مرئی ہونے پر ایمان لانے والا ہوں"۔

مامون نے کہا :۔

ابوالحسن! خدا آپؑ کا بھلا کرے، آپؑ قصہ یوسفؑ سے تعلق رکھنے والی

اس آیت کے متعلق میری رہنمائی فرمائیں۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔

(یوسف ۔۲۴)

"اور یقیناً اس (عورت) نے ان سے برائی کا ارادہ کیا اور وہ بھی ارادہ کر بیٹھتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے"۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"زلیخا نے یقیناً برائی کا مصمم ارادہ کرلیا تھا اور اگر یوسفؑ برہان خداوندی کا مشاہدہ نہ کرتے تو وہ بھی برائی کا ارادہ کر بیٹھتے لیکن وہ معصوم تھے اور معصوم نہ تو گناہ کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ ہی گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں"۔

میرے والد ماجد نے اپنے والد ماجد امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا:۔

"زلیخا برائی کا ارادہ کرچکی تھی اور یوسفؑ ارادہ کر چکے تھے کہ وہ برائی نہیں کریں گے"۔

مامون نے کہا:۔

ابوالحسن ! خدا آپ کا بھلا کرے ، یونس علیہ السلام کے متعلق اس ارشاد خداوندی کی بھی وضاحت فرمائیں۔

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ۔

(انبیاء ۔۸۷)

" اور مچھلی والے کو یاد کرو جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا ہم اس پر قدرت نہیں رکھیں گے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اس آیت میں یونس بن متی کا واقعہ بیان ہوا ہے اور لفظ " ظَنَّ " یقین

کے معنی میں ہے ، یعنی جب وہ غصہ میں چلے تو انھوں نے یقین کر لیا کہ ۔

اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ ۔ (الانبیاء ۔ ۸۷)

" ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے "۔

لفظ " قَدَرَ يَقْدِرُ " عربی زبان میں " تنگ کرنے " کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۔ (الفجر ۔ ۱۶)

" اور بہر حال جب اللہ انسان کی آزمائش کرتا ہے ، تو اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے "۔

اس آیت میں لفظ " قَدَرَ " تنگ کرنے کے معنی میں مستعمل ہے ، اسی طرح سے یونس علیہ السلام کے لیے بھی " اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ " روزی تنگ کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔

بہر نوع ۔

فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ ۔ (الانبیاء ۔ ۸۷)

" انھوں نے تاریکیوں یعنی تاریکی شب ، تاریکی بحر اور تاریکی شکم ماہی میں ندا دی "۔

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔

(الانبیاء ۔ ۸۷)

" پروردگارا ! تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو پاک و بے نیاز ہے ، میں ہی اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں "۔

مقصد یہ ہے کہ شکم ماہی میں مجھے جو خلوت نصیب ہوئی ہے ، اس خلوت میں ، میں حق عبادت ادا کرنے سے قاصر رہا ہوں ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور شکم ماہی سے انھیں نجات دی ۔

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۔ (الصافات۔ ۱۴۳، ۱۴۴)

" پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو روز قیامت تک اسی کے شکم میں رہ جاتے "۔

مامون نے کہا:۔

ابوالحسن! خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، انبیائے کرامؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان کی مایوسی کا ذکر کیا ہے، لہذا اس آیت مجیدہ کا مفہوم بھی واضح کریں۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۔ (یوسف۔۱۱۰)

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

آیت کا ترجمہ بڑا واضح ہے۔

" یہاں تک کہ جب ان کے انکار سے مرسلین مایوس ہوگئے اور ان کی قوم نے یہ گمان کر لیا کہ پیغمبروں کی جانب سے ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے تو ہماری مدد مرسلین کے پاس آگئی "۔

مامون نے کہا:۔

ابوالحسن! خدا آپ کو سلامت رکھے، مجھے اس آیت مجیدہ کے مفہوم سے بھی آگاہ کریں۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔۔۔الخ (الفتح۔ ۱،۲)

" بے شک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی ہے تا کہ خدا آپ کے اگلے پچھلے گناہ ختم کر دے "۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"بات یہ ہے کہ اہل مکہ کی نظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے بڑا گناہ گار کوئی نہیں تھا، کیونکہ وہ تین سو ساٹھ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور آپؐ خدائے واحد کی عبادت کرتے اور لوگوں کو بھی اس کی عبادت کا حکم دیتے اور بتوں کی تنقیص کیا کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کا یہ فعل ان کی نظر میں بہت بڑا گناہ تھا اور وہ کہتے تھے۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۔ (صٓ۔ ۵، ۶، ۷)

"کیا اس نے سارے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا بنا دیا ہے؟ یہ تو انتہائی تعجب خیز بات ہے، ان میں سے ایک گروہ یہ کہہ کر چل دیا چلو اپنے خداؤں پر قائم رہو کہ اس میں ان کی کوئی غرض پائی جاتی ہے، ہم نے اگلے دور کی امتوں میں یہ باتیں نہیں سنی تھیں اور یہ کوئی خود ساختہ بات معلوم ہوتی ہے"۔

اور جب خدا کی مہربانی سے مکہ فتح ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۔ (الفتح۔ ۱)

"ہم نے آپؐ کو کھلم کھلا فتح عطا کی"۔

لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ (الفتح۔ ۲)

"تاکہ خدا آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے"۔

یعنی جسے کفار مکہ گناہ سمجھتے تھے اب وہ مغلوب ہو گئے ہیں، ان میں سے کچھ مسلمان ہو گئے اور کچھ مکہ چھوڑ کر دور دراز علاقوں میں نکل گئے اور باقی کفار کو یہ جرأت نہیں ہے کہ آپؐ کے خلاف زبان طعن دراز کر سکیں اور کھلم کھلا توحید کا انکار کر سکیں، لہٰذا اب اگر آپؐ انہیں دعوت توحید دیں گے تو ان کی نظر میں آپؐ کا فعل گناہ محسوب نہیں ہو گا۔

مامون نے کہا :۔

خدا آپ کا بھلا کرے ، اس کے ساتھ مجھے اس آیت کا مفہوم بھی سمجھائیں۔

عَفَا اللّٰهُ عَنكَ لِمَ اَذِ نتَ لَهُم ۔ (التوبہ ۔۴۳)

" پیغمبرؐ ! خدا نے آپؐ سے در گذر کیا کہ آپؐ نے کیوں انہیں پیچھے رہنے کی اجازت دے دی "۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

اس آیت میں دراصل حضور اکرمؐ کو سنا کر دوسروں کو تنبیہ کی گئی ہے جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت کا بھی یہی انداز ہے۔

لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخَا سِرِيۡنَ ۔

(الزمر ۔۶۵)

" اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے تمام اعمال برباد کر دیے جائیں گے اور تمہارا شمار گھاٹے والوں میں ہو جائے گا "۔

مامون نے کہا :۔

فرزند رسولؐ ! بے شک آپؐ بجا فرماتے ہیں ، آپ مجھے قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق بھی بتائیں۔

اِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِىۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِ اَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخۡفِىۡ فِىۡ نَفۡسِكَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِيۡهِ وَتَخۡشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰهُ ۔ (الاحزاب ۔۳۷)

" اور اس وقت کو یاد کریں جب آپؐ اس شخص سے جس پر خدا نے بھی نعمت نازل کی اور آپؐ نے بھی احسان کیا ، یہ کہہ رہے تھے کہ اپنی زوجہ کو اپنے ہاں ٹھہرائے رکھو اور اللہ سے ڈرو اور تم اپنے دل میں اس بات کو چھپائے ہوئے تھے جسے خدا ظاہر کرنے والا تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنوں کا خوف تھا حالانکہ خدا زیادہ

حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :-

اس آیت کا تعلق زیدؓ اور زینبؓ کے واقعہ سے ہے۔

ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی کام کے لیئے زیدؓ بن حارثہ بن شراحیل کلبیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور اتفاق یہ ہوا کہ زیدؓ گھر پر موجود نہ تھے اور اس کی زوجہ زینبؓ غسل کر رہی تھی ، آنحضرتؐ کی اس پر نظر پڑی تو آپؐ نے اللہ کی تنزیہ و تقدیس کے قصد سے فرمایا :-

سُبحَانَ الَّذِیْ خَلَقَكِ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۔ (استشہاد الصغریٰ ۔ ۱۷۱)

" وہ ذات پاک ہے جس نے تجھے پیدا کیا کہ اس کی کوئی اولاد ہو"۔

اور آنحضرتؐ نے یہ تنزیہ باری کفار و مشرکین کے اس نظریہ کے خلاف کی تھی جس کا تذکرہ قرآن مجید کی اس آیت میں کیا گیا ہے۔

اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا ۔ (بنی اسرائیل ۔ ۴۰)

" کیا تمہارے پروردگار نے تم لوگوں کے لیئے لڑکوں کو پسند کیا ہے اور اپنے لیئے ملائکہ میں سے لڑکیاں بنائی ہیں ، یہ تم بہت بڑی بات کہہ رہے ہو"۔

یعنی مقصد یہ تھا کہ خدا کو لڑکیوں کی ضرورت ہی کیا ہے ؟ ضرورت انہیں ہے جنہیں غسل کی احتیاج ہو۔

آنحضرتؐ یہ کہہ کر واپس چلے گئے ،جب زید اپنے گھر آئے تو ان کی زوجہ نے آنحضرتؐ کی تشریف آوری کے متعلق انہیں بتایا اور آنحضرتؐ کے الفاظ بھی انہیں سنائے۔

زیدؓ آنحضرتؐ کے الفاظ کا مطلب نہ سمجھ پائے ، انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ آنحضرتؐ اس کی زوجہ کے حسن و جمال پہ فریفتہ ہوئے ہیں۔

الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (الاحزاب۔۳۷)

"اس کے بعد جب زیدؓ نے اس سے (کوئی) حاجت (متعلق) نہ رکھی (یعنی اس کو طلاق دے دی) تو ہم نے اس کا عقد آپؐ سے کر دیا تا کہ مومنین کے لیے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے عقد کرنے میں کوئی حرج نہ رہے، جب وہ ان سے (اپنی) حاجت (متعلق) نہ رکھیں اور اللہ کا حکم بہر حال نافذ ہو کر رہتا ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ منافقین اس نکاح پر طعنے دیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ (الاحزاب۔۳۸)

"نبی کے لیے خدا کے فرائض میں کوئی حرج نہیں ہے"۔

مامون نے کہا:۔

فرزند رسولؐ! اللہ تعالیٰ آپؑ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپؑ نے میرے دل کو شفا بخشی ہے، اور آپؑ نے متشابہ امور کی مکمل وضاحت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ آپؑ کو اپنے انبیاءؑ اور اسلام کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

علی بن محمد بن جہم (راوی) کہتے ہیں:۔

مامون، محمد بن جعفر کا ہاتھ تھامے ہوئے نماز کے لیے روانہ ہوئے، میں ان دونوں کے پیچھے چل رہا تھا۔

مامون نے محمد بن جعفر سے کہا:۔

آپ نے اپنے بھتیجے کو کیسا پایا؟

انہوں نے کہا:۔

وہ عالم ہیں اور ہم نے انہیں آج تک کسی عالم سے علم حاصل کرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔

اسی لیئے زیدؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کی۔

یا رسول اللہؐ! زینب بد اخلاق ہے اور میں اس کی بد خلقی سے تنگ آ چکا ہوں، میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔

نبی کریمؐ نے زیدؓ سے فرمایا:۔

"اپنی زوجہ کو اپنے ہاں رہنے دو اور اللہ سے ڈرو"۔

اور ادھر شان قدرت ملاحظہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو ان کی دنیا و آخرت کی ازواج کے نام بتائے ہوئے تھے جن میں زینبؓ بنت جحش کا نام بھی تھا، مگر آنحضرتؐ لوگوں کو یہ بتانا پسند نہیں کرتے تھے اور آپؐ نے زیدؓ کو بھی بتانا پسند نہ کیا مبادا لوگ یہ طعنہ نہ دیں کہ محمدؐ اپنے آزاد کردہ غلام کی زوجہ پہ فریفتہ ہو چکے ہیں، چنانچہ انہی حالات کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۔ (الاحزاب۔ ۳۷)

"اور اس وقت کو یاد کریں جب آپؐ اس شخص سے جس پر خدا نے (اسلام کی) نعمت نازل کی اور آپؐ نے بھی (آزادی دے کر) جس پر احسان کیا: یہ کہہ رہے تھے کہ اپنی زوجہ کو اپنے ہاں ٹھہرائے رکھو اور اللہ سے ڈرو اور آپؐ اپنے دل میں اس بات کو چھپائے ہوئے تھے جسے خدا ظاہر کرنے والا تھا اور آپؐ کو لوگوں کے طعنوں کا خوف تھا حالانکہ خدا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے"۔

بہر نوع زیدؓ بن حارثہ نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، ایام عدت گزرنے کے بعد حکم خدا سے آنحضرتؐ نے اس سے نکاح کر لیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سرگزشت کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى

مامون نے کہا:۔

بھلا ایسا کیوں نہ ہو ، آپ کے بھتیجے کا تعلق اس خاندان سے ہے جن کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

"میری عترت کے نیک افراد اور میری نسل کے پاکیزہ افراد بچپن میں تمام لوگوں سے زیادہ حلیم اور جوانی میں سب سے بڑے عالم ہوں گے ، انہیں پڑھانے کی کوشش نہ کرو وہ تم سے زیادہ عالم ہیں ، وہ تمہیں ہدایت کے دروازے سے نکال کر گمراہی کے دروازے میں داخل نہیں کریں گے"۔

امام رضا علیہ السلام اپنے بیت الشرف روانہ ہوگئے۔

دوسرے دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور مامون کے تاثرات سے انہیں آگاہ کیا تو آپ مسکرا دیئے اور فرمایا:۔

" ابن جہم ! مامون کی ان باتوں سے کبھی دھوکا نہ کھانا وہ مجھے عنقریب خفیہ طور پر قتل کرائے گا اور اللہ اس سے میرا انتقام لے گا "۔

مصنف کتاب کہتے ہیں:۔

یہ حدیث علی بن محمد بن جہم جیسے ناصبی اور دشمن آل محمد کی زبانی مروی ہے اور اس ناصبی سے یہ روایت انتہائی تعجب خیز ہے۔

باب16

حضرتؑ کی روایت، اصحابِ رس کون تھے؟

۱۔ (محذوف اسناد) ابوالصلت عبدالسلام بن صالح ہروی نے امام علی رضاؑ سے، انھوں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے، انھوں نے امام جعفر صادقؑ سے، انھوں نے امام محمد باقرؑ سے، انھوں نے علی زین العابدینؑ سے، انھوں نے امام حسینؑ سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا :۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام کی ضربت سے تین دن پہلے بنی تمیم کا ایک سردار ان کے پاس آیا، جس کا نام عمرو تھا۔

اس نے کہا :۔

امیرالمؤمنین ! آپ ہمیں اصحاب رس کے متعلق بتائیں کہ وہ کس دور میں تھے اور ان کی رہائش کہاں تھی ؛ ان کا بادشاہ کون تھا اور کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب کوئی رسول بھیجا تھا یا نہیں اور وہ کیسے ہلاک کیے گئے ؟؟؟

قرآن مجید میں ہمیں " **اَصْحٰبَ الرَّسِّ** " کے الفاظ تو نظر آتے ہیں۔

1۔ وَّعَادًا وَّ ثَمُوْدَا وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًا بَیْنَ ذٰلِكَ کَثِیْرًا ۔ (الفرقان۔۳۸)

" اور عاد و ثمود اور اصحاب رس اور ان کے درمیان بہت سی نسلوں اور قوموں کو بھی تباہ کر دیا ہے "۔

2۔ کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ۔

(ق۔۱۲)

" ان سے پہلے قوم نوح ، اصحاب رس اور ثمود نے بھی تکذیب کی تھی "

لیکن ان کی توضیح کہیں دکھائی نہیں دیتی۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:۔

تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو اس سے قبل مجھ سے کسی نے نہیں پوچھی اور میرے بعد تمہیں یہ بات کوئی نہیں بتائے گا اور اگر کسی نے بتایا تو وہ مجھ سے سن کر بتائے گا، قرآن مجید کی ہر آیت کو میں جانتا ہوں اور ہر آیت کی تفسیر جانتا ہوں اور ہر آیت کے متعلق یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ میں اتری اور رات کو اتری یا دن کو نازل ہوئی، یہاں بہت زیادہ علم موجود ہے، یہ لفظ کہتے ہوئے حضرت نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا لیکن علم کے طلب گار کم ہیں اور عنقریب مجھے کھو کر وہ پچھتائیں گے۔

اے بنی تمیم سے تعلق رکھنے والے سنو! ان کا قصہ یہ ہے۔

یہ لوگ وہ قوم تھے جو صنوبر کے درخت کی عبادت(پوجا)کرتے تھے اور اس درخت کو"شاہ درخت" کہا جاتا تھا، یافث بن نوح نے طوفان کے بعد ایک چشمہ کے کنارے اسے کاشت کیا تھا، چشمہ کا نام "دوشاب" تھا، یہ چشمہ بھی طوفان کے بعد جاری ہوا تھا اور انہیں اصحاب رس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے زمین میں فساد برپا کر رکھا تھا۔

اور یہ لفظ " رَسَّ بَيۡنَهُمۡ " سے مشتق ہے جس کے معنی فساد برپا کرنے کے ہیں۔

یہ لوگ سلیمان بن داؤد کے بعد خوب پھلے پھولے، ایک دریا کے کنارے پر ان کی بارہ بستیاں تھیں اور انہی لوگوں کی وجہ سے دریا کو دریائے رس کہا جاتا تھا، اور اس وقت اس دریا سے زیادہ زرخیزی پھیلانے والا اور ذائقہ میں اس سے بہتر کوئی دریا روئے زمین پر نہ تھا اور ان کی بستیوں سے زیادہ آباد وشاداب بستیاں کہیں اور موجود نہ تھیں۔

ان کی بستیوں کے نام یہ تھے۔

پہلی بستی کا نام آبان، دوسری بستی کا نام آذر، تیسری کا نام دَی، چوتھی کا نام بہمن، پانچویں کا نام اسفندار، چھٹی کا نام فروردین، ساتویں کا نام اردی بہشت، آٹھویں کا نام خرداد، نویں کا نام مرداد، دسویں کا نام تیر، گیارھویں کا نام مہر اور بارھویں کا نام شہریور تھا۔

ان کا سب سے بڑا شہر اسفندار تھا، اور ان کا بادشاہ اسی شہر میں رہتا تھا، اس کا نام ترکوذ بن غابور بن یارش بن سازن بن نمرود تھا۔

یہ وہی نمرود ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا، ان کا متبرک چشمہ اور صنوبر کا درخت بھی اسی شہر میں تھا۔

ان لوگوں نے اس درخت صنوبر کے بیج سے اپنی بستیوں میں صنوبر کے درخت کاشت کیئے تھے، چنانچہ ہر بستی میں اس متبرک صنوبر کی نسل کا ایک ایک درخت موجود تھا۔

ہر بستی والوں نے اپنے درخت کی خوب حفاظت کی، چنانچہ وہ بہت بڑے درخت بن گئے اور ان لوگوں نے دریا اور چشمہ کا پانی اپنے اور اپنے جانوروں کے لیئے حرام قرار دیا تھا اور کہتے تھے

"یہ پانی ہمارے خداؤں کی زندگی ہے، اس لیئے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ہمارے خداؤں کی زندگی میں کچھ مداخلت کرتے ہوئے اس میں کمی کرے"

اور اگر کوئی اس پانی کو خود پیتا یا جانوروں کو پلانے کی جسارت کرتا تو وہ اسے قتل کر دیتے تھے۔

وہ لوگ ہر ماہ ایک ایک بستی میں عید مناتے تھے اور اس عید کی خوشیاں منانے کے لیئے باقی بستیوں والے بھی اس بستی میں آجاتے تھے اور صنوبر کے درخت کے نیچے جمع ہوکر خوب ڈھول بجاتے اور خوشیاں مناتے تھے اور وہ درخت

پر ایک کپڑا لٹکایا کرتے تھے جس پر مختلف جانداروں کی تصویریں ہوتی تھیں۔

پھر درخت دیوتا کو خوش کرنے کے لیئے اس کے نیچے گائے اور بکریاں لا کر ذبح کرتے تھے اور درخت کے نیچے آگ جلاتے تھے اور جب جانوروں کی چربی کی خوشبو دھوئیں کے ساتھ بلند ہوتی اور دھوئیں کی وجہ سے آسمان دکھائی نہ دیتا تو وہ درخت کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے اور خوب رو رو کر اس سے درخواست کرتے کہ وہ ان سے راضی ہو جائے۔

چنانچہ شیطان آکر درخت کی ٹہنیاں ہلاتا اور بچے کی سی آواز نکال کر کہتا:۔

"میرے بندو! میں تم سے راضی ہوں تم خوشیاں مناؤ اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھو"۔

جیسے ہی یہ آواز بلند ہوتی تو وہ اپنے سر سجدہ سے اٹھاتے تھے اور خوب شراب نوشی کرتے اور ڈھول و تاشے پیٹتے تھے اور ایک دن اور رات اسی طرح سے بسر کرتے تھے۔

اہل عجم نے اپنے مہینوں کے نام اصحاب رس کی بستیوں کے نام پر رکھے ہیں کیونکہ لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ فلاں ماہ کی عید ہے اور یہ فلاں ماہ کی عید ہے، یعنی یہ آبان ماہ کی عید ہے، یہ آذر ماہ کی عید ہے، الغرض ہر ماہ کسی نہ کسی بستی میں یہ جشن بپا رہتا تھا اور جب بڑے شہر کی عید ہوتی تو وہ بڑے جوش و خروش سے اس میں حصہ لیتے تھے اور ان کے صغیر و کبیر اس جشن میں شریک ہوتے تھے۔

عید کے موقع پر صنوبر اور چشمہ کو دیباج کے پردوں سے مزین کر دیا جاتا تھا۔

اس شہر کے بارہ دروازے تھے اور ہر بستی والوں کے لیئے علیحدہ علیحدہ دروازہ مخصوص ہوتا تھا، چنانچہ تمام بستیوں والے وہاں بڑی مقدار میں قربانیاں

لے کر آتے اور اپنے مخصوص دروازوں سے داخل ہو کر اپنے معبود درخت کے سامنے جاتے اور اسے سجدہ کرتے اور قربانی کے جانور ذبح کرتے تھے ،اس وقت ابلیس وہاں پہنچ کر درخت صنوبر کو زور زور سے ہلا کر درخت کے تنے سے بلند آواز میں گفتگو کرتا اور انہیں زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ ،لعنت ملامت) کرتا اور انہیں امیدیں دلاتا ، الغرض باقی شیاطین کے وعدہ وعید (ٹال مٹول) سے وہ کہیں زیادہ انہیں امیدیں دلاتا تھا۔

اس کی آواز سن کر وہ سجدے سے سر اٹھاتے اور بڑے خوش ہوتے اور خوشی کے اظہار کے لیئے خوب ڈھول پیٹتے اور تاشے بجاتے اور یوں یہ جشن پورے بارہ دن جاری رہتا تھا ، بارہ دن جشن منانے کے بعد وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔

ایک طویل عرصہ تک یہ کفر جاری رہا اور غیر اللہ کی عبادت ہوتی رہی ، آخر کار اللہ تعالیٰ نے یہودا بن یعقوب کی نسل میں سے ایک نبی کو ان کے پاس بھیجا جو ایک عرصہ تک ان میں قیام پذیر رہا اور انہیں عبادت خدا اور معرفت ربوبیت کی دعوت دیتا رہا ، مگر وہ لوگ اپنے کفر سے باز نہ آئے اور کسی نے ان کی پیروی نہ کی۔

جب نبی نے ان کی گمراہی کی شدت کو دیکھا تو اور انہیں یقین ہو گیا کہ یہ لوگ راہ راست پر نہیں آئیں گے ، پھر وہ ان کی بڑی عید پر گئے اور بارگاہ احدیت میں عرض کی :۔

"پروردگار! تیرے بندوں نے مجھے جھٹلایا ہے اور تیرا انکار کیا ہے اور تجھے چھوڑ کر ایک ایسے درخت کی عبادت کر رہے ہیں جو نہ تو فائدہ دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتا ہے۔

خدایا ! ان کے اس درخت کو خشک کر کے انہیں اپنی قدرت و طاقت کا

کرشمہ دکھا"۔

نبی کی بددعا فوراً قبول ہوئی، وہ درخت خشک ہو گیا اور درخت کی یہ حالت دیکھ کر ان کے چہرے اتر گئے اور بڑے پریشان ہوئے اور ان کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ کہتا تھا:

آسمان و زمین کے رب کا نمائندہ ہونے کے دعویدار نے تمہارے خداؤں پر جادو کر دیا ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے خداؤں کو چھوڑ کر اس کے خدا کو مانو۔

دوسرا گروہ کہتا تھا:

نہیں! یہ بات نہیں ہے، اس شخص نے تمہارے خداؤں کی برائی کی ہے اور ان پر زبان طعن درازکی ہے، اسی لیئے تمہارے خدا ناراض ہو گئے اور انہوں نے تم سے اپنے حسن و سرسبزی کو چھپا لیا ہے تاکہ تم اس پر اپنے غضب کا اظہار کرتے ہوئے اپنے خداؤں کی مدد کرو۔

پھر ان لوگوں نے سکے کے پائپ بنائے اور ان پائپوں کی مدد سے چشمہ کا تمام پانی نکال لیا اور چشمہ کی تہ میں ایک گہرا کنواں کھودا اور اپنے نبی کو اس کنویں میں ڈال کر اس نبی کے منہ پر بھاری پتھر رکھ دیا اور پھر کہنے لگے۔

"اب ہمیں امید ہے کہ ہمارے خدا ہم پر راضی ہو جائیں گے کیونکہ ہم نے ان کے مخالف کو قید کر دیا ہے"۔

نبی سارے دن کنویں میں قید رہے اور اس کے رونے کی آواز سارا دن ان کے کانوں میں آتی رہی، نبی رو رو کر یہ کہتے تھے:

"اے میرے پروردگار، اے میرے آقا! تو میرے تنگ مکان اور سخت مصیبت کو دیکھ رہا ہے، میری بے بسی اور کمزوری پر رحم فرما اور جلدی سے میری روح قبض فرما اور میری دعا کی قبولیت میں تاخیر نہ فرما"۔

نبی یہ دعا مانگتے رہے حتیٰ کہ اللہ کی رحمت میں پہنچ گئے۔

اس وقت رب العالمین نے جبریل سے فرمایا:۔

" جبریل ! میرے ان بندوں کو دیکھو، جنہیں میرے حلم (تحمل) کی وجہ سے دھوکا ہوا، میری تدبیر سے مطمئن ہوئے، میرے غیر کی عبادت کی اور میرے رسول کو شہید کر دیا، کیا یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ میرے غضب کی تاب لا سکتے ہیں اور کیا یہ میرے دائرۂ سلطنت سے کہیں باہر جا سکتے ہیں ؟

انہیں معلوم ہونا چاہئیے جو میری نافرمانی کرے، میرے عذاب سے نہ ڈرے، میں اس سے انتقام لیتا ہوں اور میں اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمام جہانوں کے لیئے انہیں باعث عبرت بنا دوں گا "۔

ابھی وہ لوگ جشن عید میں مصروف تھے کہ سرخ و تند آندھی اٹھی اور اسے دیکھ کر وہ حیران و پریشان رہ گئے اور ان کے قدموں کے نیچے زمین سے گندھک کے پتھر کی طرح سے شعلے نکلنے لگے، سیاہ بادل چھا گئے جس سے انگاروں کی بارش ہوئی اور آگ میں ان کے بدن یوں پگھل گئے جیسا کہ سکہ آگ میں پگھل جاتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے غضب و نزول عذاب سے پناہ چاہتے ہیں۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

باب 17

حضرتؑ کی زبانی "وَ فَدَیۡنَاہُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ" کی تفسیر (۱)

۱۔ (محذوف اسند) فضل بن شاذان کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا، انہوں نے فرمایا:۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں دنبہ بھیجا اور ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اسماعیل علیہ السلام کی جگہ اس دنبہ کو ذبح کریں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک قلق سا محسوس ہوا اور انہوں نے خواہش کی کہ کاش اس دنبہ کی جگہ وہ اپنے جگر گوشہ کو ذبح کرتے تو اس کے ذریعہ سے انہیں بہت بڑا درجہ نصیب ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی:۔

ابراہیمؑ! میری تمام مخلوق میں سے تمہیں کس سے زیادہ محبت ہے؟

ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: "پروردگارا! تیری تمام مخلوق میں سے مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبت ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کی: یہ بتاؤ تمہیں اپنے آپ سے زیادہ محبت ہے یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبت ہے؟

ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: "آنحضرتؐ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ تمہیں ان کے بیٹے سے زیادہ محبت ہے یا

---

(۱)۔ صافات ۔ ۱۰۷

اپنے بیٹے سے زیادہ محبت ہے؟

ابراھیم علیہ السلام نے عرض کی: "مجھے ان کے بیٹے سے زیادہ محبت ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ ان کا بیٹا دشمنوں کے ہاتھوں ظلم سے شہید ہو جائے تو تمہارے دل کو زیادہ تکلیف ہو گی یا تمہارا بیٹا میری اطاعت میں تمہارے اپنے ہاتھ سے ذبح ہو، اس سے تمہارے دل کو زیادہ تکلیف ہو گی؟

ابراھیم علیہ السلام نے عرض کی: "پروردگار! ان کے بیٹے کا دشمنوں کے ہاتھوں ظلم سے شہید ہو جانا میرے دل کے لیئے زیادہ تکلیف دہ ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ابراھیمؑ! ایک گروہ جو اپنے آپ کو امت محمدؐ سمجھتا ہو گا وہ ان کے فرزند حسینؑ کو ان کے بعد ظلم و ستم سے دنبے کی طرح سے ذبح کرے گا، اس کی وجہ سے وہ میرے غضب کے حقدار بن جائیں گے"۔

یہ سن کر ابراھیمؑ چلانے لگے اور ان کے دل میں درد کی ایک لہر اٹھی اور رونے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی فرمائی: "ابراھیمؑ! اسمٰعیلؑ کی بجائے میں نے تمہیں حسینؑ کا غم دیا ہے، اور اگر تم اپنے فرزند کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرتے تو بھی تمہیں اتنا قلق نہ ہوتا جتنا کہ حسینؑ کی شہادت کا تمہیں قلق ہوا، اسی لیئے میں نے اہل مصائب کے بلند ترین درجات کا تمہیں مستحق ٹھہرایا"۔

اور وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ (۱)

"ہم نے اس کا فدیہ ذبح عظیم سے دیا" کا بھی یہی مطلب ہے۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ۔

---

۱ سورۂ صافات کی آیت نمبر ۱۰۷ سے امام حسین علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لفظ "ذبح" کی صفت عظیم بیان فرمائی ہے اور کسی بھی ذبح ہونے والے کو اللہ تعالیٰ کی نظر میں کبھی بھی لفظ "عظیم" کا مستحق نہیں ہو سکتا

احادیث میں وارد ہے کہ اسماعیل کے عوض اللہ تعالیٰ نے جو ذبح عظیم مقرر کیا ہے، وہ امام حسین ہیں۔

البتہ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حسین علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ کیسے ہو سکتے ہیں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

باب 18

حضرتؑ کی زبانی آنحضرتؐ کی حدیث

" اَنَا ابنُ الذَّبِیحَینِ " کی تشریح (۱)

۱۔ (محذف اسناد) علی بن حسین بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا:۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی حدیث **اَنَا ابنُ الذَّبِیحَینِ** "میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں" کا مطلب دریافت کیا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

" اس سے اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام اور عبداللہ بن عبدالمطلب مراد ہیں۔

اسماعیل وہ غلام حلیم ہیں جن کی بشارت اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دی تھی، ان کے واقعے کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعيَ ۔ (الصافات۔۱۰۲)

" جب وہ والد کے ساتھ محنت مشقت کے قابل ہوئے " (یعنی باپ کی

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے۔

اَنَا ابنُ الذَّبِیحَینِ

" میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں"۔

اس سے حضرت اسماعیل اور حضرت عبداللہ مراد ہیں۔

(صفحہ نمبر ۳۶۸ کا بقیہ حاشیہ)۔ جب کہ امام حسینؑ حضرت اسماعیل سے افضل تھے اور افضل کبھی مفضول کا فدیہ نہیں بن سکتا؟

اس سوال کا ہم یہ جواب دیں گے کہ پیغمبر اکرمؐ اور ان کے اہل بیت علیہم السلام سب کا تعلق اولاد اسماعیل سے ہے اور اگر حضرت اسماعیل منیٰ میں ذبح ہو جاتے تو یہ ذوات قدسیہ عالم رنگ و بو میں قدم نہ رکھ سکتیں، اسی لیے حسینؑ ان سب کا فدیہ ہیں اور ان میں سے امام حسینؑ کے جد نامدار جناب رسول خداؐ اور امام حسینؑ کے والدین یقیناً امام حسینؑ سے افضل ہیں۔

طرح طاعت خداوندی بجا لانے کے قابل ہوئے ۔)

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۔(الصافات۔۱۰۲)

" تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا ، پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تمھیں ذبح کر رہا ہوں ، اب بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے ؟ انہوں نے کہا اباجان ! آپ کو جو کچھ حکم کیا جا رہا ہے ، آپ وہ کر گزریں "۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ الفاظ نہیں کہے :۔

یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا رَاَیْتَ ۔

" اباجان ! جو کچھ آپ نے دیکھا ہے وہ کریں"۔

کیونکہ اسماعیل یہ سمجھ چکے تھے کہ یہ بات صرف دیکھنے تک محدود نہیں ہے بلکہ ان کے والد بزرگوار کو اس کا امر (حکم) کیا جا رہا ہے۔

سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۔(الصافات۔۱۰۲)

" خدا نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے"۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں قربان کرنے کے لیئے لٹایا تو اللہ نے ان کے عوض موٹا تازہ خوبصورت دنبہ بھیج دیا جو کہ جنت کے باغات میں چالیس برس تک چرتا رہا تھا اور وہ کسی مادہ کے شکم سے نہیں نکلا تھا وہ دنبہ **کُنْ فَیَکُوْنُ** کے حکم الٰہی سے پیدا ہوا تھا ، چنانچہ وہ دنبہ اسماعیل کے عوض ذبح ہوا اور منیٰ میں قیامت تک جتنے جانور بھی ذبح ہوں گے وہ سب اسماعیل کا فدیہ ہوں گے ،چنانچہ اسماعیلؑ پہلے ذبیح ہیں۔

دوسرے ذبیح رسول خداؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہؑ تھے۔

حضرت عبدالمطلبؑ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ انہیں دس بیٹے عطا فرمائے ، اور انہوں نے خدا کے حضور نذر مانی کہ اگر اللہ

تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی تو وہ ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں دس بیٹے عطا کیے تو انہوں نے کہا:۔

"اللہ نے میری منت پوری کی ہے ، لہٰذا میں بھی اللہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کروں گا"۔

چنانچہ منت ادا کرنے کے لیئے عبدالمطلبؓ اپنے دس بیٹے لے کر صحن کعبہ میں آئے اور قرعہ اندازی کی اور قرعہ حضرت عبداللہؓ کے نام پر نکلا ، عبداللہؓ ان کے سب سے پیارے بیٹے تھے۔

عبدالمطلبؓ نے دوبارہ قرعہ ڈالا تو دوبارہ بھی عبداللہ کے نام کا قرعہ نکلا ، اور تیسری دفعہ انہوں نے پھر قرعہ ڈالا تو بھی عبداللہؓ کا قرعہ نکلا۔

انہوں نے عبداللہؓ کو پکڑا اور اس کے ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔

قریش اکٹھے ہوگئے اور ان سے کہنے لگے:۔

"آپ سردار قریش ہیں ، آپ کا عمل آنے والی نسلوں کے لیئے سنت بن جائے گا اور لوگ اپنے بیٹوں کو ذبح کریں گے ، لہٰذا آپ ایسا نہ کریں"۔

عبدالمطلبؓ کی بیویاں بھی جمع ہوگئیں اور رونے پیٹنے لگیں۔

ان کی بیٹی عاتکہ نے کہا:۔

"ابا جان ! میں اللہ سے اپنے بھائی کو بچانے کے لیے آپ کو ایک ترکیب بتاتی ہوں"۔

عبدالمطلبؓ نے کہا:۔

"آپ ضرور بتائیں ، کیونکہ آپ میری با برکت بیٹی ہیں"۔

عاتکہ نے کہا:۔

"اباجان ! آپ عبداللہؓ اور دس اونٹوں کا قرعہ ڈالیں اور مسلسل قرعہ ڈالتے جائیں جس وقت اونٹوں کا قرعہ نکلے تو آپ وہ اونٹ خدا کی راہ میں ذبح کر دیں"۔

چنانچہ عبدالمطلبؓ نے عبداللہؓ اور دس اونٹوں کا قرعہ ڈالا تو قرعہ عبداللہ کے نام پر نکلا، انہوں نے مزید دس اونٹوں کا اضافہ کیا قرعہ پھر بھی عبداللہ کے نام پر نکلا، آخر کار دسویں بار سو اونٹوں کا قرعہ نکلا۔

جب اونٹوں کا قرعہ نکلا تو قریش نے زور سے تکبیر کہی جس سے تہامہ کے پہاڑ لرز اٹھے۔

عبدالمطلبؓ نے کہا:۔

"میں پھر بھی تین بار قرعہ ڈالوں گا"۔

چنانچہ انہوں نے تین بار قرعہ ڈالا، ہر بار قرعہ سو اونٹوں کا نکلتا رہا جب تیسری بار اونٹوں کا قرعہ نکلا تو عبداللہؓ کے بھائیوں زبیر اور ابوطالبؓ نے اسے عبدالمطلبؓ کے پاؤں سے کھینچ لیا اور اسے اٹھا کر چل پڑے، زمین پر لیٹنے کی وجہ سے ان کے ایک رخسار کی جلد پھٹ گئی تھی۔

عبداللہ کے بھائی اسے اپنے کاندھوں پر اٹھائے اور بوسے دیتے ہوئے گھر لے آئے۔

حضرت عبدالمطلبؓ نے سو اونٹ ذبح کیے اور ہر عام وخاص کو گوشت لینے کی اجازت دی گئی۔

عبدالمطلبؓ نے پانچ سنتیں رائج کی تھیں جنہیں اللہ نے اسلام میں بھی باقی رکھا۔

1۔ انہوں نے باپ کی بیوی کو بیٹے کے لیے حرام قرار دیا۔

2۔ انہوں نے قتل کی دیت سو اونٹ قرار دی۔

3۔ وہ بیت اللہ کے سات چکر لگا کر ایک طواف شمار کرتے تھے۔

4۔ انہیں ایک خزانہ ملا تو انہوں نے اس میں سے خمس نکالا۔

5۔ انہوں نے چاہ زمزم کو دوبارہ کھود کر اس کا نام "سقایۃ الحاج" رکھا۔

اگر عبدالمطلب حجت خدا نہ ہوتے تو سنت ابراہیمؑ پر عمل کرتے ہوئے اپنے فرزند عبداللہ کو ذبح کرنے کا ارادہ نہ کرتے۔ اور حضرت رسول خداؐ ان کے فعل پر فخر کرتے ہوئے کبھی یہ نہ کہتے۔

اَنَا ابنُ الذَّبِیحَین۔

"میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں"۔

اللہ تعالیٰ نے جس وجہ سے اسماعیلؑ کو ذبح ہونے سے بچایا تھا، اسی وجہ سے حضرت عبداللہ کو ذبح ہونے سے محفوظ رکھا اور دونوں بزرگواروں کے محفوظ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ رسول خداؐ اور ائمہ طاہرینؑ ان کے صلب میں موجود تھے، رسول خداؐ اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی برکت سے دونوں بزرگ ذبح ہونے سے محفوظ رہے، اور لوگوں میں بھی اپنی اولاد کو ذبح کرنے کی رسم جاری نہ ہوئی، اگر اسماعیلؑ و عبداللہ ذبح ہو جاتے تو لوگوں پر اپنی اولاد کی قربانی فرض ہو جاتی، اور قیامت تک خدا کو تقرب حاصل کرنے کے لیئے جتنی بھی قربانیاں ہوتی رہیں گی وہ سب اسماعیلؑ کا فدیہ متصور ہوں گی۔

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں۔

ذبح کے متعلق روایات میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، بعض روایات میں ہے کہ ذبح ہونے والے اسحاقؑ تھے اور اکثر روایات میں ہے کہ ذبح ہونے والے اسماعیلؑ تھے اور جن روایات میں اسماعیلؑ کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ روایات ازروئے سند بھی زیادہ قوی ہیں، اسی لیئے ان کا انکار ممکن نہیں ہے۔

جب قربانی کا واقعہ ہوا تو اس وقت حضرت اسحاقؑ پیدا نہیں ہوئے تھے، اور جب پیدا ہوئے اور منصب نبوت حاصل کرنے کے بعد انہیں قربانی کی وجہ سے اسماعیلؑ کے مراتب کا علم ہوا تو ان کے دل میں بھی یہ حسرت پیدا ہوئی کہ کاش وہ بھی اپنے بھائی کی طرح سے راہ خدا میں ذبح ہونے کے لیئے اپنا سر جھکا دیتے اور

ان کی طرح سے صبر کر کے ان کے برابر ثواب حاصل کرتے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جب ان کی نیت کے اخلاص کا مشاہدہ کیا تو اپنے ملائکہ میں ان کا نام ذبیح رکھ دیا اور میں نے کتاب النبوۃ میں اس حدیث کو اسناد کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

باب 19

علاماتِ امام پر حضرتؑ کا فرمان

۱۔ (بحذف اسناد) علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"امام کی یہ علامتیں ہیں۔

1۔ امام تمام لوگوں سے بڑا عالم ہوتا ہے۔

2۔ امام تمام لوگوں سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا ہوتا ہے۔

3۔ امام تمام لوگوں سے زیادہ پرہیز گار ہوتا ہے۔

4۔ امام تمام لوگوں سے زیادہ حلیم ہوتا ہے۔

5۔ امام تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہوتا ہے۔

6۔ امام تمام لوگوں سے زیادہ سخی ہوتا ہے۔

7۔ امام تمام لوگوں سے زیادہ عابد ہوتا ہے۔

8۔ امام ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے۔

9۔ امام طاہر و مطہر ہوتا ہے۔

10۔ امام اپنے پس پشت ایسے دیکھتا ہے جیسا کہ اپنے سامنے دیکھتا ہے۔

11۔ امام کا سایہ نہیں ہوتا۔

12۔ امام جب شکم مادر سے زمین پر قدم رکھتا ہے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے بل زمین پر سجدہ کرتا ہے اور بلند آواز سے کلمۂ شہادتین ادا کرتا ہے۔

13۔ امام کو احتلام نہیں ہوتا۔

14۔ امام کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن امام کا دل نہیں سوتا۔

15۔ امام محدث بہ الہام خدا ہوتا ہے۔

16۔ امام کے جسم پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ پوری آتی ہے۔

17۔ امام کا بول وبراز کسی کو دکھائی نہیں دیتا کیونکہ زمین اس کے نگلنے پر مؤکل ہے۔

18۔ امام کے بدن سے اٹھنے والی خوشبو مشک کی خوشبو سے کہیں زیادہ اچھی ہوتی ہے۔

19۔ امام لوگوں کی جانوں سے ان پر زیادہ حق تصرف رکھتا ہے۔

20۔ امام لوگوں کے لیے والدین سے زیادہ شفیق ہوتا ہے۔

21۔ امام اللہ کے لیے تمام انسانوں سے زیادہ تواضع کرنے والا ہوتا ہے۔

22۔ امام حکم خدا کا سب سے زیادہ پابند ہوتا ہے۔

23۔ امام منہیات سے سب سے زیادہ پرہیز کرنے والا ہوتا ہے۔

24۔ امام کی دعا مقبول ہوتی ہے، اگر وہ چٹان کے لیے بھی دعا کرے تو وہ بھی دو حصے میں تقسیم ہو جائے گی۔

25۔ امام کے پاس رسول خداؐ کے ہتھیار اور ان کی تلوار ذوالفقار ہوتی ہے۔

26۔ امام کے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہے جس میں قیامت تک آنے والے تمام شیعوں کے نام موجود ہوتے ہیں۔

27۔ امام کے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہے جس میں قیامت تک آنے والے دشمنوں کے نام لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔

28۔ امام کے پاس ایک "جامعہ" ہوتا ہے، جامعہ ایک صحیفہ ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ کی ہے، اس میں وہ تمام چیزیں ہوتی ہیں جن کی اولاد آدم کو ضرورت ہو سکتی ہے۔

29۔ امام کے پاس جفر اکبر اور جفر اصغر ہوتا ہے۔

30۔ امام کے پاس ایک بکری اور ایک بھیڑ کی کھال ہوتی ہے، جس میں

تمام علوم ہوتے ہیں ، یہاں تک کہ خراش کرنے کی دیت اور ایک اور نصف کوڑے تک کا بھی تذکرہ موجود ہوتا ہے۔

31۔ امام کے پاس حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کا مصحف ہوتا ہے۔

۲۔ ایک اور حدیث میں مذکور ہے۔

1۔ امام مؤید بروح القدس ہوتا ہے۔

2۔ امام کے اور خدا کے درمیان نور کا ایک ستون ہوتا ہے ، جس کے ذریعے سے وہ بندوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے ، امام کو جب کچھ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس ستون میں سے دیکھتا ہے ، جب ستون پھیل جائے تو وہ جان لیتا ہے اور اگر ستون سمیٹ لیا جائے تو اسے علم نہیں ہوتا۔

امام کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوتی ہے اور امام خود بھی پیدا ہوتا ہے ، امام تندرست بھی ہو سکتا ہے اور امام بیمار بھی ہو سکتا ہے۔

امام کھاتا اور پیتا بھی ہے ، امام بول و براز بھی کرتا ہے ، امام نکاح بھی کرتا ہے ، امام کو نیند بھی آتی ہے اور امام پر سہو و نسیان بھی ہو سکتا ہے (۱)

امام خوش بھی ہوتا ہے اور غمگین بھی ہوتا ہے اور امام ہنستا بھی ہے اور روتا بھی ہے ، امام زندگی بسر بھی کرتا ہے اور امام پر موت بھی وارد ہوتی ہے ، امام

1۔ بعض قدیم قلمی نسخوں میں یہ جملہ یوں مرقوم ہے " **والامام لا ینسی ولا یسھو** " یعنی امام پر سہو و نسیان طاری نہیں ہوتا لیکن متن کے الفاظ مصنف کے نظریے کے مطابق ہیں کیونکہ مصنف علامہ کا نظریہ یہ تھا کہ امام پر سہو و نسیان طاری ہو سکتا ہے ، اہل سنت نے تو آنحضرتؐ کے متعلق بھی روایت لکھی ہے کہ آپؐ نے چار رکعتی نماز کو دو رکعت پڑھا دی تھی جس پر ذوالیدین نامی ایک صحابی نے آپؐ سے پوچھا کہ نماز قصر ہو گئی یا آپؐ بھول گئے ؟
حضورؐ نے فرمایا :۔

ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا ، بعد میں دوسرے صحابہ نے ذوالیدین کی گواہی دی۔ مذکورہ روایت کسی طرح سے بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی ابو ہریرہ ہے اور اگر بالفرض نبی و امام کے لیے سہو و نسیان کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو سارے دین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔

شیخ مفید نے اپنے استاد علامہ کی تردید میں ایک رسالہ تالیف کیا تھا جس میں انہوں نے دلائل سے ثابت کیا تھا کہ نبی و امام سہو و نسیان سے مبرا ہوتے ہیں۔

مدفون بھی ہوتا ہے اوراس کی زیارت بھی کی جاتی ہے اور امام عرصہ محشر میں اٹھایا بھی جائے گا اوران سے سوال بھی کیا جائے گا ، محشر میں امام کو ثواب بھی عطا کیا جائے گا اور ان کا احترام بھی کیا جائے گا اور امام شفاعت بھی کریں گے۔

امام کی پہچان دو چیزوں سے ہوتی ہے ، علم اور دعا کی قبولیت سے اور امام کسی واقعے کی قبل از وقت خبر اس لیئے دیتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس واقعے کی خبر اپنے رسولؐ کو دی ہوئی ہوتی ہے اور رسول خداؐ نے ائمہؑ کو اس کی خبر دی ہوئی ہوتی ہے ، اسی لیئے امامؑ اپنے آبائے طاہرینؑ سے وہ علم لے کر قبل از وقت کسی واقعے کی خبر دیتے ہیں، اور آنحضرتؐ کو وہ خبر علام الغیوب خدا کی طرف سے جبریل امین کے ذریعے سے موصول ہوتی ہے۔

رسول خداؐ کے بعد گیارہ ائمہؑ میں سے حضرت علی اور امام حسین علیھما السلام تلوار سے شہید ہوئے اور باقی نو امامؑ زہر سے شہید کیئے گئے اور ہر امامؑ کو ان کے زمانے کے طاغوت نے شہید کرایا۔

ائمہ ہدیٰ حقیقی معنوں میں شہید ہوئے ہیں اور اس سلسلے میں غلاۃ (۱) اور مفوضہ (۲) لعنھم اللہ کا قول غلط ہے ، یہ بد بخت کہتے ہیں کہ "ائمہ ہدیٰ درحقیقت قتل نہیں ہوئے ، لوگوں کو ان کی شہادت کے متعلق اشتباہ ہوا ہے"۔

یہ لوگ جھوٹے ہیں ان پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

عیسیٰ بن مریمؑ کے علاوہ کسی بھی نبی یا امام کی شہادت کا معاملہ کبھی بھی اشتباہ میں نہیں آیا۔

---

(۱) غلاۃ ، جمع ہے غالی کی اور غالی وہ ہیں جنھوں نے ائمہ کی شان میں وہ باتیں کہیں جو انھوں نے خود اپنے متعلق نہیں کہیں ، یہ لوگ کبھی تو اللہ کی تشبیہ مخلوق سے دیتے ہیں اور کبھی مخلوق کی تشبیہ اللہ سے دیتے ہیں ، غلاۃ کے نظریات مذاہب حلولیہ اور مذاہب تناسخیہ کے نظریات سے ماخوذ ہیں۔

(۲) مفوضہ وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے محمدؐ کو پیدا کرکے خلق عالم اور تدبیر جہان کے جملہ امور ان کے سپرد کر دیئے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ جملہ امور علی ابن ابی طالبؑ کے حوالے کر دیئے۔

ماخوذ از کتاب الفرق بین الفرق طبع مصر صفحہ ۱۸ ، ۱۵۳

حضرت عیسٰی علیہ السلام کو زندہ زمین سے اٹھایا گیا اور زمین و آسمان کے درمیان ان کی روح قبض کر لی گئی ، پھر انہیں آسمان پر لے جایا گیا اور ان کی روح ان کے جسم میں پلٹا دی گئی جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا :۔

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ۔۔۔

(آل عمران ۔ ۵۵)

"جب اللہ تعالٰی نے کہا ، اے عیسٰیؑ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں"۔

اللہ تعالٰی نے حضرت عیسٰی کا قیامت کے دن کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا :۔

وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۔ (المائدہ ۔ ۱۱۷)

"اور جب تک میں ان میں رہا میں ان کا گواہ تھا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو خود ہی ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز کا گواہ ہے"

ائمہ ہدٰی علیھم السلام کے متعلق تجاوز کرنے والے یہ بحث کہتے ہیں :۔

جب عیسٰیؑ کا معاملہ مشتبہ رہ سکتا ہے تو پھر ائمہ ہدٰی کا معاملہ کیوں مشتبہ نہیں رہ سکتا ؟

ان لوگوں کو یہ جواب دیا جائے گا :۔

یہ ضروری تو نہیں کہ ہمارے ائمہ اور عیسٰیؑ بن مریمؑ میں ہر لحاظ سے مشابہت پائی جائے ، حضرت عیسٰیؑ بغیر والد کے پیدا ہوئے جب کہ ہمارے ائمہ کے والد موجود تھے۔

حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش اور موت دونوں کو ہی اللہ نے عجیب و غریب بنایا تاکہ دنیا جان لے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

باب 20

وصف امام اور امام کے رتبہ و فضیلت پر آپؑ کا خطبہ

۱۔ (محذوف اسناد) عبدالعزیز بن مسلم سے مروی ہے کہ جب ہم جناب امام علی رضا علیہ السلام کے ہمراہ مقام مرو میں تھے، پس بروز جمعہ ہم جامع مسجد میں گئے اور وہاں امرِ امامت پر بحث شروع ہوئی اور لوگوں نے مختلف آراء کا اظہار کیا، کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔

جب میں اپنے امام برحق اور سردار مطلق کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے حضور لوگوں کا نظریہ امامت بیان کیا تو امام علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا:۔

اے عبدالعزیز! یہ لوگ بالکل ناواقف ہیں، ان کی آراء نے ان کو دھوکا دیا ہے، خداوند بزرگ و برتر نے جب تک دین اسلام کو کامل نہ کر لیا اپنے نبی کو اس وقت تک دنیا سے نہیں بلایا۔

ان پر قرآن نازل فرمایا جس میں ہر چیز حلال و حرام، حدود و احکام اور تمام انسانی ضروریات کا مفصل بیان مذکور ہے۔

پس اللہ نے ارشاد فرمایا:۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتَابِ مِنْ شَیْءٍ۔ (الانعام۔ ۳۸)

"ہم نے اس کتاب میں کوئی بات باقی نہیں رکھی"۔

اور حجۃ الوداع میں جو حضور کریم کی عمر شریف کا آخری حصہ تھا، یہ آیت نازل فرمائی۔

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (المائدہ۔ ۳)

"آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر

دیا ہے ، اور میں نے تمہارے لیئے یہی دین اسلام پسند فرمایا ہے"۔

اور امر امامت کا تعلق اتمام دین سے ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقبیٰ کو اس وقت تک اختیار نہ کیا جب تک انہوں نے معالم دین بیان نہ فرمائے اور آنحضرتؐ ان کا راستہ واضح کرکے انہیں راہ حق پر ڈال کر گئے ، اور ان کے لیئے علیؑ کو علم اور امام مقرر کرکے گئے ، آپؐ نے ہر اس چیز جس کی امت کو حاجت تھی بیان فرمائی ، لہٰذا جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو مکمل نہیں کیا وہ دراصل کتاب خدا کو رد کرتا ہے اور جو کتاب خدا کو رد کرے وہ کافر ہے۔

عبدالعزیز ! جانتے ہو کہ قدر امامت کیا ہے اور آیا امت کے لیئے امامت میں تصرف کرنا جائز بھی ہے یا نہیں؟

امامت کی قدر و منزلت اس کی شان اور اس کا مکان اور اس کے اطراف وجوانب اور اس کی گہرائی اس بات سے کہیں جلیل ، عظیم ، اعلیٰ ، محفوظ اور بعید ہے کہ لوگ اپنی عقلوں سے اس تک پہنچیں یا اپنی آراء سے اس کو حاصل کریں یا امام کو اپنے اختیار سے قائم کریں۔

امامت ایک ایسا جوہر ہے جو اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو نبوت و خلت کے بعد عطا کیا ، پس امامت ، نبوت و خلت کے بعد کا تیسرا درجہ ہے ، پس امامت وہ فضیلت ہے کہ اس سے ان کو شرف عنایت فرمایا اور اسی سے ان کے ذکر کو محکم فرمایا ، پس ارشاد ہوا۔

إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۔ (البقرہ ۔ ۱۲۴)

"باتحقیق میں تمہیں لوگوں کا امام بناؤں گا"۔

یہ سن کر حضرت خلیلؑ اس مرتبہ عظمیٰ سے خوش ہوئے اور عرض کی :۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۔ (البقرہ ۔ ۱۲۴)

"کیا یہ مرتبہ میری ذریت کو بھی حاصل ہو گا"۔

ارشادِ رب العزت ہوا:۔

لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۔ (البقرہ ۱۲۴)

"ہاں پہنچے گا مگر جو ظالم ہیں ان کو نہیں پہنچے گا"۔

پس اس آیت نے ہر ظالم کی امامت کو قیامت تک کے لیئے باطل کر دیا اور اس کو صرف معصومینؑ میں باقی رکھا۔

پھر خداوندعالم نے جناب ابراہیمؑ کی تعظیم و تکریم کے لیئے ان کی ذریت میں معصومین و مطہرینؑ کو خلق فرمایا اور ارشاد فرمایا:۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَةً وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ۔ (الانبیاء ۷۲،۷۳)

"ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ و یعقوبؑ عنایت فرمائے اور ان کو صالح بنایا اور ہم نے ان کو امام بنایا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کریں اور ہم نے ان کو وحی کی کہ کل اچھے کاموں کو بجالائیں اور مخلوقات میں نماز کو قائم کرائیں اور زکوٰۃ دلوائیں اور وہ سب صرف ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے"۔

پس یہ عہدۂ امامت جناب ابراہیمؑ کی ذریت میں بطور میراث جاری رہا اور ایک کے بعد دوسرا اس کا وارث ہوتا رہا، یہاں تک کہ خداوند تعالٰی نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وارث بنایا اور ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (آل عمران ۶۸)

"بالتحقیق وراثت ابراہیمؑ کے سب سے زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی ہے اور یہ نبیؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ مومنین کا ولی

ہے"۔

پس یہ عہدۂ امامت خاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیئے تھا، جو انھوں نے بطریق سنت خداوندی اپنے بھائی علی بن ابی طالب علیہ السلام کو سونپا، پس علی بن ابی طالب کی ذریت میں اصفیاء و اتقیاء پیدا ہوئے جنہیں خداوند عالم نے علم وہبی اور ایمان لدنی عنایت فرمایا جس کا بیان اس آیت مجیدہ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ ۔ (الروم۔ ٥٦)

"جن لوگوں کو علم اور ایمان خداوند عالم کی طرف سے عطا ہوا ہے، وہ کہیں گے کہ تم لوگ کتب خدا کے مطابق قیامت کے دن تک ٹھہرے رہے۔ تو یہ قیامت کا دن ہے"۔

پس وہ امامت اب اولاد علی بن ابی طالب علیہ السلام میں قیامت تک محصور اور مخصوص ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، پس یہ جاہل لوگ کہاں سے امامت کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ امامت مقام انبیاء اور میراث اوصیاء ہے اور امامت خلافت الٰہی اور خلافت رسول ہے اور مقام امیر المومنین اور میراث حسنؑ اور حسینؑ ہے۔

امامت سلک دین ہے، امامت نظام مسلمین ہے، امامت صلاح دنیا ہے، امامت مومنین کی عزت ہے اور امامت اسلام عالی کی اصل ہے اور اس کی بلند وبالا شاخ ہے اور امام کی وجہ سے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد اور غنیمت و صدقات کامل ہوتے ہیں اور امام حدود الٰہی اور احکام خداوندی کو جاری کرتے ہیں اور سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

امام حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام کرتے ہیں اور حدود الٰہیہ کو قائم کرتے ہیں اور دین خدا کی حفاظت کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستے

کی حکمت ، موعظۂ حسنہ اور حجتِ بالغہ سے دعوت دیتے ہیں۔

امام شمس نصف النہار کی طرح ہے جو اپنی ضیا بار شعاعوں سے عالم کو روشن کرتا ہے اور خود اس قدر بلند مقام پہ ہوتا ہے کہ نہ تو وہاں تک کوئی ہاتھ پہنچ سکتا ہے اور نہ نظر کام کر سکتی ہے۔

امام بدر منیر ، روشن چراغ ، نور ساطع اور تاریک راتوں ، شہروں کے چوراہوں ، چٹیل میدانوں اور بہتے سمندروں میں رہنمائی کرنے والا ستارہ ہے۔

امام پیاسوں کے لیئے آبِ شیریں ہے ، ہدایت کا رہبر ہے ، ہلاکت سے نجات دینے والا ہے۔

امام آگ کے تھعور کی گرمی کی شدت ہے (اسخیائے عرب قحط سالی میں بلند مقام پہ آگ روشن کر دیتے تھے تاکہ بھولا بھٹکا شخص اسے دیکھ کر ان کے پاس آ جائے)۔

امام سرما خوردہ کے لیئے حرارت ہے اور خوفناک مقامات پر امام رہبر ہے ، جو امام کو چھوڑ دے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ امام برسنے والا بادل ہے ، امام جھڑی والی گھٹا ہے ، امام ضیا بار سورج ہے ، امام سایہ دار آسمان ہے ، امام پر فضا زمین ہے ۔ امام بہتا ہوا چشمہ ہے ، امام پانی سے لبریز تالاب ہے ، امام پر بہار سبزہ زار ہے۔

امام رفیق ساتھی اور شفیق والد اور مہربان بھائی ، شفیق ماں اور آفتوں اور بلاؤں میں جائے پناہ ہے ، امام مخلوقات میں اللہ کا امین ہے اور بندوں پر اللہ کی حجت ہے ، اور اللہ کی سلطنت میں اس کا خلیفہ ہے۔

امام اللہ کی طرف بلانے والا ہے ، امام اللہ کے حرم کا محافظ ہے ، امام گناہوں سے پاک اور عیوب سے بری ہے ، امام علم سے مخصوص ہے ، امام علم سے موسوم ہے ، امام دین کا نظام ہے ، امام مسلمانوں کی عزت ہے اور امام منافقین

کے لیئے باعثِ غیظ و غضب ہے اور امام کفار کے لیئے پیغام ہدایت ہے۔

امام اپنے زمانے میں یکتا ہوتا ہے، کوئی اس کے رتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی عالم اس کے برابر ہو سکتا ہے ور نہ تو امام کا بدل مل سکتا ہے اور نہ کوئی اس کا مثیل و نظیر ہوتا ہے۔ تمام فضائل بغیر طلب و اکتساب کے اس کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور یہ اس کو فضل کرنے اور عطا کرنے والے خدا کی طرف سے خصوصیت ملی ہے۔

پس کون ہے جو معرفت امام حاصل کرے اور کس کی مجال ہے کہ اپنی مرضی سے امام بنا لے، یہ بات بہت دور ہے، بہت دور ہے! عقل گمراہ ہے دانش پریشان ہے، خرد حیران ہے، آنکھیں چندھیا گئی ہیں بڑے بڑے حقیر ہو گئے ہیں حکماء متحیر ہیں۔

صاحبان دانش قاصر ہیں، خطیب گنگ ہیں، دانا جاہل ہیں، شعراء تھک گئے، ادباء عاجز ہو گئے، بلغاء رہ گئے اور یہ تمام طبقے امام کی شان یا فضیلت بیان کرنے سے عاجز آ گئے۔ اور انھوں نے اپنی عاجزی اور تقصیر کا اعتراف کر لیا اور یہ لوگ امام کے اوصاف یا نعت وکنہ بیان کریں تو کیسے کریں جب کہ امام کا کوئی امر ان کی سمجھ میں نہیں آ سکے؟

کسی کی کیا مجال کہ اپنی جانب سے امام کا قائم مقام ہو سکے یا اس سے مستغنی کر سکے۔

ہرگز نہیں، کس طرح اور کہاں! وہ تو ثریا کی طرح لوگوں کے ہاتھوں اور تعریف کرنے والوں کی زبانوں سے بلند اور دور ہے۔

پس وہ ایسے صفت کے حامل کو کہاں سے اختیار کر سکتے ہیں اور اس تک عقلیں کب، کیسے پہنچ سکتی ہیں اور ایسا کہاں مل سکتا ہے؟

اور کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ ایسا شخص آل رسول کے علاوہ کہیں اور مل

سکتا ہے ؟

اللہ کی قسم ! ان کے نفسوں نے انہیں دھوکا دیا ہے اور ان کے باطل خیالات نے انہیں جھوٹی آرزو میں مبتلا کیا ہے ، وہ ایک دشوار گزار مہلک مقام پر چڑھ گئے جہاں سے پھسل کر تحت الثریٰ میں گریں گے اور انہوں نے اپنی متحیر و ناقص عقول اور گمراہ آراء سے امام کے تقرر کا قصد کر لیا ہے ،یہ لوگ اسی وجہ سے امام برحق سے بہت دور چلے گئے۔

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۔ (التوبہ ۔ ۳۰)

" انہیں خدا مارے یہ کہاں بھٹک رہے ہیں "۔

بتحقیق انہوں نے بڑی جرأت کی اور جھوٹ کہا ہے اور سخت گمراہی میں پڑ گئے اور دیدہ و دانستہ امام برحق کو چھوڑ کر حیران ہو گئے ہیں اور شیطان نے ان کے غلط اعمال کو ان کے لیئے مزین کر دیا ہے اور راہ حق سے ان کو روک دیا ہے، اور انہوں نے جان بوجھ کر امام کو چھوڑ دیا ہے، اور انہوں نے خدا و رسولؐ کے اختیارات کا انکار کر کے اپنے اختیار کو ترجیح دی ہے ، حالانکہ قرآن مجید ان کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ (القصص ۔ ۶۸)

" اور تیرا پروردگار جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مختار بناتا ہے ، ان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جس کو چاہیں اپنا مختار بنا لیں ، اللہ ان کے شرک سے پاک ہیں "۔

اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۔ (احزاب ۔ ۳۶)

"کسی مومن اور مومنہ کو اختیار نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو وہ اپنی مرضی سے اس میں تغیر و تبدل کریں"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ اَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ اِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيمٌ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوا صَادِقِينَ۔ (القلم۔ ۳۶۔ ۴۰)

"تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو، آیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو اور تمہارے واسطے اس میں جو کچھ چاہو موجود ہے، یا تمہارا کامل عہد و پیمان قیامت تک ہم سے یہ ہے کہ جو کچھ تم حکم لگاؤ ہمیں منظور ہے ؟

اے پیغمبرؐ! ذرا ان سے پوچھئے تو سہی کہ اس بات کا تم میں سے کون ذمہ دار ہے ؟ یا ان کے شرکاء ہیں، اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو وہ اپنے شرکاء کو بلائیں"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوبٍ اَقْفَالُهَا ۔ (محمد۔ ۲۴)

"یہ لوگ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں" ؟

یا اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے پس وہ کچھ نہیں سمجھ سکتے؟

یا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا، حالانکہ نہیں سنتے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُونَ ۔

(الانفال۔ ۲۲، ۲۳)

"بالتحقیق اللہ کے نزدیک سب سے بدا چلنے پھرنے والا وہ ہے جو کچھ نہیں سنتا اور نہیں سمجھتا اور اگر اللہ کو ان میں کچھ بھلائی نظر آتی تو وہ ضرور ان کو سننے والا بناتا اور اگر سننے والا بناتا تو بھی وہ حق سے اعراض کر کے بھاگتے"۔

یا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا لیکن ہم مخالفت ہی کریں گے (خیر جو کچھ ہو) امامت فضل خدا ہے اور فضل خدا کا وصف یہ ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

(جمعہ۔۴)

"یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے"۔

پس کس طرح وہ امام کو خود اختیار کر سکتے ہیں، حالانکہ امام ایسا عالم ہے کہ کوئی شے اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور ایسا داعی ہے کہ تنگ نہیں ہوتا اور وہ تقدس، طہارت، نسک، زہد، علم، عبادت کا منبع اور سرچشمہ ہوتا ہے۔

امام دعوت رسولؐ سے مخصوص ہوتا ہے اور نسل بتولؑ کا پاک و پاکیزہ فرد ہوتا ہے، اس کے نسب میں کوئی شبہ نہیں ہوتا اور حسب میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، امام خاندان میں قریشی اور ہاشمی الاصل ہوتا ہے، عترت رسولؐ ہوتا ہے، امام اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے، اشراف کے لیے مایۂ شرافت اور عبد مناف کی شاخ ہے علم میں نامی اور حلم میں کامل ہوتا ہے۔

امام حامل بار امامت اور عالم علم سیاست اور واجب الاطاعت قائم بامر اللہ، خیر خواہ عباد اور محافظ دین خدا ہے۔

انبیاء اور ائمہ خدا کی طرف سے توفیق یافتہ ہوتے ہیں اور خداوند عالم انہیں اپنے علم مخزون اور حکمت سے سب سے زیادہ حصہ عنایت فرماتا ہے، ان کا علم کل علمائے زمانہ سے زیادہ ہوتا ہے، جس کا تذکرہ خداوند عالم نے اس آیت میں کیا ہے۔

اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ

اَنْ یُّهْدٰی فَمَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ۔ (یونس۔۳۵)

"کیا وہ شخص جو حق کی ہدایت کرتا ہے زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ شخص جس میں ہدایت کی صلاحیت ہی نہیں اور دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے پس تمھیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ۔ (البقرہ۔۲۶۹)

"جس کو اللہ کی طرف سے حکمت ملی، اس کو خیر کثیر عطا ہوئی"۔

اور اللہ تعالیٰ نے طالوت کے متعلق ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۔ (البقرہ۔۲۴۷)

"بالتحقیق اللہ نے اس کو تم پر مختار بنا دیا ہے اور اسے علم اور جسم میں تم پر زیادتی عطا فرمائی ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنا ملک عطا کرتا ہے، اللہ وسعت والا اور علم والا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے فرمایا۔

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ۔(النساء۔۱۱۳)

"اور ہمیشہ سے تم پر اللہ کا عظیم فضل رہا ہے"۔

اور ائمہ اہل بیت نبیؐ، عترت نبیؐ اور ذریت نبیؐ کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفٰی بِجَهَنَّمَ سَعِیْرًا ۔ (النساء۔۵۴،۵۵)

"کیا ان فضائل پر جو اللہ نے انھیں عطا کیے ہیں لوگ حسد کرتے ہیں، پس اس سے پہلے بھی ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب حکمت اور ملک عظیم عطا فرمایا تھا،

پس بعض ان میں سے ایمان لائے اور بعض رُک گئے اور جہنم ان کے عذاب کے لیئے کافی ہے"۔

اور جب اللہ اپنے بندوں کے امور کے لیئے کسی کا انتخاب کرتا ہے تو اس کے سینے کو کشادہ کر دیتا ہے اور اس کے دل میں حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے اور اس کو ہر طرح کا علم الہام کر دیتا ہے۔

پس وہ کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں ہوتا، اور راہ حق سے کبھی منحرف نہیں ہوتا، پس وہ معصوم ہے، مؤید ہے، موفق ہے، **مسدّد** ہے، ہر طرح کی خطا و لغزش سے محفوظ ہے۔

اللہ اس کو ان امور سے مخصوص فرماتا ہے تاکہ وہ اس کے بندوں پر حجت ہو اور اس کی مخلوقات پر اس کا شاہد ہو۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

(جمعہ۔۴)

"یہ خدا کا مخصوص فضل ہے جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے"

پس کیا یہ لوگ ایسے شخص کے انتخاب پر قدرت رکھتے ہیں جو ان صفاتِ حسنہ کا حامل ہو اور کیا ان کا اپنی مرضی سے چنا ہوا شخص مذکورہ صفات سے موصوف ہو سکتا ہے کہ اس کو مقتدا بنائیں؟

بیت اللہ کی قسم! یہ لوگ حق سے تجاوز کر گئے ہیں اور کتاب خدا کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا ہے گویا کہ کچھ جانتے ہی نہیں اور حالانکہ کتاب خدا میں ہدایت اور شفا ہے، پس اس کو تو انہوں نے چھوڑ دیا ہے اور اپنی خواہشوں کی پیروی کر لی ہے۔

پس خداوند عالم نے ان کی مذمت کی ہے اور ان کو موردِ عذاب و ہلاکت قرار دیا ہے، پس رب العالمین نے ارشاد فرمایا :۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (القصص۔۵۰)

"اور اس سے بھی بھلا کوئی زیادہ گمراہ ہے جس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہو، حالانکہ اللہ نے اس کو اس امر کی ہدایت نہیں کی اور اللہ ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں کرتا"

اور رب العزت نے ارشاد فرمایا:۔

فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ۔ (محمد۔۸)

"پس ہلاکت ہے ان کے لیئے اور ان کے سارے اعمال بے کار ہیں"۔

اور ارشاد فرمایا:۔

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۔ (مومن۔۳۵)

"اللہ اور اہل ایمان کے ہاں یہ سخت ناراضگی کا سبب ہے اور اسی طرح سے اللہ ہر متکبر اور جبار کے دل پر مہر لگا دیتا ہے"۔(۱)

۲۔ مجھ سے یہ حدیث محمد بن محمد بن عصام کلینی اور علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق اور علی بن عبداللہ وراق اور حسن بن احمد المؤدب اور حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام (ہاشم) مؤدب رضی اللہ عنھم نے بیان کی اور انہوں نے یہ حدیث محمد بن یعقوب کلینی سے روایت کی ،انہوں نے ابو محمد قاسم بن علا سے یہ حدیث نقل کی، انہوں نے قاسم بن مسلم سے ،انہوں نے یہ حدیث عبدالعزیز بن مسلم سے روایت کی اور انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے مذکورہ حدیث روایت کی ۔

۱۔ شان امامت پر مشتمل یہ خطبہ آب زر سے لکھے کے قابل ہے اگر اس خطبہ کے علاوہ امامت کے لیئے کوئی دوسری حدیث نہ بھی ہوتی تو بھی یہ خطبہ تنہا امامت کے لیئے کافی ووافی ہوتا۔

باب 21

حضرتؑ کی زبانی فاطمہ زہراؑ کی شادی کی روایت

۱۔ ابوالحسن محمد بن علی بن شاہ نے مرو رود میں ہمیں یہ حدیث سنائی، انہوں نے یہ حدیث ابو العباس احمد بن مظفر بن حسین سے سنی، انہوں نے ابو عبداللہ محمد بن زکریا بصری سے یہ حدیث سنی، انہوں نے محمد بن سائق سے، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے یہ حدیث اپنے والد علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر علیہ السلام سے، انہوں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے، انہوں نے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ میرے والد علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا:۔

میں نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے شادی کا ارادہ کیا لیکن رسول خداؐ کے سامنے خواستگاری کی مجھ میں جرأت نہیں ہوتی تھی، اور دن رات میرے ذہن پر یہی سوچ سوار تھی، ایک دن آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا :۔

"یا علی!"

میں نے عرض کی: "لبیک یا رسول اللہؐ!"

آپؐ نے فرمایا: "کیا تم شادی کرنے کی خواہش رکھتے ہو؟"

میں نے عرض کی: "اللہ کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں"۔

میں نے گمان کیا کہ شاید آنحضرتؐ قریش کی کسی عورت سے کہیں میرا نکاح نہ کر دیں اور اگر ایسا ہوا تو فاطمہ (س) سے محروم ہو جاؤں گا۔

پھر اچانک آنحضرتؐ نے مجھے ام سلمہؓ کے گھر میں بلایا، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے جیسے ہی مجھے دیکھا ان کا چہرہ کھل اٹھا اور آپؐ مسکرائے،

یہاں تک کہ آپؐ کے دانتوں کی چمک مجھے نظر آئی اور آپؐ نے مجھے فرمایا :۔

"علیؑ ! تمہیں مبارک ہو ، تمہاری شادی کی فکر کے لیئے اللہ نے میری کفایت کی"۔

میں نے عرض کی : "یارسول اللہؐ ! وہ کیسے ؟"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : "میرے پاس جبریلؑ آئے اور ان کے پاس جنت کا ایک خوشہ اور لونگ تھا ، انہوں نے دونوں چیزیں مجھے پکڑا دیں"۔

میں نے انہیں لے کر سونگھا اور میں نے کہا :۔

"جبریلؑ ! یہ خوشہ اور یہ لونگ کیسا ہے ؟"

انہوں نے کہا : "اللہ تعالیٰ نے ملائکہ بہشت اور ساکنین جنت کو حکم دیا کہ وہ جنت کی نہروں اور پھلوں اور اشجار اور محلات کو مزین کریں اور اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا ، ہوا نے عطر وخوشبو کی لپٹیں شروع کیں اور اللہ تعالیٰ نے حور العین کو حکم دیا کہ وہ سورۂ طٰہٰ ، طسٓ (سورۂ نمل) اور حٰمٓ عٓسٓقٓ (سورۂ شوریٰ) کی تلاوت کریں"۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ایک منادی کو حکم دیا جس نے اذن خدا سے یہ منادی کی :۔

"اے میرے ملائکہ اور میری جنت میں رہائش پذیر مخلوق ! گواہ رہو میں نے فاطمہؑ بنتِ محمدؐ کی تزویج علی ابن ابی طالبؑ سے کر دی اور یہ تزویج ان دونوں اور میری رضامندی سے ہوئی ہے"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کے ایک فرشتے کو جس کا نام "راحیل" ہے اور وہ تمام ملائکہ میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے ، اس کو خطبہ نکاح پڑھنے کا حکم صادر فرمایا ۔ اس نے حکم الٰہی سے ایسا فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس جیسا خطبہ آج تک زمین و آسمان میں نہیں پڑھا گیا۔

پھر منادی نے حق کی طرف سے ندا دی :۔

"میرے ملائکہ اور میری جنت کے باسیو! تم علی بن ابی طالب علیہ السلام اور میرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فاطمہ بنت محمد علیہما السلام پر برکت بھیجو، اور میں بھی ان پر برکت بھیجتا ہوں"۔

راحیل فرشتہ نے عرض کی: "پروردگار! ہم نے علی و فاطمہ علیہما السلام کے لیئے جو برکت تیری جنت اور تیری دار کرامت میں دیکھی ہے اس سے زیادہ تو دنیا میں ان پر برکت نازل نہیں کرے گا"۔

خداوند عالم نے فرمایا: "راحیل! ان دونوں پر میری برکت یہ ہے کہ ان دونوں کو اپنی محبت پر جمع کروں گا اور ان دونوں کو اپنی مخلوق پر حجت بناؤں گا۔

اور مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں ان دونوں سے مخلوق پیدا کروں گا اور ان سے ان کی ذریت جاری کروں گا، انہیں اپنی زمین میں اپنا خازن بناؤں گا اور اپنی حکمت کا انہیں معدن بناؤں گا، اور انبیاء اور مرسلین کے بعد انہی کے ذریعے سے اپنی مخلوق پر حجت قائم کروں گا"۔

لہذا علیؑ! تمہیں مبارک اور خوشخبری ہو، میں نے تمہارا اسی مہر پر اپنی بیٹی فاطمہ سے نکاح کیا ہے جو اللہ نے اس کے لیئے مقرر کیا ہے اور جس مہر پر اللہ راضی ہے، میں بھی اسی مہر پر راضی ہوں۔

تم اپنی زوجہ کو لے جا سکتے ہو، کیونکہ اب میری بہ نسبت تم اس کے زیادہ حقدار ہو، مجھے جبریل امینؑ نے خبر دی ہے کہ جنت اور اہل جنت تم دونوں کے مشتاق ہیں، اگر اللہ نے تم دونوں سے اپنی حجتوں کا ظہور نہ کرانا ہوتا تو اہل جنت اور جنت کی خواہش کے تحت تم دونوں کو فوراً وہاں بھیج دیتا، تم میرے بہترین بھائی اور بہترین داماد اور بہترین ساتھی ہو، رضائے الٰہی تمہاری رضامندی کے لیئے کافی ہے۔

حضرت علیؑ نے کہا: "پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے عطا کی ہے"۔

رسول خداؐ نے فرمایا: "آمین!"

۲۔ مجھ سے یہ حدیث علی بن احمد بن محمد بن عمران نے بیان کی ، انہوں نے یہ حدیث احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان سے ، انہوں نے ابو محمد بکر بن عبداللہ بن جندب (حبیب) سے ، انہوں احمد بن حرث (حارث) سے ،انہوں نے ابو معاویہ سے ، انہوں نے اعمش سے ، انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ، انہوں نے اپنے والد محمد باقر علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین علیہ السلام سے ، انہوں نے امام حسین علیہ السلام سے ، انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے کہا: میں نے فاطمہؑ سے شادی کا ارادہ کیا لیکن میں رسول خداؐ کی خدمت میں خواستگاری کی جرأت نہ کر سکا۔

اس کے بعد مذکورہ حدیث بیان ہوئی ہے۔

علاوہ ازیں یہ حدیث اور بھی کئی طریقوں سے مروی ہے جن کا تذکرہ میں نے اپنی کتاب مدینۃ العلم میں کیا ہے (۱)

۳۔ (محذوف اسناد) حسین بن خالد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے ان کے آبائے طاہرینؑ کی سند سے سنا کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا:

یا علیؑ! قریش کے کئی افراد فاطمہؑ کے معاملے کی وجہ سے مجھ پر ناراض ہوئے اور مجھ سے کہا:

ہم نے آپؐ سے آپؐ کی صاحبزادی کا رشتہ طلب کیا تھا لیکن آپؐ نے ہمیں رشتہ دینا گوارہ نہ کیا اور علیؑ سے ان کا نکاح کر دیا۔

میں نے انہیں کہا: "خدا کی قسم! میں نے تمہیں اس رشتہ سے محروم نہیں کیا اور میں نے اپنی مرضی سے علیؑ کو رشتہ نہیں دیا بلکہ تمہیں اللہ نے محروم رکھا اور

۱۔ "مدینۃ العلم" شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کی اہم کتاب ہے لیکن یہ کتاب ناقدری زمانہ کی وجہ سے تلف ہو چکی ہے۔

اللہ نے علیؑ کا نکاح کیا" مجھ پر جبرئیل نازل ہوئے اور کہا :-

محمدؐ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

"اگر میں علیؑ کو پیدا نہ کرتا تو روئے زمین پر فاطمہؑ کا کوئی ہمسر نہ ہوتا ، نہ ہی آدمؑ اور نہ ہی کوئی اور"۔

۳۔ ہم سے یہ حدیث احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے بیان کی ، انہوں نے یہ حدیث علی بن ابراہیم بن ہاشم سے ،انہوں نے اپنے والد سے ، انہوں نے علی بن معبد سے ، انہوں نے حسین بن خالد سے ،انہوں نے امام علی رضاؑ سے یہ حدیث روایت کی اور آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے درج بالا حدیث نقل کی۔

مصنف کہتے ہیں

میں نے اس روایت کے تمام طرق "کتاب مولد فاطمہ و فضائلھا" میں جمع کیے ہیں۔

باب 22

آپؑ کی روایت کہ ایمان معرفت بالقلب ، اقرار باللسان اور عمل بالارکان کا مجموعہ ہے۔

۱۔ (محذوف اسناد) ابوالصلت ہروی کہتے ہیں ، میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے ان کے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سنا۔ آپؐ نے فرمایا۔

"ایمان نام ہے معرفت بالقلب ، اقرار باللسان اور عمل بالارکان کا"۔

یعنی تین اجزاء کے مجموعے کا نام ایمان ہے ، دل تصدیق کرے ، زبان اقرار کرے اور اعضاء و جوارح سے ایمان کے تقاضوں پر عمل کیا جائے۔

۲۔ (محذوف اسناد) عبدالسلام بن صالح ہروی نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

"ایمان معرفت بالقلب ، اقرار باللسان اور عمل بالارکان کا نام ہے"۔

۳۔ (محذوف اسناد) ابوالصلت ہروی کہتے ہیں ، میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے ایمان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا :۔

"ایمان دل کے عقیدہ اور زبان کے الفاظ اور اعضاء و جوارح کے مجموعہ کا نام ہے ، ایمان اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے"۔

۴۔ (محذوف اسناد) عبدالسلام بن صالح الہروی نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

"ایمان معرفت بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان کا نام ہے"۔

۵۔(حذف اسناد) ابو احمد داؤد بن سلیمان غازی نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپ کے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روایت کی۔

آپؐ نے فرمایا:۔

"ایمان اقرار باللسان، معرفت بالقلب اور عمل بالارکان کا نام ہے"۔

حمزہ بن محمد علوی رضی اللہ عنہ نے کہا:۔

میں نے اپنے والد اور عبدالرحمان بن ابی حاتم سے سنا، ابو حاتم کہتے تھے" اگر اس حدیث کے اسناد کو کسی دیوانہ پر بھی پڑھا جائے تو وہ بھی تندرست ہو جائے گا"۔

یعنی امام علی رضا علیہ السلام کے مبارک نام سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام تک یہ پاکیزہ اسماء کو کسی دیوانہ پڑھکر دم کیا جائے تو ان پاکیزہ ناموں کی برکت سے وہ شفایاب ہو جائے گا۔

۶۔ مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا، ان سے محمد بن معقل القرمیسینی(۱) نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبداللہ بن طاہر نے بیان کیا:۔

میں اپنے والد کے سرہانے کھڑا تھا، اور اس وقت ہمارے گھر میں ابوالصلت ہروی اور اسحاق بن راھویہ اور احمد بن محمد بن حنبل موجود تھے۔

میرے والد نے کہا:۔

تم میں سے ہر شخص ایک ایک حدیث پڑھے۔

چنانچہ ابوالصلت ہروی نے یہ حدیث پڑھی۔

حدثنی علی بن موسیٰ الرضا وکان واللہ رضی کما سمی

۱۔ یہ لفظ "کرمان شاہی" کا معرب ہے۔

عن ابیه موسیٰ بن جعفر عن ابیه جعفر بن محمد عن ابیه محمد بن علی عن ابیه علی بن الحسین عن ابیه الحسین بن علی عن ابیه علی بن ابی طالب علیهم السلام قال : قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم

الایمان قول و عمل۔

"مجھ سے یہ حدیث علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے بیان کی اور خدا کی قسم وہ اپنے نام کے مطابق رضا تھے ، انہوں نے اپنے والد موسیٰ بن جعفر سے ، انہوں نے اپنے والد جعفر بن محمد سے ، انہوں نے اپنے والد محمد بن علی سے ، انہوں نے اپنے والد علی بن حسین سے ، انہوں نے اپنے والد حسین بن علی سے ، انہوں نے اپنے والد علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

"ایمان قول اور عمل کا نام ہے"۔

جب ہم نکلے تو احمد بن محمد بن حنبل نے کہا :۔

"یہ کیسے اسناد ہیں ؟"

میرے والد نے کہا :۔

"یہ پاگلوں کی نسوار ہے ، جب پاگلوں پر یہ نام پڑھے جاتے ہیں تو وہ تندرست ہو جاتے ہیں"۔

باب 23

حضرتؑ کی زبانی عترت اور امت کا فرق

۱۔(محذوف اسناد) ریان بن صلت بیان کرتے ہیں :۔

امام علی رضا علیہ السلام "مرو" میں مامون کے دربار میں تشریف لائے ،

اس وقت دربار میں عراق و خراسان کے علماء جمع تھے۔

مامون نے علماء سے کہا : آپ حضرات مجھے قرآن کی اس آیت مجیدہ کے متعلق بتلائیں۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۔(فاطر۔۳۲)

"پھر ہم نے کتاب کا وارث انہیں بنایا جنہیں اپنے بندوں میں سے چن لیا"۔

علماء نے کہا : اس سے مراد پوری امت ہے۔

مامون نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا : ابوالحسن! آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا : میں وہ نہیں کہتا جو انہوں نے کہا ہے ، اس کے لیئے میرا قول یہ ہے

"اللہ نے اس سے عترت طاہرہ مراد لی ہے"۔

مامون نے کہا : امت کو چھوڑ کر اللہ نے عترت کیسے مراد لی ہے ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا : "اگر اس سے امت مراد ہوتی تو پوری کی پوری امت ہی جنتی ہوتی ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور پوری آیت یوں ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (فاطر۔۳۲)

"پھر ہم نے کتاب کا وارث ان کو قرار دیا جنہیں اپنے بندوں میں سے چن لیا کیونکہ بعض اپنے نفس پہ ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور در حقیقت یہ بڑا فضل و شرف ہے"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سب کو جنت میں جمع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُھُمْ فِیْھَا حَرِیْرٌ۔ (فاطر۔۳۳)

"یہ لوگ ہمیشہ رہنے والی جنت میں داخل ہوں گے، انہیں سونے کے کنگن اور موتی کے زیورات پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس جنت میں ریشم کا ہو گا"۔

اسی لیئے وراثت کتاب عترت طاہرہؑ کے لیے مخصوص ہے، اس سے ان کے غیر مراد نہیں ہیں"۔

مامون نے کہا: عترت طاہرہ کون ہیں؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "عترت طاہرہ وہی ہے جن کی توصیف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ (الاحزاب۔۳۳)

"بس اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اے اہل بیتؑ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور تمہیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔

اہل بیتؑ وہی ہیں جن کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اور وہ ہیں

اللہ کی کتاب اور میری عترت اہل بیتؑ، یہ ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ روز قیامت میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں، دیکھنا یہ ہے کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کیا سلوک کرتے ہو، تم انہیں تعلیم مت دینا، وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔

علماء نے کہا: ابوالحسنؑ! آپ ہمیں یہ بتائیں کہ عترت سے مراد آل ہے یا آل کے علاوہ کچھ اور ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "عترت سے مراد آل ہے"

علماء نے کہا: رسول خداؐ سے مروی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میری امت میری آل ہے، اور اصحاب رسول نے روایت کی ہے کہ آل محمدؐ سے مراد امت محمدؐ ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے یہ بتاؤ کہ کیا آل پر صدقہ حرام ہے؟"

تمام علماء نے کہا: بے شک آل پر صدقہ حرام ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "تو کیا امت پر بھی صدقہ حرام ہے؟"

علماء نے کہا: نہیں! امت پر صدقہ حرام نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "یہ آل اور امت کا پہلا فرق ہے، تم پر افسوس ہے تم کہاں جا رہے ہو اور جان بوجھ کر نصیحت سے اعراض کر رہے ہو اور کیا تم مسرفین تو نہیں ہو۔

کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ وراثت و طہارت، مصطفیٰ اور ہدایت یافتہ افراد کے لیے مخصوص ہے، دوسروں کے لیے نہیں ہے"۔

علماء نے کہا: آپؑ کے اس قول کی بنیاد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: "قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان اس دعویٰ کی دلیل ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ

وَالْکِتَابَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَکَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ۔ (الحدید۔۲۶)

"اور یقیناً ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی ذریت میں نبوت و کتاب کو رکھا پس ان میں کچھ ہدایت یافتہ ہیں اور ان میں سے زیادہ تعداد فاسقین کی ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے وراثت و نبوت کے لیئے ہدایت یافتہ افراد کا انتخاب کیا۔اور فاسقین کو اس سے محروم رکھا۔

(اسی لیئے وراثت قرآن بھی ہدایت یافتہ افراد کے لیئے مخصوص ہے، بدکار افراد قرآن کے وارث نہیں ہو سکتے)

اور کیا تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ جب نوح علیہ السلام کا نافرمان بیٹا غرق ہونے لگا تو انہوں نے اس کی نجات کے لیئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے عرض کی تھی۔

رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ ۔(ہود۔۴۵)

"پروردگار! بیشک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تو احکم الحاکمین ہے"۔

یہ الفاظ حضرت نوح علیہ السلام نے اس وجہ سے کہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے اور اس کے اہل کو طوفان سے نجات دے گا، اسی لیئے انہوں نے خدا کو وعدہ یاد دلاتے ہوئے عرض کیا تھا کہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو جواب دیا۔

قَالَ یَا نُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْۤ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ۔

(ہود۔۴۶)

"ارشاد ہوا کہ نوحؑ یہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے، یہ عمل غیر صالح ہے، لہذا مجھ سے اس چیز کے بارے میں سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تمہارا شمارا جاہلوں میں نہ ہو جائے"۔

مامون نے کہا: ابوالحسن! کیا اللہ تعالیٰ نے عترت کو دوسرے لوگوں پر فضیلت دی ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں پر عترت کی فضیلت کو اپنی محکم کتاب میں بیان کیا ہے"۔

مامون نے کہا: وہ اللہ کی کتاب میں کہاں ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: عترت کی فضیلت ان آیت سے ثابت ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔

(آل عمران۔ ۳۳، ۳۴)

"بے شک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں سے منتخب کیا ہے یہ ایک نسل ہے جس ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے"۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:۔

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا (النساء۔ ۵۴)

"یا وہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں جنہیں خدا نے اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ عطا کیا ہے، یقیناً ہم نے آل ابراہیم کو کتاب حکمت اور ملک عظیم سب کچھ عطا کیا ہے"

پھر ان چند آیات کے بعد اللہ نے اہل ایمان کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۔۔۔ (النساء ۵۹)

" ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو جو تمہیں میں سے ہیں"۔

یعنی اللہ نے انہیں کتاب و حکمت عطا کی ہے اور اسی لیئے باقی دنیا نے ان سے حسد کیا اور اللہ نے انہیں ملک عظیم عطا کیا، اور یہاں " ملک " سے مراد ان کی اطاعت ہے۔

قرآن میں بارہ (۱۲) مقامات پر عترت اہل بیتؑ کی فضیلت، اصطفاء اور انتخاب کا تذکرہ ہے

علماء نے کہا: ابوالحسن! آپ یہ بتائیں کہ عترت کے انتخاب کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی کہیں موجود ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "باطنِ قرآن سے قطع نظر اللہ تعالیٰ نے ظاہر قرآن میں بارہ مقامات پر عترت اہل بیتؑ کے اصطفاء و انتخاب کا تذکرہ کیا ہے۔

پہلی آیت

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (ورھطك المخلصین) (الشعراء ۲۱۴)

" اور اے پیغمبر! آپؐ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے (اور اپنے مخلص

گروہ کو ڈرائیے)"۔

یاد رکھیں !"**رھطك المخلصین**" کے الفاظ ابی بن کعب کی قرأت میں ہیں اور عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں لہٰذا دعوت اسلامیہ کے آغاز کے لیے قریبی رشتہ داروں کا انتخاب عترت کے لیے ایک عظیم اعزاز ہے، چنانچہ یہ عترت کی پہلی فضیلت ہے۔

دوسری آیت

اس آیت کا تعلق اہل بیتؑ کے اصطفاء سے ہے، چنانچہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۔ (الاحزاب۔۳۳)

"اے اہل بیتؑ! اللہ کا ارادہ بس یہی ہے کہ وہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور تمہیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔

اہل بیتؑ کی اس فضیلت سے کوئی ضد کرنے والا جاہل ہی انکار کر سکتا ہے کیونکہ اہل بیتؑ کی طہارت قرآن مجید سے ثابت ہے۔

تیسری آیت

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے پاک و پاکیزہ افراد کا انتخاب کر لیا اور ان کے حق میں آیت تطہیر نازل کر دی تو اس نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ وہ ان افراد کو لے کر نصاریٰ سے مباہلہ کریں، چنانچہ ارشاد ہوا:۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْكٰذِبِیْنَ ۔ (آل عمران۔۶۱)

" پھر جو شخص آپؐ کے پاس علم آنے کے بعد آپؐ سے جھگڑا کرے تو آپؐ کہہ دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو بلاؤ ، پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں"۔

اس آیت کے بعد آنحضرتؐ نے علی اور حسن و حسین اور فاطمہ صلوات اللہ علیھم کو بلایا اور اپنے آپؐ کو ان کے ساتھ شامل کیا ، اور مباہلہ کے لیئے چل دیئے۔

امام علیہ السلام نے اہل دربار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :۔

جانتے ہو " **اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ** " سے کون مراد ہیں ؟"

علماء نے کہا : اس سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ذات مراد ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا : "نہیں ! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے ،اس سے مراد علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں ، علیؑ ہی نفس رسولؐ ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے

آپؐ نے فرمایا :۔

لَیَنْتَھِیَنَّ بَنُو وَلِیعَةَ اَوْلَاَ بْعَثَنَّ اِلَیْھِمْ رَجُلًا کَنَفْسِیْ یَعْنِیْ علی ابن ابی طالب ۔

" بنو ولیعہ باز آجائیں ورنہ میں ان کی طرف اسے روانہ کروں گا جو میرے نفس کی مانند ہو گا ، اس سے مراد علی بن ابی طالبؑ ہیں"۔

اور " **ابناء** " سے امام حسن اور امام حسین علیھما السلام مراد ہیں اور " **نساء** " سے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا مراد ہیں۔

اور یہ عترت طاہرہؑ کی وہ خصوصیت ہے کہ کوئی ان سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور یہ وہ فضیلت ہے جس میں کوئی بشر ان کا شریک نہیں ہو سکتا ، اور اس شرف

میں کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس علیؑ کو نفس محمدؐ قرار دیا ہے، یہ تیسری فضیلت ہے۔

چوتھی فضیلت

مسجد نبوی میں صحابہ کے دروازے کھلتے تھے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عترت طاہرہؑ کے علاوہ سب دروازے بند کرا دیئے۔

اس پر لوگوں نے بہت باتیں بنائیں اور آنحضرتؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے آنحضرتؐ سے اس سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا:۔

یارسول اللہ ! آپؐ نے علیؑ کا دروازہ کھلا رہنے دیا اور ہمیں آپؐ نے باہر نکال دیا ؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

مَآ اَنَا تَرَكْتُهٗ وَ اَخْرَجْتُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَرَكَهٗ وَ اَخْرَجَكُمْ۔

" میں نے اپنی مرضی سے علیؑ کو نہیں رہنے دیا اور تمہیں اپنی مرضی سے نہیں نکالا، اللہ نے اسے رہنے دیا اور تمہیں نکال دیا "۔

دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عمل سے اپنی حدیث کا عملی ثبوت فراہم کیا ۔

يَا عَلِيُّ اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى۔

" علیؑ : تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی "

علماء نے کہا : ابو الحسن ! اس کا قرآن مجید میں بھی کوئی حوالہ ہے ؟

آپؑ نے فرمایا : " جی ہاں ! اس کے لیے میں تمہیں قرآن مجید کی آیت پڑھ کر سناتا ہوں "۔

علماء نے کہا: آپ ہمیں سنائیں۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

وَ اَوحَینَآ اِلٰی مُوسٰی وَ اَخِیہِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَومِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوتًا وَّ اجْعَلُوا بُیُوتَکُمْ قِبْلَۃً۔ (یونس۔۸۷)

"اور ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ قرار دو"۔

اس آیت سے حضرت ہارونؑ کی منزلت ظاہر ہوتی ہے اور رسول خداؐ نے تمام دروازوں کو بند کر کے علیؑ کا دروازہ کھول کر ہارون محمدی یعنی علیؑ کی فضیلت ظاہر کی، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یہ مسجد کسی جنابت والے کے لیے حلال نہیں ہے سوائے محمدؐ اور آل محمدؐ کے۔

علماء نے حضرتؑ کا استدلال سن کر کہا: ابو الحسن! یہ شرح اور یہ بیان صرف اہل بیت رسولؐ کے پاس ہی مل سکتا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اس کا انکار کون کرسکتا ہے، کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْ تِھَا مِنْ بَابِھَا

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جسے علم کی ضرورت ہو وہ دروازہ پر آئے"۔(۱)

۱۔ اس حدیث کو اہل سنت محدثین نے بھی اپنے طرق سے نقل کیا ہے۔

ترمذی میں ہے۔ **انا دار الحکمۃ وعلی بابھا۔**

"میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے"۔ جیوانی نے مرفوعاً حضرت علیؑ سے روایت کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا انامدینۃ العلم وعلی بابھا۔ اور صفحہ ۳۵ پر ہے

اَنَا دَارُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

بغوی مصابیح میں ابو عمر کی روایت سے لکھتے ہیں۔

انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فمن اراد العلم فلیا تہ من بابہ

اور ہم نے عترت طاہرہ کی فضیلت و شرف اور بزرگی و عصمت و طہارت کے بیان جو وضاحت کی ہے اس کا انکار صرف بدبخت دشمن ہی کر سکتا ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

پانچویں آیت

عزیز و حکیم خدا نے اہل بیت پیغمبرؐ کو مخصوص اور امت میں سے ان کا منتخب کرتے ہوئے فرمایا:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔ (بنی اسرائیل۔۲۶)

"اور آپؐ قرابت دار کو اس کا حق دیں"۔

جب یہ آیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:

"فاطمہؑ کو بلاؤ، چنانچہ سیدہ(س) کو بلایا گیا"۔

تو آپؐ نے فرمایا: "فاطمہؑ!"

انہوں نے کہا: "لبیک یا رسول اللہؐ!"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "یہ فدک ہے، اس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے، یہ میری ذاتی جاگیر ہے، اس میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں ہے، اور میں یہ جاگیر حکم خدا کے تحت تمہیں دے رہا ہوں تم اسے لے لو، یہ جاگیر تیرے اور تیری اولاد کے لیئے ہے"۔

یہ پانچویں خصوصیت ہے۔

چھٹی آیت

رب العزت کا فرمان ہے :۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۔ (الشوریٰ ۔ ۲۳)

"آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا ، علاوہ اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت کرو اور جو شخص بھی کوئی نیکی حاصل کرے گا تو ہم اس کی نیکی میں اضافہ کر دیں گے ، بے شک اللہ بہت بخشنے والا اور قدر دان ہے "۔

یہ خصوصیت صرف آلؑ کو حاصل ہے کہ ان کی مودت اجر رسالت ہے ، انبیائے سابقینؑ نے اپنی رسالت کی اجرت طلب نہیں کی تھی ۔

حضرت نوح علیہ السلام کا یہ فرمان قرآن مجید میں موجود ہے ۔

يَا قَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۔ (ہود ۔ ۲۹)

" اے میری قوم ! میں تم سے کوئی مال تو نہیں چاہتا ہوں، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور میں صاحبان ایمان کو نکال بھی نہیں سکتا کہ وہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات کرنے والے ہیں ، البتہ میں تم کو ایک جاہل قوم تصور کر رہا ہوں"۔

حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

يَا قَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ (ہود ۔ ۵۱)

"قوم والو! میں تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا ، میرا اجر تو اس پروردگار کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے ، کیا تم عقل نہیں رکھتے"۔

الغرض انبیائے سابقینؑ میں سے کسی نے بھی اجرت طلب نہیں کی ، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو حکم دیا کہ وہ اجرت طلب کریں۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ۔ (الشوریٰ ۔ ۲۳)

"آپؐ کہہ دیں میں تم سے تبلیغ رسالت کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا ، مگر یہ کہ میرے اقربا سے محبت کرو"۔

اللہ تعالیٰ نے عترت طاہرہؑ کی مودت کو اس لیئے اجر رسالت قرار دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ دین سے کبھی منحرف نہیں ہوں گے اور کبھی بھی گمراہی کو اختیار نہیں کریں گے ۔

علاوہ ازیں یہ اصول فطرت ہے کہ اگر کوئی کسی شخص سے محبت کرتا ہو لیکن اس کے افراد خانہ میں سے کسی سے دشمنی رکھتا ہو تو محبوب یہ سمجھ لیتا ہے کہ اسے مجھ سے کوئی محبت نہیں ہے ، کیونکہ اگر اسے مجھ سے محبت ہوتی تو پھر میرے پیاروں سے بھی محبت کرتا ، اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے عترت طاہرہؑ کی مودت فرض کی تا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقین کر لیں کہ میرے کلمہ پڑھنے والوں کو مجھ سے حقیقی محبت ہے ، اسی لیئے جو شخص عترت سے محبت کرے گا ، رسول خداؐ اس سے کبھی نفرت نہیں کریں گے اور جو شخص حضورؐ کے افراد خانہ سے نفرت کرے گا تو یقیناً حضور اکرمؐ کبھی بھی اسے اپنا محب تصور نہیں کریں گے اور اس سے نفرت کریں گے ، اس سے بڑھ کر فضیلت و شرف اور کیا ہو کہ عترت طاہرہؑ کی محبت اللہ نے اجر رسالت قرار دیتے ہوئے فرمایا :

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ۔ (الشوریٰ ۔ ۲۳)

"آپؐ کہہ دیں میں تم سے تبلیغ رسالت کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا ، مگر

یہ کہ میرے قرابت داروں سے محبت رکھو"۔

جب یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کے درمیان خطبہ دیا، حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا :-

لوگو! اللہ نے تم پر میرا ایک حق واجب کیا ہے، کیا تم وہ حق ادا کرو گے؟

کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: لوگو! میرا حق سونے چاندی اور کھانے پینے کی شکل میں نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا: پھر آپؐ بیان فرمائیں، اللہ نے آپؐ کا کون سے حق ہم پر فرض کیا ہے؟

اس وقت آپؐ نے یہ آیت تلاوت کی تو لوگوں نے یہ آیت سن کر کہا کہ یہ ٹھیک ہے، لیکن اس کے باوجود اکثریت نے اس وعدے کو پورا نہیں کیا۔

حضور اکرمؐ سے پہلے جتنے بھی نبی آئے، اللہ نے ان سب کو وحی فرمائی کہ تم قوم سے اجر رسالت طلب نہ کرنا، میں تمہیں اس کا اجر عطا کروں گا۔

جب محمد رسول اللہؐ کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت اور ان کے قرابت داروں کی مودت کو واجب کر دیا اور اللہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اجر رسالت کو مودت اہل بیتؑ کی صورت میں طلب کریں اور یہ قاعدہ ہے کہ محبت ایسے نہیں ہوتی، محبت کسی کی فضیلت و کمال کو دیکھ کر ہی کی جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیتؑ کی محبت اس لیئے فرض کی کہ اللہ جانتا تھا کہ خاندان محمدؐ صاحب فضیلت بھی ہے اور صاحب کمال بھی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے آل محمدؐ کی مودت کو فرض کیا تو کئی لوگوں پر یہ بات گراں گذری کیونکہ انہوں نے جان لیا تھا کہ جس سے مودت کی جائے اس کے

فرمان پر عمل کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔

اس کے بعد جن لوگوں نے خدا سے وفا کا عہد و پیمان کیا ہوا تھا بس وہی اس پر ثابت قدم رہے اور بغض ونفاق رکھنے والوں نے اس کی ناجائز تاویلات شروع کر دیں، اور حکم خدا کو اس کی حدوں سے باہر لے جانے کی مذموم کوششیں کیں۔

انہوں نے یہاں تک کہا:۔

قرابت سے مراد سارا عرب ہے اور تمام مسلمان ہیں۔

بہر نوع اگر ان کی یہ بات بھی مان لی جائے تو عرب سے محبت اس لیئے ضروری قرار پائی کہ وہ حضور اکرمؐ سے عجم کی بہ نسبت زیادہ قریب ہیں، اسی طرح سے اہل مکہ و مدینہ سے محبت کی وجہ یہ ہوگی کہ ان دو شہروں کے افراد آنحضرتؐ کے اور زیادہ قریب ہیں اور قریش سے محبت کی وجہ یہ ہوگی کہ یہ قبیلہ اور قبیلوں کی بہ نسبت آپؐ سے زیادہ قریب ہے، تو جو جتنا بھی قریب ہوتا جائے گا محبت کے قابل بنتا جائے گا۔

جب عرب صرف زبان کی بنیاد پر اور اہل مکہ و مدینہ صرف ہم شہر ہونے کی بنیاد پر اور قریش ہم قبیلہ ہونے کی بنا پر لائق مودت بن سکتے ہیں تو جو افراد حضورؐ کا خون اور گوشت پوست ہوں تو ان کے ساتھ مودت تو اور زیادہ ضروری قرار پائے گی۔

اسی لیئے اہل ایمان کا فرض ہے کہ وہ عترت طاہرہ سے مودت کریں اور اسی مودت کے صلہ میں اللہ سے جنت حاصل کریں، کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے:۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۔(الشوریٰ ۔۲۲،۲۳)

" وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیئے وہ جنت کے باغات میں رہیں گے اور ان کے لیے پروردگار کی بارگاہ میں وہ تمام چیزیں ہیں جن کے وہ خواہش مند ہوں گے ، یہ بہت بڑا فضل پروردگار ہے، یہی وہ فضل عظیم ہے جس کی بشارت پروردگار اپنے بندوں کو دیتا ہے ، جنھوں نے ایمان اختیار کیا ہے اور نیک اعمال کیئے ہیں تو آپ کہہ دیجیئے میں تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا ، علاوہ اس کے کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو "۔

پھر امام علیہ السلام نے اس آیت کے شان نزول کے متعلق فرمایا :-

مجھ سے میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے بیان کیا ہے۔

مہاجرین و انصار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

یا رسول اللہ ! آپ کو کافی خرچ کی ضرورت ہے اور آپ کے پاس وفود بھی آتے رہتے ہیں ، ہم اپنے مال اور اپنی جانیں آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں، آپ جو حکم کریں گے اس کی تعمیل ہوگی اور جسے چاہیں عطا کریں اور جس سے چاہیں روک لیں ، آپ ہمارے اموال کے مالک و مختار ہیں۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے روح الامین کو آپ پر نازل کیا جنھوں نے آپ کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

" کہہ میری رسالت کا اجر یہی ہے کہ تم میرے بعد میرے قرابت داروں سے محبت کرو "۔

اللہ کا یہ حکم سن کر مہاجرین و انصار چلے گئے۔

اس آیت کے نزول کے بعد منافقین نے یہ کہا :-

آنحضرت نے ہماری پیش کش کو اس لیئے ٹھکرایا ہے کہ وہ ہمیں اپنے قرابت داروں کی مودت کی ترغیب دے سکیں اور انھوں نے یہ بات اپنی طرف سے

گھڑ لی ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ وَ يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ (الشوریٰ۔۲۴)

"کیا ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ رسولؐ نے اللہ پر جھوٹا بہتان تراش لیا ہے جب کہ خدا چاہے تو تمہارے قلب پر مہر بھی لگا سکتا ہے اور خدا تو باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعے سے ثابت اور پائیدار بنا دیتا ہے، یقیناً وہ دلوں کے رازوں کو جاننے والا ہے"۔

رسول خداؐ نے قاصد بھیج کر ان لوگوں کو اپنے ہاں طلب کیا اور فرمایا :۔

کیا اس طرح کی باتیں ہوئی ہیں ؟

لوگوں نے کہا :۔

جی ہاں ! ہم میں سے کچھ لوگوں نے اس طرح کی باتیں کی ہیں اور وہ ہمیں ناگوار گزری ہیں ۔

آنحضرتؐ نے انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی ۔اہل ایمان یہ آیت سن کر رونے لگے اوران کے رونے کی آوازیں کافی بلند ہوئیں تو اللہ کوان پر رحم آ گیا اور یہ آیت نازل فرمائی :۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۔ (الشوریٰ ۔ ۲۵)

" اور وہی وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اوران کی برائیوں کو معاف کرتا ہے اور وہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے "۔

چنانچہ یہ اہل بیتؑ کی چھٹی خصوصیت ہے۔

ساتویں آیت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (احزاب۔۵۶)

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں ، ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور سلام کرو جیسے کہ سلام کرنے کا حق ہے"۔

جب یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی تو صحابہ نے آنحضرتؐ سے عرض کی :۔

یا رسول اللہ! ہمیں آپؐ پر سلام کرنے کا تو علم ہے ، آپؐ پر صلوات کیسے پڑھی جائے ؟

آپؐ نے فرمایا :۔

تم یہ کہو :۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

"لوگو! کیا تمہیں اس مسئلے میں کوئی اختلاف ہے ؟

تمام حاضرین نے کہا :۔

نہیں ! ہمیں اس بات سے کوئی اختلاف نہیں ہے ، پوری امت کا اس مسئلہ پر اجماع ہے "۔

مامون نے کہا :۔

ابوالحسنؑ ! کیا آل کے متعلق قرآن مجید میں اس سے زیادہ واضح آیت بھی موجود ہے ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"وگو! مجھے قرآن مجید کی اس آیت مجیدہ کے متعلق بتلاؤ۔

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

لفظ یاسین سے کون مراد ہیں؟"

علماء نے کہا:۔

ابوالحسن! سیدھی سی بات ہے کہ "یاسین" سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور اس کے متعلق کوئی شک نہیں ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"سنو! اللہ تعالیٰ نے محمد و آل محمد علیہم السلام کو وہ فضیلت عطا کی ہے جس کی حقیقت تک لوگوں کی عقل پرواز نہیں کر سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ پر سلام بھیجا ہے لیکن کسی نبی کی آل پر سلام نہیں بھیجا، چنانچہ فرمان الٰہی ہے:۔

سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ۔ (الصافات۔۷۹)

"عالمین میں نوح پر سلام ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ۔ (الصافات۔۱۰۹)

"ابراہیم پر سلام ہو"۔

اور فرمایا:۔

سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ۔ (الصافات۔۱۲۰)

"موسیٰ و ہارون پر سلام ہو"۔

اس کے برعکس پورے قرآن میں اللہ نے یہ نہیں کہا۔

کہ آل نوح پر سلام ہو، آل ابراہیم پر سلام ہو، آل موسیٰ و ہارون پر

سلام ہو ، لیکن جب آل محمد کی باری آئی تو اللہ تعالی نے فرمایا :۔

سَلَامٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ ۔ (صافات۔۱۳۰)

"آل یاسینؑ پر سلام ہو ، یعنی آل محمدؐ پر سلام ہو"۔

امام علیہ السلام کا یہ بیان سن کر مامون نے کہا :۔

میں مان گیا ہوں کہ معدن نبوت ہی ایسی تشریح کر سکتے ہیں۔

آٹھویں آیت

اللہ تعالی کا فرمان ہے :۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی ۔ (انفال۔۴۱)

" اور جان لو جو کچھ تمہیں غنیمت حاصل ہو ، اس میں پانچواں حصہ اللہ اور رسولؐ اور ان کے قرابت داروں کا ہے"۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے عترت طاہرہ کا حصہ اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ شامل کیا ، یہ آل کا عظیم شرف ہے ، اور اللہ تعالی نے عترت طاہرہؑ کے حصے کو اپنے اور رسولؐ کے حصے سے متصل کیا اور باقی خمس کے حق داروں کو جدا اور علیحدہ رکھا ، اللہ نے اپنی ذات سے ابتدا کی اور دوسرے نمبر پر اپنے رسولؐ کا تذکرہ کیا اور تیسرے درجہ پر عترت طاہرہ کا تذکرہ کیا ۔

یہ اس کتاب کا فرمان ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور یہ کتاب ہے کہ جس کے آگے اور پیچھے باطل نہیں آ سکتا جو صاحب حکمت اور لائق حمد کی نازل کردہ ہے ۔

خمس کے تین مذکورہ طبقات کے بعد اللہ تعالی نے دوسرے مستحقین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا :۔

وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔ (انفال۔۴۱)

"خمس یتیموں اور مساکین اور مسافرین کے لیئے ہے"۔

اب قابل توجہات یہ ہے کہ یتیم خمس کا حقدار ہے، لیکن جب یتیم بالغ ہو جائے تو وہ خمس کا حق دار نہیں رہے گا، اور اس طرح سے جب مسکین آسودہ حال ہو جائے تو اسے بھی غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا جائے گا اور جب مسافر اپنے گھر پہنچ جائے تو وہ بھی غنیمت میں سے حصہ نہیں لے گا۔

اور ان تینوں طبقات کے برعکس " ذی القربیٰ " کا حصہ قیامت تک قائم رہے گا، چاہے وہ امیر ہوں یا غریب ہوں، پھر بھی خمس میں ان کا حصہ موجود رہے گا، کیونکہ ان کے حصے کا تذکرہ اللہ اور رسول کے حصے کے ساتھ کیا گیا ہے، اور اللہ اور رسول ہرگز غریب نہیں ہیں۔

جس طرح سے خدا نے خمس و غنیمت میں پہلے اپنا تذکرہ کیا پھر اپنے رسول کا تذکرہ کیا اور پھر عترت طاہرہؑ یعنی " ذی القربیٰ " کا تذکرہ کیا ، اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے وجوب اطاعت کے لیئے پہلے اپنا ذکر کیا پھر اپنے رسولؐ کا ذکر کیا پھر اہل بیتؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔ (النساء۔۵۹)

" ایمان والو ! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہوں"۔

اور آیت ولایت میں بھی اللہ نے پہلے اپنی ولایت پھر اپنے نبیؐ کی ولایت پھر عترت کی ولایت کا تذکرہ کیا ، چنانچہ ارشاد ہوا :۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۔ (مائدہ۔۵۵)

"(اہل ایمان) تمہارا ولی بس اللہ ہے اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ مومن تمہارے ولی ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں"۔(۱)

اللہ تعالیٰ نے غنیمت و فے کے خمس میں انہیں اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ شامل کیا اور اطاعت میں بھی انہیں اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ شامل کیا اور ولایت میں بھی اللہ نے اپنی اور اپنے رسولؐ کی ولایت کے ساتھ عترت طاہرہ کی ولایت کو شامل کیا۔

اس سے خود اندازہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیتؑ پر کتنی نعمتیں نازل کی ہیں۔

اور جب زکوٰۃ و صدقات کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ۔ (التوبہ۔۶۰)

"صدقات فقراء اور مساکین اور اس کے عاملین اور جن کی تالیف قلب مطلوب ہو اور غلاموں کو آزاد کرانے اور قرض داروں کا قرض اتارنے اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کے لیئے ہیں، یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے"۔

۱۔ علامہ حلی رحمہ اللہ اپنی کتاب نہج الحق کی بحث امامت میں لکھتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام کی امامت منقول اور سنت متواترہ سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں اس سلسلہ کی بہت سی آیات ہیں، جن میں پہلی آیت یہ ہے

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ

(المائدہ:۵۵)

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت امیر المومنین کے حق میں نازل ہوئی اور کتاب "الجمع بین الصحاح الستہ" میں مذکور ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت علی نے حالت رکوع میں ایک سائل کو اپنی انگشتری خیرات میں دی تھی۔

اور "ولی" "متصرف" کو کہتے ہیں۔ اللہ نے اپنی ذات کی ولایت ثابت کی پھر اپنے رسولؐ کی ولایت ثابت کی اور پھر امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت ثابت کی۔

اللہ کی ولایت عامہ ہے۔ اسی طرح سے رسولؐ اور علی کی ولایت بھی عامہ ہے۔

صدقات میں اللہ نے اپنا کوئی حصہ نہیں رکھا اور اپنے رسولؐ کا بھی کوئی حصہ مقرر نہیں کیا ۔اسی طرح سے عترت طاہرہ کا بھی صدقات میں کوئی حصہ نہیں رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ اور ان کے اہل بیتؑ پر صدقہ حرام کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ لوگوں کے ہاتھ کی میل کچیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر طرح کے میل کچیل سے پاک و پاکیزہ رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل بیتؑ کو طاہر بنایا اور انہیں اپنی رضا کے لیئے چن لیا اور ذات احدیت نے جو کچھ اپنے لیئے پسند کیا وہی کچھ اہل بیتؑ کے لیئے پسند کیا ، اور جس چیز کو اپنے لیئے ناپسند کیا ، اسے اہل بیتؑ کے لیئے بھی ناپسند کیا۔

نویں آیت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (النحل۔۴۳)

" اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو "۔

لوگو ! ہم اہل ذکر ہیں اور اگر تم لاعلم ہو تو ہم سے پوچھو"۔

علماء نے کہا :۔

ابوالحسن ! " اہل ذکر " سے تو یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"سبحان اللہ ! اگر اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں تو امت اسلامیہ جب ان سے سوال کرے گی تو وہ تو اپنے دین کی دعوت دیں گے اور کہیں گے کہ ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔

بھلا اس صورت میں تم کیا کرو گے ؟"

مامون نے کہا :-

ابوالحسن ! پھر اس آیت کی تفسیر کیا ہوسکتی ہے ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :-

" ذکر " سے رسول خدا مراد ہیں اور ہم اہل ذکر ہیں ، اللہ تعالیٰ نے سورہ طلاق میں ارشاد فرمایا :-

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا ۔ (طلاق ۔ ۱۰،۱۱)

" اللہ نے تمہارے پاس رسولؐ کو ذکر بنا کر نازل کیا "۔

لہٰذا " ذکر " رسول اکرمؐ ہیں اور ہم ان کے اہل ہیں ، لہٰذا ہم ہی " اہل الذکر " ہیں۔

یہ ہماری نویں خصوصیت ہے۔

دسویں آیت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :-

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ ۔ (النساء ۔ ۲۳)

" تم پر تمہاری مائیں ، اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں حرام کی گئیں "۔

اب آپ حضرات مجھے یہ جواب دیں کہ کیا میری بیٹی ، یا میری نواسی یا میرے صلب سے پیدا ہونے والی کوئی لڑکی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے حلال ہے اگر آپؐ زندہ ہوں ؟"

حاضرین نے کہا :-

نہیں !

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :-

" اچھا یہ بتاؤ : اگر بالفرض رسول خداؐ زندہ ہوں تو کیا تمہاری بیٹیاں ان

کے لیے حلال ہوں گی یا حرام ہوں گی ؟"

حاضرین نے کہا :۔

ہماری بیٹیاں حلال ہوں گی ۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"بس اس سے ثابت ہو گیا کہ میں اور ہوں اور تم اور ہو، میں آل میں سے ہوں اور تم آل میں سے نہیں ہو، اگر تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل ہوتے۔ تو تمہاری بیٹیاں بھی میری بیٹیوں کی طرح آنحضرتؐ کے لیئے حرام ہوتیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ میں آنحضرتؐ کی آل ہوں اور تم ان کی امت ہو، یہ آل اور امت کا فرق ہے۔ آل آنحضرتؐ کا جزو ہیں اور امت آپؐ کا جزو نہیں ہے۔"

گیارہویں آیت

اللہ تعالیٰ نے مومن آل فرعون کے قول کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ.

(مومن ۲۸)

"اور مرد مومن نے کہا جس کا تعلق آل فرعون سے تھا جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا، کیا تم اس شخص کو قتل کرو گے جو یہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے اور وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس واضح نشانیاں بھی لے کر آیا ہے"۔

مومن آل فرعون رشتہ میں فرعون کے ماموں کا بیٹا تھا، وہ اگرچہ فرعون کے مسلک کا مخالف تھا، اللہ تعالیٰ نے نسب کی وجہ سے اسے آل فرعون قرار دیا، جب ایک شخص نظریاتی مخالف ہونے کے باوجود صرف نسب کی وجہ سے کسی کی آل قرار پاتا ہے تو ہم حضور اکرمؐ کے نسب میں بھی شریک ہیں اور دین میں بھی

شریک ہیں تو ہمارے آل ہونے کا کتنا بلند مقام ہوگا ؟

یہ آل اور امت کا گیارہواں فرق ہے۔

بارہویں آیت

اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا۔

وَ اْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا۔ (طٰہٰ ۱۳۲)

" اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو "۔

اللہ تعالٰی نے اس فضیلت کے لیئے ہمیں مخصوص فرمایا ، کیونکہ تمام امت کے ساتھ ہمیں نماز قائم کرنے کا حکم دیا ، اور پھر امت سے علیحدہ کر کے اپنے حبیبؐ کو کہا کہ وہ ہمیں نماز کا حکم دیں۔

چنانچہ اس آیت مجیدہ کے نزول کے بعد رسول خدا پورے نو مہینے تک ہر نماز کے وقت علی و بتول علیہما السلام کے دروازے پر روزانہ پانچ بار آتے تھے اور دروازے پر کھڑے ہو کر فرماتے تھے۔

اَلصَّلٰوۃُ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ۔

" خدا تم پر رحم کرے ، نماز کا وقت ہے "۔

اللہ تعالٰی نے کسی نبی کی اولاد کو وہ عزت و عظمت عطا نہیں کی جو عزت و عظمت اہل بیت مصطفٰیؐ کو عطا کی۔

مامون اور دوسرے علماء نے کہا ہے۔

اے اہل بیت پیغمبرؐ ! خدا تمہیں اس امت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے ، جو حقائق ہماری فہم و فراست سے بلند ہوتے ہیں ، ان کی تشریح اور بیان آپ کی طرف سے ہی ہمیں نصیب ہوتے ہیں۔

باب 24

آپؑ کی زبانی، شامی کے سوالات اور امیر المومنینؑ کے جوابات

1 (حذف اسناد) ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن عامر طائی نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے کہا، امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا: امیر المومنین علیہ السلام کوفہ کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے تو مجمع میں سے ایک شامی نے اٹھ کر کہا:۔

امیر المومنین! میں آپؑ سے چند چیزوں کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: سمجھنے کے لیے سوال کرو اور ضد بازی کے لیے سوال نہ کرو۔ مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگ اسے گھور گھور کر دیکھنے لگے۔

(ہم سوالات و جوابات کو مکالمہ کی شکل میں لکھیں گے۔)

شامی: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟

امیر المومنینؑ: اللہ نے نور کو پیدا کیا۔

شامی: آسمانوں کو کس چیز سے خلق کیا گیا؟

امیر المومنینؑ: پانی کے بخارات سے

شامی: زمین کس چیز سے بنائی گئی؟

امیر المومنینؑ: پانی کی جھاگ سے۔

شامی: پہاڑ کس چیز سے بنائے گئے؟

امیر المومنینؑ: پانی کی موجوں سے۔

شامی : مکہ کو " ام القریٰ " کیوں کہا جاتا ہے ؟

امیر المومنینؑ : کیونکہ زمین اس کے نیچے سے بچھائی گئی۔

شامی : آسمان دنیا کس چیز سے بنا ؟

امیر المومنینؑ : رکی ہوئی موج سے ۔

شامی : سورج اور چاند کا طول و عرض کیا ہے ؟

امیر المومنینؑ : نو سو فرسخ ضرب نو سو فرسخ (۹۰۰×۹۰۰ فرسخ)۔

شامی : ستارے کا طول و عرض کیا ہے ؟

امیر المومنینؑ : بارہ فرسخ ضرب بارہ فرسخ (۱۲×۱۲)فرسخ

شامی : سات آسمانوں کے رنگ اور ان کے علیحدہ علیحدہ نام بتائیں ؟

امیر المومنینؑ :

آسمان دنیا کا نام " رفیع " ہے اور وہ پانی اور دھوئیں سے بنا ہوا ہے

آسمان دوم کا نام " قیدوم " ہے جس کا رنگ تانبے جیسا ہے ۔

آسمان سوم کا نام " مادون " ہے اس کا رنگ پیتل جیسا ہے ۔

آسمان چہارم کا نام " ارفلون " ہے ، اس کی رنگت چاندی جیسی ہے۔

آسمان پنجم کا نام " ہیفون " ہے ، اس کی رنگت سونے جیسی ہے۔

آسمان ششم کا نام " عروس " ہے اور وہ سبز یاقوت کا ہے ۔

آسمان ہفتم کا نام " عجماء " ہے اور وہ سفید موتی کا ہے ۔

شامی : بیل ہمیشہ کیوں سر جھکائے رہتا ہے اور کبھی بھی آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھتا ؟

امیر المومنینؑ : جب سے بنی اسرائیل نے گوسالہ کی پوجا کی ہے ،اس دن سے بیل بے چارہ شرم کی وجہ سے آسمان کی جانب آنکھ نہیں اٹھاتا ۔

شامی : وہ نبی کون ہیں جنھوں نے بیک وقت دو بہنوں سے نکاح کیا تھا ؟

امیر المومنینؑ : وہ حضرت یعقوب بن اسحاق تھے ، جنہوں نے حبار اور راحیل دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کیا تھا ، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کو حرام کر دیا ۔

شامی : مدوجزر کیا ہے ؟

امیر المومنینؑ : اللہ تعالیٰ نے سمندروں پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جس کا نام " رومان " ہے ، جب وہ اپنے قدم سمندر میں رکھتا ہے تو مد پیدا ہوتی ہے اور جب وہ پاؤں نکالتا ہے تو جزر پیدا ہوتی ہے۔

شامی : جنات کا باپ کون تھا ؟

امیر المومنینؑ : جنات کے جد اعلیٰ کا نام " شومان " ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے آگ کے شعلہ سے پیدا کیا تھا۔

شامی: کیا اللہ تعالیٰ نے قوم جنات کی طرف کسی نبی کو مبعوث کیا ؟

امیر المومنینؑ : جی ہاں ! اللہ نے ایک نبی کو ان کی طرف مبعوث کیا تھا جس کا نام "یوسف" تھا ، نبی نے انہیں اللہ کی دعوت دی ، انہوں نے اس نبی کو قتل کر دیا تھا۔

شامی : ابلیس کا آسمان میں کیا نام تھا ؟

امیر المومنینؑ : آسمان میں اس کا نام " حارث " تھا۔

شامی : آدمؑ کا نام " آدم " کیوں رکھا گیا ؟

امیر المومنینؑ : کیونکہ وہ " ادیم ارض " زمین کی کھال سے بنائے گئے تھے۔

شامی : میراث میں مرد کے دو حصے اور عورت کا ایک حصہ کیوں ہے ؟

امیر المومنینؑ : حواؑ نے خوشہ اٹھایا ، اس پر تین دانے تھے ، ایک اس نے خود کھایا اور دو دانے آدمؑ کو کھلائے اسی لیئے عورت کا ایک حصہ اور مرد کے دو حصے مقرر ہوئے۔

شامی : کون سے انبیاء "مختون" پیدا ہوئے ؟

امیر المومنینؑ : اللہ تعالیٰ نے آدم ، شیث ، ادریس ، نوح ، سام بن نوح ، ابراہیم ، داؤد ، سلیمان ، لوط ، اسماعیل ، موسیٰ ، عیسیٰ اور محمد مصطفی علیھم السلام کو "مختون" پیدا کیا۔

شامی : آدمؑ کی عمر کتنی تھی ؟

امیر المومنینؑ : نو سو تیس سال۔

شامی : سب سے پہلے شعر کس نے کہے ؟

امیر المومنینؑ : آدمؑ نے۔

شامی : اس نے شعر کب اور کیوں کہے ؟

امیر المومنینؑ : جب آدمؑ زمین پر اترے تو انہوں نے زمین کی خاک اور وسعت اور ہوا کو دیکھا اور پھر جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے یہ شعر کہے تھے۔

تغیرت البلاد و من علیھا	فوجه الارض مغبر قبیح
تغیر کل ذی طعم و لون	و قل بشاشة الوجه الملیح
اری طول الحیاة علیّ غمًا	و ھل انا من حیاتی مستریح؟
ومالی لا اجود بسکب دمع	و ھابیل تضمنه الضریح
قتل قابیل ھابیلا اخاه	فوا حزنی لقد فقد الملیح

"شہر اور ان کے رہنے والے بدل گئے اور زمین کا چہرہ خراب اور گرد آلود ہو چکا ہے۔

ہر رنگ و ذائقہ رکھنے والی چیز بدل گئی ہے اور خوبصورت چہرے کی بشاشت ماند پڑ گئی ہے۔

میں اپنے لیئے طول حیات کو باعث غم سمجھتا ہوں ، اور کیا زندگی کے خاتمہ

کی وجہ سے مجھے چین مل سکے گا ؟

میں آنسو آخر کیوں نہ بہاؤں کیونکہ ہابیلؑ قبر میں مدفون ہو چکا ہے۔

قابیل نے اپنے بھائی ہابیلؑ کو قتل کر ڈالا ہے ، ہائے غم و حسرت کہ سانولا سلونا بیٹا گم ہو گیا"۔

جب حضرت آدمؑ نے ہابیلؑ کا یہ مرثیہ پڑھا تو ابلیس لعین نے جواب میں یہ شعر پڑھے۔

تنح عن البلاد و ساکنیها　فبی فی الخلد ضاق بك الفسیح
و کنت بها و زوجك فی قرار　و قلبك من أذی الدنیا مریح
فلم تنفك من کیدی و مکری　الی ان فاتك الثمن الربیح

"تو شہروں اور شہر والوں سے دور ہو جا ، میری وجہ سے تیرے لیئے وسیع جنت تنگ ہو گئی تھی۔

جہاں تو اور تیری زوجہ سکون و قرار سے رہتے تھے اور دنیا کی تکلیف سے تیرا دل آزاد تھا۔

تو میرے فریب اور مکر سے نہ بچ سکا اور تجھ سے قیمتی سرمایہ چلا گیا"۔

شامی : حضرت آدمؑ فراقِ جنت میں کتنے روئے اور انھوں نے کس قدر آنسو بہائے تھے ؟

امیر المومنینؑ : حضرت آدمؑ فراق جنت میں ایک سو سال تک روتے رہے اور ان کی دائیں آنکھ سے دجلہ اور بائیں آنکھ سے فرات جتنے آنسو نکلے تھے۔

شامی : حضرت آدمؑ نے کتنے حج کیئے تھے ؟

امیر المومنینؑ : انھوں نے ستر حج پاپیادہ کیئے تھے ، جب وہ پہلا حج کرنے گئے تھے تو ایک ٹٹورا (۱) ان کے ساتھ تھا جو انہیں پانی کے مقامات کی رہنمائی کرتا تھا اور وہ پرندہ ان کے ہمراہ جنت سے آیا تھا ، اسی لیئے ٹٹورے اور خطاف (۲) کے کھانے سے منع

۱۔ ٹٹورا ایک پرندہ ہے جس کا سر سیاہ اور پیٹ سفید اور چونچ سرخ ہوتی ہے ، چھوٹے پرندوں کو شکار کر کے کھاتا ہے۔

۲۔ خطاف ایک پرندہ ہے جس کے بازو سیاہ ہیں ، دریاؤں پر رہتا ہے اور رنگ سیاہ ہوتا ہے۔

کیا گیا ہے۔

شامی : خطاف اپنے پاؤں پر کیوں نہیں چلتا۔

امیرالمومنینؑ : اس نے چالیس برس تک بیت المقدس کا طواف کیا اور اس کا نوحہ کرتا رہا اور آدمؑ کے ساتھ ہمیشہ روتا رہتا تھا، اسی لیے اس نے گھروں میں رہائش رکھی اور اسی پرندہ کے پاس اللہ کی کتاب کی نو آیات تھیں جن کی آدمؑ جنت میں تلاوت کیا کرتے تھے، اور وہ نو آیات قیامت تک اس کے پاس رہیں گی، اور وہ آیات یہ ہیں۔

سورۂ کہف کی پہلی تین آیت اور سورۂ بنی اسرائیل کی تین آیت جو کہ " **اِذَا قَرَأتَ الْقُرْاٰنَ** " سے شروع ہوتی ہیں (یعنی سورۂ بنی اسرائیل کی ۴۵ تا ۴۷ آیات) اور سورۂ یاسین کی تین آیت جو کہ " **وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ سَدًّا** " سے شروع ہوتی ہیں (یعنی سورہ یاسین کی آیت ۹ سے ۱۱ تک)۔

شامی : کفر کی ابتدا کس نے کی اور پہلا کافر کون تھا ؟

امیرالمومنینؑ : کفر کی ابتدا ابلیس سے ہوئی اور وہی کائنات کا پہلا کافر ہے۔

شامی : نوح علیہ السلام کا اصل نام کیا تھا ؟

امیرالمومنینؑ : نوح کا اصل نام " سکن " تھا، انہیں نوح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نو سو پچاس برس تک قوم پر نوحہ کیا تھا۔

شامی : کشتی نوح کا طول و عرض کیا تھا ؟

امیرالمومنینؑ : اس کا طول آٹھ سو ہاتھ اور عرض پانچ سو ہاتھ اور سطح زمین سے اس کی بلندی اسی ہاتھ تھی۔

اس کے بعد وہ شامی بیٹھ گیا اور ایک اور شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے آپؑ سے یہ سوالات پوچھے۔

(ہم قارئین کی سہولت کے لیے سوالات و جوابات کو مکالمہ کی شکل میں لکھیں

گے۔ من المترجم عفی عنہ)

سائل: زمین پر سب سے پہلے کون سا درخت کاشت کیا گیا؟

امیر المومنینؑ: عوسجہ نامی درخت سب سے پہلے کاشت کیا گیا اور حضرت موسیٰ کا عصا بھی اسی درخت سے تعلق رکھتا تھا۔

سائل: وہ کون سا درخت ہے جو سب سے پہلے زمین پر اگا؟

امیر المومنینؑ: سب سے پہلے کدو پیدا ہوا۔

سائل: آسمان والوں میں سے سب سے پہلے حج کس نے کیا تھا؟

امیر المومنینؑ: جبرئیل علیہ السلام نے سب سے پہلے حج کیا تھا۔

سائل: طوفانِ نوحؑ کے زمانہ میں کس سر زمین کو سب سے پہلے پھیلایا گیا تھا؟

امیر المومنینؑ: مقام کعبہ کو اور وہ سبز زبرجد کا تھا۔

سائل: روئے زمین پر سب سے قابل احترام وادی کون سی ہے؟

امیر المومنینؑ: سرندیپ کی وادی، حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے یہیں اترے تھے۔

سائل: روئے زمین کی بدترین وادی کون سی ہے؟

امیر المومنینؑ: یمن میں ایک وادی ہے جس کا نام برہوت ہے اور وہ دوزخ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔

سائل: وہ قید خانہ کون سا ہے جو اپنے قیدی کو لے کر چلتا رہا؟

امیر المومنینؑ: وہ وہی مچھلی ہے جس کے شکم میں یونس بن متیٰ تھے وہ انہیں لے کر چلتی رہی۔

سائل: آپ ان چھ چیزوں کے نام بتائیں جو رحم مادر میں نہیں رہیں؟

امیر المومنینؑ: وہ یہ ہیں۔

1۔ آدمؑ 2۔ حوا 3۔ ابراہیمؑ کا دنبہ 4۔ موسیٰؑ کا عصا 5۔ صالحؑ کی اونٹنی

6. وہ چمگادڑ جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنایا تھا اور جو اذن خدا سے اڑا تھا۔

سائل: آپ اس متہم کے متعلق بتائیں جو نہ تو انسان تھا اور نہ ہی جن تھا اور اس پر تہمت بھی لگائی گئی؟

امیر المومنینؑ: وہ بھیڑیا تھا جس کے متعلق برادران یوسف نے تہمت لگائی تھی۔

سائل: اس چیز کا نام بتائیں جو نہ تو انسان ہے اور نہ ہی جن ہے مگر اس کی طرف اللہ نے وحی کی ہو؟

امیر المومنینؑ: وہ شہد کی مکھی ہے۔

سائل: وہ پاکیزہ ترین جگہ کون سی ہے جہاں نماز جائز نہیں ہے؟

امیر المومنینؑ: کعبہ کی چھت۔

سائل: وہ جگہ بتائیں جہاں صرف ایک مرتبہ سورج چمکا پھر نہیں چمکا؟

امیر المومنینؑ: یہ وہ سمندر ہے جہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر گئے تھے، ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے گزرنے کی جگہ کو اللہ نے خشک کر دیا تھا اور وہاں سورج چمکا تھا، پھر وہاں آج تک سورج نہیں چمکا۔

سائل: وہ کون سی چیز ہے جب زندہ تھی تو پیتی تھی اور جب مر گئی تو کھاتی تھی؟

امیر المومنینؑ: وہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے جب تک تر و تازہ تھا، پانی پیتا تھا اور جب خشک ہو کر موسیٰؑ کے ہاتھ میں آیا تو جادو گروں کی رسیوں کو کھا گیا۔

سائل: وہ ڈرانے والا کون تھا جس نے اپنی قوم کو ڈرایا مگر وہ نہ تو انسان تھا اور نہ ہی جن تھا؟

امیر المومنینؑ: وہ وہی چیونٹی تھی جس نے اپنی قوم کو لشکر سلیمانؑ سے ڈرایا تھا، وہ نہ تو انسان تھی اور نہ ہی جن تھی۔

سائل: سب سے پہلے ختنہ کرانے کا حکم کس نے جاری کیا؟

امیر المومنینؑ: ابراہیم علیہ السلام نے۔

سائل : وہ کون سی عورت تھی جس کا سب سے پہلے ختنہ ہوا ؟

امیر المومنینؑ : وہ ہاجرہ تھیں جن کا ختنہ سارہ نے کیا تھا تا کہ وہ ان کی کنیزوں سے آزاد ہو جائیں ۔

سائل : وہ عورت کون تھی جس نے سب سے پہلے اپنے تہ بند کو لٹکایا ؟

امیر المومنینؑ : وہ ہاجرہ تھیں ، جب وہ سارہ سے بھاگیں تو انہوں نے اپنے تہ بند کو لٹکایا اور زمین پر خط دیتی ہوئی روانہ ہوئیں ۔

سائل : اس مرد کا نام بتائیں جس نے سب سے پہلے اپنے تہ بند کو لٹکایا ؟

امیر المومنینؑ : وہ قارون تھا ۔

سائل : سب سے پہلے جوتا کس نے پہنا ؟

امیر المومنینؑ : ابراہیم علیہ السلام نے ۔

سائل : ازروئے نسب سب سے زیادہ معزز کون ہیں ؟

امیر المومنینؑ : وہ یوسفؑ بن یعقوبؑ اسرائیل اللہ بن اسحاقؑ ذبیح اللہ بن ابراہیمؑ خلیل اللہ ہیں۔

سائل : وہ کون سے چھ نبی ہیں جن کے دو دو نام ہیں ؟

امیر المومنینؑ : وہ یہ ہیں۔

1۔ یوشعؑ بن نون ، ان کا دوسرا نام " ذوالکفل " ہے۔

2۔ یعقوبؑ ، ان کا دوسرا نام " اسرائیل " ہے ۔

3۔ خضرؑ ، ان کا دوسرا نام " حلقیا " ہے۔

4۔ یونسؑ ، ان کا دوسرا نام " ذوالنون " ہے ۔

5۔ عیسیٰؑ ، ان کا دوسرا نام " مسیح " ہے ۔

6۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،ان کا دوسرا نام " احمدؐ " ہے۔

سائل : وہ کون سی چیز ہے جو سانس تو لیتی ہے مگر اس میں گوشت اور خون نہیں ہے ؟

امیر المومنینؑ : وہ صبح ہے " **وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ** "۔ (التکویر۔۱۸)

" اور صبح کی قسم جب سانس لینے لگی"

سائل : وہ پانچ نبی کون سے تھے جو عربی میں کلام کرتے تھے ؟

امیر المومنینؑ : وہ ہودؑ، شعیبؑ، صالحؑ، اسماعیلؑ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

پھر وہ سائل بیٹھ گیا اور ایک اور شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے حضرت سے عرض کیا :

سائل : امیر المومنینؑ! آپ قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق ہمیں بتائیں ۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ۔ (عبس : ۳۴ تا ۳۷)

" جس دن انسان اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی زوجہ اور اپنی اولاد سے بھاگے گا ، اس دن ہر شخص اپنی پریشانی میں مبتلا ہو گا جس کی وجہ سے وہ کسی پر توجہ نہیں کرے گا "۔

مذکورہ افراد کون ہیں ؟

امیر المومنینؑ : قیامت کے دن قابیل اپنے بھائی ہابیلؑ سے بھاگے گا اور موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ سے بھاگیں گے (۱) ، ابراہیم علیہ السلام اپنے مربی باپ آزر سے بھاگیں گے نہ کہ حقیقی والد سے۔

لوط علیہ السلام اپنی زوجہ سے بھاگیں گے اور نوح علیہ السلام اپنے نااہل بیٹے کنعان سے بھاگیں گے۔

سائل : وہ کون تھے جن کی سب سے پہلے اچانک وفات ہوئی تھی ؟

۱۔ مصنف کتاب ھذا اپنی دوسری کتاب الخصال میں لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی لیے اپنی والدہ سے گریزاں ہوں گے کیونکہ ان کی خدمت میں کوئی کمی رہ گئی ہو ۔ اور ابراہیم علیہ السلام اپنے مشرک مربی آزر سے بھاگیں گے نہ کہ اپنے حقیقی والد تارخ سے ۔

امیر المومنینؑ: وہ داؤد علیہ السلام تھے، بدھ کے دن اچانک اپنے منبر پر وفات پا گئے تھے۔

سائل: وہ کون سی چار چیزیں ہیں جو چار چیزوں سے سیر نہیں ہوتیں ؟

امیر المومنینؑ: 1۔ زمین بارش سے۔ 2۔ عورت مرد سے۔
3۔ آنکھ دیکھنے سے۔ 4۔ عالم علم سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔

سائل: سب سے پہلے درہم و دینار کا سکہ کس نے رائج کیا ؟

امیر المومنینؑ: نوح علیہ السلام کے بعد نمرود بن کنعان نے۔

سائل: لواطت کو کس نے سب سے پہلے رائج کیا ؟

امیر المومنینؑ: لواطت کو سب سے پہلے ابلیس نے متعارف کرایا اور اسی لعین نے اپنے نفس کو لواطت کے لیے پیش کیا۔

سائل: راعبی (کبوتر) اپنی گنگناہٹ میں کیا کہتے ہیں ؟

امیر المومنینؑ: یہ ڈھول تاشے اور بینڈ باجے والوں کو بد دعا دیتے ہیں۔

سائل: براق کی کنیت کیا ہے ؟

امیر المومنینؑ: ابو ہلال (ابو ہزال)۔

سائل: بادشاہ تبع کی وجہ تسمیہ کیا ہے ؟

امیر المومنینؑ: یہ بادشاہ دراصل پہلے پہل ایک اور بادشاہ کا کاتب تھا اور جب وہ بادشاہ کا کوئی خط لکھتا تو اس کے سرنامہ پر یہ عبارت لکھا کرتا تھا۔

"بسم اللہ الذی خلق صبحًا وریحًا"۔

"اس اللہ کے نام کے سہارے جس نے صبح اور ہوا کو پیدا کیا"۔

بادشاہ نے کہا: تم یہ الفاظ لکھنے کی بجائے یہ لکھا کرو۔

"باسمك ملك الرعد"۔

"کڑک کے فرشتے کے نام سے"۔

اس نے کہا : نہیں ! میں خط کا آغاز اپنے پروردگار کے نام سے ہی کروں گا پھر آپ کا مقصد تحریر کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا پسند آئی اور خدا نے اسے اس ملک کا بادشاہ بنا دیا ، پھر لوگوں نے اس کے الفاظ کی تقلید کی ، اسی لیئے وہ "تُبّع" کے نام سے مشہور ہوا۔

سائل : یہ بتائیں کہ بکری کی دم اوپر کی جانب کیوں اٹھی ہوئی ہے اور اس کی شرم گاہ کیوں ظاہر ہے ؟

امیر المومنینؑ : جب حضرت نوحؑ کی کشتی پہ بکری سوار ہونے لگی تھی تو اس نے نوح علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی اور انھوں نے اس کی دم کو توڑ دیا تھا اور اس کے برعکس بھیڑ کی شرم گاہ اس لیئے چھپی ہوئی ہے کہ اس نے نوح علیہ السلام کے فرمان پہ عمل کیا تھا اور جلدی سے کشتی میں سوار ہو گئی تھی ، حضرت نوحؑ نے اس کی دم پہ دست شفقت پھیرا تھا، اسی لیئے بھیڑ کی شرم گاہ پوشیدہ رہتی ہے ۔

سائل : اہل جنت کس زبان میں اور اہل دوزخ کس زبان میں گفتگو کریں گے ؟

امیر المومنینؑ : اہل جنت کی زبان عربی ہوگی اور اہل دوزخ کی زبان مجوسیوں والی ہو گی۔

سائل : نیند کی کتنی قسمیں ہیں ؟

امیر المومنینؑ : نیند چار قسم کی ہوتی ہے۔

1 انبیاءؑ سیدھے سوتے ہیں اور وہ سوتے ہیں بھی وحی الٰہی کے منتظر ہوتے ہیں۔

2۔ مومن قبلہ رُو ہو کر دائیں کروٹ کے بل سوتا ہے۔

3۔ بادشاہ اور ان کی اولاد بائیں کروٹ کے بل سوتے ہیں تا کہ ان کی غذا ہضم ہو سکے ۔

4۔ ابلیس اور اس کے بھائی بند اور دیوانے اور آفت رسیدہ افراد منہ کے بل الٹے سویا کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ سائل بیٹھ گیا اور ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا :

سائل : امیرالمومنین! آپ ہمیں یہ بتائیں کہ ہم بدھ کے دن کو منحوس کیوں سمجھتے ہیں اور اسے اپنے بیٹے گراں کیوں قرار دیتے ہیں اور وہ بدھ کون سا ہے جو کہ نحس ہے؟"

امیرالمومنینؑ : وہ مہینہ کے آخر میں آنے والا بدھ ہے جو کہ ایام محاق میں آئے (ایام محاق سے مراد ہر قمری مہینے کی آخری تین تاریخیں ہیں جن میں چاند نظر نہیں آتا) اس بدھ میں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا، اور اس بدھ کے روز ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود میں ڈالا گیا تھا اور انہیں منجنیق میں بٹھایا گیا تھا، اور بدھ کے دن اللہ نے فرعون کو غرق کیا اور بدھ کی شب قوم لوط کی زمین کو الٹایا گیا اور اس کے اوپر والے حصے کو نیچے کر دیا گیا، اور بدھ کے دن قوم عاد پر اللہ نے ہوا کا عذاب نازل کیا اور اس علاقہ کو ایسا کر دیا جیسا کہ کھیت سے فصل کٹ گئی ہو۔

اور بدھ کے دن ہی اللہ نے نمرود پر مچھر کو مسلط کیا تھا، اور بدھ کے دن فرعون نے موسیٰ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا اور بدھ کے دن ہی ایک نافرمان گروہ پر چھت آگری تھی اور بدھ کے دن فرعون نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کے قتل کا اعلان صادر کیا اور بدھ کے دن بیت المقدس ویران ہوا اور بدھ کے دن کوہ فارس کے علاقہ اصطخر میں سلیمان بن داؤد کی مسجد کو نذر آتش کیا گیا اور بدھ کے دن یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو شہید کیا گیا اور بدھ کے دن فرعون پر عذاب کا آغاز ہوا، بدھ کے دن قارون کو زمین میں دھنسایا گیا۔

اور بدھ کے دن ایوب علیہ السلام کی آزمائش ہوئی جس میں ان کے اہل و

عیال اور مال و متاع سب ختم ہو گیا اور بدھ کے دن یوسف علیہ السلام کو زندان میں ڈالا گیا اور وہ دن بھی بدھ کا تھا جس کے متعلق اللہ تعالٰی نے فرمایا :۔

اِنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ (نمل۔ ۵۱)

" ہم نے انہیں اور ان کی تمام قوم کو تباہ کر دیا "۔

اور بدھ کے دن ہی چنگھاڑ سنائی دی تھی ، اور بدھ کے دن ہی کنکریوں کی بارش ہوئی تھی ، اور بدھ کے دن آنحضرتؐ زخمی ہوئے اور ان کے دندان شہید ہوئے ، بدھ کے دن عمالقہ تابوت سکینہ کو لے گئے تھے۔

سائل : یہ بتائیں کہ کونسا کام کس دن سر انجام دینا چاہیے ؟

امیر المومنینؑ : ہفتہ کا دن مکاری اور دھوکے کا دن ہے ۔ اتوار کاشت اور تعمیر کا دن ہے ۔ پیر (سوموار) جنگ اور خون کا دن ہے (دوسری روایت کے مطابق سوموار سفر اور طلب کا دن ہے)۔ منگل سفر اور طلب کا دن ہے (دوسری روایت کے مطابق منگل جنگ اور خون کا دن ہے)۔ بدھ نحس ہے اور لوگ اس سے بد شگونی لیتے ہیں۔ جمعرات حکام کے پاس جانے اور حاجت کے پورا ہونے کا دن ہے۔ جمعہ نکاح اور منگنی کا دن ہے۔

۲۔ (محذوف اسناد) احمد بن طائی روایت کرتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

بدھ کا دن قوم عاد کی تباہی کا دن اور مستقل منحوس دن ہے جو اس دن فصد کھلائے تو اس کے متعلق خطرہ ہے کہ اس کی رگیں کہیں سبز نہ ہو جائیں اور جو اس دن " نورہ " لگائے اس کے متعلق برص کا اندیشہ ہے ۔(۱)

---

(۱) نورہ [illegible] ایک ضماد سا تیار کیا جاتا ہے جسے غیر ضروری بالوں کی صفائی کے لیے بدن کے مخصوص حصوں پر لگایا جاتا ہے [illegible]

باب 25

حضرتؑ کا زید شہیدؓ کے متعلق فرمان

۱۔ (محذوف اسناد) ابن ابی عبدون نے اپنے والد سے روایت کی ۔

انہوں نے کہا: زید بن موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بصرہ میں بغاوت کی اور بنی عباس کے مکانات نذر آتش کیے ، آخر کار وہ گرفتار ہوئے اور اسے مامون کے سامنے پیش کیا گیا تو مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کی وجہ سے اس کو معاف کر دیا اور اس نے امام علیہ السلام سے کہا :

آپ کے بھائی نے بغاوت کی اور اس نے جو کچھ کرنا تھا کیا ، آپ جانتے ہیں کہ اس سے پہلے زید بن علی زین العابدینؑ نے بنی امیہ کے خلاف بغاوت کی تھی ، اسے بنی امیہ نے قتل کر دیا تھا اور میں نے آپ کے بھائی زید کو صرف آپ کی وجہ سے معاف کیا ہے ، اگر یہ آپ کا بھائی نہ ہوتا تو میں اسے قتل کرا دیتا ، اس نے بہت بڑا جرم کیا ہے ۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "بادشاہ سلامت ! آپ میرے بھائی زید کا قیاس زید بن علی زین العابدین پر نہ کریں ، زید شہیدؓ آل محمدؐ کے علما میں سے تھے ، وہ اللہ کے لیے غضب ناک ہوئے اور انہوں نے دشمنان خدا سے جہاد کیا اور بالآخر شہید ہوئے ۔

میرے والد علیہ السلام نے اپنے والد امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ۔

انہوں نے فرمایا: اللہ میرے چچا زیدؓ پر رحم کرے ، انہوں نے آل محمدؐ کی رضا کی دعوت دی تھی اور اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو وہ اپنی دعوت کی شرط کو ضرور پورا کرتے انہوں نے خروج کے لیے مجھ سے مشورہ طلب کیا تھا اور میں نے انہیں کہا تھا :

"چچا جان ! اگر آپ قتل ہونا چاہتے ہیں اور کوفہ کے محلہ کناسہ میں صلیب پر لٹکنے کے خواہش مند ہیں تو خروج کریں ورنہ نہیں"۔

جب زید امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس سے باہر گئے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

اس پر افسوس اور تباہی ہو جو ان کی دعوت کی آواز سن کر اس پر لبیک نہ کہے"۔

مامون نے کہا: ابوالحسن ! مگر جو ناحق امامت کا دعویٰ کرے تو اس کا عذاب بھی تو احادیث میں موجود ہے ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "انہوں نے سرے سے امامت کا ناحق دعویٰ ہی نہیں کیا تھا اور وہ خوف خدا رکھنے والے انسان تھے ،انھوں نے صرف رضائے آل محمدؐ کی دعوت دی تھی۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں ان افراد کی مذمت کی گئی ہے جو ناحق امامت کا دعویٰ کرتے ہوئے کہیں کہ انہیں اللہ کی طرف سے منصب امامت عطا ہوا ہے ، پھر دین خداوندی کی مخالفت کی دعوت دیں اور علم کے بغیر لوگوں کو راہ راست سے بھٹکائیں ۔

حضرت زید ایسے ہرگز نہ تھے ، وہ تو قرآن مجید کی اس آیت کے مصداق تھے ۔

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ۔(الحج۔ ۷۸)

"اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے ، اس نے تمہیں چن لیا ہے "۔

معصومینؑ کی زبانی زید شہید کی فضیلت

مصنف کتاب ھذا محمد بن علی بن حسین کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام کے علاوہ دیگر معصومینؑ نے بھی زید شہیدؓ کے فضائل بیان کیے ہیں، موقع و مقام کی مناسبت سے میں چند احادیث لکھنا چاہتا ہوں تاکہ اس کتاب کے قارئین کو معلوم ہو سکے کہ امامیہ کی نظر میں زید شہید کا کیا مقام ہے۔

۲۔ یہ حدیث مجھ سے احمد بن ھارون الفامی نے ۳۵۴ ہجری میں مسجد کوفہ میں بیان کی اس نے یہ حدیث محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے، انہوں نے حسین بن علوان سے، انہوں نے عمر بن ثابت سے، انہوں نے داؤد بن عبدالجبار سے، انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے، انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے علی علیہ السلام سے روایت کی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسین علیہ السلام سے فرمایا:۔

حسینؑ! تیری نسل میں سے ایک شخص پیدا ہو گا جس کا نام زیدؓ ہو گا، قیامت کے دن زیدؓ اور اس کے ساتھی سفید چہرے لیے ہوئے لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے"۔

۳۔ (حذف اسناد) عمرو بن خالد بیان کرتے ہیں کہ زید بن علی زین العابدین علیہ السلام نے اس کے بالوں کو پکڑ کر کہا:۔

"میرے والد علی زین العابدین علیہ السلام نے میرے بال پکڑ کر مجھ سے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میرے والد امام حسین علیہ السلام نے میرے بال پکڑ کر مجھ سے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا میرے والد علی بن ابی طالب

علیہ السلام نے میرے بال پکڑ کر مجھ سے یہ حدیث بیان کی ، انھوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میرے بال پکڑ کر فرمایا :۔

جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت دی تو اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی ، اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کریں گے"۔

۴۔ (حذف اسناد) معمر کہتے ہیں :۔

ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ، اتنے میں زید بن علی زین العابدین آئے اور وہ دروازے کے بالائی کناروں کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : "چچا جان! میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ کہیں تمھیں کوفہ کے کناسہ میں صلیب پر نہ چڑھایا جائے۔

زید کی والدہ نے حضرت کے یہ الفاظ سنے تو انھوں نے حضرت سے کہا :۔

آپ نے یہ الفاظ میرے بیٹے سے حسد کی بنا پر کہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا : کاش ! یہ الفاظ حسد کی وجہ سے ہی ہوتے ، آپ نے یہ الفاظ تین بار فرمائے ۔

مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ، انھوں نے کہا کہ ان کے جد اطہر نے فرمایا تھا :۔

ان کی نسل سے ایک شخص پیدا ہو گا جس کا نام زید ہو گا ، وہ کوفہ میں قتل ہو گا اور کناسہ میں صلیب پر لٹکایا جائے گا ، اسے قبر سے نکال کر صلیب پر چڑھایا جائے گا اور اس کی روح کے لیئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ، اہل زمین و آسمان اس پر فخر کریں گے ، اللہ تعالیٰ اس کی روح کو سبز رنگ کے ایک پرندے کے پوٹے میں رکھے گا ، وہ اپنی مرضی سے جنت کی سیر کریں گے"۔

۵۔ (محذف اسناد) جابر جعفی کہتے ہیں :-

میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ، اس وقت ان کے پاس ان کے بھائی زیدؓ بیٹھے ہوئے تھے ، اسی اثناء میں معروف بن خربوذ مکی بھی ان کی خدمت میں آ گئے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: معروف ! ہمیں کوئی اپنا عمدہ سا شعر سناؤ۔

چنانچہ معروف نے یہ شعر پڑھے۔

لعمرك ما ان ابو مالك بوان و لا بضعيف قواه

و لا بألد لذى قوله يعادى الحكيم اذا ما نهاه

و لكنه سيد بارع كريم الطبايع حلو ثناه

اذا سدته سدت مطواعة و مهما و كلت اليه كفاه

"تیری حیات کی قسم ! ابو مالک نہ تو کمزور ہے اور نہ ہی اس کے قویٰ ضعیف ہیں اور جب کوئی دانا اسے کسی کام سے روکے تو وہ اس سے الجھنے والا نہیں ہے ، وہ تو ایک عظیم المرتبت سردار ہے ، جو کہ شریفانہ طبیعت رکھتا ہے اور اس کی تعریف اچھی لگتی ہے۔

اور جب تو اسے روکے گا تو ایک اطاعت گزار کو روکے گا اور جب تو کوئی کام اس کے سپرد کرے گا تو وہ اسے پورا کرے گا"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے زیدؓ کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا :-

"ابوالحسن ! یہ تو تمہاری وصف ہے"۔

۶۔ (محذف اسناد) عبداللہ بن سیابہ بیان کرتے ہیں :-

ہم سات افراد کوفہ سے مدینہ آئے اور ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہم سے فرمایا۔

تمہارے پاس میرے چچا زید کے متعلق کوئی خبر ہے ؟

ہم نے کہا: اب تک خروج کر چکے ہوں گے یا کرنے ہی والے ہوں گے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تمہیں ان کے متعلق کوئی خبر موصول ہو تو مجھے اطلاع کرنا۔

ہم چند روز مدینہ میں ٹھہرے رہے ، ایک دن بسام صراف کا قاصد خط لے کر آیا جس میں اس نے لکھا تھا۔

زید بن علیؑ نے ماہ صفر میں بدھ کے دن خروج کیا اور بدھ اور جمعرات تک زندہ رہے اور جمعہ کے دن قتل ہو گئے اور ان کے ساتھ فلاں فلاں افراد شہید ہو گئے۔

ہم امام علیہ السلام کے پاس گئے اور وہ خط ان کے سامنے رکھا۔

امام علیہ السلام خط پڑھ کر رونے لگے اور کہا :۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (البقرہ ۱۵۶)

" ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی بارگاہ میں واپس جانے والے ہیں "

میں اس مصیبت کا اجر خدا سے طلب کرتا ہوں ، وہ بہترین چچا تھے اور وہ ہماری دنیا اور آخرت کے لیئے کارآمد فرد تھے۔

خدا کی قسم ! میرے چچا اس دنیا سے شہید ہو کر گئے اور انہیں ان شہیدوں کا مقام حاصل ہو گیا جو رسول خدا ، علی مرتضیٰ اور حسن و حسین علیہم السلام کی معیّت میں شہید ہوئے تھے "۔

۷۔ (محذوف اسناد) فضیل بن یسار کہتے ہیں کہ جس دن زیدؑ نے کوفہ میں خروج کیا ، میں اسی صبح کو کوفہ میں پہنچ گیا تھا۔

میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا : " کوئی ہے جو شام کے دہقانوں کے ساتھ جنگ میں میری مدد کرے ، مجھے اس ذات کی قسم جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، تم میں سے جو بھی شخص ان کے مقابلے میں میری مدد کرے گا، قیامت کے دن میں اس کا ہاتھ پکڑ کر حکم خدا جنت میں لے جاؤں گا"۔

جب زید شہید ہوگئے تو میں نے ایک جانور کرایہ پر لیا اور مدینہ کا رخ کیا اور دل میں یہ ارادہ تھا کہ میں یہ خبر امام جعفر صادق علیہ السلام کو جاکر سناؤں گا۔

جب میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا:۔

"میرے چچا زید کا کیا بنا؟"

میری آواز گلے میں رندھ گئی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "ظالموں نے انہیں قتل کر دیا؟"

میں نے کہا: جی ہاں! خدا کی قسم لوگوں نے انہیں قتل کر دیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تو کیا ظالموں نے انہیں صلیب پر بھی لٹکایا؟"

میں نے کہا: جی ہاں! لوگوں نے انہیں صلیب پر بھی چڑھایا۔

یہ سن کر امام علیہ السلام کی آنکھوں سے بارش کی طرح آنسو بہنے لگے اور مجھ سے فرمایا:۔

"فضیل! کیا تو نے میرے چچا کے ساتھ مل کر اہل شام سے جنگ کی تھی؟"

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے کتنے افراد کو قتل کیا تھا؟"

میں نے کہا: میں نے چھ افراد کو قتل کیا تھا۔

آپ نے فرمایا: "تو کیا ان کے قتل کرنے کے متعلق تمہیں کوئی شک و تردد لاحق ہے؟"

میں نے عرض کیا: اگر مجھے شک ہوتا تو میں ان کو قتل ہی کیوں کرتا۔

پھر آپ نے فرمایا: "اللہ مجھے اس خون میں شریک کرے زید حضرت علی بن ابی طالبؑ اور ان کے ساتھیوں کی راہ پر چلتے ہوئے شہید ہوئے ہیں"۔

باب 26

مختلف امور کے متعلق حضرتؑ سے مروی روایات

۱۔ (محذف اسناد) آپؑ کے غلام ، عباس سے روایت ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جو شخص آذان صبح اور آذان مغرب سن کر یہ دعا پڑھے اور اگر وہ اس دن یا اس رات مر جائے تو تائب ہو کر مرے گا۔

دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۤ اَسْئَلُكَ بِاِقْبَالِ نَهَارِكَ وَ اِدْبَارِ لَيْلِكَ وَ حَضُوْرِ صَلَوَاتِكَ وَ اَصْوَاتِ دُعَآئِكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْ تَتُوْبَ عَلَيَّ اِنَّكَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

" خدایا ! میں تجھ سے تیرے دن کی آمد اور رات کے جانے اور تیری نمازوں کا وقت ہونے اور تیری دعاؤں کی آوازوں کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج اور میری توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے "۔

۲۔ (محذف اسناد) دعبل بن علی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا ، انھوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا :۔

"قیامت کے روز میں چار افراد کی شفاعت کروں گا۔

1۔ میرے بعد میری ذریت کا احترام کرنے والا۔

2۔ ان کی حاجات پوری کرنے والا۔

3۔ ان کی پریشان حالی کے وقت ان کے لیئے جدوجہد کرنے والا۔

4۔ اپنے دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے وال"۔

۳۔(محذف اسناد) فتح بن یزید جرجانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا جس میں میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص ماہ رمضان کے دن میں دس مرتبہ کسی عورت سے حلال یا حرام طریقہ سے مقاربت کرتا ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے ؟

امام علیہ السلام نے لکھا :"اسے دس کفارے ادا کرنے پڑیں گے ، ہر بار کے لیئے ایک کفارہ دینا ہوگا ، اور اگر کوئی رمضان کے کسی دن میں کھانا کھائے یا پانی پیئے تو اسے ایک دن کا کفارہ ادا کرنا ہوگا"۔

۴۔(محذف اسناد) یوسف بن محمد بن زید نے اپنے والد سے روایت کی ، انہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا :"جب جعفر بن ابوطالب حبشہ سے واپس آئے تو رسول خدا ان کے لیئے کھڑے ہوئے اور بارہ قدم چل کر ان کا استقبال کیا ، انہیں گلے لگایا ،ان کی پیشانی کا بوسہ دیا اور رو پڑے اور فرمایا :۔

جعفر ! آج میں فیصلہ نہیں کر سکتا کہ مجھے ان دو میں سے کس چیز کی زیادہ خوشی ہے ۔ تیرے یہاں آنے کی یا تیرے بھائی علی کے ہاتھوں خیبر فتح ہونے کی ، آنحضرتؐ خوشی کی شدت سے روئے تھے"۔

۵۔(محذف اسناد) حسن بن علی الوشا نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ، آپ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے کہا :۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا :۔

"معراج کی شب میں نے ایک رحم کو دیکھا جو عرش سے چمٹا ہوا دوسرے رحم کی اپنے پروردگار سے شکایت کر رہا تھا۔

میں نے اس سے پوچھا: "تم دونوں کے درمیان کتنے آباء کا فاصلہ ہے۔

اس نے کہا: ہم چالیسویں پشت میں جا کر ملتے ہیں"۔

۶۔(بحذف اسناد) عباس بن ہلال سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"جو شخص اللہ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے ماہ شعبان میں ایک دن روزہ رکھے، اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور جو شخص ماہ شعبان میں ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گروہ میں محشور فرمائے گا، اور اللہ کی طرف سے کرامت کا حق دار ہو گا، اور جو شخص ماہ شعبان میں صدقہ دے اگرچہ کھجور کا ایک حصہ ہی کیوں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو دوزخ پر حرام کر دے گا اور جو شخص ماہ شعبان کے تین روزے رکھے اور انہیں ماہ رمضان سے ملائے تو اللہ تعالیٰ اسے دو مسلسل مہینوں کے روزوں کا ثواب عطا کرے گا"۔

۷۔(بحذف اسناد) زکریا بن آدم نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا: "نماز کے چار ہزار دروازے ہیں"۔

۸۔(بحذف اسناد) ابو ہاشم جعفری نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا۔

مصلوب (جسے سولی پر چڑھایا گیا ہو) پر نماز جنازہ کس طرح سے پڑھنی چاہئے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تجھے علم نہیں ہے کہ میرے دادا صلوات اللہ علیہ نے اپنے چچا کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔

میں نے کہا: جی ہاں! مجھے یہ علم ہے لیکن اس کی کیفیت کو نہیں جانتا، آپ

اس کی وضاحت فرمائیں۔

آپ نے فرمایا: "ہم وضاحت کرتے ہیں ، اگر مصلوب کا چہرہ قبلہ کی جانب ہو تو اس کے دائیں کندھے کے سامنے کھڑے ہو جاؤ ، اگر اس کی پشت قبلہ کی جانب ہو تو اس کے بائیں کندھے کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔

مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے ، اگر مصلوب کا بایاں کندھا قبلہ کی طرف ہو تو تم اس کے دائیں کندھے کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور اگر اس کا دایاں کندھا قبلہ کی طرف ہو تو تم اس کے بائیں کندھے کے سامنے کھڑے ہو جاؤ ، اگر وہ منحرف ہو تو تم اس کے کندھوں سے دور نہ ہونا اور تمہارا چہرہ مشرق و مغرب کے درمیان ہونا چاہیئے اور نہ تو اس کی طرف منہ ہو اور نہ ہی پشت ہو"۔

ابو ہاشم راوی کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

اب تم نے مسئلہ سمجھ لیا ہو گا۔

مصنف کتاب ھذا رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"یہ حدیث غریب ہے ، اصول و مصنفات میں مجھے یہ حکم کہیں نہیں مل سکا اور اس حدیث کو صرف انہی اسناد سے ہی پہچانتا ہوں"۔

۹۔ (حذف اسناد) حضرت کے ایک غلام ، حارث بن دلہاث نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

آپ نے فرمایا: "کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک اس میں تین خصلتیں نہ ہوں ، ان میں سے ایک اللہ کی سنت ہے ، ایک اللہ کے نبیؐ کی سنت ہے اور ایک اللہ کے ولیؑ کی سنت ہے۔

اللہ کی سنت راز کو پوشیدہ رکھنا ہے ، چنانچہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ ۔ (جن ۔ ۲۶ ، ۲۷)

"وہ غیب کے جاننے والا ہے، اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اس کے کہ جس رسول کو چن لے"۔

(لہٰذا مومن کو چاہیے کہ اپنے راز کی حفاظت کرے)

نبیؐ کی سنت لوگوں سے مدارات سے پیش آنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو مدارات سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

خُذِ الْعَفْوَ وَ أْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ (اعراف۔۱۹۹)

"عفو و درگزر کی عادت اپنائیں، نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے منہ موڑ لیں"۔

(لہٰذا مومن کو صاحبِ تواضع و مدارات ہونا چاہیے)

ولی کی سنت دکھ اور بیماری میں صبر کرنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَ حِينَ الْبَأْسِ۔ (البقرہ۔۱۷۷)

"اور وہ فقر و فاقہ اور پریشانیوں اور بیماریوں اور میدان جنگ کے حالات میں صبر کرتے ہیں"۔

(لہٰذا مومن کو صابر ہونا چاہیے)

۱۰۔ (محذوف اسناد) سلیمان بن جعفر جعفری نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"کوے سے تین خصلتیں سیکھو۔

1۔ اس کا چھپ کر مقاربت کرنا۔

2۔ حصول رزق کے لیے صبح سویرے اٹھنا۔

3۔ ہر وقت ہوشیار رہنا"۔

۱۱۔ (بحذف اسناد) یاسر خادم سے روایت ہے ، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا۔

انہوں نے فرمایا :۔

"یہ مخلوق تین مواقع پر سب سے زیادہ پریشان ہوتی ہے۔

1۔ جب انسان شکم مادر سے برآمد ہوکر اس وسیع و عریض دنیا کو دیکھتا ہے۔

2۔ جب مر کر آخرت کا مشاہدہ کرتا ہے۔

3۔ جب قبر سے قیامت کے دن نکالا جائے گا تو انسان وہ کچھ دیکھے گا جسے اس نے دنیا میں نہیں دیکھا ہو گا۔

اللہ تعالٰی نے حضرت یحییٰؑ کو ان تینوں مواقع کی سلامتی عطا کی جیسا کہ فرمان خداوندی ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (مریم۔۱۵)

"اور ان پر سلامتی ہے جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن دوبارہ زندہ اٹھایا جائے گا"۔

اور حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بھی مذکورہ تینوں مواقع کے لیے اپنی سلامتی کا خود اعلان کرتے ہوئے فرمایا :۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا۔(مریم۔۳۳)

"اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن دوبارہ زندہ اٹھایا جاؤں گا"۔

۱۲۔(بحذف اسناد) حضرتؑ کے ایک غلام حسین بن علی دیلمی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا :۔

"جو شخص تین اہل ایمان کو حج کرائے تو اس نے دولت کے بدلے اللہ سے اپنی جان کو خرید لیا ، اللہ تعالٰی بروز قیامت اس سے اس کی دولت کے متعلق سوال نہیں

کرے گا کہ اس نے حلال سے کمائی تھی یا حرام سے کمائی تھی؟"۔

مصنف کتاب ھذا کہتے ہیں :۔

"اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ اس سے مشتبہ مال کے متعلق سوال نہیں کرے گا اور اس کے دعویداروں کو اپنی طرف سے معوضہ دے گا"۔

۱۳۔ (محذف اسناد) حدرث بن دلہاث نے اپنے والد سے روایت کی ، انہوں نے ابوالحسن علی بن موسیٰ رضاؑ سے روایت کی ۔

آپ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا حکم دیا اور انہیں تین چیزوں سے متصل قرار دیا۔

1۔ اللہ نے نماز اور زکوۃ کا ایک ساتھ حکم دیا ،لہذا جو شخص نماز پڑھے اور زکوۃ نہ دے تو اس کی نماز قبول نہیں ہو گی۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر اور والدین کے شکریہ کا ایک ساتھ حکم دیا ، لہذا جو شخص اللہ کا شکر ادا کرے اور والدین کا شکریہ ادا نہ کرے تو خدا کا شکر قبول نہیں ہو گا۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تقویٰ اور صلہ رحمی کا ایک ساتھ حکم دیا ہے ، لہذا جو شخص خوف خدا کے تقاضوں پر تو عمل کرے لیکن صلہ رحمی نہ کرے تو اس نے اللہ کا خوف ہی دل میں نہیں رکھا"۔

۱۴۔ (محذف اسناد) احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے روایت ہے ،انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ۔

آپ نے فرمایا:۔

"حلم ، علم اور خاموشی فقیہ کی علامات میں سے ہیں یقیناً خاموشی حکمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے ، خاموشی محبت کا ذریعہ ہے اور وہ ہر بھلائی کے لیئے رہنمائی کرتی ہے"۔

۱۵۔ (محذف اسناد) حمدان دیوانی سے روایت ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ہر شخص کا دوست اس کی عقل اور اس کا دشمن اس کی جہالت ہوتی ہے"۔

۱۶۔ (محذف اسناد) ابوالقاسم عبداللہ بن محمد طائی نے اپنے والد سے روایت کی ہے، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے روایت کی۔

"ایک شخص نے حضرت علیؑ کو کھانے کی دعوت دی، تو آپؑ نے فرمایا:۔
اگر تمہیں ہماری تین شرائط منظور ہوں تو ہم تمہاری دعوت قبول کریں گے۔

اس شخص نے پوچھا: مولا! وہ کون سی شرائط ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: 1۔ باہر سے کوئی چیز لا کر دعوت میں شامل نہ کرو گے۔

2۔ گھر کا کھانا ہم سے چھپا کر نہ رکھو گے۔

3۔ ہماری وجہ سے اہل و عیال کو تکلیف میں مبتلا نہ کرو گے۔

اس شخص نے کہا: مولا! مجھے آپؑ کی تمام شرائط منظور ہیں۔

آپؑ نے اس کی دعوت قبول فرمائی۔

۱۷۔ (محذف اسناد) داؤد بن سلیمان نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

چار افراد کا بروز قیامت میں شفیع ہوں گا، اگرچہ وہ میرے پاس تمام اہل ارض کے گناہ لے کر بھی کیوں نہ آئیں۔

1۔ میرے اہل بیت کا مددگار۔

2۔ بوقت ضرورت ان کی حاجات پوری کرنے والا۔

3۔ دل و زبان سے ان کے ساتھ محبت کرنے والا۔

4۔ اپنے ہاتھ سے ان کا دفاع کرنے والا۔

۱۸۔(بحذف اسناد) حسن بن علی بن فضال نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ۔

آپؑ نے فرمایا: " بنی اسرائیل سے چاند چھپ گیا ، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ مصر سے یوسف علیہ اسلام کی لاش نکالو اور جب تم لاش نکالو گے تو چاند طلوع ہو گا۔

موسٰی علیہ السلام نے لوگوں سے پوچھا : کیا تمہیں قبر یوسفؑ کا علم ہے ؟

لوگوں نے بتایا : یہاں ایک بڑھیا رہتی ہے جسے قبر یوسفؑ کا علم ہے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چند افراد کو اس کے پاس بھیجا تو وہ ایک اپاہج بڑھیا کو اٹھا کر ان کے پاس لے آئے ۔

حضرت موسٰی علیہ السلام نے بڑھیا سے پوچھا : کیا تمہیں قبر یوسف کے مقام کا علم ہے ؟

بڑھیا نے کہا : جی ہاں ! مجھے ان کا مقام قبر معلوم ہے۔

موسٰی علیہ السلام نے فرمایا : تو ہمیں اس کی نشان دہی کرو۔

بڑھیا نے جواب میں کہا : جب تک آپ مجھے چار باتوں کی ضمانت نہ دیں میں آپ کو اس مقام کی نشان دہی نہیں کروں گی ۔

1۔ میں اپاہج ہوں اور چلنے پھرنے سے عاجز ہوں ، آپؑ میری ٹانگوں کو ٹھیک کر دیں ۔

2۔ مجھے دوبارہ شباب و جوانی لے کر دیں۔

3۔ مجھے دوبارہ بصارت عطا کرائیں۔

4۔ مجھے جنت میں اپنی زوجہ بنائیں ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑھیا کی شرائط ناگوار گذریں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں

وحی فرمائی۔

جو کچھ یہ مانگ رہی ہے اسے دے دو، کیونکہ اس کی تمام شرائط کا تعلق میری قدرت کاملہ سے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے تمام مطالبات منظور کیئے تو اس نے دریائے نیل کے کنارے ایک مقام کی نشان دہی کی اور بتایا کہ یوسف علیہ السلام کی میت سنگ مرمر کے صندوق میں بند ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ صندوق برآمد کیا۔ تو چاند طلوع ہوا پھر حضرت اس صندوق کو اپنے ساتھ ملک شام لے گئے، یہی وجہ ہے کہ اہل کتاب اپنے مردوں کو شام لے جاتے ہیں"۔

۱۹۔(محذف اسناد) علی بن حسن بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے " بِسْمِ اللّٰهِ "(اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں) کا مطلب دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا: " بِسْمِ اللّٰهِ " کا مقصد یہ ہے کہ میں اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی علامات میں سے ایک علامت ثبت کر رہا ہوں اور وہ ہے عبادت"۔

۲۰۔(محذف اسناد) سلیمان بن جعفر نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ،انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیھم اسلام کی سند سے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ۔

انہوں نے فرمایا: ہر ہد ہد کے پروں میں سریانی زبان میں اللہ تعالیٰ نے یہ عبارت تحریر فرمائی:

آلِ مُحَمَّد خَيْرُ الْبَرِيَّة۔

"آل محمدؐ بہترین مخلوق ہے"۔

۲۱۔(محذف اسناد) ابو علی احمد بن علی بن مہدی رقی نے اپنے والد سے

روایت کی ، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ، آپؑ نے فرمایا :۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

یا علیؑ ! اس کے لیئے خوشخبری ہے جس نے تم سے محبت کی اور تیری تصدیق کی اور اس کے لیئے ہلاکت ہے جس نے تم سے بغض رکھا اور تجھے جھٹلایا۔

یا علیؑ ! تیرے محب ساتویں آسمان اور ساتویں زمین اور اس کے مابین معروف ہیں ، وہ اہل دین اور اہل تقویٰ اور اہل سیرتِ حسنہ اور خدا کی رضا کے لیئے انکساری کرنے والے ہیں ، ان کی نگاہیں پُر خشوع اور ان کے دل ذکر خداوندی کی وجہ سے خائف ہوتے ہیں اور انہوں نے تیری ولایت کے حق کو پہچانا ہے ، ان کی زبانیں تیری فضیلت کے بیان میں بولنے والی ہیں اور تیری اور تیری اولاد کے ائمہ کے مصائب کی وجہ سے ان کی آنکھیں روتی رہتی ہیں۔

اللہ نے اپنی کتاب میں انہیں جو حکم دیا ہے وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ سنت پیغمبرؐ کی برہان ان تک پہنچی ہے وہ اس پر یقین رکھتے ہیں اور انہیں اولی الامر جو حکم دیتے ہیں وہ اس پر عمل کرتے ہیں ، وہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں قطع رحمی نہیں کرتے ، ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے ہیں ، بغض رکھنے والے نہیں ہیں اور فرشتے ان پر رحمت بھیجتے ہیں اور ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور ان میں سے جو گناہ گار ہو ، فرشتے اس کے لیئے استغفار کرتے ہیں اور ان کے جنازے میں شامل ہوتے ہیں اور ایسے اہل ایمان کے چلے جانے کی وجہ سے ملائکہ روز قیامت تک تنہائی محسوس کرتے ہیں"۔

۲۲ ۔ (حذف اسناد) عبدالسلام بن صالح ہروی نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت علی بن ابی

طالب علیہ السلام سے روایت کی، انھوں نے فرمایا۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھ سے افضل اور بہتر کوئی مخلوق پیدا نہیں کی"۔

علی علیہ السلام نے عرض کی:۔

"یا رسول اللہؐ! آپؐ افضل ہیں یا جبرئیلؑ؟"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"یا علیؑ! اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ و مرسلینؑ کو ملائکہ مقربینؑ سے افضل بنایا ہے اور مجھے تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ پر فضیلت دی ہے، اور میرے بعد تم اور تمہاری نسل کے ائمہ افضل ہیں، اور یقیناً ملائکہ ہمارے اور ہمارے محبوں کے خادم ہیں۔

حاملین عرش اور اس کے گرد مقرر فرشتے اللہ کی حمد کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور جو لوگ ہماری ولایت پر ایمان لائے ہیں، ان کے لیئے استغفار کرتے ہیں۔

یا علیؑ! اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ نہ آدمؑ کو پیدا کرتا اور نہ حواؑ کو اور نہ ہی جنت و دوزخ کو پیدا کرتا اور نہ ہی آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔

ہم بھلا ملائکہ سے افضل کیونکر نہ ہوں جب کہ ہم نے پروردگار کی معرفت اور تسبیح و تہلیل و تقدیس میں ان پر سبقت حاصل کی ہے، کیونکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہماری ارواح کو پیدا کیا اور اسے اپنی توحید و تمجید کے ساتھ گویائی عطا کی، پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو پیدا کیا، جب ملائکہ نے ہمیں نورواحد کی صورت میں مشاہدہ کیا تو انھوں نے ہماری شان کو عظیم سمجھ لیا تو ہم نے

"**سُبْحَانَ اللهِ**" (تسبیح کرتا ہوں میں خدائے بزرگ کی) پڑھا تا کہ ملائکہ کو علم ہو جائے کہ ہم پیدا ہونے والی مخلوق ہیں اور ہمارا پیدا کرنے والا ہماری صفات سے منزہ ہے۔

چنانچہ ہماری تسبیح سن کر ملائکہ نے تسبیح کی اور اللہ کو ہماری صفات سے منزہ سمجھا، اور جب ملائکہؑ نے ہماری عظمتِ شان کو ملاحظہ کیا تو ہم نے کہا "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے) تاکہ ملائکہ کو علم ہو جائے کہ عبادت کے لائق صرف اللہ ہے اور ہم اس کے بندے ہیں، معبود نہیں ہیں، اسی لیئے نہ تو اللہ کے ساتھ ہماری عبادت جائز ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ ہماری عبادت جائز ہے۔

چنانچہ ہم سے " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه " سن کر ملائکہ نے بھی "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کہا۔

اور جب ملائکہ نے ہمارے مقام کی بڑائی (بزرگی) کا ملاحظہ کیا تو ہم نے کہا۔

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ" (اللہ بڑا بزرگ و برتر ہے)

تاکہ ملائکہ کو علم ہو جائے کہ بڑائی کا سرچشمہ ذاتِ خداوندی ہے، اس کے علاوہ کسی اور مقام سے بڑائی حاصل نہیں ہو سکتی۔

اور جب ملائکہ نے ہماری عزت و قوت کا مشاہدہ کیا تو ہم نے کہا

"لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"۔

(نہیں ہے کوئی طاقت اور قوت سوائے خدائے بلند اور بزرگ کے)

تاکہ ملائکہ کو علم ہو جائے کہ ہماری قوت و طاقت اللہ کی عطا کردہ ہے۔

اور جب ملائکہ نے ہم پر اللہ کے انعامات اور ہماری اطاعت کی فرضیت کا مشاہدہ کیا تو ہم نے کہا

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ"۔ (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ثابت ہیں)

تاکہ ملائکہ کو علم ہو جائے کہ نعمتوں کے شکر کا انداز کیا ہوتا ہے،

چنانچہ ملائکہ نے ہم سے سن کر " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ " کہا۔

ہماری وجہ سے ہی ملائکہؑ کو توحید پروردگار کی معرفت نصیب ہوئی اور ہماری وجہ سے ہی انہیں تسبیح، تہلیل، تحمید اور تمجید کا علم ہوا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ہمیں صلب آدمؑ میں ودیعت فرمایا ، اسی لیئے اللہ نے ملائکہؑ کو آدم علیہ السلام کے سجدہ کا حکم دیا اور اس سجدہ سے ہماری تعظیم و اکرام مقصود تھا، ملائکہؑ کا سجدہ ازروئے عبودیت اللہ کے لیئے تھا اور بطور اکرام آدم علیہ السلام کے لیئے تھا اور اس سے ہماری اطاعت مقصود تھی کیونکہ ہم ان کے صلب میں موجود تھے۔

اور ہم ملائکہؑ سے افضل کیونکر نہ ہوں جب کہ تمام ملائکہؑ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور جب مجھے معراج ہوئی تو جبریلؑ نے اذان و اقامت دی پھر مجھے کہا:

"محمدؐ ! آپ آگے بڑھیں"۔

میں نے کہا: "میں تم سے آگے بڑھوں"۔

جبریلؑ نے کہا: " جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ کو تمام فرشتوں پر فضیلت دی ہے اور تمہیں خاص کر فضیلت عطا فرمائی ہے"۔

پھر میں آگے بڑھا اور میں نے سب کو جماعت کرائی ،اس کے باوجود میں فخر نہیں کرتا۔اور جب میں نور کے حجابات پر پہنچا تو وہاں جبریلؑ رک گئے اور مجھے کہا:

"محمدؐ ! آپ آگے جائیں"۔

میں نے کہا: " جبریلؑ ! تم اس مقام پر مجھے اکیلا چھوڑ رہے ہو ؟"

جبریلؑ نے کہا: " اللہ تعالیٰ نے میری پرواز کی حد یہاں تک ہی مقرر کی ہے ، اگر میں اس سے آگے بڑھا تو اپنی حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے میرے پر جل جائیں گے"(۱)

پھر نور کی ایک موج سی اٹھی اور جہاں تک خدا مجھے لے جانا چاہتا تھا ، میں وہاں پہنچ گیا ، اس وقت اللہ کی طرف سے مجھے ندا کی گئی تو میں نے کہا:

۱۔ فارسی میں اس مفہوم کو خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

" لبیک ربی و سعدیک تبارکت و تعالیت "۔

آواز قدرت بلند ہوئی :۔

" محمدؐ ! تو میرا عبد اور میں تیرا رب ہوں ، تم میری ہی عبادت کرتے رہنا اور مجھ پر ہی توکل کرنا ، میرے بندوں میں تو میرا نور ہے اور میری مخلوق کی طرف میرا رسول ہے ، اور میری مخلوق پر تو میری حجت ہے ، میں نے اپنی جنت کو تیرے اور تیرے پیرو کاروں کے لیئے پیدا کیا اور تیرے مخالفین کے لیئے میں نے دوزخ کو پیدا کیا اور تیرے اوصیاء کے لیئے میں نے اپنی کرامت کو واجب کیا اور ان کے شیعوں کے لیئے میں نے اپنا ثواب واجب کیا"۔

میں نے کہا : " پروردگار! میرے اوصیاء کون ہیں ؟"

ندا آئی : " محمدؐ ! تمہارے اوصیاء کے نام عرش کے کنارے پر کندہ ہیں ، اس وقت میں نے عرش کے کنارے پر نگاہ ڈالی تو مجھے بارہ نور نظر آئے اور ہر نور میں سبز سطر تحریر تھی اور اس پر میرے اوصیاء میں سے ایک وصی کا نام لکھا ہوا تھا ، ان میں پہلا علیؑ اور آخری مہدی (عج) تھا"۔

میں نے کہا : "پروردگار ! کیا یہی میرے بعد میرے وصی ہیں ؟"

اس وقت مجھے یہ ندا سنائی دی۔

"محمدؐ ! یہ میرے اوصیاء ، میرے احباء اور میرے اصفیاء ہیں اور تیرے بعد میری مخلوق پر حجت ہیں ، یہ آپؐ کے اوصیاء ، آپؐ کے خلفاء اور آپؐ کے بعد میری بہترین مخلوق ہیں۔

مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ! ان کے ذریعے سے میں اپنے دین کو غالب کروں گا اور اپنے حکم کو بلند کروں گا اور ان میں سے آخری فرد کے ذریعے سے میں زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک کروں گا اور میں انہیں زمین کے مشارق و مغارب کی حکومت عطا کروں گا ، اور ان کے لیئے ہواؤں کو مسخر کروں گا اور سخت بادلوں

کو ان کا مطیع بناؤں گا اور میں ان کے لیئے تمام اسباب فراہم کروں گا اور اپنے لشکر کے ذریعے سے ان کی مدد کروں گا اور اپنے ملائکہ کے ذریعے سے ان کی نصرت کروں گا۔

وہ میری دعوت کا اعلان کرے گا اور تمام مخلوق کو میری توحید پر جمع کرے گا، پھر میں ان کی سلطنت کو دوام دوں گا اور قیامت تک اقتدار و حکومت اپنے اولیاء میں قرار دوں گا"۔

۲۳۔ انہی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "حیا ایمان کا حصہ ہے"۔

۲۴۔(محذوف اسناد) حسین بن خالد نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا: "ایک دن حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:۔

اللہ تعالٰی نے مجھے ایسی حکومت عطا کی ہے جو میرے بعد کسی کو عطا نہیں ہو گی اور اللہ نے ہوا کو میرے لیئے مسخر کیا اور انسانوں، حیوانوں اور جنات و طیور کو میرا تابع فرمان بنایا اور مجھے ہر طرح کی نعمت و آسائش عطا فرمائی مگر اس کے باوجود میرا ایک دن بھی پورا کبھی خوشی میں نہیں گزرا، میں کل پورا دن اپنے محل میں بسر کرنا چاہتا ہوں اور اپنے محل کی چھت پر چڑھ کر اپنی مملکت کا نظارہ کرنا چاہتا ہوں، اس لیئے کل کسی کو بھی مجھ سے ملاقات کی اجازت نہ دی جائے تا کہ میرا دن آرام اور خوشی سے گزر سکے"۔

آپ کے ساتھیوں نے کہا: "آپ کے فرمان کی تعمیل کی جائے گی"۔

جب دوسرا دن ہوا تو حضرت سلیمانؑ ہاتھ میں عصا لیئے ہوئے اپنے محل کے بلند ترین حصے پر چلے گئے اور عصا کا سہارا لے کر اپنی مملکت کا نظارہ کر رہے تھے اور اپنی مملکت کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے کہ اتنے میں انہوں نے ایک خوش

شکل اور خوش ہیئت نوجوان کو دیکھا کہ وہ محل کے ایک کنارے سے ان کی طرف آ رہا ہے۔

حضرت سلیمان نے اس نوجوان سے کہا۔

"تمہیں اس محل میں داخل ہونے کی کس نے اجازت دی جب کہ آج میری خلوت کا دن ہے؟"

جوان نے کہا: "اس محل کے مالک کی اجازت سے میں اس محل میں داخل ہوا ہوں"۔

حضرت اس کے مفہوم کو سمجھ گئے اور فرمایا۔

"بے شک اس کا حقیقی مالک مجھ سے اس کا زیادہ حق دار ہے، لیکن تم کون ہو؟"

اس نے کہا: "میں ملک الموت ہوں"۔

سلیمان علیہ السلام نے کہا: "کس لیئے آئے ہو؟"

ملک الموت نے کہا: "میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں"۔

سلیمان علیہ السلام نے کہا: "تم حکم خدا پر عمل کرو، یہ میری خوشی کا دن تھا مگر خدا نے میری خوشی کو اس بات میں قرار دیا کہ میں اس کی ملاقات کروں"۔

انہوں نے عصا کا سہارا لیا اور ملک الموت نے کھڑے کھڑے ان کی روح قبض کر لی، چنانچہ سلیمان علیہ السلام مرنے کے بعد بھی عصا کے سہارے کھڑے رہے۔

لوگ انہیں دور سے کھڑا دیکھتے تو سمجھتے کہ زندہ ہیں، جب انہیں اس طرح کھڑے کچھ عرصہ گزرا تو لوگوں میں اختلاف ہو گیا۔

کوئی کہتا: "سلیمان مدت سے عصا پر کھڑے ہیں اور نہ تو وہ کچھ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ ہی تھک کر سوتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے رب ہیں، اسی لیئے ہمیں ان کی عبادت کرنی چاہیئے"۔

اور کچھ لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا: "دراصل سلیمان ایک جادوگر ہے، وہ جادو کے زور سے ہمیں یہ دکھا رہے ہیں کہ وہ عصا کے سہارے کھڑے ہوئے ہیں

درحقیقت ایسا نہیں ہے ، یہ سب کچھ فریب نظر کا کرشمہ ہے"۔

مومنین نے کہا : "سلیمانؑ اللہ کے بندے اور اس کے نبی ہیں ، اللہ اپنے امر کی جیسے چاہتا ہے تدبیر کرتا ہے"۔

جب لوگوں میں اختلاف بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے دیمک کو ان کے عصا پر مسلط کر دیا ، اس نے آپؑ کے عصا کو کھانا شروع کر دیا ، جب عصا کھوکھلا ہو گیا تو وہ ٹوٹ گیا اور حضرت سلیمانؑ منہ کے بل گر پڑے۔

قوم جنات جو کہ سلیمان علیہ السلام کے مسخر تھے ، انہوں نے دیمک کا شکریہ ادا کیا ، اسی وجہ سے جہاں بھی دیمک ہو گی وہاں پانی اور مٹی موجود ہو گی ۔

(یعنی دیمک کو پانی اور مٹی جنات فراہم کرتے ہیں)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَآبَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ۔ (سبا۔ ۱۴)

"پھر جب ہم نے ان کی موت کا فیصلہ کر دیا تو ان کی موت کی خبر بھی جنات کو کسی نے نہ بتائی سوائے دیمک کے جو ان کے عصا کو کھا رہی تھی اور جب وہ گرے تو جنات کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب کے جاننے والے ہوتے تو اس ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :۔

یہ آیت ان الفاظ کے ساتھ نازل نہیں ہوئی تھی ، آیت کے الفاظ دراصل یہ تھے ۔

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْإِنسُ أَنَّ الْجِنَّ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ۔

"یعنی جب سلیمانؑ گرے تب انسانوں کو معلوم ہوا کہ اگر جنات غیب

کے جانے والے ہوتے تو اس ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے ۔(۱)

۱۔اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ میں تحریف واقع ہوئی ہے اورمذہب امامیہ کے محققین اس نظریہ کے مخالف ہیں ،اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے کیونکہ للہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کاخود وعدہ فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید قطعی ہے جب کہ تحریف کی روایات کی حیثیت " احاد " کی ہے اور روایات احاد سے قطعی السند میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور تحریف کی جملہ روایت ضعیف ہیں ، علمائے امامیہ نے عدم تحریف کے لیئے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں ، قارئین کو چاہیے کہ ان کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

باب 27

حضرتؑ کی زبانی ھاروتؑ ماروتؑ کے قصے کی حقیقت

۱۔ (بحذف اسناد) یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن سیار نے اپنے اپنے والد سے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔

"آپ نے قرآن مجید کی ان آیت کی تفسیر یوں فرمائی :۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ ۔ (البقرہ۔۱۰۲)

" اور انہوں نے ان باتوں کا اتباع شروع کر دیا جو شیاطین سلیمانؑ کی سلطنت میں جپا کرتے تھے، حالانکہ سلیمانؑ کافر نہیں تھے "۔

کافر شیاطین نے لوگوں میں یہ مشہور کیا تھا کہ سلیمان علیہ السلام جادوگر اور زائچہ جات کی وجہ سے حکومت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے اور ان کا عظیم ملک سحر (جادو) کا مرہون تھا۔ اور اگر ہم بھی وہی جادو شروع کر دیں تو ہم بھی حکومت اور دولت حاصل کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

وما كفر سُلَيمانُ ۔ (البقرہ۔۱۰۲)

" سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا تھا "۔

یعنی وہ ساحر ہر گز نہیں تھے کیونکہ ساحر کافر ہوتے ہیں "۔

وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۔ (البقرہ۔۱۰۲)

" اور کافر وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے اور پھر جو کچھ

دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر بابل میں نازل ہوا ہے "۔

نوح علیہ السلام کے بعد جادوگری کا دور دورہ ہوا تو خدا نے دو فرشتوں کو اس وقت کے نبی کے پاس بھیج دیا کہ ان لوگوں کو جادو کے توڑ کی تعلیم دیں، انہوں نے یہ کام شروع کیا تو لوگوں نے توڑ کے نام پر کچھ سیکھ کر اس سے فساد کا کام شروع کر دیا۔

چنانچہ ان دو فرشتوں نے نبیؑ کو سحر اور رد سحر کی تعلیم دی اور نبیؑ نے لوگوں کو جادو کے توڑ کے لیئے وہ تعلیم دی تاکہ جادو کا ابطال کیا جا سکے اور لوگوں کو جادو کرنے سے منع کیا، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسا کہ زہر کا تریاق کرنے کے لیئے زہر سے واقفیت ضروری ہے۔

وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۔
(البقرہ۔۱۰۲)

" اور وہ (دونوں فرشتے) اس کی بھی تعلیم اس وقت تک نہیں دیتے تھے جب تک کہ یہ کہہ نہیں دیتے تھے کہ ہم ذریعہ امتحان ہیں خبردار! تم کافر نہ ہو جانا"۔

مقصد یہ ہے کہ اس وقت کے نبی نے ان فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ انسانی شکل و صورت میں لوگوں کو یہ تعلیم دیں اور وہ جسے بھی سحر اور ابطال سحر کی تعلیم دیتے تو اس سے کہتے کہ ہم تمہارے لیئے امتحان بن کر آئے ہیں تاکہ لوگ یہ علم حاصل کر کے اللہ کی اطاعت کا ثبوت دیں اور اس علم کو صرف رد سحر تک ہی محدود رکھیں اور خود جادوگر بن کر کافر نہ بنیں اور لوگوں کو اس بات پر باور نہ کرائیں کہ جادو سے کسی کو زندہ کیا جا سکتا ہے یا کسی کو جادو کے زور سے مارا جا سکتا ہے، اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ (البقرہ۔۱۰۲)

" لیکن وہ لوگ ان سے وہ باتیں سیکھتے تھے جن سے میاں بیوی کے

درمیان جدائی ڈال دیں"۔

لوگ ان سے اس قسم کا جادو سیکھا کرتے تھے جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈالی جا سکے اور اس طرح کے تعویذ سیکھتے کہ اس تعویذ کو فلاں ویران مقام میں دفن کر دو، اس سے میاں بیوی میں جھگڑا پیدا ہو گا اور نوبت جدائی تک پہنچ جائے گی۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (البقرہ۔۱۰۲)

"حالانکہ اذن خدا کے بغیر وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے"

کیونکہ اگر خدا چاہے تو اپنے جبر وقہر سے اس تاثیر کو باطل بھی کر سکتا ہے۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۔(البقرہ۔۱۰۲)

"اور یہ ان سے وہ سب کچھ سیکھتے تھے جو ان کے لیئے مضر تھا اور اس کا انہیں کوئی فائدہ نہیں تھا"۔

کیونکہ جب وہ سحر اور نقصان کی غرض سے جادو سیکھتے تو یقیناً اس میں ان کا اپنا بھی نقصان تھا اور وہ نقصان دین کا نقصان تھا، حقیقت تو یہ ہے کہ وہ جادو سیکھ کر دین سے ہی منحرف ہو جاتے تھے۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔(البقرہ۔۱۰۲)

"اور وہ یہ خوب جانتے تھے کہ جو بھی ان چیزوں کو خریدے گا، اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو گا"۔

یعنی جو لوگ اپنے دین کا سودا جادو سے کر لیتے ہیں اور دین پر جادو کو ترجیح دیتے ہیں ان کا جنت میں کوئی حصہ نہ ہو گا۔

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔(البقرہ۔۱۰۲)

"اور انہوں نے اپنے نفس کا بہت برا سودا کیا، اگر یہ کچھ جانتے اور سمجھتے ہوں"۔

ان کی بد نصیبی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے جادو جیسی گھٹیا چیز کی وجہ سے اپنی آخرت اور جنت کی نعمتوں کا سودا کیا ہے اور اپنی جانوں کو عذاب میں گروی کر دیا ہے۔

جادو گروں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ جادو گر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نہ تو کوئی خدا ہے اور نہ ہی کوئی رسول ہے اور نہ ہی یوم آخرت ہے، بس جو کچھ ہے وہ ان کے سفلی عمل ہیں۔

جب امام حسن عسکری علیہ السلام، امام جعفر صادق علیہ السلام کی بیان کردہ تفسیر اس مقام تک پہنچے تو دونوں راویوں نے عرض کی :۔

ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ رہتے ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ

" جب بنی آدم میں فسق و فجور عام ہوا تو فرشتوں نے ان پر اعتراض کیا اور ہاروت و ماروت اعتراض کرنے والوں میں پیش پیش تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانی شکل و صورت اور انسانی قوتیں دے کر بابل کی سر زمین پر نازل کیا ، اور یہاں یہ دونوں ایک فاحشہ عورت کو دل دے بیٹھے اور اسے زنا کی پیش کش کی ، چنانچہ اس کے کہنے پر انہوں نے شراب پی اور بت کی عبادت کی اور ایک شخص کو ناحق قتل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوا اور انہیں چاہِ بابل میں الٹا لٹکا دیا اور اس عورت کو اللہ نے مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا "۔

یہ سن کر امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا :۔

"خدا کی پناہ ! فرشتے معصوم ہیں اور لطفِ الٰہی کی وجہ سے کفر و قبائح سے محفوظ ہیں ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۔ (تحریم ۔٦)

"وہ خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے ، وہ

اس پر عمل کرتے ہیں"۔

اور ملائکہؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ (الانبیاء ۱۹۔۲۰)

" اور اسی خدا کے لیئے زمین و آسمان کی کل کائنات ہے اور جو افراد اس کی بارگاہ میں ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے اکڑ کر انکار کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں، دن رات اس کی تسبیح کرتے ہیں اور سستی کا شکار بھی نہیں ہوتے "۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

اس سے مراد ملائکہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ملائکہؑ کے متعلق مزید ارشاد فرمایا:۔

بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ۔

(الانبیاء ۔۲۶،۲۷)

" بلکہ وہ سب اس کے محترم بندے ہیں جو کسی بات پر اس سے سبقت نہیں کرتے اور اس کے احکام پر برابر عمل کرتے رہتے ہیں"۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ۔ (الانبیاء ۔۲۸)

" وہ ان کے سامنے اور ان کی پس پشت کی تمام باتوں کو جانتا ہے اور فرشتے کسی کی سفارش بھی نہیں کرسکتے مگر یہ کہ خدا اس کو پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے برابر لرزتے رہتے ہیں"۔

ملائکہ انبیاءؑ و ائمہؑ کی مانند معصوم ہیں اگر بالفرض ملائکہ شراب نوشی اور ناحق قتل کرنے لگیں تو پھر انبیاءؑ کے متعلق بھی ان باتوں کا عقیدہ رکھنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ نے پیغام رسانی کا کام ہمیشہ ملائکہؑ سے لیا ہے، جیسا کہ فرمان

الٰہی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى

(یوسف۔۱۰۹)

" اور ہم نے آپؐ سے پہلے انہی مردوں کو رسول بنایا ہے جو آبادیوں میں رہنے والے تھے، ہم نے ان کی طرف وحی بھی کی ہے"۔

اس آیت مجیدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ رہبر اور حاکم بن کر نہیں آتے وہ تو اللہ کے پیغام رسانی کے لیئے آتے ہیں"۔

(اگر پیغام رساں ہی غیر معصوم ہو تو پیغام سے اعتماد اٹھ جائے گا)

راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی:۔

مولا! اگر فرشتوں سے کوئی غلطی صادر نہیں ہوتی تو ابلیس نے حکم خداوندی کی مخالفت کیوں کی تھی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"وہ تو سرے سے فرشتہ ہی نہیں تھا، اس کا تعلق قوم جنات سے تھا، کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں سنی۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ۔ (الکہف۔۵۰)

" اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو، انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ جنوں میں سے تھا"۔

اور اللہ تعالیٰ نے جنات کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔ (الحجر۔۲۷)

" اور ہم نے جنات کو اس سے پہلے زہریلی آگ سے پیدا کیا ہے"۔

پھر امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:۔

میں نے اپنے آبائے طاہرینؑ سے روایت کی ہے، انہوں نے رسول خدا سے روایت کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے گروہ آل محمدؐ کو چنا اور انبیاءؑ اور ملائکہ مقربین کو چنا اور اس نے یہ انتخاب اس علم کی وجہ سے کیا کہ وہ اس کی ولایت سے نہیں نکلے گے اور اپنی عصمت کو ختم نہیں کریں گے اور کسی لائق عذاب کو اپنی جانشینی کے لیئے نسبت نہیں دیں گے۔"

دونوں راویوں نے کہا:۔

آقا! ہم نے سنا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامت علیؑ کی نص فرمائی تو اس وقت اللہ نے ولایت علیؑ کو آسمان کی مخلوق اور ملائکہ پر پیش کیا، تو بہت سے گروہوں نے انکار کر دیا جس کی وجہ سے اللہ نے مینڈکوں کی شکل میں ان کو مسخ کر دیا۔

پھر امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:۔

"خدا کی پناہ! یہ روایت ان لوگوں نے وضع کی ہے جو ہماری تکذیب کرنے والے ہیں اور ہم پر افترا باندھنے والے ہیں۔

جس طرح سے انبیاءؑ خدا کے پیغام رساں ہیں، اسی طرح سے ملائکہ بھی خدا کے پیغام رساں ہیں تو ان سے کفر کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟"

ہم نے کہا:۔

نہیں! ان سے کفر ممکن نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ملائکہ بڑی عزت وشان رکھنے والی مخلوق ہے اور ان کا مقام بڑا بلند ہے"۔

۲۔(بحذف اسناد) علی بن محمد بن جہم نے کہا کہ مامون نے امام علی رضا

علیہ السلام سے پوچھا:۔

لوگ کہتے ہیں زہرہ ستارہ دراصل ایک عورت تھی جس پر ہاروت و ماروت عاشق ہو گئے تھے اور سہیل ستارہ کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وہ یمن میں عشر لینے والا شخص تھا، تو یہ باتیں کہاں تک صحیح ہیں؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"لوگ یہ غلط کہتے ہیں کہ زہرہ و سہیل ستارے مسخ شدہ ہیں۔ اور یہ بات ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ناراض ہو کر اسے مسخ کردے پھر اسے چمکتے ہوئے ستارے کی شکل عطا کر دے اور جب تک زمین و آسمان قائم رہیں وہ یوں ہی چمکتے دمکتے رہیں۔

البتہ زہرہ اور سہیل دو جاندار بھی ہیں جو کہ سمندر میں رہتے ہیں، لیکن وہ بھی مسخ شدہ نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جتنے لوگوں کو بھی مسخ کیں، انہیں تین دن سے زیادہ زمین پر باقی نہیں رہنے دیا اور بندر یا ریچھ یا ان جیسے جانور جنہیں لوگ مسخ سمجھتے ہیں، یہ دراصل مسخ شدہ نہیں ہیں۔

ہاں البتہ جن لوگوں کو اللہ نے مسخ کیا تھا، انہیں بھی بندر، خنزیر یا ریچھ کی صورت دی گئی تھی، مگر ان کو تین دن کے اندر خدا نے ہلاک کر دیا تھا، ان سے کوئی نسل جاری نہیں ہوئی، اور ہم جن جانوروں کو دیکھ رہے ہیں، یہ پہلے سے موجود تھے۔

ہاروتؑ وماروتؑ دو فرشتے تھے، انھوں نے لوگوں کو جادو کی تعیم اس غرض سے دی تھی کہ لوگ اس سے جادو کا توڑ کر سکیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

وہ جسے بھی جادو کی تعلیم دیتے تو اس سے یہ کہتے تھے۔

اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (البقرہ۔۱۰۲)

" ہم تمہارے لیئے ذریعہ امتحان ہیں ، تم کافر مت بننا "۔

لیکن لوگ ان سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد کافر بن گئے تھے ، کیونکہ لوگوں نے ان کی نصیحت پر عمل نہیں کیا تھا اور وہ ان سے جادو سیکھ کر میاں بیوی میں تفریق پیدا کرنے لگے تھے ، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔(البقرہ۔۱۰۲)

" حالانکہ اذن خدا کے بغیر وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے "۔

یہاں " اذن " سے مراد علم ہے "۔

باب 28

حضرتؑ سے مروی متفرق روایات

وجودِ حجت سے زمین قائم ہے۔

۱۔ (حذف اسناد) محمد بن فضل کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے دریافت کیا:

کیا امام کے بغیر زمین قائم رہ سکتی ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: "نہیں! اپنے اہل سمیت پانی میں ڈوب جائے گی"۔

۲۔ (حذف اسناد) احمد بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:

کیا زمین امام کے بغیر قائم رہ سکتی ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: "نہیں!"

میں (راوی) نے عرض کیا: ہم نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے۔

انہوں نے فرمایا: "زمین امام کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اللہ بندوں پر ناراض ہو"۔

امام علیؑ رضا نے فرمایا: باقی نہیں رہے گی، پانی میں ڈوب جائے گی۔

۳۔ (حذف اسناد) حسن بن علی وشا کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:

کیا امام کے بغیر زمین قائم رہ سکتی ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "نہیں!"

میں (راوی) نے کہا: ہم نے تو یہ سنا ہے کہ زمین امام کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی، ہاں اگر خدا بندوں پر ناراض ہو تو اور بات ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے تمام فرمان برحق ہیں، قاتلانِ حسینؑ کی نسل کے قتل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آباء کے اس فعل پر راضی ہیں اور اس ظلم پر فخر کرتے ہیں، اور جو شخص کسی کے فعل پر راضی ہو وہ اس کے فعل میں شریک تصور کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص مشرق میں کسی کو قتل کرے اور مغرب میں رہنے والا شخص اس کے فعل پر اپنی رضا مندی کا اظہار کرے تو وہ بھی اس قتل میں شریک سمجھا جائے گا، اور قائم آل محمد (عج) بھی انہیں اسی وجہ سے قتل کریں گے کہ وہ اپنے آباء کے اس فعل پر راضی ہیں"۔

میں (راوی) نے پوچھا: قائم آل محمد (عج) اپنے ظہور کے بعد سب سے پہلا کام کون سا کریں گے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "وہ سب سے پہلے بنی شیبہ کے ہاتھ کاٹیں گے، کیونکہ وہ بیت اللہ کے چور ہیں"۔

زمانۂ غیبت میں شیعوں کی پریشانی

٦۔ (بحذف اسناد) علی بن حسن بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"گویا میں شیعوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں جب میری نسل میں سے تیرا بیٹا گم ہو جائے گا تو وہ اپنے لیئے چراگاہ کو تلاش کریں گے لیکن اسے کہیں نہیں پائیں گے"۔

میں (راوی) نے کہا: فرزند رسولؐ! ایسا کیوں ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: "کیونکہ ان کا امام ان سے غائب ہو جائے گا"۔

میں (راوی) نے کہا: وہ کس لیئے؟

آگاہ رہو : اللہ عادل ہے کبھی بھی ظلم نہیں کرتا"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا : آپ ہمیں طاعون کے متعلق بتائیں۔

آپ نے فرمایا : "طاعون کچھ لوگوں کے لیئے اللہ کا عذاب اور کچھ لوگوں کے لیئے اللہ کی رحمت ہے"۔

لوگوں نے کہا : مولا ! ایک چیز ایک ہی وقت میں عذاب اور رحمت کیسے ہو سکتی ہے ؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : " کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ دوزخ کی آگ کافروں کے لیئے عذاب اور دوزخ کے فرشتوں کے لیئے رحمت ہے ، کیونکہ وہ فرشتے بھی تو ان کے ساتھ آگ میں ہی ہوں گے"۔

تلاش حق کا طریقہ

۱۰۔(بحذف اسناد) علی بن اسباط کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا :۔

مولا ! کبھی مجھے کوئی ایسا معاملہ پیش آتا ہے جس کے متعلق مجھے حکم شرعی کا علم نہیں ہوتا اور جس شہر میں میری رہائش ہے وہاں بھی مجھے آپ کا کوئی ایسا محب نہیں ملتا جو مجھے حکم شرعی سے آگاہ کرے تو اس حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا : " جب کبھی ایسی صورت حال درپیش ہو تو فقیہ شہر کے پاس جاؤ اور وہ جو فتویٰ تمہیں دے ، ان کے فتویٰ کے خلاف عمل کرو ، کیونکہ حق ان کے خلاف کرنے میں مضمر ہے" ۔(۱)

۱۔ مذہب امامیہ کے مخالفین کی مخالفت سے حق مل سکتا ہے۔

بالوں کی سفیدی

۱۱۔ (بحذف اسناد) سلیمان جعفری نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے روایت کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا:۔

"سر کے اگلے حصے کی سفیدی برکت ہے، دائیں بائیں حصے کی سفیدی سخاوت ہے، پیشانی کے بالوں کی سفیدی شجاعت کی علامت ہے اور گدی کے بالوں کی سفیدی نحوست کی علامت ہے"۔

پہلی چیز کو کھاؤ، دوسری کو چھپاؤ اور تیسری کو پناہ دو۔۔۔

۱۲۔ (بحذف اسناد) ابو الصلت عبدالسلام بن صالح ہروی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا:۔

"اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ میں سے ایک نبی کی طرف وحی کی۔

کل صبح کے وقت جو چیز تمہیں سب سے پہلے نظر آئے، اسے کھا لینا اور جو دوسری چیز نظر آئے اسے چھپا دینا اور جو تیسری چیز نظر آئے اسے قبول کر لینا اور چوتھی چیز کو مایوس نہ کرنا اور پانچویں چیز سے بھاگنا۔

دوسرے دن جب صبح ہوئی تو نبی گھر سے نکلے تو انہیں ایک سیاہ پہاڑ نظر آیا، اسے دیکھ کر وہ نبی کھڑے ہو کر سوچنے لگے کہ اب کیا کروں، اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو چیز سب سے پہلے نظر آئے، اسے کھا لینا، اب بھلا میں پہاڑ کو کھاؤں تو کیسے کھاؤں؟

پھر نبی نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کیا کہ

"اللہ تعالیٰ مجھے میری طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا" ، چنانچہ یہ سوچ کر وہ پہاڑ کو کھانے کے لیئے آگے بڑھے لیکن جیسے جیسے وہ قدم بڑھاتے گئے ویسے ویسے پہاڑ سمٹتا گیا اور جب نبی اس کے قریب پہنچے تو وہ ایک لقمہ جتنا باقی رہ گیا تھا۔

نبیؑ نے اسے کھا لیا تو وہ لقمہ انہیں بہت مزیدار محسوس ہوا۔

پھر نبی آگے بڑھے تو سونے کا ایک طشت نظر آیا ، نبیؑ نے دل میں کہا :

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ دوسری چیز کو چھپاؤں ، چنانچہ انہوں نے ایک گڑھا کھود کر طشت کو اس میں چھپا دیا اور اس پر مٹی ڈال دی لیکن جب انہوں نے مڑ کر دیکھا تو وہ طشت باہر نکلا پڑا تھا۔

انہوں نے دل میں کہا کہ میں نے اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔

پھر وہ یہاں سے چلے تو انہیں ایک پرندہ نظر آیا جس کے پیچھے باز لگا ہوا تھا اور پرندے نے ان کے گرد چکر لگانا شروع کیا ۔

نبیؑ نے دل میں کہا : مجھے میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تیسری چیز کو پناہ دوں ، چنانچہ انہوں نے اپنی آستین کھولی اور پرندہ ان کی آستین میں چھپ گیا۔

باز نے ان سے کہا : آپ نے میرے شکار کو پکڑ لیا حالانکہ میں کئی دنوں سے اس کے پیچھے لگا ہوا تھا ۔

نبیؑ نے دل میں سوچا : اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں چوتھی چیز کو مایوس نہ کروں ، چنانچہ انہوں نے اپنی ہی ران سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر اس کی طرف پھینک دیا۔

جب نبیؑ یہاں سے چلے تو انہوں نے ایک بدبودار مردار کو دیکھا جس میں کیڑے پڑے ہوئے تھے۔

نبیؑ نے دل میں کہا : اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں پانچویں چیز کو دیکھ کر بھاگ جاؤں، چنانچہ وہ اسے دیکھ کر بھاگ گئے اور اپنے گھر واپس آ گئے۔

رات کے وقت انہوں نے خواب میں دیکھا ۔

ان سے کہا گیا : "تم نے ہمارے حکم کی تعمیل کی ہے تو کیا ان چیزوں کا مقصد و مفہوم بھی سمجھتے ہو ؟"

نبیؑ نے کہا : نہیں ! میں نہیں جانتا۔

خواب میں ان سے کہا گیا : "تم نے جس پہاڑ کو دیکھا تھا وہ انسان کا غصے تھا ، جب کوئی شخص غصہ میں آتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بھی نہیں دیکھتا اور غصے کی وجہ سے اسے اپنی قدر وحیثیت بھی دکھائی نہیں دیتی ، اسی حالت میں اگر وہ اپنے نفس پر قابو پالے اور غصے کو پی جائے تو اس کا انجام ایک شیریں لقمہ جیسا ہوتا ہے"۔

اور تم نے سونے کے جس طشت کو دیکھا تو یہ انسان کا عمل صالح ہے، جب انسان اسے چھپائے تو اللہ اسے ظاہر کر دیتا ہے ، اس کے ذریعے سے اسے دنیا میں عزت ملتی ہے اور اس کی آخرت بھی محفوظ رہتی ہے۔

اور تم نے جس پرندہ کو دیکھا تو اس سے مراد وہ شخص ہے جو تمہیں نصیحت کرنے کے لیئے آتا ہے ، تمہارا فرض ہے کہ اس کی بات کو قبول کرو اور اسے اپنے ہاں جگہ دو۔

اور تم نے جس باز کو دیکھا ہے تو اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی حاجت کے سلسلے میں تمہارے پاس آتا ہے ، لہذا اسے مایوس مت کرو۔

اور جو تم نے بدبو دار مردار دیکھا ہے تو یہ دراصل غیبت ہے ، اس سے بھاگو"۔

دولت کب جمع ہوتی ہے؟

۱۳۔(محذوف اسناد) محمد بن اسماعیل بن بزیع کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا:۔

انھوں نے فرمایا: "جب تک کسی شخص میں پانچ خصلتیں نہ ہوں، اس وقت تک وہ دولت جمع نہیں کر سکتا۔(اور وہ یہ ہیں)

1۔شدید بخل۔ 2۔لمبی امید۔ 3۔غالب حرص۔

4۔قطع رحمی۔ 5۔دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا"۔

وہ جانور جنہیں نہیں مارنا چاہیے اور وہ جنہیں مارنا چاہیئے

۱۴۔(محذوف اسناد) سلیمان بن جعفر جعفری نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ،آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ۔

انھوں نے فرمایا: "رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ چیزوں کے مارنے سے منع فرمایا:۔(وہ یہ ہیں)

1۔لٹورا 2۔صوام 3۔ہُدہُد

4۔شہد کی مکھی اور چیونٹی 5۔مینڈک

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ جانداروں کے مارنے کا حکم دیا۔

1۔کوا 2۔چیل 3۔سانپ 4۔بچھو 5۔باؤلا کتا"

مصنف کتاب ھذا کہتے ہیں :۔

"یہ امر برائے رخصت ہے اور امر وجوب و فرض کے لیئے نہیں ہے"۔

مرغ کی پانچ عادتیں

۱۵۔(حذف اسناد) ابراہیم بن حمویہ بن محمد بن عیسیٰ یقطینی نے کہا:۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

سفید مرغ میں انبیاء کی پانچ عادتیں پائی جاتی ہیں۔

1۔ اوقات نماز کی پہچان 2۔ غیرت 3۔ سخاوت 4۔ شجاعت 5۔ کثرتِ مباشرت

امیرالمومنینؑ کے لیئے پانچ چیزوں کی دعا

۱۶۔(حذف اسناد) یاسر خادم نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے روایت کی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

یا علیؑ! میں نے تمہارے لیئے اللہ تعالیٰ سے پانچ باتوں کی درخواست کی اور اللہ نے مجھے وہ باتیں عطا کر دیں۔

1۔ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ جب قیامت قائم ہو اور میں اپنی قبر سے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا نکلوں تو اس وقت علیؑ میرے ساتھ ہو۔

اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

2۔ میں نے اللہ سے درخواست کی جب میزان عدل قائم ہو تو اس کے پلڑے کے پاس علیؑ میرے ساتھ ہو۔

اللہ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی۔

3۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ علیؑ کو میرے لواء الحمد کے اٹھانے والا مقرر کرے، اور وہ لواء الحمد دراصل اللہ کا پرچم ہے جس پر یہ الفاظ تحریر ہوں گے۔

المفلحون هم الفائزون بالجنة۔

"کامیاب وہی ہیں جنہوں نے جنت حاصل کی"۔

اللہ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی۔

4۔ میں نے اللہ سے درخواست کی کہ میرے حوض کوثر کا ساقی علیؑ کو بنائے۔

اللہ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی۔

5۔ میں نے اللہ سے درخواست کی کہ میری امت کے لیئے جنت کا ہادی علیؑ کو بنائے

اللہ نے میری یہ دعا بھی قبول کی۔

اللہ کے اس احسان پر اس کی حمد ہے"۔

جن عورتوں سے عزل جائز ہے(۱)

۱۷۔ (محذف اسناد) یعقوب جعفری نے کہا کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے سنا:

انہوں نے فرمایا:۔

چھ قسم کی عورتوں سے عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

1۔ جس عورت کے متعلق یقین ہو کہ یہ اولاد نہیں جنے گی۔

2۔ بوڑھی عورت۔

3۔ زبان دراز عورت۔

4۔ فحش گو عورت۔

5۔ وہ عورت جو اپنی اولاد کو دودھ نہ پلاتی ہو۔

6۔ کنیز"۔

مصنف کتاب ھذا کہتے ہیں:۔

"ابوالحسنؑ سے مراد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی ہو سکتے ہیں اور اس سے

---

(۱) عزل ... شوہر اپنے جوہر حیات کو فرج سے باہر گرائے۔

امام علی رضا علیہ السلام بھی مراد لیئے جا سکتے ہیں، کیونکہ دونوں کی کنیت ابوالحسن ہے اور راوی یعقوب جعفری نے دونوں سے ہی کسبِ فیض کیا تھا"۔

۱۸۔(حذف اسناد) ابو علی حسن بن راشد کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے تکبیر افتتاح کے متعلق پوچھا :۔

آپؑ نے فرمایا : "سات تکبیریں ہیں"۔

میں (راوی) نے کہا : مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مروی ہے کہ آنحضرتؐ ایک ہی تکبیر کہتے تھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا : "آنحضرتؐ ایک بار بلند آواز سے تکبیر کہتے اور چھ بار آہستہ سے تکبیر کہتے تھے"۔

نجاشی کا جنازہ

۱۹۔ محمد بن قاسم استر آبادی رضی اللہ عنہ نے ہم سے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے یوسف بن محمد بن زیاد سے روایت کی، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا : "جب جبرئیل امینؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نجاشی کی موت کی خبر سنائی تو آپؐ بے حد غمگین ہوئے اور غم کی وجہ سے رونے لگے اور فرمایا :۔

تمہارا بھائی اصحمہ فوت ہو گیا، پھر آپؐ صحرا کی طرف گئے اور آپؐ نے سات تکبیروں سے ان کا جنازہ پڑھا، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے تمام حجابات ہٹا دیئے تھے اور حبشہ میں نجاشی کا جنازہ آپؐ کو دکھائی دے رہا تھا"۔

ایام کی تقسیم کار

۲۰۔(محذف اسناد) بکر بن صالح نے جعفری سے روایت کی ہے، اس نے کہا میں نے ابو الحسن علیہ السلام سے سنا:

انہوں نے فرمایا: "منگل کے دن اپنے ناخن تراشو اور بدھ کے دن حمام جاؤ اور اگر فصد کی ضرورت ہو تو جمعرات کو فصد کراؤ اور جمعہ کے دن تمہارے پاس جو عمدہ خوشبو ہو، وہ لگاؤ"۔

خوشبو لگانے کی تاکید

۲۱۔(محذف اسناد) معمر بن خلاد نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا: "انسان کو چاہیئے کہ روزانہ خوشبو لگائے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر ایک دن چھوڑ کر لگائے اور اگر ہر دوسرے دن بھی ممکن نہ ہو تو پھر ہر جمعہ کو خوشبو لگائے اور جمعہ کے دن خوشبو کا ناغہ نہ کرے"۔

جنتی کون اور دوزخی کون ہے؟

۲۲۔مسجد کوفہ کے مجاور ابو الحسن علی بن عیسٰی نے ہم سے بیان کیا، اس نے کہا کہ میں نے یہ حدیث دعبل بن خزاعی کے بھتیجے اسماعیل بن علی بن رزین سے سنی، اس نے یہ حدیث اپنے والد سے سنی، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے یہ حدیث سنی، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا: "رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت فرمایا۔

لَا يَسْتَوِىٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ (الحشر۔ ۲۰)

" جنت والے اور دوزخ والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت جانے والے کامیاب ہیں "

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: "جنتی وہ ہے جو میری اطاعت کرے اور میرے بعد علیؑ بن ابی طالبؑ سے صلح رکھے اور اس کی ولایت کا اقرار کرے ، اور دوزخی وہ ہے جو ولایتِ علیؑ کو ناپسند کرے اور عہد شکنی کرے اور میرے بعد علیؑ سے جنگ کرے"۔

سجدۂ شکر میں کیا پڑھنا چاہیئے ؟

۲۳۔ (محذوف اسناد) سلیمان بن حفص مروزی کہتے ہیں کہ ابوالحسن علیہ السلام نے مجھے لکھا :۔

سجدۂ شکر میں ایک سو مرتبہ

"شُكْرًا شُكْرًا "۔

کہو اور اگر چاہو تو

"عَفْوًا عَفْوًا"۔

بھی کہو۔

مصنف کتاب ھذا کہتے ہیں

"سلیمان بن حفص نے امام موسیٰ کاظم اور امام علی رضا علیھما السلام دونوں کی زیارت کی تھی ، مجھے معلوم نہیں کہ اس روایت میں ابوالحسن سے کون مراد ہیں ؟"

جسے سجدے میں نیند آجائے؟

۲۴۔(محذوف اسناد) حسن بن علی وشا کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا :۔

انہوں نے فرمایا: " جب کسی بندے کو سجدے کی حالت میں نیند آ جاتی ہے

تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

میں نے اس کی روح کو قبض کیا جب کہ وہ میری اطاعت میں مصروف تھا"۔

علم ، عمل اور اخلاص

۲۵۔ (حذف اسناد) داؤد بن سلیمان غازی نے ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیھما السلام سے روایت کی ، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ۔

آپؑ نے فرمایا: "مقامات علم کے علاوہ دنیا ساری کی ساری جہالت میں مبتلا ہے اور علم انسان کے خلاف حجت ہے سوائے اس علم کے کہ جس پر عمل کیا جائے اور عمل سارے کا سارا ریا (دکھاوا) ہے سوائے اس عمل کے جسے اخلاص سے انجام دیا جائے اور اخلاص بھی ہر وقت خطرہ کی زد میں ہے جب تک انسان کا انجام سامنے نہ آجائے"۔

علیؑ امام من است و منم غلامِ علیؑ

۲۶۔ (حذف اسناد) محمد بن خالد برقی نے امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے والد ماجد امام علی رضا علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ، انہوں نے اجلح کندی سے ،انہوں نے ابن بریدہ سے ، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ، انہوں نے کہا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

"علیؑ ! تم میرے بعد ہر مومن کے امام ہو"۔

سجدۂ شکر اور اس کا فائدہ

۲۷۔ (محذف اسناد) علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی، انھوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا: ”نماز فریضہ کے بعد سجدۂ شکر اس لیئے کیا جاتا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کے فریضے کی ادائیگی کی توفیق ملنے پر شکر خدا ادا کرتا ہے۔

اور سجدۂ شکر کے ذکر کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ انسان تین مرتبہ "**شُكْرًا لِلّٰهِ**" کہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: "**شُكْرًا لِلّٰهِ**" کا کیا مفہوم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ”مذکورہ الفاظ سے بندہ بارگاہ احدیت میں یہ کہتا ہے کہ تو نے مجھے اپنے ایک فرض کے ادا کرنے کی توفیق عنایت کی ہے؛ اس لیئے میں تیرا شکر ادا کر رہا ہوں۔

اور سجدۂ شکر نعمتوں کے اضافے کا موجب ہے، اگر نماز میں کوئی کمی رہ جائے تو نوافل سے اس کی تکمیل ہو جاتی ہے اور اگر نوافل سے بھی تکمیل نہ ہو سکے تو سجدۂ شکر سے تکمیل ہو جاتی ہے“۔

تہجد گزاروں کی خوبصورتی کا راز

۲۸۔ (محذف اسناد) اسماعیل بن موسیٰ نے اپنے بھائی امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے اپنے والد علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے والد علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا: ”امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا گیا، تہجد گزار حسین و جمیل کیوں ہوتے ہیں؟

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: اس لیئے کہ وہ عالم تنہائی میں نماز ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں اپنے نور کی چادر پہنا دیتا ہے"۔

۲۹۔ (محذف اسناد) محمد بن علی بن ابی عبداللہ نے امام علی رضا علیہ السلام سے نقل کیا۔

"آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ۔

(الحدید۔ ۲۷)

"انہوں نے اللہ کی رضا کے لیئے جس رہبانیت کا اختراع کیا ہے، ہم نے وہ رہبانیت ان پر فرض نہیں کی تھی"۔

فرمایا یعنی"نماز شب"۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کی تفسیر

۳۰۔ محمد بن قاسم استر آبادی نے یوسف بن محمد بن زید اور علی بن محمد بن سیار سے روایت کی، انہوں نے اپنے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے اپنے والد علی نقیؑ سے اور انہوں نے اپنے والد محمد تقی علیھما السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا: "ایک شخص امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔

" فرزند رسولؐ! **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ** کی تفسیر کیا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا: مجھ سے میرے والد نے روایت کی اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا: ایک شخص امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور

عرض کی۔

امیر المومنین ! اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کی تفسیر کیا ہے ؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں" (الفاتحہ۔۲)

اللہ کی اس بات پر حمد ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو اجمالی طور پر اپنی کچھ نعمتیں بتائی ہیں ، کیونکہ بندوں کے پاس اتنی قوت ہی نہیں ہے کہ وہ تفصیلی طور پر اللہ کی نعمتوں کو پہچان سکیں اس لیئے کہ اللہ کی نعمتیں بے حد و حساب ہیں ، اس لیئے ان سب کی معرفت ناممکن ہے ، اس لیئے اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ کہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (الفاتحہ۔۲)

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے"

ہم رب العالمین کی حمد بجا لاتے ہیں جو اس نے ہم پر نازل کی ہیں، اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ عالمین کی تربیت کرنے والا ہے۔

وہ حیوانات کی تربیت بایں طور کرتا ہے کہ وہ انہیں رزق فراہم کرتا ہے اور اپنی مصلحت کے مطابق ہر ایک جنس کی تدبیر کرتا ہے اور جمادات کے لیئے اس کی تربیت کا انداز یہ ہے کہ وہ انہیں اپنی قدرت سے تھامے ہوئے ہے اور انہیں گرنے سے روک رکھا ہے اور جو شے جھکی ہوئی ہے اسے زمین پر آنے سے روکے ہوئے ہے ، اور آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے اور زمین کو دھنس جانے سے روک رکھا ہے۔

یقیناً اللہ بندوں پر مہربان اور رحیم ہے۔

رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تمام جہانوں کا مالک اور خالق اور

بھی رزق فراہم کرتا ہے جسے وہ نہیں جانتے۔

اللہ کی طرف سے رزق تقسیم ہو چکا ہے ، ابن آدم جس بھی سیرت و کردار کا حامل کیوں نہ ہو اسے رزق مل کر رہتا ہے ، کسی متقی کا تقویٰ رزق میں اضافہ نہیں کرتا اور کسی بدکار کی بدکاری سے رزق میں کمی نہیں ہوتی۔

اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے رزق سے بھاگے تو بھی اس کا رزق اسے تلاش کرے گا اور رزق انسان کو ایسے ہی تلاش کرتا ہے جیسا کہ موت اسے تلاش کرتی ہے ، اسی لیئے حکم ہے کہ تم کہو۔

ان انعامات پر ہم اللہ کی حمد بجا لاتے ہیں جو اس نے ہم پر کیے ہیں اور اس نے ہماری پیدائش سے بھی پہلے سابقہ کتابوں میں ہمارا تذکرہ کیا ہے۔

اسی لیئے محمدؐ و آل محمدؑ اور ان کے شیعوں کا فرض ہے کہ وہ اس فضیلت پر اللہ کا شکر بجا لائیں ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

"جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اپنی بے پایاں نعمتیں نازل کیں ، انہیں شرفِ تکلم بخشا ، انہیں اپنا مصطفیٰ بندہ بنایا ، ان کے لیئے دریا میں راستہ بنایا اور انہیں تورات و الواح عطا فرمائیں تو انہوں نے اپنا یہ مقام دیکھ کر بارگاہِ احدیت میں عرض کی :-

"پروردگار ! تو نے مجھے وہ عزت عطا کی ہے جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئی"۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا : " موسیٰؑ ! کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک تمام ملائکہ اور میری تمام مخلوق سے افضل ہیں"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی : "پروردگار ! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تیری مخلوق سے افضل ہیں تو کیا کسی نبی کی آل میری آل

سے بھی زیادہ محترم ہے ؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : " جس طرح سے محمدؐ تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں ، اسی طرح سے ان کی آل بھی تمام انبیاءؑ کی آل سے افضل ہے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی : " پروردگار! محمدؐ تو تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں اور ان کی آلؑ بھی تمام انبیاءؑ کی آل سے افضل ہے تو کیا میری امت سے کسی نبی کی امت افضل ہے جب کہ میری امت پر تو نے بادلوں کا سایہ کیا ہے اور تو نے ان پر من و سلویٰ نازل کیا ہے اور تو نے ان کے لیئے دریا میں راستہ بنایا ہے ؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : " موسیٰؑ ! کیا تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ امت محمدؐ بھی تمام امتوں سے ایسے ہی افضل ہیں جیسا کہ خود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں"۔

اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے کہا : "پروردگار ! کاش میں انہیں دیکھ سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "موسیٰؑ ! تم انہیں ہرگز یہاں نہیں دیکھ سکتے کیونکہ ابھی ان کے ظہور کا وقت نہیں ہوا ، تم عنقریب انہیں جنت فردوس اور عدن میں دیکھو گے ، وہ اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت کی نعمتیں لوٹ رہے ہوں گے ، ہاں اس وقت اگر چاہو تو میں تمہیں ان کا کلام سنا دیتا ہوں"۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا : "جی ہاں پروردگار ! میں ان کا کلام سننا چاہتا ہوں"۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے ندا دی :۔

"اے امت محمدؐ !

ندائے الٰہی سن کر اصلاب آباء اور ارحامِ امہات سے امت نے عرض کی :۔

لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔

" پروردگار ! ہم حاضر ہیں ، تیرا کوئی شریک نہیں ، ہم حاضر ہیں ، تمام

تعریفیں ، نعمتیں اور بادشاہی تیری ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کو امت محمدیہ کے یہ الفاظ پسند آئے اور انہیں تلبیۂ حج قرار دیا ، پھر اللہ تعالیٰ نے ندا دی :۔

"اے امت محمدؐ! میرا تمہارے لیئے یہ فیصلہ ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور عذاب سے پہلے میرا عفو و درگزر تمہارے لیئے ہے، تمہاری دعا مانگنے سے پہلے میں تمہاری دعا قبول کروں گا اور تمہارے سوال سے پہلے تمہیں عطا کروں گا۔

" تم میں سے جو کوئی یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ، اور محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور ان کا ہر قول و فعل حق و صداقت پر مبنی ہے اور علی بن ابی طالبؑ ان کے بھائی اور ان کے بعد ان کے وصی اور ولی ہیں اور ان کی اطاعت بھی محمدؐ کی اطاعت کی طرح فرض ہے اور محمدؐ و علیؑ کے بعد اللہ کے مصطفیٰ اور طاہر و مطہر جو کہ عجائب الٰہیہ کی خبر دینے والے ہیں وہ ان کے بعد بندگان خدا پر حجت ہیں "۔

تو میں اسے اپنی جنت میں داخل کروں گا اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کی طرح سے زیادہ بھی کیوں نہ ہوں۔

اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا ۔(القصص۔ ۴۶)

" اور آپؐ طور کے کنارے پر موجود نہ تھے جب ہم نے آپؐ کی امت کو خطاب کیا اور انہیں اس کرامت سے مخصوص کیا"۔

اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اس فضیلت کے مختص ہونے کی وجہ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہیں، اور آپؐ نے اپنی امت کو حکم دیا کہ وہ مذکورہ فضائل کی وجہ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہیں"۔

اطرافِ حرم

۳۱۔ (محذف اسناد) احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ اطراف حرم یکساں کیوں نہیں ، یعنی کسی طرف سے زیادہ اور کسی طرف سے کم کیوں ہیں ؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا : "جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو وہ کوہ ابی قبیس پر اترے ، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تنہائی کی شکایت کی اور کہا :۔

"میں یہاں وہ آوازیں نہیں سنتا جو میں جنت میں سنا کرتا تھا"۔

اللہ تعالیٰ نے سرخ یاقوت نازل کیا ، آدم علیہ السلام نے اسے بیت اللہ کے مقام پر نصب کیا ، آدم علیہ السلام اس کا طواف کرتے تھے اور اس سرخ یاقوت کی روشنی حدود حرم (اعلام) تک جاتی تھی ، چنانچہ اس کی روشنی جہاں جہاں تک جاتی تھی اسے حدود حرم بنا دیا گیا"۔

۳۲۔ (محذف اسناد) اسماعیل بن ہمام نے امام علی رضا علیہ السلام سے یہی حدیث روایت کی اور صفوان بن یحییٰ نے امام علی رضا علیہ السلام سے حدود حرم کے متعلق پوچھا تو حضرتؑ نے مذکورہ جواب دیا۔

گناہان کبیرہ ازروئے قرآن

۳۳۔ (محذف اسناد) حضرت عبد العظیم بن عبداللہ حسنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام سے سنا ، انھوں نے اپنے والد امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ، انھوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی

انہوں نے فرمایا: "عمرو بن عبید بصری (۱)، امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گئے، سلام کرنے کے بعد انہوں نے بیٹھتے ہی قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبَآئِرَ الْاِثْمِ ۔(شوریٰ ۔ ۳۷)

"وہ جو گناہان کبیرہ سے پرہیز کرتے ہیں"۔

عمرو بن عبید نے آیت کا یہ حصہ پڑھ کر خاموشی اختیار کر لی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم خاموش کیوں ہو گئے ہو؟

اس نے کہا: آقا! میری خواہش ہے کہ کتاب خدا سے گناہان کبیرہ معلوم کروں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

"1۔ جی ہاں عمرو! سب سے بڑا گناہ کبیرہ شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۔(المائدہ۔۷۲)

"بے شک جو بھی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کے کوئی مددگار نہ ہوں گے"۔

2۔ اس کے بعد گناہ کبیرہ اللہ کی رحمت سے مایوسی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکَافِرُوْنَ ۔(یوسف۔۸۷)

"اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں"۔

3۔ والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے، اللہ تعالیٰ نے والدین کے نافرمان کو ظالم اور بد نصیب کہا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۔ (مریم ۔ ۳۲)

"اور اللہ نے مجھے اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے اور مجھے ظالم اور بد نصیب نہیں بنایا"۔

4۔ کسی انسان کو ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

• وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۔ (النساء ۔ ۹۳)

"اور جو بھی مومن کو قصداً قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر خدا کا غضب بھی ہے اور خدا نے اس پر لعنت کی ہے اور اس کے لیئے عذاب عظیم تیار کیا ہے"۔

5۔ عفیف عورتوں پر بہتان تراشی کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ (النور ۔ ۲۳)

"یقیناً جو لوگ پاک باز اور بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیئے عذاب عظیم ہے"۔

6۔ یتیم کا مال کھانا بھی گناہ کبیرہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۔ (النساء ۔ ۱۰)

"یقیناً جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب واصل جہنم ہوں گے"۔

7۔ جہاد سے فرار کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ (الانفال۔١٦)

"اور جو جنگ کے دن پیٹھ دکھائے گا، وہ غضب الٰہی کا حق دار ہو گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا جو بد ترین انجام ہے، علاوہ ان لوگوں کے جو جنگی حکمت عملی کی بنا پر پیچھے ہٹ جائیں یا کسی دوسرے گروہ کی پناہ لینے کے لیئے اپنی جگہ چھوڑ دیں"۔

8۔ سود کھانا بھی گناہ کبیرہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۔ (البقرہ۔٢٧٥)

"جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ روز قیامت اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو"۔

9۔ جادو کرنا گناہ کبیرہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے:۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۔ (البقرہ۔١٠٢)

"اور وہ یہ بات بخوبی جانتے تھے جو بھی جادو کا کاروبار کرے گا، اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو گا"۔

10۔ زنا گناہ کبیرہ ہے، چنانچہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۔ (الفرقان۔٦٨، ٦٩)

"اور جو ایسا عمل کرے گا وہ اپنے عمل کی سزا بھی برداشت کرے گا، جسے روز قیامت دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اسی میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا"۔

11۔ جھوٹی قسم کھانا بھی گناہ کبیرہ ہے، چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ۔۔۔ (آل عمران ۔ ۷۷)

" جو لوگ اللہ سے کیئے ہوئے عہد اور قسم کو تھوڑی قیمت پر بیچ دیتے ہیں ، ان کے لیئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ خدا ان سے بات کرے گا اور نہ روز قیامت ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ انہیں گناہوں کی آلودگی سے پاک بنائے گا اور ان کے لیئے درد ناک عذاب ہے "۔

12۔ خیانت گناہ کبیرہ ہے ، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔ (آل عمران ۱۶۱)

" اور جو خیانت کرے گا وہ روز قیامت خیانت کے مال سمیت حاضر ہوگا"۔

13۔ زکوٰۃ نہ دینا بھی گناہ کبیرہ ہے ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (مانعین زکوٰۃ کے لیئے) فرمایا :۔

وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۔ (توبہ ۔ ۳۴،۳۵)

" اور جو لوگ سونے چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ، آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیں ،جس دن وہ سونا چاندی آتشِ جہنم میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور پشت کو داغا جائے گا کہ یہی وہ ذخیرہ ہے جو تم نے اپنے لیئے جمع کیا تھا ، اب اپنے خزانوں اور ذخیروں کا مزہ چکھو "۔

14 ۔ جھوٹی گواہی دینا یہ بھی گناہ کبیرہ ہے ۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ۔ (الفرقان۔۲۷)

"وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے"۔

15۔ سچی گواہی کو چھپانا بھی گناہ کبیرہ ہے۔گواہی چھپانے کے متعلق ارشاد قدرت ہے:۔

وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ۔ (البقرہ۔۲۸۳)

"اور جو کوئی گواہی کو چھپائے تو اس کا دل گناہ گار ہے"۔

علاوہ ازیں شراب نوشی کو اللہ تعالیٰ نے بت پرستی کے مترادف قرار دیا ہے ، جان بوجھ کر نماز نہ پڑھنا بھی بد ترین جرم ہے ،بے نمازی خدا اور اس کے رسولؐ کے عہد سے بری ہے اور عہد شکنی اور قطع رحم (رشتہ داروں سے سلوک نہ کرنا) کرنے والوں کے لیئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ۔ (الرعد۔ ۲۵)

" ان کے لیئے لعنت اور برا گھر ہے"۔

جب عمرو بن عبید نے یہاں تک سنا تو چیختے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام کی محفل سے نکلے اور وہ یہ کہہ رہے تھے :۔

"خدا کی قسم ! وہ شخص ہلاک ہو گیا جس نے اپنی رائے سے گفتگو کی اور جس نے علم و فضل میں تمہارے مقابل آنے کی جسارت کی"۔

خوشبو دار پودے

۳۴۔(محذف اسناد) احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا :۔

دنیا میں خوشبو کیسے پیدا ہوئی ؟

آپؑ نے فرمایا :"دوسرے لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں ؟"

میں نے کہا: ”لوگ کہتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو انہوں نے سرزمین ہند پر قدم رکھا اور وہ ایک طویل عرصے تک فراق جنت میں روتے رہے، ان کے آنسو زمین میں جذب ہوتے گئے اور جہاں جہاں ان کے آنسو پہنچے وہاں وہاں خوشبو دار پودے اُگے اور اس طرح دنیا میں خوشبو پھیلی“۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”یہ لوگ غلط کہتے ہیں، اصل حقیقت یہ ہے کہ حوا علیھا السلام اپنی مینڈھیوں کو اشجار جنت کے ریشوں سے باندھا کرتی تھیں، جب وہ زمین پر آئیں تو معصیت الٰہی کی وجہ سے انہیں حیض جاری ہوا، انہیں غسل کا حکم دیا گیا، جب انہوں نے غسل کیا اور بال کھولے تو اللہ نے ہوا بھیجی جس نے اشجار جنت کے ریشوں کو زمین کے مختلف حصوں میں پھیلا دیا، چنانچہ جہاں جہاں جنت کے ریشے پہنچے، وہاں وہاں خوشبو دار پودے اُگے اور جہاں میں خوشبو پھیلی“۔

بچے پاگل کیوں پیدا ہوتے ہیں؟

۳۵۔(محذوف اسناد) سید عبدالعظیم حسنی بن سید عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا: ”شوہر کو چاہیئے کہ چاند رات اور چاند کی چودہ، پندرہ اور چاند کے آخری ایام میں اپنی زوجہ سے مقاربت نہ کرے، اگر کسی نے ایسا کیا تو پیدا ہونے والا بچہ پاگل ہو سکتا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ چاند کے ابتدائی اور درمیانی اور آخری ایام میں پاگلوں کو زیادہ دورے پڑتے ہیں؟“

اور آپؑ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص قمر در عقرب میں شادی کرے وہ بھلائی نہیں پائے گا اور جو شخص چاند کے آخری دنوں میں شادی کرے تو اسے بچے کے اسقاط کا اندیشہ کرنا چاہیئے“۔

چور کب پکڑا جاتا ہے؟

۳۶۔(حذف اسناد) محمد بن عیسیٰ بن عبید نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"چور مسلسل چوری کرتا رہتا ہے اور جب چوری کی رقم اس کے ہاتھ کی دیت کے برابر ہو جاتی ہے تو وہ پکڑا جاتا ہے اور خدا اس کا پردہ فاش کر دیتا ہے"۔

نوجوان لڑکی پکے ہوئے پھل کی مانند ہے

۳۷۔(حذف اسناد) ابی حیون جو کہ مولا کے غلام تھے، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے بیان کیا:۔

جبرئیل علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا:۔

"محمدؐ! آپؐ کا رب آپؐ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے:۔

نوجوان لڑکیاں درخت پر پکے ہوئے ثمر کی مانند ہیں، اور جب پھل پک جائے تو فوراً اتار لینا چاہیئے ورنہ دھوپ اور ہوا اس کو خراب کر دیں گی اور وہ کھانے کے لائق نہیں رہے گا، اسی طرح سے نوجوان لڑکیاں جب بالغ ہو جائیں تو ان کی فوراً شادی کر دینی چاہیئے ورنہ وہ کسی نہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گی"۔

اللہ کا یہ پیغام سن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور لوگوں کو خطبہ دیا اور انہیں اللہ کا پیغام سنایا:۔

لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہؐ! ہم اپنی بیٹیوں کا رشتہ کس سے کریں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہمسروں سے رشتہ کرو"۔

لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ! ہم سر کون ہیں ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: "مومن ایک دوسرے کے کفو ہیں"۔

آنحضرتؐ نے منبر سے اترنے سے پہلے ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کا نکاح مقداد بن اسودؓ سے کر دیا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: "لوگو ! میں نے اپنی چچا زاد بہن کا نکاح مقدادؓ سے اس لیے کیا تا کہ نکاح میں آسانی پیدا ہو جائے اور احکام نکاح کی وضاحت ہو سکے"۔

جو نصیحت کے لائق نہ ہوں

۳۸۔(محذوف اسناد) ریان بن صلت کہتے ہیں کہ کچھ لوگ امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں خراسان میں حاضر ہوئے اور عرض کی :۔

آپؑ کے خاندان کے کچھ افراد غیر شائستہ افعال بجا لاتے ہیں، بہتر ہے کہ آپؑ انہیں منع فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: "نہیں ! میں ایسا نہیں کروں گا"۔

لوگوں نے کہا: اس کی وجہ کیا ہے ؟

آپؑ نے فرمایا: "میں نے اپنے والد علیہ السلام سے سنا تھا"۔

انہوں نے فرمایا: "نصیحت کڑوی ہوتی ہے"۔(1)

متشابہ کو محکم کی طرف پلٹانا چاہیئے

۳۹۔(محذوف اسناد) مولا کے غلام ابی حیون نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی :۔

آپؑ نے فرمایا: "جس نے متشابہ قرآن کو محکم کی طرف لوٹایا، اسے صراط مستقیم کی ہدایت نصیب ہوئی"۔

۱۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ اس سے فتنہ مزید پھیلے گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "ہماری احادیث میں بھی کچھ متشابہ احادیث ہوتی ہیں، اور کچھ محکم احادیث ہوتی ہیں، لہذا تمہیں چاہیئے کہ متشابہ احادیث کو محکم احادیث کی طرف پلٹاؤ اور محکم کو چھوڑ کر متشابہ کی پیروی مت کرو"۔(۱)

ماہِ رجب کے روزوں کا ثواب

۴۰۔(محذف اسناد) علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی، انھوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا: "جو شخص ثوابِ خداوندی کی رغبت کی نیت سے ماہ رجب کی پہلی تاریخ کو روزہ رکھے تو اللہ اس کے لیئے جنت واجب کر دے گا اور جو شخص ماہِ رجب کے درمیان میں روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے قبیلۂ ربیعہ و مضر کے افراد کی تعداد کے برابر حق شفاعت عطا فرمائے گا (۲)۔

اور جو ماہ رجب کے آخر میں روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے بادشاہوں میں سے قرار دے گا اور اسے اس کے والد، والدہ، بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ اور اس کے دوستوں اور ہمسایوں کے لیئے حق شفاعت عطا کرے گا اگرچہ ان میں سے کوئی دوزخ کا مستحق بھی کیوں نہ ہو"۔

محبت و نفرت صرف خدا کے لیئے

۴۱۔ ہم سے یہ حدیث محمد بن قاسم المعروف ابوالحسن مفسر جرجانی نے بیان کی، انھوں نے یہ حدیث یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن سیار سے روایت کی، ان دونوں نے اپنے والد سے یہ حدیث سنی، انھوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام

۱۔ محکم سے مراد وہ آیت و احادیث ہیں جن کے معنی و مطلب واضح ہو اور متشابہ وہ ہے جس کا متن واضح ہو لیکن معنی و مفہوم غیر واضح ہو۔

۲۔ ربیعہ و مضر عرب کے دو مشہور قبیلے ہیں جن کے افراد کی تعداد دیگر قبائل عرب کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

سے روایت کی ، انھوں نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابہ سے فرمایا :۔

"بندگان خدا ! اللہ کی وجہ سے محبت رکھو ، اللہ کی وجہ سے بغض رکھو ، اللہ کی وجہ سے کسی سے دوستی رکھو اور اللہ کی وجہ سے دشمنی رکھو ، اس کے بغیر تمہیں اللہ کی سرپرستی حاصل نہیں ہوسکتی اور اس کے بغیر ایمان کی حلاوت کو کوئی انسان پا نہیں سکتا اگرچہ اس کی نمازیں اور روزے بہت زیادہ مقدار میں بھی کیوں نہ ہوں۔

اور آج کل لوگ دنیا کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت اور بغض رکھتے ہیں اور یہ چیز انہیں اللہ کے ہاں کوئی فائدہ نہیں دے گی"۔

کسی نے آنحضرتؐ سے پوچھا: "یا رسول اللہؐ ! مجھے یہ پتا کیسے چلے گا کہ میں خدا کی وجہ سے محبت اور خدا کی وجہ سے بغض رکھ رہا ہوں ، اور اللہ کا ولی کون ہے جس سے مجھے دوستی رکھنی ہے اور اللہ کا دشمن کون ہے جس سے مجھے عداوت رکھنی ہے ؟؟

اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا :۔

"کیا تم اسے دیکھ رہے ہو؟"

اس شخص نے کہا : جی ہاں ! میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : "یہ اللہ کا ولی ہے ، اس سے دوستی رکھو اور اس کا دشمن خدا کا دشمن ہے ، اس سے دشمنی رکھو ، اور اس کے دوست سے دوستی رکھو اگرچہ وہ تمہارے باپ اور بیٹے کا قاتل بھی کیوں نہ ہو ، اور اس کے دشمن سے دشمنی رکھو اگرچہ اس کا دشمن تمہارا باپ اور بیٹا بھی کیوں نہ ہو"۔

ماہ شعبان میں استغفار کی فضیلت

۴۲۔ (بحذف اسناد) علی بن حسن(۱) بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی ، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا :۔

انہوں نے فرمایا: "جو شخص ماہِ شعبان میں ستر مرتبہ استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا ، اگرچہ وہ ستاروں کی مقدار میں ہوں"۔

کشتیٔ نجات اور عروۃ الوثقیٰ سے تمسک

۴۳۔ (بحذف اسناد) حسین بن خالد نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ، آپ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے فرمایا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

"جو شخص کشتیٔ نجات پر سوار ہونا چاہتا ہو اور عروۃ الوثقیٰ سے تمسک کا خواہش مند ہو اور اللہ کی مضبوط رسی کو تھامنے کی آرزو رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ میرے بعد علی سے محبت رکھے اور اس کے دشمن سے دشمنی رکھے اور اس کی اولاد میں سے ائمہ ہدیٰ کی اقتدا کرے ، کیونکہ وہ میرے خلفاء اور اوصیاء اور میرے بعد مخلوق پر حجت اور میری امت کے سردار اور متقین کے لیئے جنت کے رہنما ہیں ، ان کا گروہ میرا گروہ اور میرا گروہ اللہ کا گروہ ہے اور ان کے دشمنوں کا گروہ شیطان کا گروہ ہے"۔

۱۔ علی بن فضال کے دو بیٹے تھے ، ایک کا نام حسن اور دوسرے کا نام حسین تھا اور وہ دونوں عادل اور ثقہ تھے ، اور کتب حدیث میں ان سے زیادہ روایات مروی ہیں۔ ایضاح الرجال۔

غضب کے لیئے بھی ایک حد چاہیئے

۴۴۔ (حذف اسناد) سید عبدالعظیم حسنی بن عبداللہ حسنی رضی اللہ عنہ نے امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے اپنے والد امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا: ”میرے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہارون الرشید کے پاس تشریف لے گئے تو وہ ایک شخص پر سخت غصے کا اظہار کر رہا تھا، یہ دیکھ کر انہوں نے ہارون الرشید سے فرمایا:

اگر تو اللہ کی وجہ سے اس پر غضب ناک ہو رہا ہے تو اللہ کے غضب سے زیادہ تو اس پر غصہ نہ کر۔“

نیمۂ شعبان کی فضیلت

۴۵۔ (حذف اسناد) علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پندرہ شعبان کی شب کے متعلق سوال کیا۔

تو انہوں نے فرمایا: ”یہ ایسی رات ہے جس میں اللہ بہت سی گردنوں کو دوزخ سے آزادی دیتا ہے اور اس شب میں گناہان کبیرہ معاف کیے جاتے ہیں“۔

میں (راوی) نے پوچھا: کیا اس رات کی کوئی مخصوص نماز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ”نہیں! اس شب کے لیئے کوئی مخصوص نماز نہیں ہے لیکن اگر تمہیں نوافل کا شوق ہو تو اس رات نماز جعفر طیار(۱) پڑھو، اور اس رات کثرت سے ذکر الٰہی اور استغفار اور دعا کرو“۔

میرے والد (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام فرماتے تھے۔
”اس شب دعا مستجاب ہوتی ہے“۔

۱۔ نماز جعفر طیار کے لیے مفاتیح الجنان اور دیگر کتب ادعیہ کی طرف رجوع کریں۔

میں (راوی) نے کہا: ”لوگ کہتے ہیں کہ اس رات تقدیر کے فیصلے کیئے جاتے ہیں“۔
حضرتؑ نے فرمایا: ”نہیں! وہ ماہِ رمضان کی شب قدر ہے“۔

فضائل ماہ رمضان

۴۶۔ اسی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔
آپؐ نے فرمایا: ”ماہ رمضان باعظمت مہینہ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نیکیوں کو دگنا کر دیتا ہے اور برائیوں کو مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے، جو اس مہینے میں صدقہ دے گا اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا اور جو کوئی اپنے غلام یا کنیز سے احسان کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور جو اس ماہ میں اپنا اخلاق اچھا رکھے گا تو اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا، اور جو شخص اس میں صلہ رحمی کرے گا تو اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا اور جو شخص اس میں اپنے غصے کو پیئے گا تو اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا“۔
پھر آپؐ نے فرمایا: ”تمہارا یہ مہینہ دوسرے مہینوں کی طرح سے نہیں ہے، کیونکہ جب یہ مہینہ آتا ہے تو برکت اور رحمت لے کر آتا ہے اور جب یہ مہینہ رخصت ہوتا ہے تو گناہوں کی مغفرت کا تحفہ دے کر جاتا ہے۔
یہ وہ مہینہ ہے جس میں نیکیاں دگنی شمار ہوتی ہیں اور نیکی کے کام مقبول ہوتے ہیں اور جو شخص اس مہینے میں دو رکعت نماز ادا کرے تو اللہ اس کی مغفرت فرماتا ہے“۔
پھر آپؐ نے فرمایا: ”بدنصیب وہ ہے کہ جس سے یہ مہینہ اس حالت میں رخصت ہو جائے اور اس کے گناہ معاف نہ ہوئے ہوں اور جب نیکوکار اللہ سے انعام حاصل کر رہے ہوں اور وہ خسارہ میں پڑا ہوا ہو“۔

عظمتِ علیؑ

۴۷۔ (بحذف اسناد) حسین بن خالد نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی، انھوں نے فرمایا:۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"یا علیؑ! تو میرا بھائی اور میرا وزیر اور دنیا و آخرت میں میرے پرچم کا مالک ہے، جس نے تم سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تم سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا"۔

گریہ اور مجلس کا ثواب

۴۸۔ (بحذف اسناد) علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی، انھوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا: "جو ہمارے مصائب کو یاد کرکے خود روئے اور دوسروں کو رلائے تو اس کی آنکھ اس دن (روز قیامت) نہیں روئے گی جب دوسری آنکھیں رو رہی ہوں گی اور جو شخص ایسی مجلس میں جا کر بیٹھے جس میں ہمارے امر کو زندہ کیا جا رہا ہو تو اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن دوسرے دل مریں گے"۔

وسعتِ رحمتِ خداوندی

۴۹۔ امام علی رضا علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی۔

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا۔ (بنی اسرائیل۔۷)

"اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنی جانوں کے لیے کرو گے اور اگر تم نے برائی

کی تو وہ بھی تمہاری جانوں کے لیئے"۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "اگر تم نے برائی کی تو اس کے لیئے رب موجود ہے جو اسے معاف کرے گا"۔

درگزر کرنے کا خوبصورت انداز

۵۰۔ امام علی رضا علیہ السلام نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۔ (الحجر۔ ۸۵)

" خوبصورت انداز سے درگزر کرو "۔

حضرتؑ نے فرمایا: "بغیر عتاب کے معاف کر دینا درگزر کا خوبصورت انداز ہے"۔

بجلیوں کی چمک

۵۱۔ امام علی رضا علیہ السلام نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

هُوَالَّذِىْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۔ (الرعد۔ ۱۲)

" وہی خدا ہے جو تمہیں ڈرانے اور لالچ دلانے کے لیئے بجلیاں دکھاتا ہے "۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "بجلی کی چمک مسافر کے خوف اور مقیم کے لالچ کا سبب ہوتی ہے"۔

درود کا ثواب

۵۲۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"جو شخص اپنے گناہ مٹانے کے لیئے قدرت نہ رکھتا ہو تو اسے چاہیئے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام پر کثرت سے درود بھیجے ، درود گناہوں کو منہدم کر دیتی ہے"۔

آپؑ نے فرمایا: "محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود اللہ کے نزدیک تسبیح ، تہلیل اور تکبیر کا درجہ رکھتی ہے"۔

ماہِ رمضان کی آمد پر آنحضرتؐ کا خطبہ

۵۳۔ (بحذف اسناد) علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیرالمومنین سید الوصیین سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ماہِ رمضان کی آمد پر) ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا:۔

لوگو! اللہ کا مہینہ برکت، رحمت اور مغفرت لے کر تمہارے پاس آیا ہے یہ مہینہ اللہ کے نزدیک تمام مہینوں سے افضل اور اس کے دن تمام دنوں سے افضل اور اس کی راتیں تمام راتوں سے افضل اور اس کی ساعتیں تمام ساعتوں سے افضل ہیں۔

اس ماہ میں تمہیں اللہ کی مہمانی کی دعوت دی گئی ہے اور تمہیں کرامت پروردگار کے قابل افراد میں شمار کیا گیا ہے۔ اس میں تمہاری سانس تسبیح ہیں (حالت روزہ میں سانس لینے کا ثواب تسبیح کے برابر ہے)۔

اور اس میں تمہاری نیند عبادت ہے، تمہارے عمل مقبول اور تمہاری دعا اس میں مستجاب ہوتی ہے۔

تم سچی نیت اور پاکیزہ دلوں سے اپنے رب سے سوال کرو کہ وہ تمہیں اس کے روزوں اور اپنی کتاب کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائے۔

وہ شخص بدنصیب ہے جو اس عظیم مہینے میں اللہ کی مغفرت سے محروم رہے اور دنیاوی بھوک اور پیاس کو محسوس کرتے ہوئے روزہ نہ رکھے اور روز قیامت کی بھوک و پیاس کو یاد نہ رکھے۔

لوگو! اپنے غرباء و مساکین کو صدقہ دو اور اپنے بزرگوں کا احترام کرو اور اپنے چھوٹوں پر رحم کرو اور صلہ رحمی کرو اور اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو اور جس چیز کا سننا تمہارے لیے ناجائز ہے، اس کے سننے سے پرہیز کرو، اور اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے مرنے کے بعد تمہارے یتیموں پر شفقت کریں تو تم بھی لوگوں کے یتیموں پر شفقت کرو اور خدا کے حضور اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور اوقات نماز میں ہاتھ بلند کر کے اس سے دعا مانگو، نماز کے اوقات افضل ساعات ہیں، اللہ تعالیٰ ان اوقات میں اپنے بندوں پر نگاہ رحمت ڈالتا ہے اور جب بندے اس سے مناجات کرتے ہیں تو اللہ انہیں جواب سے سرفراز کرتا ہے اور اللہ ان کا تلبیہ قبول کرتا ہے اور ان کی دعاؤں کو مستجاب فرماتا ہے۔

لوگو! تمہاری جانیں تمہارے اعمال کی وجہ سے گروی ہو چکی ہیں، استغفار سے انہیں آزاد کراؤ اور تمہارے گناہوں کے بوجھ سے تمہاری پشتیں خمیدہ ہو چکی ہیں، طویل سجدے کر کے ان کا وزن ہلکا کرو۔

اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ اپنی عزت کی قسم کھا چکا ہے کہ نماز پڑھنے والوں اور سجدہ گزاروں کو عذاب نہیں دے گا اور جب تمام لوگ رب العالمین کے حضور پیش ہونے کے لیے کھڑے ہوں گے تو اللہ انہیں دوزخ سے خوف زدہ نہیں کرے گا۔

لوگو! جو شخص اس ماہ میں تم میں سے کسی روزہ دار مومن کا روزہ افطار کرائے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا یہ عمل غلام آزاد کرنے کے برابر ہو گا اور اللہ اس کے سابقہ گناہ معاف فرمائے گا"۔

لوگوں نے کہا:

یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص اس کی قدرت نہیں رکھتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"دوزخ کی آگ سے بچو، اگرچہ کھجور کے ایک دانے کے ایک حصے سے افطار

کرا سکو، دوزخ کی آگ سے بچو اگرچہ کسی روزہ دار کو پانی کا گھونٹ دے کر افطار کرا سکو۔

لوگو! جو شخص اس مہینے میں اپنے خلق کو اچھا رکھے تو اس کا حسن خلق صراط سے گزرنے کی راہداری بن جائے گا جس دن لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔

اور جو شخص اس ماہ میں اپنے ماتحت کو تخفیف دے، اللہ اس کے حساب میں تخفیف فرمائے گا، اور جو اپنے شر سے باز رہے، جب وہ اللہ کی ملاقات کرے گا تو اللہ اس سے اپنے غضب کو باز رکھے گا۔

اور جو اس میں کسی یتیم کا احترام کرے تو جس دن وہ اللہ سے ملاقات کرے گا (یعنی جس دن اللہ کے دربار میں حاضر ہو گا) اللہ اسے عزت عطا کرے گا، اور جو اس میں صلہ رحمی کرے تو جس دن وہ اللہ سے ملاقات کرے گا، اللہ اسے اپنی رحمت سے متصل کرے گا۔

اور جو اس ماہ میں قطع رحمی کرے تو جس دن وہ خدا سے ملاقات کرے گا، اللہ اس دن اس سے اپنی رحمت قطع کر دے گا۔

اور جو اس ماہ میں نافلہ نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیئے دوزخ سے آزادی کو پروانہ لکھ دے گا، اور جو شخص اس میں ایک فرض ادا کرے تو اسے دوسرے مہینوں کے ستر فرائض کی ادائیگی جتنا اجر ملے گا۔

اور جو اس ماہ میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجے تو اللہ اس کے میزان کو وزنی بنائے گا جس دن میزان ہلکے ہوں گے۔

اور جو شخص اس ماہ میں قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کرے اسے باقی مہینوں کے ختم قرآن جتنا ثواب ملے گا۔

لوگو! اس ماہ میں جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، تم اپنے پروردگار سے

دعا مانگو کہ وہ انھیں تم پر کہیں بند نہ کر دے اور دوزخ کے دروازے بند ہیں ، تم اپنے پروردگار سے درخواست کرو کہ انھیں بند ہی رہنے دے اور تمہارے لیے انھیں مت کھولے۔ اس ماہ میں شیاطین قید ہیں ، تم رب سے دعا مانگو کہ انھیں تم پر مسلط نہ ہونے دے''۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:۔

''اس وقت میں کھڑا ہوا اور عرض کی۔

یا رسول اللہؐ ! اس مہینہ کا افضل عمل کون سا ہے؟''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

''اس ماہ کا بہترین عمل حرام خداوندی سے پرہیز کرنا ہے''۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونے لگے۔

میں نے عرض کی:۔

یا رسول اللہؐ ! آپ کیوں روتے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

''یا علیؑ ! میں اس ماہ میں تم پر ہونے والے ظلم کو دیکھ کر روتا ہوں اور یہ منظر گویا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے رب کی نماز پڑھ رہے ہو اور اولین و آخرین کا سب سے بڑا بدبخت جو کہ ناقہ صالح کے قاتل کا سگا بھائی ہے اس نے تمہیں سر پر ضرب ماری ہے جس کی وجہ سے تمہاری داڑھی خضاب آلود ہو گئی ہے''۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے عرض کی:۔

''یارسول اللہؐ کیا میرا دین سلامت ہو گا ؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

''ہاں تمہارا دین سلامت ہو گا''۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا :۔

یا علی! جس نے تمہیں شہید کیا، اس نے مجھے شہید کیا، اور جس نے تم سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے تمہیں سب کیا، اس نے مجھے سب کیا کیونکہ تم میری جان کی طرح ہو، تیری روح میری روح کا جزو اور تیری طینت میری طینت کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور مجھے پیدا فرمایا اور میرا اور تمہارا انتخاب فرمایا، مجھے نبوت کے لیئے منتخب کیا اور تمہیں امامت کے لیئے منتخب کیا، جس نے تمہاری امامت کا انکار کیا اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔

یا علی! تم میرے وصی اور میری اولاد کے پدربزرگوار اور میری دختر کے شوہر نامدار اور میری زندگی اور میری وفات کے بعد تم میرے جانشین ہو، تمہارا حکم میرا حکم ہے اور تمہاری طرف سے ممانعت میری طرف سے ممانعت ہے۔

میں اس ذات برحق کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور مجھے تمام جہان سے افضل بنایا، بے شک تم خلق خدا پر اللہ کی حجت ہو اور اس کے راز کے امین ہو اور بندگان خدا پر تم اللہ کے جانشین ہو"۔

غفلتِ انسانی

۵۴۔ ہم سے یہ حدیث محمد بن قاسم مفسر رضی اللہ عنہ نے بیان کی، انہوں نے یہ حدیث احمد بن حسن حسینی سے سنی، انہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے فرمایا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔

"دنیا میں کتنے ہی غافل انسان ایسے ہیں جو کپڑا اپنے پہننے کے لیئے خریدتے ہیں مگر وہی کپڑا ان کا کفن ثابت ہوتا ہے اور اپنی رہائش کے لیئے گھر تعمیر کرتے ہیں

مگر وہی گھر ان کی قبر ثابت ہوتا ہے"۔

موت کی تیاری

۵۵۔ انہی اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ موت کی تیاری کیسی کرنی چاہیئے؟

آپؑ نے فرمایا:۔

"موت کی تیاری کے لیئے فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے پرہیز اور اخلاق عالیہ سے اتصاف ضروری ہے، اور جب یہ تیاری مکمل ہو جائے تو پھر انسان کو اس بات کی ہرگز پرواہ نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ موت پر جا پڑے یا موت اس پر آپڑے۔

خدا کی قسم! ابو طالبؑ کے بیٹے کو ہرگز فکر نہیں ہے کہ وہ موت پر جا پڑے یا موت اس پر آپڑے"۔

فکرِ آخرت

۵۶۔ اسی اسناد سے امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:۔

"لوگو! دنیا فنا کا گھر اور آخرت بقا کا گھر ہے، تمہیں اپنی گزر گاہ سے اپنی مستقل رہائش گاہ کا زاد راہ جمع کرنا چاہیئے، اور جس پر تمہارے بھید مخفی نہیں ہیں، اس کے سامنے اپنی پردہ دری مت کرو۔

اور اس دنیا سے اپنے اجسام کی مفارقت سے پہلے اپنے دل اس سے جدا کر لو، تمہیں دنیا میں زندگی دی گئی ہے اور تمہیں آخرت کے لیئے پیدا کیا گیا ہے، دنیا ایک زہر ہے جسے بے خبر کھا رہے ہیں"۔

جب کوئی شخص مرتا ہے تو فرشتے یہ کہتے ہیں:۔

"اس نے آگے کیا روانہ کیا ؟"

اور اس کے برعکس لوگ یہ کہتے ہیں :۔

"اس نے اپنے پیچھے کیا چھوڑا ؟"

تم اپنے اعمال آگے روانہ کرو ، وہ تمہارے کام آئیں گے، اور اپنے پاس اسے روک کر نہ رکھو ورنہ تمہارے لیئے حسرت بن جائیں گے ۔

اس کائنات میں وہ شخص محروم ہے جو اپنی دولت کی بھلائی سے محروم رہ جائے ، اور قابل رشک انسان وہ ہے جو صدقات و خیرات سے اپنے میزان کو وزنی بنا دے اور اس کے ذریعے سے اپنے جنت کے ٹھکانے کو مزین کرے اور صراط سے گزرنے کا سامان فراہم کرے"۔

روزِ عاشور کو کمائی کا دن نہ بنائیں

۵۷۔ (بحذف اسناد) علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی ، انھوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔

آپ نے فرمایا:۔

"جو شخص عاشور کے دن دنیاوی حاجات کے لیئے تگ و دو نہ کرے تو اللہ اس کی دنیا و آخرت کی حاجات پوری کرے گا۔

اور جو شخص روز عاشور کو مصیبت اور غم اور گریہ کے دن کے طور پر بسر کرے تو اللہ تعالیٰ روز قیامت کو اس کے لیئے خوشی اور مسرت کا دن بنائے گا اور ہماری وجہ سے جنت میں اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو گی۔

اور جو شخص روز عاشور کو برکت کا دن قرار دے اور اس دن اپنے گھر کے لیئے کچھ ذخیرہ کرے تو اللہ اس کے ذخیرہ میں برکت نہیں دے گا ،اور قیامت کے دن وہ یزید اور عبیداللہ بن زیاد اور عمر بن سعد لعنۃ اللہ علیہم کے ساتھ محشور ہو گا اور ان کے

ساتھ دوزخ کے پست ترین درجے میں ہو گا۔

مصائبِ محرم

۵۸۔(محذف اسناد) ریان بن شبیب بیان کرتے ہیں کہ میں محرم کی پہلی تاریخ کو امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا :۔

" ابن شبیب ! کیا تم آج روزہ سے ہو ؟"

میں نے کہا۔

نہیں !

حضرت نے فرمایا۔

اس دن حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے یہ دعا مانگی تھی۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔

(آل عمران۔ ۳۸)

" میرے پروردگار ! اپنی طرف سے مجھے پاکیزہ اولاد عطا فرما ، بے شک تو دعا کا سننے والا ہے "۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور جب وہ اپنے حجرۂ عبادت میں نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے انہیں یحییٰ علیہ السلام کی نوید دی تھی ۔ چنانچہ جو شخص اس دن روزہ رکھے اور اللہ سے اپنی حاجات طلب کرے تو اللہ اس کی دعا کو اسی طرح سے قبول کرے گا جس طرح سے زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول کیا تھا"۔

پھر آپؑ نے فرمایا :۔

"ابن شبیب ! دور جاہلیت میں بھی لوگ ماہ محرم کا احترام کرتے تھے اور اس

ماہ کی حرمت کی وجہ سے جنگ اور ظلم سے پرہیز کرتے تھے، لیکن اس امت نے اس مہینے کی حرمت کو نہیں پہچانا اور اپنے نبیؐ کی حرمت کا خیال نہیں رکھا۔

اس مہینے میں ان لوگوں نے ذریت پیغمبرؐ کو قتل کیا اور مخدرات عصمت کو قید کیا اور ان کا سامان لوٹا، اللہ انہیں کبھی معاف نہ کرے۔

ابن شبیب! اگر کسی چیز پر تم رونا چاہتے ہو تو حسینؑ بن علیؑ پر روؤ، انہیں اس طرح سے قتل کیا گیا جس طرح سے گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے، اور ان کے ساتھ ان کے خاندان کے ان اٹھارہ افراد کو شہید کیا گیا جن کی روئے زمین پر کوئی مثال موجود نہ تھی۔"

ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ان کے قتل پر روئیں، اور آسمان سے چار ہزار فرشتے ان کی نصرت کے لیئے نازل ہوئے جنہیں جنگ کی اجازت نہیں ملی، چنانچہ قائم آل محمد (عج) کے خروج تک وہ فرشتے سروں پر خاک ڈالے قبر حسینؑ پر موجود رہیں گے اور جب قائم آل محمدؐ کا ظہور ہو گا تو وہ ان کے مددگار ہوں گے اور "یا لِثَارَاتِ الْحُسَيْن" ان کا نعرہ ہو گا۔

ابن شبیب! میرے والد نے مجھ سے اپنے والد کی سند سے بیان کیا اور انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر علیہ اسلام سے روایت کی"۔

انہوں نے فرمایا:۔

"جب میرے دادا حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آسمان سے خون اور سرخ مٹی کی بارش ہوئی۔

ابن شبیب! جب تم امام حسین علیہ السلام پر اتنا گریہ کرو گے کہ تمہارے آنسو تمہارے رخساروں پر آ جائیں تو اللہ تعالیٰ تیرے صغیرہ و کبیرہ یعنی تمام گناہ معاف کر دے گا"۔

ابن شبیب! اگر تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہو کہ تم خدا کے حضور اس حالت میں

پیش ہو کہ تمہارے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہ ہو تو پھر حسین علیہ السلام کی زیارت کرو۔

ابن شبیب! اگر تم جنت کے بلند و بالا محلات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے کے خواہش مند ہو تو پھر قاتلانِ حسین علیہ السلام پر لعنت بھیجو۔

ابن شبیب! اگر تم شہدائے کربلا کے ثواب کو حاصل کرنے کی آرزو رکھتے ہو تو جب بھی امام حسین علیہ السلام کو یاد کرو تو یہ الفاظ کہو:-

یالیتنی کنت معھم فا فوز ا فوزاً عظیماً۔

" اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو عظیم کامیابی حاصل کرتا"۔

ابن شبیب! اگر تمہیں اس بات سے خوشی محسوس ہوتی ہو کہ تم ہمارے ساتھ جنت کے بلند ترین مقامات پر ہو تو پھر ہماری غمی پر غم کرو اور ہماری خوشی کے ساتھ خوشی مناؤ اور ہماری ولایت سے وابستہ رہو، اگر کوئی شخص کسی پتھر سے بھی محبت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے ساتھ محشور فرمائے گا"۔

سورۂ فاتحہ کے دو حصے

۵۹۔ مفسر محمد بن قاسم استر آبادی نے ہم سے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے یہ حدیث یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن یسار سے روایت کی، اور ان دونوں نے اپنے اپنے والد سے روایت کی اور انہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

"میں نے فاتحۃ الکتاب کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کیا ہے، سورت کا آدھا حصہ میرے لیے اور آدھا حصہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرا بندہ جو

مجھ سے سوال کرے وہ میں قبول کروں گا۔

چنانچہ جب بندہ " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "(عظیم اور دائمی رحمتوں والے خدا کے نام سے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

میرے بندے نے میرے نام سے ابتدا کی ہے اور مجھ پر اس کا یہ حق بنتا ہے کہ میں اس کے امور کی تکمیل کروں اور اس کے معاملات میں برکت دوں۔

اور جب بندہ

" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ "

کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

میرے بندے نے میری حمد کی ہے اور ان کو اس بات کا علم ہے کہ ان کے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ سب میری عطا کردہ ہیں اور ان سے جتنی بھی بلائیں دور ہوئی ہیں ، وہ سب میرے فضل و کرم کی وجہ سے دور ہوئی ہیں ، میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں انہیں دنیا کی نعمتیں کے ساتھ ساتھ آخرت کی نعمتیں بھی عطا کروں گا اور جس طرح سے میں نے ان کی دنیاوی بلائیں ہٹائی ہیں ، اسی طرح سے ان سے آخرت کی بلائیں بھی دور کروں گا۔

جب بندہ

" اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "(وہ عظیم اور دائمی رحمتوں والا ہے)

کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

میرے بندے نے میرے رحمان و رحیم ہونے کی گواہی دی ہے ، لہٰذا میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اپنی رحمت سے اسے وافر حصہ عطا کروں گا اور اپنے فیض سے اسے بہت کچھ دوں گا۔

جب بندہ

" مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ "(روز قیامت کا مالک و مختار ہے)

کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں ہی روز جزا کا مالک ہوں اور میں اس کے لیئے قیامت کا حساب آسان بنا دوں گا اور میں اس کے گناہوں سے درگزر کروں گا۔

اور جب بندہ

" اِيَّاكَ نَعْبُدُ " (پروردگارا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں)

کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

میرے بندے نے سچ کہا ہے ، یقیناً وہ میری ہی عبادت کرتا ہے اور میں اسے اس کی عبادت کا اتنا ثواب دوں گا کہ میری عبادت نہ کرنے والے اس پر رشک کریں گے۔

اور جب بندہ

" وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ " (اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں)

کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

میرے بندے نے مجھ سے مدد طلب کی ہے اور مجھ سے پناہ طلب کی ہے ، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اس کے معاملات میں اس کی ضرور مدد کروں گا اور مشکلات و شدائد (سختیوں) میں اس کی نصرت کروں گا ، اور اس کی مصیبت کے دن اس کی دستگیری کروں گا ۔

اور جب بندہ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔

" ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرماتا رہ ، جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے نعمتیں نازل کی ہے ، ان کا راستہ نہیں جن پر غضب نازل ہوا ہے یہ جو بہکے ہوئے ہیں "۔

پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

سورت کا یہ حصہ میرے بندے کے لیئے ہے اور میرے بندے نے جو کچھ مانگا ہے اسے عطا کروں گا ،میں نے اپنے بندے کی دعا کو قبول کیا اور اس کی آرزوئیں میں نے پوری کیں اور جس چیز سے وہ خائف ہے میں نے اسے اس سے امان دی ہے"۔

امیرالمومنین علیہ السلام سے پوچھا گیا :۔

کیا " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " سورۂ فاتحہ کا حصہ ہے ؟

آپؑ نے فرمایا :۔

جی ہاں ! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے پڑھا کرتے تھے اور اسے سورت فاتحہ کی آیت شمار کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے :۔

"فاتحۃ الکتاب ہی سبع مثانی ہے"۔

عظمتِ فاتحہ

۶۰۔ ہم سے یہ حدیث محمد بن قاسم مفسر المعروف ابوالحسن جرجانی رضی اللہ عنہ نے بیان کی ، انہوں نے یہ حدیث یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد سیار سے سنی ، انہوں نے اپنے اپنے والد سے روایت کی ، انہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ،انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا :۔

" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " سورت فاتحہ کی (پہلی) آیت ہے اور سورت فاتحہ کی سات آیتیں ہیں جن میں " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " شامل ہے۔میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ، انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا :۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَاکَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (الحجر۔ ۸۷)

" اور ہم نے تمہیں سبع مثانی اور قرآن عظیم عطا کیا "۔

اللہ تعالیٰ نے سورت فاتحہ کی عظمت کو پورے قرآن مجید کے مساوی قرار دیا ہے اور فاتحۃ الکتاب خزانۂ عرش کا باعظمت ترین تحفہ ہے، اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے مخصوص کیا اور انہیں فاتحہ کا شرف عطا کیا اور کسی بھی نبی کو اس میں شریک نہیں کیا، البتہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ " عطا کی گئی تھی جیسا کہ شہزادی بلقیس کے واقعے کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

اِنِّیْٓ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ (النمل۔ ۲۹،۳۰)

" میرے پاس ایک باعزت خط روانہ کیا گیا ہے، وہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں تحریر ہے (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) "۔

جو شخص محمدؐ و آل محمدؐ کی ولایت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اسے پڑھے اور سورت کے حکم کا فرماں بردار ہو اور اس کے ظاہر و باطن پر ایمان رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ہر حرف کے بدلے میں نیکی عطا کرے گا، اور وہ نیکی دنیا و مافیھا کی تمام دولت کی خیرات سے بہتر ہو گی، اور جو شخص اس سورت کو کسی قاری سے سنے تو اسے بھی قاری جتنا ثواب ملے گا، لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ نیکی کی اس پیش کش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے زیادہ سے زیادہ پڑھو، یہ تمہارے لیئے غنیمت ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت نکل جائے اور تمہارے دلوں میں حسرت باقی رہ جائے"۔

اندازِ محبت

۶۱۔ (محذوف اسناد) ریان بن صلت نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی،

انہوں نے فرمایا: "امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایک شیعہ کو ایک عرصے کے بعد دیکھا اور اس پہ بڑھاپا چھا چکا تھا، اور وہ تیزی سے چل رہا تھا"۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: "اے شخص! تم بوڑھے ہو گئے ہو"۔

اس نے کہا: "مولا! آپؑ کی اطاعت میں بوڑھا ہوا ہوں"۔

حضرتؑ نے فرمایا: "مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم ابھی کچھ عرصہ زندہ رہو گے"۔

اس نے کہا: "مولا! بقیہ زندگی بھی آپؑ پر قربان ہے"۔

وحشتِ قیامت اور دوستوں کا فراق

۶۲۔ (محذوف اسناد) علی بن حسن بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا: "جب حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپؑ رونے لگے۔

آپؑ سے کہا گیا: فرزند رسولؐ! آپؑ کو رونے کی کیا ضرورت ہے، آپؑ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خصوصی قرابت رکھتے ہیں اور رسولؐ خدا

نے آپؑ کی شان میں جو کچھ کہا، آپؑ اسے بھی جانتے ہیں، اور آپؑ نے بیس مرتبہ پا پیادہ حج کیے ہیں اور آپؑ نے تین مرتبہ اپنا آدھا سامان راہ خدا میں لٹایا ہے۔

یہ سن کر امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ''میں دو وجوہات، وحشتِ قیامت اور دوستوں کی جدائی کی وجہ سے رو رہا ہوں''۔

مقام علیؑ

۶۳۔(حذف اسناد) ابراہیم بن ابی محمود نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی اور آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی۔انہوں نے فرمایا:۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

''یا علیؑ! میرے بعد تم پر ظلم کیا جائے گا۔اس کے لیے ہلاکت ہے جو تم پر ظلم اور زیادتی کرے گا۔ اور خوشخبری ہے اس کے لیے جو تمہاری پیروی کرے اور تم پر جسارت نہ کرے۔

یا علیؑ! میرے رخصت ہونے کے بعد تم سے جنگیں کی جائیں گی۔ ہلاکت ہے اس کے لیے جو تم سے جنگ کرے اور خوشخبری ہے اس کے لیے جو تمہاری مَعِیّت میں رہ کر تمہارے دشمنوں سے جنگ کرے۔

یا علیؑ! تم میرے بعد میرے کلام کی روشنی میں گفتگو کرو گے اور میری زبان سے تکلم کرو گے۔ ہلاکت ہے اس کے لیے جو تمہاری بات کو ٹھکرائے اور اس کے لیے خوشخبری ہے جو تمہارے کلام کو قبول کرے۔

یا علیؑ! میرے بعد تم اس امت کے سردار، ان کے امام اور ان پر میرے خلیفہ ہو۔ جو تم سے جدا ہوگا وہ قیامت کے دن مجھ سے جدا ہوگا۔ اور جو تمہارے ساتھ وابستہ رہے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ وابستہ رہے گا۔

یا علی! تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی اور تم سب سے پہلے میری مدد کرنے والے اور میری معیت میں میرے دشمنوں سے جہاد کرنے والے اور میرے ساتھ تم نماز پڑھنے والے پہلے انسان ہو کہ اس وقت باقی لوگ جہالت کی غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔

یا علی! تم پہلے فرد ہو جو میرے ساتھ قیامت کے دن مبعوث ہو گے۔ اور تم پہلے فرد ہو جو میرے ساتھ پُلِ صراط کو عبور کرو گے۔

یا علی! میرے پروردگار نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ وہ کسی کو اس وقت تک پُلِ صراط سے گزرنے نہیں دے گا جب تک اس کے پاس تمہاری اور تمہاری اولاد کے ائمہ کی ولایت کی سند موجود نہ ہو گی۔ اور تم سب سے پہلے میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہو گے۔ اور حوضِ کوثر سے تم اپنے دوستوں کو سیراب کرو گے اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے دور کرو گے۔ اور جس وقت میں مقامِ محمود پر کھڑا ہوں گا تو اس وقت تم میرے ساتھی ہو گے۔ تمہیں ہمارے محبوں کی شفاعت کا حق دیا جائے گا۔ اور تم ان کی شفاعت کرو گے۔ اور تم سب سے پہلے میرے پرچم "لواء الحمد" کو لیے ہوئے جنت میں داخل ہو گے۔ اور اس پرچم کے ستر (۷۰) ٹکڑے ہوں گے۔ اور اس کا ایک ٹکڑا شمس و قمر سے زیادہ وسیع ہو گا۔ اور جنت کے شجرۂ طوبیٰ کے مالک تم ہو گے۔ اس درخت کی جڑ تمہارے گھر میں ہو گی اور اس کی ٹہنیاں تمہارے شیعوں اور محبوں کے گھروں میں ہوں گی"۔

مخالفین کی روایات کی اصل حیثیت

میں (راوی) نے عرض کی:۔

فرزندِ رسولؐ! فضائلِ امیرالمومنینؑ اور فضائلِ اہلِ بیتؑ کے لیے ہمارے ہاں آپؑ کے مخالفین کی روایات بکثرت رائج ہیں لیکن ایسی روایت ہمیں آپؑ کے ہاں

نظر نہیں آتیں۔

تو کیا ہم مخالفین کی بیان کردہ روایات کو تسلیم کریں؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"ابن ابی محمود ! مجھ سے میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی "۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :۔

"جس نے کسی بولنے والے کی گفتگو کو غور سے سنا تو اس نے اس کی عبادت کی ، اگر بولنے والا حکم خدا کے تحت گفتگو کر رہا ہو تو سننے والے نے اللہ کی عبادت کی ،اور اگر بولنے والا ابلیس کی نمائندگی کر رہا ہو تو پھر سننے والے نے ابلیس کی عبادت کی"۔

پھر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

"ابن ابی محمود ! (یاد رکھو) ہمارے مخالفین نے ہمارے فضائل کے لیئے روایات وضع کی ہیں اور ان کی روایات تین طرح کی ہیں۔

1۔ ان کی بیان کردہ روایات غلو پر مبنی ہیں۔

2۔ یا امر امامت کی تقصیر پر مبنی ہیں۔

3۔ یا پھر ان روایات میں ہمارے مخالفین کے نام لے کر ان کے عیوب بیان کیئے گئے ہیں۔

اور اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ جب ان غلو آمیز روایات کو لوگ سنیں گے تو وہ ہمارے شیعوں کو کافر کہیں گے اور ہمارے شیعوں کے متعلق یہ فیصلہ کریں گے کہ شیعہ آل محمدؐ کی ربوبیت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جب لوگ ان کی وہ روایات سنیں گے جو تقصیر پر مبنی ہوگی تو لوگ ہمارے متعلق تقصیر کا اعتقاد رکھیں گے ۔ اور جب لوگ ہم سے منسوب ایسی روایات سنیں گے جن میں ہمارے

مخالفین کے نام لے کر ان کی برائی کی گئی ہو گی تو لوگ بھی اس کے جواب میں ہمارا نام لے کر ہمارے عیوب بیان کریں گے، اور اس کے لیئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ (الانعام۔ ۱۰۸)

"خبردار! تم لوگ انہیں برا بھلا نہ کہو جن کو یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہیں کہ اس طرح یہ لوگ دشمنی میں بغیر سوچے سمجھے خدا کو برا بھلا کہیں گے"۔

ابن ابی محمود! جب لوگ دائیں بائیں چل رہے ہوں تو تم ہمارے طریقے کو مضبوطی سے تھامے رہو، کیونکہ جو ہم سے وابستہ رہے گا ہم اس سے وابستہ رہیں گے، اور جو ہم سے علیحدگی اختیار کرے گا تو ہم بھی اس سے علیحدگی اختیار کریں گے اور ایمان سے خارج ہونے کے لیئے تو اتنی سی بات ہی کافی ہے کہ انسان کنکروں کو دیکھ کر کہے کہ یہ گٹھلیاں ہیں اور پھر اس پر اعتقاد بھی رکھ لے اور جو اس کے قول کی مخالفت کرے وہ اس سے اظہار برائت کرتا ہے۔

ابن ابی محمود! میں نے تمہیں جو کچھ بتایا ہے اسے اچھی طرح سے یاد رکھو، کیونکہ میں نے تمہارے لیئے دنیا و آخرت کی بھلائی کو جمع کر دیا ہے"۔

دشمن سے محفوظ رہنے کی دعا

۶۴۔ (محذف اسناد) حسن بن فضل ابو محمد بن ہاشم کے آزاد کردہ غلام نے روایت کی، اس نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا، انہوں نے اپنے والد علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا:۔

"ابو جعفر منصور دوانقی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو قتل کرانے کے لیئے اپنے دربار میں بلایا اور اس کام کے لیئے اس نے تلوار رکھی اور چرمی فرش بچھوا دیا

اور اپنے خادم خاص ربیع کو حکم دیا۔

جب میں جعفر صادق علیہ السلام سے گفتگو کرتے ہوئے تالی بجاؤں تو تم فوراً انہیں قتل کر دینا۔

ربیع کہتے ہیں :۔

میں نے دیکھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام دربار میں داخل ہوئے اور ان کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے۔

منصور دوانقی نے جیسے ہی انہیں دیکھا ، انہیں خوش آمدید اور مرحبا کہا اور کہنے لگا۔

ہم نے آپ کو اس لیئے بلایا ہے کہ آپ کا قرض ادا کیا جائے اور آپ کی ذمہ داریاں پوری کی جائیں۔

پھر کافی دیر تک منصور ، امام علیہ السلام کے ساتھ ان کے خاندان کی خیریت دریافت کرتا رہا اور ان سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا رہا

اور امام علیہ السلام سے کہا :۔

ہم نے آپ کا قرض ادا کر دیا اور میں آپ کا وظیفہ ادا کرتا ہوں۔

پھر اس نے مجھے (ربیع) کو حکم دیا کہ میں انہیں ان کے گھر تک پہنچا آؤں۔

جب میں امام علیہ السلام کے ساتھ باہر آیا تو میں نے کہا :۔

ابو عبداللہ ! کیا آپ نے تلوار اور چرمی فرش دیکھا تھا ، یہ آپ کے قتل کا سامان تھا ۔ لیکن جب آپ دربار میں داخل ہوئے تو آپ کے لب حرکت کر رہے تھے ، آخر آپ نے کیا پڑھا کہ اس کا غصہ کافور ہو گیا ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

ربیع ! میری نظر جیسے ہی تلوار پر پڑی تو میں نے یہ دعا پڑھی اور اس کی برکت سے میں محفوظ رہا۔

حَسْبِيَ الرَّبُّ مِنَ الْمَرْبُوْبِيْنَ ،

حَسْبِيَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ

حَسْبِيَ الرَّازِقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِيْنَ ،

حَسْبِيَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ،

حَسْبِيْ مَنْ هُوَ حَسْبِيْ ،

حَسْبِيْ مَنْ لَّمْ يَزَلْ حَسْبِيْ ،

(حَسْبِيْ مَنْ كَانَ مُذْ كُنْتُ لَمْ يَزَلْ حَسْبِيْ)

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

"میرا پروردگار مجھے کافی ہے مخلوق کے مقابلے میں ، خالق میرے لیے کافی ہے ، روزی پانے والوں سے روزی دینے والا ہی میرے لیے کافی ہے ، خدا میری کفایت کرنے والا ہے جو پوری کائنات کا پروردگار ہے بس وہی میرے لیے ہر طرح کفایت کرنے والا ہے، وہی کافی ہے جو ہمیشہ میری کفایت کرنے والا ہے۔ وہی میرے لیے کافی ہے (جب تک میں زندہ ہوں وہی میری کفایت کرنے والا ہے) خدا ہی میری کفایت کرنے والا ہے ، وہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا پروردگار ہے"۔

اِهْدِنَا الصِّرَا طَ الْمُسْتَقِيْمَ کی تفسیر

۶۵ ۔ محمد بن قاسم مفسر استر آبادی رضی اللہ عنہ نے ہم سے یہ حدیث بیان کی،

انہوں نے یہ حدیث یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن سیار سے روایت کی

اور ان دونوں نے اپنے اپنے والد سے روایت کی ، انہوں نے امام حسن عسکری علیہ

السلام سے روایت کی ، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیھم السلام کی سند سے امام

موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی۔

انہوں نے فرمایا :۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے "اِهْدِنَا الصِّرَا طَ الْمُسْتَقِيْمَ" (الفاتحہ۔۲)

کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدایا ہمیں سیدھی راہ کی رہنمائی فرما ، یعنی ہمیں

اس راستہ پر چلنے کی توفیق دے جو تیری محبت تک لے جاتا ہو اور تیرے دین تک

پہنچاتا ہو اور جو ہمیں اپنی خواہشات کی پیروی کرنے سے مانع ہو اور ہم ہلاکت سے بچ

جائیں اور ہمیں اپنی آراء کا اسیر ہونے سے بچا لے تاکہ ہم ہلاکت سے محفوظ رہیں ۔

جس امانت کو زمین و آسمان نہ اٹھا سکے

۶۶ ۔ (بحذف اسناد) حسین بن خالد سے مروی ہے ، انہوں نے کہا کہ

میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا :۔

مولا ! وہ کون سی امانت ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید کی اس آیت مجیدہ

میں کیا گیا ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَا نَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَا لِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔

(الاحزاب ۷۲)

"بے شک ہم نے امانت کو آسمان ، زمین اور پہاڑ سب کے سامنے پیش کیا اور سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور خوف ظاہر کیا ، بس انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا ، بے شک وہ ظالم و جاہل تھا "۔

حضرتؑ نے فرمایا :۔

"امانت سے مراد ولایت ہے ، جو اس کا ناحق دعویٰ کرے تو اس نے کفر کیا"۔

شجرۂ ممنوعہ

۶۷۔(محذوف اسناد) عبد السلام بن صالح ہروی سے روایت ہے ، انھوں نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا :۔

وہ کون سا درخت تھا جس کا پھل آدمؑ و حوّاؑ نے کھایا تھا ؟

کیونکہ لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں ، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ گندم تھا اور کچھ لوگ اسے انگور بتاتے ہیں اور کچھ لوگ اسے حسد بتاتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :۔

"تینوں باتیں درست ہیں"۔

میں (راوی) نے کہا :۔

مولا ! اس اختلاف کے باوجود یہ تینوں روایات درست کیسے ہیں ؟

حضرتؑ نے فرمایا :۔

"دنیا اور جنت کے درختوں میں فرق ہے ، جنت کے ایک درخت پر کئی طرح کے پھل لگتے ہیں ، وہ درخت گندم کا ایک پودا تھا اور اس پر انگور بھی لگے ہوئے تھے"۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو عزت و عظمت عطا کی اور ملائکہؑ سے ان کا سجدہ کرایا اور انہیں جنت میں بھیج دیا ، تو انھوں نے اپنے دل میں خیال کیا :۔

کیا اللہ نے مجھ سے کسی کو افضل بنایا ہے ؟

اللہ تعالیٰ نے اس کے دلی خیال کا مشاہدہ کیا اور فرمایا :۔

آدمؑ تم سر اٹھا کر عرش کے کنارے پر نگاہ کرو۔

جب آدمؑ کی نظر عرش کے کنارے پر گئی تو وہاں یہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔

لا اله الا الله محمد رسول الله ، علی ابن ابی طالب امیر المومنین و زوجته فاطمة سیدة نساء العالمین و الحسن و الحسین سید ا شباب اهل الجنة

آدم علیہ السلام نے کہا :۔

پروردگار ! یہ کون ہیں ؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

" آدمؑ ! یہ تیری اولاد ہیں اور یہ نہ صرف تم سے بلکہ میری تمام مخلوق سے افضل ہیں ۔

خبردار ! انہیں نگاہِ حسد سے نہ دیکھنا ورنہ میں تمہیں اپنی ہمسائیگی سے نکال دوں گا"۔

آدمؑ نے ذوات عالیہ کو نگاہِ حسد سے دیکھا اور اپنے لیے ان کے مقام و منزلت کی خواہش کی ، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیطان ان پر غالب ہوگیا اور انہوں نے شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھایا اور حواؑ نے بھی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو حسد کی نگاہ سے دیکھا تھا ، اسی لیئے ان پر بھی شیطان غالب آگیا اور انہوں نے بھی آدم علیہ السلام کے ساتھ مل کر شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھایا اور اسی وجہ سے اللہ نے انہیں اپنے جوارِ رحمت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا"۔

معصوم ہمیں سمجھدار دیکھنا چاہتے ہیں

۶۸ (محذف اسناد) حمید بن بلال کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا:

"میں چاہتا ہوں کہ ہر مومن " محدث " ہو"۔

میں (راوی) نے کہا:

" محدث " کا کیا مفہوم ہے ؟

حضرت نے فرمایا:

"مقصد یہ ہے کہ مومن کو فہمیدہ ہونا چاہئے"

(یعنی علوم آل محمدؐ کو حاصل کرکے لوگوں کو ان کی تعلیم دے)

دنیاوی مقاصد کے لیئے علم حاصل نہ کریں

۶۹۔ (محذف اسناد) عبدالسلام بن صالح ہروی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

"اللہ اس بندے پر رحم کرے جو ہمارے امر کو زندہ کرے"۔

میں (راوی) نے عرض کی: آپؑ کے امر کو کیسے زندہ کرے ؟

حضرتؑ نے فرمایا: "ہمارے علوم کو حاصل کرکے لوگوں کو ان کی تعلیم دے ، کیونکہ اگر لوگ ہمارے کلام کے محاسن کو جان لیتے تو وہ ہماری پیروی کرتے"۔

میں (راوی) نے عرض کیا: امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

انھوں نے فرمایا:

"جو شخص اس لیئے علم حاصل کرے کہ وہ اس کے ذریعے سے احمقوں سے مباحثہ کرے یا اس علم کی وجہ سے علماء پر فخر و مباہات کرے یا اس کے ذریعے سے

لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرے تو وہ دوزخ میں جائے گا"۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "میرے جد اطہر نے سچ فرمایا، کیا جانتے ہو کہ بے وقوف کون ہیں؟"

میں (راوی) نے کہا: نہیں!

حضرتؑ نے فرمایا: "اس سے مراد ہمارے مخالفین کے قصہ گو ہیں"۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: "جانتے ہو علماء سے کون مراد ہیں؟"

میں (راوی) نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! میں نہیں جانتا۔

حضرتؑ نے فرمایا: "اس سے علماء آل محمدؐ مراد ہیں جن کی اطاعت اور مودت کو اللہ نے فرض کیا ہے"۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: "جانتے ہو کہ" لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے" سے کیا مراد ہے؟"

میں (راوی) نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! مجھے معلوم نہیں ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: "اس سے مراد امامت کا ناحق دعویٰ کرنا ہے، اور جو کوئی ایسا کرے وہ دوزخ میں جائے گا"۔

لفظ "جزو" سے کیا مراد ہے؟

۷۰۔ (حذف اسناد) حسین بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا:

ایک شخص نے اپنے مال کے ایک "جزو" کی وصیت کی، تو اب اس کی دولت کا کتنا حصہ راہِ خدا میں خرچ کیا جائے؟

حضرتؑ نے فرمایا: "اس کی دولت کا اکیسواں حصہ 1/21 خرچ کیا جائے گا"۔(1)

1۔ لفظ "جزو" کے تعین کے لیے روایت میں اختلاف ہے۔

1۔ الکافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جزو سے مراد دسواں 1/10 حصہ ہے۔

2۔ امام علی رضا علیہ السلام سے مروی دوسری روایت میں اس سے ساتواں 1/7 حصہ مراد لیا گیا ہے۔ کما رواہ الشیخ (قدہ)

3۔ [illegible] کی ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد تیسواں 1/30 حصہ ہے۔

لفظ " قدیم " سے کیا مراد ہے ؟

ا ۔ (محذوف اسناد) داؤد بن محمد نہدی نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی کہ ابن ابی سعید مکاری ، امام علی رضا علیہ السلام کے پاس گئے اور گستاخی کرکے کہنے لگے :۔

کیا تمہاری بھی وہ قدر و منزلت ہو گئی ہے کہ تم اپنے والد کی طرح سے دعوی کرنے لگ گئے ہو ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا : " اللہ تمہارے نور کو خاموش کرے اور تمہارے گھر میں فقر کو داخل کرے ، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالی نے عمران کو وحی کی تھی کہ میں تمہیں بیٹا عطا کروں گا ، لیکن اسے مریمؑ عطا فرمائی اور مریمؑ کو عیسیٰ عطا کیا ۔ عیسیٰ مریمؑ سے ہے اور مریمؑ عیسیٰؑ سے ہے اور عیسیٰؑ اور مریمؑ دونوں ایک ہی چیز سے ہیں ۔

اور اس طرح سے میں اپنے والد سے ہوں اور میرے والد مجھ سے ہیں اور یوں میں اور میرے والد دونوں ایک ہی چیز ہیں "۔

پھر ابن ابی سعید نے کہا : میں آپؑ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا : تم میری بات قبول نہیں کرو گے کیونکہ تم میرے شیعہ نہیں ہو ، اس کے باوجود بھی تمہیں جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لو۔

ابن ابی سعید نے کہا : ایک شخص نے مرتے وقت وصیت کرتے ہوئے کہا :۔

میرے جتنے بھی قدیم غلام ہیں ، انہیں رضائے الہی کے لیئے آزاد کرتا ہوں ۔ (تو لفظ " قدیم " کے تحت کس غلام کو آزادی ملے گی) ؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا : "جس غلام کو ان کے پاس چھ مہینے گزر چکے ہوں ، وہ آزاد ہے "۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا :۔

حَتّٰی عَادَ کَالعُرجُونِ القَدِیمِ ۔(یٰسٓ۔۳۹)

" یہاں تک کہ چاند پرانی شاخِ کھجور کی طرح سے ہو جاتا ہے "۔

راوی بیان کرتے ہیں: ابن ابی سعید کو مولا کی بد دعا لگ گئی اور وہ سخت غربت کا شکار ہو گیا اور اندھا ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کے پاس سر چھپانے کا سہارا تک نہ رہا اور اسی حالت میں مر گیا۔

۷۲۔ (محذوف اسناد) اسماعیل خراسانی بیان کرتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا :۔

" کسی چیز کا ترک کرنا ہی ضد نہیں ہے بلکہ اس میں کمی کرنا ہی ضد ہے "۔

" صاع " کی مقدار

۷۳۔ (محذوف اسناد) جعفر بن ابراہیم بن محمد ہمدانی نے سفر حج میں بیان کیا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو تحریر کیا :۔

" ہمارے اصحاب کا " صاع " کے متعلق اختلاف ہے ، بعض کہتے ہیں کہ فطرہ مدینہ کے " صاع " سے دیا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ عراقی " صاع " سے دیا جائے ۔ (لہٰذا آپ رہنمائی فرمائیں)

امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا :۔

" صاع " چھ مدنی رطل اور نو عراقی رطل کا ہوتا ہے اور آپ نے لکھا کہ اس کا وزن گیارہ سو ستر درہم کے برابر ہوتا ہے "۔(۱)

---

(۱) ایک " صاع " تقریباً تین کلو گرام کے برابر ہوتا ہے۔

بیک وقت تین طلاقوں کا حکم

۳۷۔ مجھ سے یہ حدیث میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کی، انہوں نے یہ حدیث حسن بن احمد مالکی سے سنی، انہوں نے ۲۴۱ھ میں یہ حدیث عبداللہ بن طاؤس سے سنی، انہوں نے کہا:۔

میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی:۔

"میرا ایک بھتیجا ہے اور میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کیا ہے، وہ شراب پیتا ہے اور بار بار طلاق کا نام لیتا ہے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اگر مذہبی طور پر اس کا تعلق تیرے بھائیوں سے ہے (یعنی اگر وہ شیعہ ہے) تو کوئی حرج نہیں اور اگر وہ دوسروں (اہل سنت) سے تعلق رکھتا ہے تو اپنی بیٹی اس سے جدا کر لو، کیونکہ اس نے جدائی کا ارادہ کیا ہے"۔

میں (راوی) نے کہا:۔

میں آپ پر قربان جاؤں، کیا امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ مروی نہیں۔ "جن عورتوں کو ایک مجلس میں تین بار طلاق دی گئی ہو تم ان عورتوں سے بچو، کیونکہ وہ شوہر دار ہیں"۔

(یعنی بیک وقت تین طلاقیں جاری کرنے سے طلاق بائن نہیں ہوتی)۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"یہ حکم تمہارے مذہبی بھائیوں کے لیئے ہے، دوسروں کے لیئے نہیں ہے، کیونکہ جو شخص کسی قوم کا دین اختیار کرے تو ان کے احکام اس پر جاری ہوتے ہیں"۔

آسمانی ندا کے آنے تک صبر کرو

۷۵۔ (محذوف اسناد) حسین بن خالد کوفی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ آپ مجھے اس حدیث کا مفہوم بتائیں۔

"عبداللہ بن بکیر نے عبید بن زرارہ سے روایت کی کہ جس سال ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب علیھما السلام نے خروج کیا اور انہوں نے جزباتی تقریریں کیں اور لوگ ان کی حمایت کے لیئے کھڑے ہوئے تھے، ان ایام میں میری ملاقات امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا:۔

مولا! ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کے متعلق ہمارے لیئے کیا حکم ہے" (کیا ہم ان کا ساتھ دیں یا نہ دیں)۔

تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

"اللہ سے ڈرتے رہو اور جب تک زمین و آسمان ساکن ہیں، تم بھی سکون سے بیٹھے رہو"۔ (یعنی خروج میں حصہ نہ لو)

چنانچہ یہ حدیث سن کر عبداللہ بن بکیر کہتے تھے:۔

"خدا کی قسم! اگر عبید بن زرارہ کی روایت درست ہے تو پھر نہ تو قائم آل محمد (عج) کی روایت درست ہے اور نہ ہی ان کے ساتھ خروج کرنا جائز ہے"۔

یہ سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"عبید بن زرارہ نے جو حدیث بیان کی ہے وہ صحیح ہے لیکن عبداللہ بن بکیر نے اس کا مقصد نہیں سمجھا"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرمان کا مفہوم یہ ہے:۔

"جب تک آسمان سے تمہارے امام کی منادی نہ ہو اس وقت تک خروج نہ کرو اور جب تک حبش میں زمین نہ دھنس جائے، اس وقت تک صبر کرو اور

جلد بازی نہ کرو۔

قبر زہرا علیہا السلام کی نشان دہی

۷۶۔ (حذف اسناد) احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی قبر اطہر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:۔

"حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کو ان کے گھر میں دفن کیا گیا تھا اور جب بنی امیہ نے مسجد میں توسیع کی تو قبر مبارک مسجد میں شامل ہو گئی"۔

عزت افزائی سے انکار نہ کرو

۷۷۔ (حذف اسناد) حسن بن جہم کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:۔

"عزت افزائی سے تو کوئی گدھا ہی انکار کر سکتا ہے"۔

میں (راوی) نے پوچھا: مذکورہ جملہ کا مقصد کیا ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "کسی کو کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو یا کسی کو خوشبو کا تحفہ پیش کیا جائے اور وہ اسے قبول نہ کرے تو ایسا شخص گدھا ہے"۔

۷۸۔ (حذف اسناد) علی بن جہم کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے: "عزت افزائی سے انکار تو گدھا ہی کرتا ہے"۔

میں (راوی) نے پوچھا: عزت افزائی سے کیا چیز مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: "جیسے خوشبو یا کوئی ایسی چیز جس سے کوئی شخص کسی کی عزت کرتا ہے"۔

۷۹۔ (حذف اسناد) ابو زید مکی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام

کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

آپ فرماتے تھے: "عزت فزائی کا انکار تو کوئی گدھا ہی کر سکتا ہے"۔

اس سے آپ کا مقصود خوشبو اور تکیہ تھا۔

"سکینہ" کیا ہے؟

۸۰۔(حذف اسناد) ابو ہمام اسماعیل بن ہمام بیان کرتے ہیں:۔

امام علی رضا علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا:۔

"تم "سکینہ" کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

اس شخص نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے اور حاضرین میں سے کوئی بھی اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔

تو انہوں نے کہا: ہم آپ پر قربان جائیں آپ ہی بتائیں کہ "سکینہ" کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا: "سکینہ" جنت سے آنے والی ایک خوشبو دار ہوا ہے، جس کی شکل انسان جیسی ہے اور وہ انبیاءؑ پر نازل ہوتی رہتی ہے، جب ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ تعمیر کر رہے تھے تو وہ ان پر نازل ہوئی اور وہ جس طرف چکر لگاتی، حضرت اسی کے مطابق بیت اللہ کی بنیادیں بلند کرتے تھے"۔(۱)

زاہد کون ہے؟

۸۱۔ ہم سے یہ حدیث مفسر ابوالحسن محمد بن قاسم جرجانی رضی اللہ عنہ نے بیان کی، انہوں نے یہ حدیث احمد بن حسن حسینی سے سنی، انہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی آپ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی۔

۱۔ قرآن مجید میں چھ مقامات پر لفظ سکینہ کا ذکر موجود ہے جو کہ بمعنی تسکین و تسلی کے معنی میں ہے۔

آپ ؑ نے فرمایا: امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ دنیا میں زاہد کون ہے؟

آپ ؑ نے فرمایا:۔

"زاہد وہ ہے جو حساب کے خوف سے حلال کو ترک کردے اور عذاب کے ڈر سے حرام کو ترک کردے"۔

کثافت کیا ہے؟

۸۲۔ (حذف اسناد) احمد بن محمد بن علی نصر بزنطی بیان کرتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ۔ (الحج۔۲۹)

"لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے بدن کی کثافت دور کریں اور اپنی نذور کو پورا کریں"۔

پھر آپ نے کثافت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

"اس سے مراد ناخن تراشی اور میل کا دور کرنا اور احرام کا اتارنا ہے"۔

امم سابقہ کی بیماری

۸۳۔ (حذف اسناد) حسن بن علی بن فضال نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے فرمایا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا ارشاد مبارک ہے:۔

"تم سے پہلی امتوں کی بیماری تم میں در آئی ہے اور وہ ہے بغض اور حسد"۔

نیکی کی قدر دانی

۸۴۔ (محذوف اسناد) داؤد بن سلیمان نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپ نے اپنے والد علیہ السلام سے روایت کی، انھوں نے فرمایا:۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میرے بندوں میں سے جب کوئی بندہ ایک نیکی لاتا ہے تو میں اسے جنت میں داخل کرتا ہوں"۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی:۔

"پروردگار! وہ کون سی نیکی ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"جب کوئی شخص کسی مومن کی پریشانی دور کرتا ہے اگرچہ کھجور دے کر ہی پریشانی کیوں نہ دور کرے"۔

یہ سن کر داؤد علیہ السلام نے عرض کی:۔

"تمہاری پہچان کرنے والے شخص کا حق یہ ہے کہ وہ تم سے ناامید نہ ہو"۔

قاتل اور قاتل کو پناہ دینے والا دونوں ملعون ہیں

۸۵۔ (محذوف اسناد) حسن بنت الیاس کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"اللہ نے حدث کا ارتکاب کرنے والے اور اس کو پناہ دینے والے پر لعنت کی ہے"۔

میں (راوی) نے کہا: "حدث" سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "اس سے مراد قتل ہے"۔

(یعنی قاتل اور قاتل کو پناہ دینے والا دونوں ملعون ہیں)

کان، آنکھ اور دل کو جواب دینا پڑے گا

۸۶۔ (محذف اسناد) سید عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

مجھ سے میرے مولا و آقا امام علی نقی نے بیان کیا۔ انھوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی، انھوں نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"فلاں میرے لیئے بمنزلہ کان ہے اور فلاں میرے لیئے بمنزلہ آنکھ ہے اور فلاں میرے لیئے بمنزلہ قلب ہے۔"

دوسرے دن میں (امام حسین علیہ السلام) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت مذکورہ افراد اور امیرالمومنین علیہ السلام آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

میں نے عرض کیا: ابا جان! میں نے ان اصحاب کے متعلق کل آپؐ کا فرمان سنا تھا اس کا کیا مقصد ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"یہ کان، آنکھ اور دل ہیں اور ان سے میرے اس وصی کے متعلق پوچھا جائے گا"، یہ کہہ کر آپؐ نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔

پھر فرمایا:۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے:۔

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا۔

(بنی اسرائیل۔ ۳۶)

"بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا"۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"مجھے عزت پروردگار کی قسم! میری تمام امت کو روز قیامت ٹھہرا کر ولایت علیؑ کے متعلق پوچھا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی یہی فرمایا ہے:۔

وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ۔ (الصافات ۲۴)

"اور انہیں روکو، ان سے سوال کیا جائے گا"۔(۱)

"لحم" اور "لحم سمین" کی تشریح

۸۷۔ (حذف اسناد) حسین بن خالد نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی، انہوں نے فرمایا:۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ گوشت اور موٹے گوشت کو ناپسند کرتا ہے"۔

آپؑ کے ایک صحابی نے کہا:۔

فرزند رسولؐ! ہمیں تو گوشت پسند ہے اور ہمارے گھر گوشت سے خالی نہیں رہتے۔ (آخر اس فرمان کا کیا مطلب ہے)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔

"وہ چیز مراد نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو، گوشت کا گھر وہ ہے جہاں غیبت کے ذریعے سے لوگوں کا گوشت کھایا جاتا ہو اور موٹے گوشت سے مراد جابر، متکبر اور متکبرانہ چال چلنے والا ہے"۔

۱۔ علامہ نے حاشیہ میں لکھا ہے:۔
جمہور نے ... ابو سعید خدری کی روایت سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے
آپؐ نے فرمایا:۔
... قیامت ... نہیں ٹھہرا ... ولایت علیؑ کے متعلق سوال کیا جائے گا

روزہ توڑنے کے تین کفارے اور ایک کفارہ

۸۸۔(محذف اسناد) عبدالسلام بن صالح ہروی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا۔

فرزند رسول! روزہ کے کفارے کے متعلق ہمیں آپ کے آباءؑ سے دو مختلف روایات ملتی ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ جو شخص ماہ رمضان کے دن میں ہم بستری کرے یا روزہ توڑ دے تو اس پر تینوں کفارے ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ ایک کفارہ ہے۔ ہم کس روایت پر عمل کریں؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔

"ان دونوں روایات پر عمل کرو۔ جب کوئی شخص حرام ذرائع سے جنسی تسکین حاصل کرے یا رزق حرام سے روزہ توڑ دے تو اس کے ذمے تین کفارے ہیں۔ یعنی ایک غلام آزاد کرے اور دو ماہ تک مسلسل روزے رکھے اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور ایک دن کے روزے کی قضا کرے۔

اگر کوئی شخص اپنی زوجہ سے جنسی تسکین حاصل کرے یا رزق حلال سے روزہ توڑے تو اس پر ایک کفارہ ہے اور اس دن کی قضا ہے۔ اور اگر کوئی بھول کر روزہ توڑے تو اس پر کچھ بھی نہیں ہے"۔

عربوں کی اولاد کے نام

۸۹۔ (محذف اسناد) احمد بن اشیم نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا۔

میں آپ پر قربان جاؤں آپ یہ بتائیں کہ عرب اپنی اولاد کے نام کلب (کتا) فہد (چیتا) وغیرہ جیسے کیوں رکھتے ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: "بات یہ کہ عرب جنگجو لوگ ہیں اسی لئے دشمنوں کو

مرغوب کرنے کے لیے اپنی اولاد کے اس طرح سے نام رکھتے ہیں اور خوشی کے حصول کے لیئے اپنے غلاموں کے نام فرج ، مبارک اور میمون رکھتے ہیں"۔

افعال عباد مقدرہ ہیں

۹۰۔ (محذوف اسناد) عبدالسلام بن صالح ہروی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا ، آپؑ نے فرمایا:۔

"افعال عباد مخلوق ہیں"۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ ! مخلوق کا کیا مقصد ہے ؟

حضرتؑ نے فرمایا: "یعنی وہ تقدیر کے زیر اثر ہیں"۔

نیا کپڑا پہننے کے آداب

۹۱۔ (محذوف اسناد) یاسر خادم نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ۔ آپؑ نے اپنے والد امام علی نقی علیہ السلام اور انہوں نے اپنے والد امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی ، انہوں نے فرمایا:۔

"جب امام علی رضا علیہ السلام نیا کپڑا پہننے کا ارادہ کرتے تو آپؑ ایک برتن میں پانی منگواتے تھے اور اس پر دس مرتبہ سورۂ قدر اور دس مرتبہ سورۂ اخلاص اور دس مرتبہ سورۂ کافرون پڑھ کر دم کرتے تھے پھر اس پانی سے کپڑے پر چھینٹے مارتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ۔

جو شخص ایسا کرے تو جب تک اس کے بدن پر اس کپڑے کی ایک تار بھی باقی رہے گی ، وہ فارغ البالی میں رہے گا"۔

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں کہ یاسر خادم نے امام علی رضا علیہ السلام سے ملاقات کی تھی لیکن امام حسن عسکری علیہ السلام سے اس کا احادیث بیان کرنا عجیب سا محسوس ہوتا ہے ۔

باب 29

حضرتؑ سے منقول آنحضرتؐ کی صفات

۱۔ (حذف اسناد) اسمٰعیل بن محمد بن اسحاق امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی، آپ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی انہوں نے فرمایا۔

آنحضرتؐ کا حلیہ مبارک

امام حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے فرمایا:

"میرے ماموں ہند بن ابی ہالہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے تھے۔ میں نے ایک دن ان سے آنحضرتؐ کا حلیہ مبارک دریافت کیا تو انہوں نے کہا:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاکیزہ اور کشادہ چہرہ جس پر چاند کی سی چمک تھی۔ آپؐ میانہ قد تھے اور کوتاہی نظر سے حقیر نظر نہیں آتے تھے، نہ اتنے طویل تھے کہ آنکھ ان سے نفرت کرتی۔ سر بڑا مگر اعتدال و مناسبت کے ساتھ۔ مانگ درمیان سے نکلی ہوئی۔ پیشانی کشادہ، ابرو خمدار باریک اور گنجان۔ دونوں جدا جدا، دونوں کے درمیان میں ایک رگ کا ابھار جو غصہ آنے پر نمایاں ہو جاتی۔ رنگت سفید چمک دار۔ پتلیاں سیاہ۔ نظریں نیچی۔ گوشۂ چشم سے دیکھنے کا انداز حیا دارانہ۔ ناک بلندی مائل۔ اس پر نورانی چمک۔ جس کی وجہ سے ابتدائی نظر میں بڑی معلوم ہوتی تھی۔ رخسار ہموار اور ہلکے نیچے کو ذرا سا گوشت ڈھلکا ہوا تھا۔ دہن بہ اعتدال فراخ۔ ریش بھرپور اور گنجان بال۔ گردن پتلی، لمبی جیسے مورتی کی طرح خوبصورتی سے تراشی گئی ہو۔ گردن کی رنگت چاندی جیسی اجلی اور خوشنما۔ بدن پر

بال زیادہ نہ تھے۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر۔ کندھوں، بازوؤں اور سینے کے بالائی حصے پر تھوڑے سے بال تھے۔ مجموعی ڈھانچہ بدن گٹھا ہوا۔ اعضا کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور مضبوط۔ سینہ چوڑا، سینہ اور پیٹ ہموار۔

کلائیاں دراز، ہتھیلیاں فراخ، انگلیاں حد تک دراز، ہتھیلیاں اور پاؤں پر گوشت، تلوے قدرے گہرے، قدم چکنے کہ پانی نہ ٹھہرے۔

رفتار باوقار۔ چلتے تو یوں محسوس ہوتا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں۔ جب کسی کی طرف توجہ کرتے تو پورے جسم کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتے۔ آسمان کی بہ نسبت زمین پر زیادہ نگاہ رکھا کرتے تھے اور ہر ملنے والے پر سلام میں پہل کرتے۔"

آنحضرتؐ کا انداز گفتگو

میں (امام حسن علیہ السلام) نے کہا کہ آنحضرتؐ کا انداز گفتگو کیسا تھا؟

انہوں نے کہا:

"آنحضرتؐ شیریں کلام تھے اور واضح الفاظ سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے اور آپؐ کا کلام الفاظ کی کمی بیشی سے معرا ہوتا اور آپؐ کی تمام گفتگو جیسی موتیوں کی لڑی پروئی ہوتی تھی۔ اور آپؐ دائم الحزن اور ہمیشہ غور و فکر میں مصروف اور آپؐ بلا ضرورت کلام نہیں کرتے تھے اور آپؐ کی گفتگو مختصر مگر جامع ہوتی تھی۔

آپؐ نرم خو تھے اور بد خلق نہ تھے اور آپؐ چھوٹی سے چھوٹی نعمت کی بھی قدر کرتے تھے اور آپؐ کھانے کی مدح یا مذمت نہیں کرتے تھے اور دنیا اور متاع دنیا کی وجہ سے ناراض نہ ہوتے تھے اور جب حق و صداقت کا مسئلہ درپیش ہوتا تو آپؐ شیر کی طرح سے غضب ناک ہوجاتے اور کسی کو آپؐ کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی اور جب تک حق کو سربلندی نہ ملتی اس وقت تک بے چین رہتے۔

اور جب اشارہ کرنا مطلوب ہوتا تو اپنے پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے اور

جب کبھی کسی چیز پر تعجب ہوتا تو الٹے ہاتھ کا اشارہ کرتے اور جب کلام کرتے تو دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے قریب کرتے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر زور سے رکھتے اور جب آپؐ ناراض ہوتے تو آپؐ چہرہ پھیر لیتے اور رنگ مبارک متغیر ہو جاتا اور جب مسکراتے تو آپؐ کی مسکراہٹ خفیف ہوتی اور تبسم سے آگے تجاوز نہ کرتی"۔

امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عرصے تک اس خبر کو اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام سے مخفی رکھا۔ پھر میں نے اس بات کی انہیں خبر دی تو پتہ چلا کہ وہ مجھ سے بھی پہلے ہند بن ابی ہالہ سے حلیہ مبارک سن چکے تھے اور انہوں نے بتایا کہ انہوں اپنے والد ماجد امیر المومنین علیہ السلام سے رسول خدا کے دخول، خروج اور ان کی مجلس کے متعلق بھی سوال کیا تھا۔

آنحضرتؐ کا دخول، خروج اور نشست عام

چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے امیرالمومنین سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:۔

"جب آپؐ گھر تشریف لاتے تو اس وقت کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ان کے وقت کا ایک حصہ اللہ کے لیئے ہوتا تھا (جس میں وہ عبادت کرتے تھے) ایک حصہ افراد خانہ کے لیئے ہوتا تھا اور ایک حصہ ان کے اپنے لیئے ہوتا تھا۔ اور آپؐ لوگوں کو بھر پور وقت دیا کرتے تھے جس میں عام و خاص آپؐ سے مل سکتے تھے۔ آپؐ اپنی محفل میں اہل فضل کو مقدم رکھتے تھے اور آپؐ کی نظر میں فضیلت کا معیار دین کے احکام کی پابندی تھی۔ اور حاجت مند افراد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپؐ ان کی حاجت برآوری کے لیئے کوشاں ہوتے۔ امت کو مسائل دین بتاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے جو یہاں حاضر ہے اس کو چاہیئے کہ غائب تک یہ پیغام پہنچائے۔ اور فرماتے تھے کہ جو شخص اپنی حاجت مجھ تک نہیں لا سکتا تم اس کی حاجت مجھ تک

سے آؤ اور جو شخص ایسے شخص کی حاجت کسی حکمران تک لے جائے تو اللہ بروز قیامت اسے ثابت قدم رکھے گا۔

لوگ خالی جھولیوں سے آتے تو اپنی جھولیاں بھر کے جاتے اور صاحب علم و دانش بن کر واپس جاتے"۔

گھر سے باہر آنحضرتؐ کا طرز عمل

میں (امام حسین علیہ السلام) نے والد علیہ السلام سے پوچھا:۔

گھر سے باہر آپؐ کا طرز عمل کیسا ہوتا تھا؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:۔

"آپؐ بلا ضرورت کلام نہیں کرتے تھے اور آپؐ لوگوں کو اپنے ساتھ ملاتے تھے، انہیں اپنے سے متنفر نہیں کرتے تھے اور ہر قوم کے سرداروں کا احترام کرتے تھے اور اسے اس کی قوم پر والی مقرر کرتے تھے اور لوگوں کو عذاب آخرت سے ڈراتے تھے۔ آپؐ کسی کے ساتھ سختی روا نہ رکھتے اور بد اخلاقی کا مظاہرہ نہ کرتے تھے اور جو صحابی چند دن تک نہ آتا اس کے متعلق لوگوں سے دریافت کرتے تھے اور لوگوں سے ان کے حالات پوچھتے تھے اور اچھائی کی تعریف کرتے اور اسے تقویت پہنچاتے تھے اور برائی کی تنقیص کرتے اور اسے کمزور کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپؐ تمام کاموں میں اعتدال کو مد نظر رکھتے تھے اور افراط و تفریط کو پسند نہیں کرتے تھے۔ آپؐ غفلت نہیں کرتے تھے کہ مبادا لوگ غفلت کرنے لگیں یا باطل کی طرف میلان پیدا کریں۔ آپؐ امر حق سے کوتاہی نہیں کرتے تھے اور اپنے قریبی ساتھیوں کو بھی کوتاہی کرنے سے منع کرتے تھے۔ باکردار انسان آپؐ کی نگاہ میں افضل ہوتے تھے اور آپؐ تمام مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور آپؐ کی نظر میں وہی قابل قدر و قیمت تھا جو لوگوں کا زیادہ ہمدرد اور غمگسار ہوتا تھا"۔

آنحضرتؐ کی محفلیں

امام حسینؑ علیہ السلام نے امیر المومنین علیہ السلام سے آنحضرتؐ کی محفل کے متعلق پوچھا تو انھوں نے ارشاد فرمایا :-

"آپؐ بیٹھتے تو ذکر خدا کرتے اور اٹھتے تو ذکر خدا کرتے اور محفل میں جہاں آپ کو جگہ ملتی بیٹھ جاتے تھے اور لوگوں کو بھی اس بات کا حکم دیتے تھے اور تمام شرکائے محفل کو یکساں مستفید ہونے کا موقع دیتے تھے۔ اور آپؐ کا کوئی ساتھی یہ نہیں سمجھتا تھا کہ حضورؐ نے اس پر کسی دوسرے کو ترجیح دی ہے۔ اور اگر کوئی شخص حاجت لے کر آتا تو وہ اپنی مراد پا کر جاتا یا کم از کم حضرتؐ سے اچھا فرمان سن کر جاتا تھا۔ آپؐ کا خلق تمام لوگوں کے لیے وسیع تھا اور آپؐ سب کے لیے شفیق والد تھے اور حق کے لیے سب برابر تھے۔

آپؐ کی محفل حلم وحیا، صدق وامانت کی محفل ہوتی تھی، جس میں آوازیں بلند نہیں ہوتی تھیں اور آپؐ کی محفل میں لوگوں کی عیب جوئی اور کمزوریاں بیان نہیں ہوتی تھیں۔ محفل کے باہمی تعلقات تقویٰ پر موقوف ہوتے تھے۔

اور شرکائے محفل ایک دوسرے سے تواضع سے پیش آتے تھے۔ جہاں بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر رحم کیا جاتا تھا اور صاحب حاجت افراد کو اپنے اوپر ترجیح دی جاتی تھی اور مسافروں کا خیال رکھا جاتا تھا۔"

آنحضرتؐ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ حُسن سلوک

میں (امام حسین علیہ السلام) نے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے ساتھیوں سے رویہ کیسا تھا؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:۔

"آپؐ ہمیشہ خوش اخلاق، نرم خو رہتے تھے۔ آپؐ تنگ دل اور تنگ مزاج ہرگز نہیں تھے۔ فحش گوئی پسند نہیں تھی اور کسی کا عیب بیان نہ کرتے تھے۔ ناحق مزاح سے پرہیز کرتے تھے اور کسی کی بےوجہ مداح نہیں کرتے تھے۔ جس چیز کو پسند نہ کرتے اس سے تغافل فرماتے تھے۔ کسی کو مایوس نہیں کرتے تھے اور کسی امید وار کو ناکام نہیں پلٹاتے تھے۔

اور آپؐ تکبر، کثرت طلبی اور بے مقصد گفتگو جیسی تینوں صفات سے منزہ تھے۔ اور آپؐ کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے اور کسی کو شرمندہ نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ہی کسی کی کمزوریوں کے درپے ہوتے تھے۔

اور آپؐ بس وہی کلام کرتے جس کے ثواب کی امید رکھتے تھے اور جب آپ گفتگو کرتے تھے تو آپؐ کے اصحاب ہمہ تن گوش ہو کر آپؐ کے فرمان کو سنتے تھے۔ اور یوں خاموش رہتے جیسا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں اور جب آپ خاموش ہوتے تو صحابہ گفتگو کرتے اور آپؐ کے سامنے صحابہ آپس میں نہیں جھگڑتے تھے اور اگر کوئی شخص آنحضرتؐ سے گفتگو کرتا تو صحابہ خاموش ہو کر سنا کرتے تھے۔ جب کبھی صحابہ مسکراتے تو آپؐ بھی ان کے ساتھ مسکراتے اور جس سے آپؐ کے اصحاب تعجب کرتے تو آپؐ بھی تعجب کا اظہار کرتے۔ اور اگر کوئی بدو آپ سے سختی سے پیش آتا تو آنحضرتؐ اس پر صبر کرتے، ایسے شخص کو صحابہ کھینچ کر بٹھا دیتے تھے اور فرماتے تھے جب تم کسی حاجت مند کو حاجت کے لیئے تگ و دو

کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے ساتھ نرمی کرو اور ہم پلہ کے علاوہ کسی کی ثناء قبول نہیں کرتے تھے۔ اور کسی کی بات پر آپؐ کو ٹوکنے کی عادت نہ تھی اور نہ ہی کسی کی گفتگو کے دوران اٹھ کر کھڑے ہوتے تھے"۔

آنحضرتؐ کی خاموشی

میں (امام حسین علیہ السلام) نے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاموشی کیسی ہوتی تھی؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:۔

"آپؐ کا سکوت چار چیزوں یعنی حلم، ہوشیاری، اندازہ گیری اور فکر پر مشتمل ہوتا تھا۔ آپؐ ہمیشہ تسویۂ نظر اور استماع بین الناس کے متعلق اندازہ فرماتے تھے۔ اور آپؐ ہمیشہ باقی رہنے والی اور فنا ہونے والی چیزوں کے متعلق سوچا کرتے تھے اور آپؐ کے لیے حلم و صبر یکجا کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ کوئی چیز آپؐ کو غضب ناک نہیں کر سکتی تھی اور نہ ہی کوئی چیز آپؐ کو متنفر کر سکتی تھی اور آپؐ کی ہوشیاری چار بنیادوں پر مشتمل ہوتی تھی۔

1۔ اچھی چیز کو اپنانا تاکہ آپؐ کی اقتدا ہو سکے۔

2۔ قبیح کو ترک کرنا تاکہ لوگ اس سے باز رہیں۔

3۔ اور امت کی اصلاح و فلاح کے لیے مقدور بھر کوشش۔

4۔ اور امت کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی جمع کرنا"۔

صلوات اللہ علیہ و آلہ الطاہرینؑ

میں نے شمائل مبارکہ کی روایت مختلف اسناد سے اپنے مشائخ سے نقل کی ہے جسے میں نے "کتاب النبوۃ" میں نقل کیا ہے۔ اور اس مقام پر میں نے اس روایت کا صرف وہی حصہ نقل کیا ہے جو امام علی رضا علیہ السلام سے منقول

ہے کیونکہ اس کتاب میں ہم نے یہ التزام کیا ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام کی مرویات ہی نقل کی جائیں ۔ اور میں نے اس حدیث کے مشکل الفاظ کی شرح اپنی کتاب معانی الاخبار میں لکھی ہے ۔

وھذا اخر ما اوردنا ترجمته من کتاب عیون اخبار الرضا علیه السلام واسئل الله ان یوفقنی لمرضاته وان یجعله ذخر الیوم فقری و فاقتی وان یتجاوز عن سیئاتی وعن ذنوب والذی فانه ارحم الرحمین وصلی الله علی حبیبه محمد و اله الطاهرین المعصومین ۔

و انا الاثم الجانی محمد حسن الجعفری ۔